

اساس الاسلام

اساس الاسلام جلد اول ان رسائل کا مجموعہ ہے جو رسالہ ضعیف میں کفر و اسلام
یا ریشہ نازم اور اسلام کے عنوان سے چار حصوں میں شائع ہوئے تھے

مصنف

غازی محمود و مرزا بی بی ایڈیٹر ضعیف

لدھیانہ

آفتاب بی بی پریس امرتسر میں
پیشہ ورانہ طور پر

پرست محمد علی بن راس

اساس الاسلام



Acc.
28/12/24

5887

GIFT

اساس الاسلام جلد اول ان رسائل کا مجموعہ ہے جو رسالہ حقیقت میں کفر و اسلام
تاریخ سازم اور اسلام کے عنوان سے چار حصوں میں شائع ہوئے تھے

مصنف

غازی محمود ضریح بی ایس ایڈیٹر حقیقت

لکھنؤ
پیشوا بریلو میں باقائم مولوی محمد عبدالعزیز صاحب

پشتون خاندان میں رہنے

فہرست مضامین اساس الاسلام جلد اول

صفحہ	تا	مضامین	صفحہ	تا	مضامین
					حصہ اول
۲۱۷	۲۳۲	تیرھویں فصل مسیح کی الوہیت پیدائش	۲۱	۲۸	پہلی فصل کفر و اسلام
۲۳۲	۲۴۳	چودھویں فصل ابن اللہ کا مسئلہ اور اہل یورپ کے عقائد	۲۸	۳۲	دوسری فصل علم و اسلام
۲۴۳	۲۵۲	پندرھویں فصل ابن اللہ کا افریقہ میں	۳۲	۴۵	تیسری فصل عقل و اسلام
۲۵۲	۲۵۹	سولہویں فصل ابن اللہ کا سلسلہ امریکہ میں	۴۵	۵۰	چوتھی فصل جنگ و اسلام
۲۵۹	۲۶۶	تیرھویں فصل اناجیہ کے شکل کا اٹھارویں فصل یسوعیہ کا پیشا	۵۰	۵۴	پانچویں فصل رسالت و اسلام
۲۶۶	۲۸۱	انیسویں فصل صدیقہ مریم اور ابن مریم	۵۴	۵۷	حصہ دوم
۲۸۱	۲۸۵	بیسویں فصل سیدہ تدبیر کی مثال	۵۷	۶۰	پہلی فصل اسلام کے اندر
۲۸۵	۲۸۹	بیسویں فصل بحیرات روحانی	۶۰	۶۴	ساتویں فصل اسلام کے باہر
۲۸۹	۲۹۴	بیسویں فصل شہادت و حاکمی	۶۴	۶۷	آٹھویں فصل شخصی عبادت
۲۹۴	۲۹۷	بیسویں فصل روح کی آئندہ زندگی	۶۷	۷۰	ادنیٰ فیسی نظام
۲۹۷	۳۰۰	بیسویں فصل ایکساہم سوال کا جواب	۷۰	۷۴	نویں فصل قرأت خلفا امام و غیر
۳۰۰	۳۰۴	بیسویں فصل مسیح کی حیات و موت	۷۴	۷۷	دسویں فصل آریوں کے
۳۰۴	۳۰۷	بیسویں فصل امی و غیر امی	۷۷	۸۰	اعتراضات کا جواب
۳۰۷	۳۱۰	بیسویں فصل مسیح کی حیات و موت	۸۰	۸۴	گیارھویں فصل نمکات
۳۱۰	۳۱۴	بیسویں فصل مسیح کی حیات و موت	۸۴	۸۷	تساہیات
۳۱۴	۳۱۷	بیسویں فصل مسیح کی حیات و موت	۸۷	۹۰	حصہ سوم
۳۱۷	۳۲۰	بیسویں فصل مسیح کی حیات و موت	۹۰	۹۴	بارہویں فصل مسیح کے اعتراضات

رہبر و نمبر ۱۲۵

مکتبہ تحفہ

مکتبہ تحفہ



حنیف

نمبر ۵

نمبر ۱۹۲۲ء

جلد اول

Govt. Urdu Library



28124

مکتبہ تحفہ

ایڈیٹر: غازی محمود و صریال بی بی

لدھیانہ

نی پڑجے

مالک عینہ اشنگ

سالانہ قیمت چھ روپے

قارئین کرام ضیف کے موجودہ پرچے کا بغور مطالعہ کر کے اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔ ایڈیٹر

ضیف

نومبر ۱۹۲۲ء

ریشنلزم اور اسلام

کئی سال ہوئے ہیں نے اسلام لانے سے پیشتر ایک چھوٹی سی کتاب ریشنلزم اور اسلام کے نام سے شایع کی تھی۔ اس میں اسلام پر بعض ایسے اعتراضات کئے گئے تھے جو آجکل نئی روشنی کے تعلیمیافتہ عموماً کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ ان اعتراضات کا بعد میں میں نے خود ہی جواب بھی دیا تھا۔ جنگ ارتداد کے زمانہ میں یہ کتاب نہایت مفید ثابت ہوئی۔ اور اس کی جس قدر کاپیاں میرے پاس تھیں وہ سب ختم ہو گئیں بعض تاجران کتب نے اس کتاب کو بھی میری بغیر اجازت کے چھاپ کر خوب فروخت کیا۔ اور فروخت کر رہے ہیں۔ مگر احباب نے غرض سے یہ تقاضا کر رکھا تھا کہ اس کتاب کے بعض مقامات سمیت قابل اعتراض ہیں۔ اور کہ اب جبکہ میں اسلام میں آگیا ہوں میں ریشنلزم اور اسلام پر نظر ثانی کر کے اس کو از سر نو شایع کروں۔ میں نے جب اس پر نظر ثانی کی تو مجھے یہ کتاب سمیت قابل اصلاح نظر آئی چنانچہ جن اعتراضات کو میں نے ریشنلزم اور اسلام میں ۴۴ صفحات میں ادا کیا تھا۔ انکو تو ۴۲ سطروں میں کر دیا اور جن جوابات کو ۴۴ صفحات میں ادا کیا تھا۔ انکو تقریباً دو سو صفحات پر پھیلا دیا اور کتاب کا نام بچائے "ریشنلزم اور اسلام" کے میں نے کفر و اسلام تجویز کی ہے چنانچہ یہ جو کتاب اس کا پہلا حصہ ہے۔ دوسرا حصہ بھی تیار ہو چکا ہے۔ اور اگلے پرچہ میں چھپ جائیگا۔ اس کتاب میں ریشنلسٹ کا قایم مقام اعرافی "رکبا گیا ہے۔ جو اسلام پر سخت کے سخت

اعتراضات کر رہا ہے۔ اور آخر کار ان اعتراضات کے نہایت تسلی بخش جواب پاکر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا ہے۔ مگر اسلام لانے کے بعد جن سیال کی بابت وہ سوال کرتا ہے۔ وہ سخت انقلاب انگیز ہیں چنانچہ اس کے ایسے سوالات کا جواب کفر و اسلام کے دوسرے حصہ میں ملے گا کیا گیا ہو جس کا مطالعہ نئی روشنی کے دلدادہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ اصحاب کیلئے خالی از بچہ نہیں ہو گا۔

بجری ڈاکو بعض کتب فروش ایسے بھری ڈاکو واقع ہوئے ہیں کہ جس کتاب پر ان کو میرا نام نظر آتا ہے۔ وہ اسی کو اڑا بیٹاتے ہیں۔ اور سری مری اور اجازت کے بغیر اس کو چھاپ کر فروخت کرنے لگ جاتے ہیں میں بھی ان بھری ڈاکوؤں کی دست برد سے اپنی کتابوں کو محفوظ رکھنے کیلئے جا بجا سندری سرنگیں بچھاتا جا رہا ہوں۔ اگر ان ڈاکوؤں میں سے کوئی ان سرنگوں سے کسی سے ٹکرا گیا۔ تو بھاگے اڑ جائیگا۔ چنانچہ کتاب ہذا کے جملہ حقوق کی حفاظت بھی اسی قسم کی سرنگ کے ذریعہ کر دی گئی ہے۔ بجری ڈاکو دراصل کرا دہر آئیں۔

آرہ کش اور بندر گزشتہ سال جب فتنہ ارتداد کے انداد کیلئے اپنے قلم اٹھایا تو بہت سے ارباب قلم نے یہ دیکھ کر کہ یہ ایک نئی سونے کی کان دریافت ہوئی ہے۔ فوراً بوڑھوں شروع کر دیے نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سب پرٹے گئے۔ میں تو یہ دھماچو کڑی دیکھ کر چپکے سے گھر آ بیٹھا۔ مگر یہ سونے کی کان کے مشلاشی "کوٹاٹ گوجرانا" لاہور، امرتسر و ہلی وغیرہ میں ابھی تک پھنسے پڑے ہیں۔ مجھے ان لوگوں کی حالت دیکھ کر ایسے کی حکایات میں سے آرہ کشوں اور بندروں کی ایک کہانی یاد آتی ہے۔ کسی جنگل میں آرہ کش ایک بہت بڑے درخت کو آرہ سے چیر رہے تھے۔ کہ اتنے میں دھوپ تیز ہو گئی۔ اور وہ چیزیں پتھر ٹھوک کر آرام کرنے کے لئے گھر چلے گئے جنگل میں پاس ہی بندروں کی ایک جماعت موجود تھی جو آرہ کشوں کے فن آرہ کشی کا بنور مطالعہ کر رہی تھی۔ آرہ کشوں کی عدم موجودگی کا ان بندروں نے نا جائز فائدہ اٹھانا

آج کل اور فتنہ پس نیم چری لٹری پر پل پڑے۔ چیر میں جو پھر دیا ہوا تھا۔ وہ اس کے راز سے ناواقف تھے۔ چنانچہ بندروں نے زور مار کر چیر میں سے اس پتھر کو نکال دیا چیر میں سے پتھر کا کلنا تھا کہ چیر مل گیا۔ اور کسی کی ٹانگ اس میں پیش گئی کہ کسی کی دم۔

کسی کا پیر۔ تمام بند چہنیں مارنے لگے۔ مگر چہرہ تھا بڑا سخت۔ نکلتے تو کیسے آ رہے کشوں
 نے جو بندروں کی اس حالت کو دیکھا تو وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ کہ کم بخت! اگر
 تمہیں لکڑی چہرے کا ہی شوق تھا تو پتھر کو کیوں چہرے باہر نکالا تھا۔ اب غلطی کا
 خیازہ ٹھیکو۔ کیا مزہ کی بات ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ گورنمنٹ نے خود کفر توڑ
 کے مصنف کے سامنے یہ شرط پیش کی تھی کہ اگر اس کتاب کے جملہ حقوق سے دست بردار
 ہو جاؤ تو مقدمہ واپس لے لیا جائیگا۔ ایک یہہ وقت ہے۔ کہ گورنمنٹ ہے
 درخواستیں کی جا رہی ہیں۔ کہ معافی دیجادوے۔ مگر گورنمنٹ نہیں مانتی
 آخر اتنا فرق کیوں؟ صرف اس لئے کہ کفر توڑ کا مصنف چہرہ تو ڈال رہا تھا
 مگر پتھر لگا کر۔ مگر ان حضرات نے چہرے سے پتھر ہی نکال دی۔ اور وہ پھٹ سے
 مل گیا۔ اب چھیننے سے کیا فائدہ؟

سونے کا انڈا دینے والی

سونے کے انڈے اور پیٹھ کا ڈھیر

مرعی کی کہانی مشہور ہے اگر
 لاہور کے مسلم جرائد "زمیندار" اور "سیاست" سے پوچھا جاوے۔ کہ کیوں صاحب
 کیا آپ نے کبھی ایسی مرعی بھی دیکھی ہے۔ جو سونے کا انڈا دیتی ہو۔ تو وہ یہی
 جواب دیں گے۔ کہ ایسی مرعی ہو یا نہ ہو۔ مگر کفر توڑ بلا یا ایسی کاغذی مرعی
 تھی جس نے غازی دہر سپال کے ہاں سونے کے انڈوں کا ڈھیر لگا دیا
 زمیندار کے اندازہ کے مطابق ان انڈوں کی مقدار ۱۵ ہزار روپیہ نقد
 اور سیاست کے قول کے مطابق تو "کفر توڑ" کے منافع کا اندازہ لگانا ہی مشکل
 ہے لیکن اگر غازی دہر سپال سے اس کی بابت پوچھا جاوے تو وہ فوراً اسلامیہ
 سٹیم پریس لاہور کے منیجر کا مفضلہ ذیل رجسٹرڈ نوٹس دکھا دیگا۔

از دفتر اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

نوٹس رجسٹری نمبر ۱۵۷

مکرمی جناب غازی محمود صاحب۔ سلام علیکم۔ مبلغ ۲۵۰ روپے نقد
 چھپوائی کتب عرصہ ایک سال سے آپ کے ذمہ ہیں لیکن آج تک آپ نے
 رقم کی ادائیگی کی کوئی صوت نہیں کی۔ اور نہ کوئی جواب دیا۔ اب آپ کو

بذریعہ کارڈ رجسٹری مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ یا تو ہماری رقم بھیج کر مشکور فرمائیں
یا مفصل جواب کے اطلاع دیں۔ ورنہ پھر آپ ہمارے خرچہ وغیرہ کے ذمہ
ہوں گے۔ کیونکہ آپ نے تجارتی اصول کے خلاف کیا ہے۔ اور کر رہے ہیں یہ
کارڈ بطور نوٹس کے بھیجا جاتا ہے۔ اگر آپ نے ایک ہفتہ تک روپیہ ادا نہ کیا تو
پھر مجبور ہو کر کاغذات وکیل کے سپرد کر دے جائیں گے۔ آپ کسی شکایت
کے حق دار نہ ہوں گے۔

نیاز مند محمد یسین بنجر اسلام آباد
۲۔ اکتوبر ۱۹۷۷ء

”زمیندار“ اور سیاست کے قابل ایڈیٹروں سے سوال کیا جاسکتا ہے
کہ کیوں صاحب! اگر ”کفر توڑ“ سونے کا انڈا دینے والی مرغی تھی۔ اور اس
نے غازی دہر سپال کے ۱۵ ہزار روپیہ کے انڈے دے دیے۔ تو یہ کفر توڑ
مرغی ۳۹۹ روپیہ کی بیٹھ کا ڈھیر اپنے پیچھے کیسے چھوڑ گئی؟

نئی قسم کا کہاؤ اکتسرخ فیروز پور سے ایک ماہواری رسالہ بنام شریعت
میر سے پاس ریویو کے لئے پہنچا ہے۔ لکھنالی پھپھو والی بہت
عمر ہے۔ سالانہ قیمت بجا ہے۔ باغبانوں کے لئے یہ رسالہ بہت مفید ثابت
ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں نئی قسم کے کہاؤ کا بیس الفاظ ذکر کیا گیا ہے۔
”ایک سو ایک دفعہ بسم اللہ شریف لکھ کر باغ میں دفن کر دیجئے
تو باغ کا پھل وقت پر بہت عمدہ پیدا ہو گا۔ اور آفتوں سے
سالم رہے گا۔ اور برکت ہو گی۔“

”رسالہ شریعت“ نے ابھی تو بسم اللہ کے دفن کرنے پر ہی اکتفا کی ہے۔
تعجب نہیں کہ آگے چل کر وہ قرآن مجید کو دفن کرنے کی بھی تجویز پیش کریں۔ اسی پر ان
لوگوں کو شکایت ہو کہ نئی روشنی کے لوگ ہماری باتوں پر بخول آڈا لے رہے ہیں۔

نعت اللہ خان احمدی کی سنگساری | اب میں نے صنیف کے گزشتہ پرچہ میں
نعت اللہ خان احمدی کی سنگساری
پر مختصر سا نوٹ دیتے ہوئے اس بات کا اظہار کیا تھا کہ باوجود تمام فردی اختلافات کے میں

احمیدیوں کو اندر سے قرآن مجید مومن و مسلمان سمجھتا ہوں۔ اس لحاظ سے نعمت اللہ خاں احمیدی
 سنگساری قتل مرتد نہیں۔ بلکہ قتل عمد مومن ہے۔ اور قاتل خواہ کوئی بھی ہو۔ دنیا
 و آخرت میں اس عید سے نہیں بچ سکتا جس کا رب العزۃ نے قتل عمد مومن پر قرآن
 مجید میں ذکر کیا ہے۔ احمیدیوں کو مرتد بنا برین واجب القتل ثابت کر نیکے لئے غیر
 احمیدیوں نے جس قدر بحث اخبارات میں کی ہے میں نے نہایت غور سے اس کا
 مطالعہ کیا۔ میں بلا جھجک کہہ سکتا ہوں کہ جہاں تک قرآن مجید کا تعلق ہے اس بحث
 میں جس قدر ذیل ترین شکست غیر احمیدیوں نے کہائی ہے۔ وہ مذہبی دنیا میں اپنا ثانی
 نہیں رکھتی میرے خیال میں اب اگر اس بات پر بحث پھیریں جادو سے کہ آیا ایک ایسا
 مسلمان جس کا اعتقاد یہ ہو کہ قرآن مجید جیسا کہ وہ اس وقت ہمارے اکتھب نہیں موجود ہے
 مکمل نہیں ہے۔ بلکہ اس میں سے بہت سی آیات یا کوئی آیت گم ہو گئی ہو۔ یا مرفوع التلاۃ ہو گئی
 ہے مومن و مسلم کہلانیکہ مستحق ہو یا نہیں؛ تو میرے نزدیک علماء دیوبند کا وہ گروہ جن کے
 اعتقاد میں قرآن مجید کی بہت سی یا کوئی ایک آیت مرفوع التلاۃ ہو چکی ہو۔ نہایت
 آسانی سے ارتداد کے مرتبے میں دھکیلا جاسکے گا۔ اس لئے کہ وہ رب العزۃ کے اس قول کا کہ
 "مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ" کو باطل قرار دیتا ہوا "مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ" کہی دیں آتا ہو۔ اور اگر تم
 کی سزا رجم ہی ہو جیسا کہ علماء دیوبند کا عقیدہ ہو جس کا کہ میں قایل نہیں ہوں۔ تو اسے
 درخواست کی جاسکتی ہے۔ کہ یا تو وہ مذکورہ بالا عقیدہ سے تائب ہوں۔ ورنہ وہ
 کسی اسلامی سلطنت کی طرف سے رجم کئے جانے کا انتظار کئے بغیر خود ہی تھوڑے جاکر مٹی
 ۲۔ میں نے علماء دیوبند کے متعلق مذکورہ بالا خیال مضارب العلوم دیوبند کے نائب مہتمم
 حضرت امیرک شاہ صاحب کے اس مضمون کو جو آیات مرفوع التلاۃ کے متعلق بہت سے
 اخبارات میں چھپ چکا ہے پڑھ کر قائم نہیں کیا۔ بلکہ اس مضمون کے مطالعہ کے بعد
 میں نے ایک دیوبندی سے نو دھبہ نامہ میں کہیں کہیں کے قریب معزز مسلمانوں کے سامنے
 یہ سوال کیا کہ آیا وہ اس بات کے قایل ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی آیت یا بہت سی آیات
 مرفوع التلاۃ ہیں یا گم ہو گئی ہیں۔ یا درج ہونے سے رہ گئی ہیں؟ میں نہایت افسوس
 کے ساتھ اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ میرے مذکورہ بالا سوال کا جواب اس دیوبندی

نے اثبات میں دیا۔ میں نے مسلمانوں کے مجمع کو خطاب کیا کہ تم سن رہے ہو دیوبندیوں کا
 کیا عقیدہ ہے۔ اس پر اس دیوبندی نے ایک بار نہیں بلکہ بار بار اس مجمع
 کے سامنے اس بات کا اعلان کیا کہ ہمارا ہی عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں ایک
 آیت نہیں بلکہ بہت سی آیات درج ہونے سے رہ گئی ہیں۔ میں نے مسلمانوں
 کے مجمع کو اس پر گواہ بٹھرایا۔ اس عقیدہ کو سن کر میرا دل نہایت پریشان ہوا اور میں
 اپنے گھر پر جا کر دیر تک سوچتا رہا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کابل کا تخت ایک ٹن کے لئے
 مجھے بچائے۔ اور میرے سامنے احمدی اور دیوبندی کے ارتداد و رجیم کا سوال پیش
 کیا جاوے۔ تو میں احمد کو چھوڑ دوں گا۔ مگر دیوبندی کو اس کے مذکورہ بالا اعتقاد کی وجہ سے
 اگر وہ اس سے تائب نہ ہو۔ یا اسکی صحت کو پایہ ثبوت تک نہ پہنچائے۔ ملزم گرداؤں گا
 اس لئے کہ احمدی تفسیر و تاویل سے کام لیتا ہوا قرآن مجید میں تحریف کا قائل نہیں ہے
 جبکہ دیوبندی قرآن مجید کو ہی نامکمل و محرف مانتا ہے۔

۳۔ میں احمدی نہیں ہوں اور نہ ہی میں احمدیوں کی بہت سی تاویلات کو صحیح سمجھتا ہوں لیکن احمدیوں
 اور غیر احمدیوں کی قتل مرتد کے متعلق تمام بحث کو پڑھ کر اگر میں نے مسلمانوں کے کسی فرقہ میں ٹھسنا ہوتا تو میں
 فوراً احمدی ہو گیا ہوتا۔ مگر چونکہ احمدیوں کا عقیدہ کہ رب العزۃ نے مسیح کے اجلاس کیلئے کوئی کرسی
 خالی رکھ چھوڑی ہو۔ قرآن مجید کی کسی آیت سے صراحتاً یا کنایتاً ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے احمدیوں کو
 مومن و مسلم سمجھتا ہوں ابھی میں ان کو قرآن مجید سے بہت دور ٹھسکتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں مگر اس کے
 ساتھ ہی میں غیر احمدیوں کی طرف سے احمدیوں پر اس الزام کو بھی کہ وہ خاتم النبیین کے خلائف مقرر کرتے
 ہیں۔ سراسر فضول سمجھتا ہوں جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ غیر احمدی خود بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم
 کے بعد مسیح ناصر کی آمد میں چشم راہ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ اس آمد کا قرآن مجید میں کہیں اشارہ تک
 بھی نہیں ہے۔ پس جہاں تک ختم نبوت کا تعلق ہو احمدی اور غیر احمدی دونوں ایک ہی گڑھے
 میں گرے پڑے ہیں۔ سارا جھگڑا اس بات پر ہے کہ میرزا غلام احمد نے مسیح مہجور کی کرسی پر کیوں قبضہ
 کر لیا؟ اگر یہ کرسی رب العزۃ کی طرف سے اپنے حبیب پاک کے بعد ابن مریم کیلئے بچھائی گئی ہوتی
 تو میں بھی میرزا صاحب کو اس کرسی پر سے اتار نیکی لئے ایک دھکا دیدیتا۔ مگر چونکہ یکرسی
 خدا کی طرف سے نہیں رکھی گئی۔ اور نہ ہی قرآن مجید میں اس کا کہیں ذکر ہے۔ اس لئے مسلمانوں
 کی طرف سے مسیح ناصر کی اس کرسی کو یونہی خالی دیکھ کر ہر ایک شخص کا دل لپکتا رہا۔ کہ وہ

اسپریشکر ذرا مزہ لے لے چنانچہ اسوقت تک ایک نہیں بلکہ درجنوں ہی مسیح مہود اور ہندی منکر
اس کرسی پریشکر رخصت ہو چکے ہیں کیا مسلمانوں کے لئے بھی وقت نہیں آیا کہ وہ رسول پاک کو
خاتم النبیین مانتے ہوئے اب سچ ناصری کی اس فرضی کری کو جس کا قرآن مجید نے کبھی بھی نہ
نہیں کیا تھا، ایک طرف رکھ دیں؟ اس لئے کہ مسیح کی بتائی کا عقیدہ قرآن مجید نے بیان
تہیں کیا۔ بلکہ سچوئی کی کتاب پھیل کا عقیدہ ہے جو نہیں معلوم مسلمانوں میں کب اور کیسے رواج پا گیا۔
۴۰۔ اس میں شبہ نہیں کہ متل و ترد کے متعلق قرآن مجید میں کوئی آیت نہیں ہے اور نہ ہی غمراہی
وگ کوئی آیت پیش کر سکے مگر احمدیوں کو سہاوت پر غور کرنا چاہئے۔ کہ جب تاجدارِ قحطان کی
طرف سے اپنے پھر اڈ ہوتا تو وہ قرآن مجید کی پناہ ڈھونڈتے ہیں لیکن جب وہ دُشمن کے منہ پر دھینک
کی عٹھٹی ہوا کے جھونکے اور فرشتوں کے پردہ پریشکر یا سوار ہو کر مسیح مہود بننے کا مزہ لینے
کیلئے جاتے ہیں تو وہ قرآن مجید کی بات تک نہیں سنتے چونکہ دُشمن کے منہ پر دھینک والی ٹھنڈی
ہوا کے جھونکے اور اسکی غالی کرسی حنفی اہل سنت و جماعت کی طرف سے مسیح ناصری کیلئے بچھائی
گئی ہے۔ اس لئے حنفیوں کو اس کا حق حاصل ہے کہ اگر مسیح ناصری کے سوا کوئی حنفی مسلمان اس
کرسی پر بیٹھ جائے تو وہ اسکو پناہ کی چوٹی سے گرا کر چور چور کر دیں۔ بہتر ہو کہ احمدی باؤس مسیح
کی اس غالی کرسی کو جسکے بچھائیوائے حنفی ہی ہیں۔ فوراً خالی کر دیں۔ یا پھر حنفیوں کے اہل سنت
سنگسائی منظور کریں۔ ورنہ یہ بھی کوئی بات ہے کہ حنفیوں کی طرف سے کسی تو بچھائی جائے نہ ہی
کیلئے اور بیٹھ جائے اسپر کوئی بچھائی! مجھے اس پر کہ احمدی وغیرہ احمدی جذبات سے میل کرتے ہیں
بجائے نہایت ٹھنڈے دل سے اس پر غور فرمائیں گے اور اپنے مذکورہ بار عقیدہ کی تائید
میں قرآن پاک کی کوئی آیت پیش کریں گے۔ ورنہ انکو سمجھ لینا چاہئے کہ رسول پاک صلی اللہ
علیہ وسلم قیامت تک کیلئے آخری نبی ہیں۔ انکے بعد نہ اب مسیح آئے گا۔ نہ ہندی۔ نہ کوئی دوسرا
حقیقی یا ظاہری نبی۔ اور کہ قرآن مجید رب العزۃ کی آخری کتاب ہے۔ قصہ ختم۔

پرس کی تبدیلی

حنیف کا موجودہ پرچہ سوائے رئیس سرورق مجھے آفتاب برقی پرس مرسر میں
چھاپا گیا ہے۔ ایڈیشن۔

پہلی فصل

کفر و اسلام

اعرائی مسلم صاحب !
مسلم - سلام ! آئے تشریف رکھے رکھی دیکر
اعرائی میں آپ کا شکور ہوں ۔

مسلم - جناب کا اسم مبارک ؟
عرنی - پیر نام اعرائی ہے ۔

مسلم - ماشاء اللہ نام تو خوب زالا ہے ۔ کہاں سے تشریف لائے ؟
اعرائی - اعزاز سے ۔

مسلم - کیا خوب ! کیوں صاحب ! منہ کس ملک میں ہے ؟

اعرائی - آپ تو مسلم ہیں ۔ آپ کو پتہ ہی ہے ۔ کہ یہہ شہر کہاں سے ۔

مسلم - ساری صلیح میں تو اعزاز سے جبقہ کا نام ہے ۔ جو بہشت و دوزخ
کے درمیان ہے ۔

عرنی - بس بس جناس میں ، سی جبقہ کا رہنے والا ہوں ۔ ، ورواں سے ہی
آ رہا ہوں ۔

مسلم - ماشاء اللہ ! آپ بڑے زندہ دل واقع ہوئے ہیں ۔ کیوں صاحب آپ
اس جبقہ میں کیسے پہنچ گئے ؟

اعرائی - کہ ، مسلم ! میں جبقہ ہو رہا تھا میں نے یہی نام سب سمجھا کہ ان دونوں

سے کنارہ کش ہو جاؤں۔ اور اعراف میں ڈیرہ لگا دوں چنانچہ اس وقت

سے لیکر تائیدم میں وہاں رہی رہتا ہوں۔ بڑے آرمہ میں ہوں +

مسلم۔ تو پھر اعراف کا آرام چھوڑ کر دوبارہ ایک سلم کے پاس آئیگی وجہ؟
اعرافی۔ میں نے سنا ہے کہ آپ سلم کو ایک نئی شکل میں پیش کرتے ہیں پر
سمجھنا چلو آپ سے میں۔ شاید آپ کی بات مجھے پسند آجائے۔ اور

میں سلم کو قبول کر لوں +

مسلم۔ یہ آپ کا حسن نص ہے۔ میں تو اسلام کو نہ نئی شکل میں پیش کرتا ہوں نہ
پرانی میں۔ بلکہ اسلام کی جو اصلی شکل ہے۔ اسی کو پیش کرتا ہوں +

اعرافی۔ جناب! میں بھی اسی شکل کو دیکھنا اور قبول کرنا چاہتا ہوں +
مسلم۔ تو پھر ہم امتد مجھے۔

اعرافی۔ میں یوں تو سمجھتا ہوں کہ کر نیک نہیں۔

مسلم۔ اچھا جیسے آپ کی مرضی۔

اعرافی۔ میری مرضی تو یہ ہے کہ پہلے آپ میرے سوالات کا جواب دیں +

مسلم۔ بہت بہتر۔ ارشاد فرمائیے +

اعرافی۔ سب سے پہلے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کا اپنا مذہب کیا ہے؟

مسلم۔ میرا مذہب اسلام ہے +

اعرافی۔ سکر کر یہ تو ہیں بھی جانتا ہوں کہ آپ مسلمان ہیں۔ اور آپ اسلام کو

مانتے ہیں۔ مگر میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کا اصلی مذہب کیا ہے؟

تو کوئی اصلی مذہب نہیں ہے +

مسلم۔ معاف کرنا۔ مجھے آپ کے اس سوال پر ایک لفظ یاد آگیا۔ مگر حازر

ہو تو عرض کر دوں +

اعرافی۔ بڑے شوق سے۔

مسلم۔ کسی شہر میں رہنے والوں کے کھد دعوت ہو رہی تھی بہت سے یہاں جمع ہوتے۔

انواع و اقسام کے کھانے پک رہے تھے۔ ایک مجھ کا میرا سی ہی اس

سے گزرے۔ تو انہیں کہانے دیکھا اس کا جی لپی یا۔ سوچنے لگا کہ آگ میں

ان کی شایق رصف میں مٹے جاؤں۔ تو یہ مڑے کا کہا نا ایچ گبریا گھر سے
کے نیچے سے مٹی کھرچ کر ماتھے پر لگائی۔ اور چرٹے کی مال توڑ کر گھر
میں ڈال۔ اٹی سپ بھی پگڑی کہہ انوں میں با بیٹھے۔ صاحب خانہ ہانوں
کے ہاتھ دھلا کر پوری کچھ می لائے گئے مگر انہوں نے میرانی کو اجنبی سا
دیکھ کر پوچھا کہ آپ کون لوگ ہوتے ہیں؟ ہر زنی بولا۔ کہ ہندو! برہمن نے
کہا۔ یہ تو میں نے مانا کہ آپ ہندو ہیں۔ مگر لون ہندو؟ میرا سی لے بھٹ
کہہ دیا۔ کہ برہمن۔ صاحب خانہ نے پوچھا۔ کہ کون برہمن؟ میرا سی لے اس کا
بھی فوراً جواب دیا کہ گوزہ بیس۔ صاحب خانہ نے پھر پوچھا۔ کہ لون
گوزہ؟ میرانی کی معلومات کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا اس نے سمجھا کہ گوزہ
کہنے پر پھسکا رہا ہو جانے کا دردنی مل جائے گی۔ مگر جب سلسلہ در
آئے بڑھتا نظر آیا۔ تو وہ حیران ہو کر بول ڈٹا تو یہ استاد گوزہ کے بھی گر
پگوزہ ہوتے ہیں۔ تو بندہ ایسی ردنی سے باز آیا میرا سی کے منہ سے
تو یہ استاد کا ٹکنا تھا کہ صاحب خانہ نے اس کو سلمان جان کر باہر

محال دیا

اعا فی۔ واقعی رصف کو عزیز رہے۔ مگر میرا سی سوال سے اس کا ناتواں
مسلمہ میرا شہید رہا۔ کہ آپ خدشہ سی پر اٹھ کر ہیں۔ کہ میں مسلمہ ہوں
اور کہ میرا سی کی مذہب اس دوری سے اس سے لایا وہ یہاں اور
پچھ نہیں ہے

مذہبی صاحب اپنے بہری ہاتھ کھولے۔ کہتے ہیں۔ یہ دور دورہ ہے کہ آپ
مذہب میں کھنڈی ہیں۔ مالکی ہیں۔ شافعی ہیں۔ حنفی ہیں۔ یہ سب
ہیں۔ میں نے غور سے دیکھا ہے۔ کہ یہ سب مذہب ہیں۔
کہ وہ آپ کے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ ایک مذہب یا دو مذہب
ہیں۔ سننا دول؟

مذہبی صاحب نے غور سے دیکھا۔ کہ میں نے پوچھا۔ کہ
مذہب میں کھنڈی ہیں۔ مالکی ہیں۔ شافعی ہیں۔ حنفی ہیں۔ یہ سب
ہیں۔ میں نے غور سے دیکھا ہے۔ کہ یہ سب مذہب ہیں۔

سوال کا ہی جواب دے رہا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ جب سکندر عظیم
 مرنے لگا تو اس کی ماں نے رو کر پوچھا کہ بیٹا۔ مجھے کیونکر شش ملیں گی؟
 نے جواب دیا۔ کہ ماں جب میں مر جاؤں تو میرے دل کے تیسرے
 دن اب میری قبر پر جا کر آواز دینا۔ وہاں سے تجھے جو جواب ملے گا۔ اس
 سے تیری تسلی ہو جائے گی۔ چنانچہ جب سکندر مر گیا۔ اس کا دل دفن
 ہو چکا۔ تو تیسرے دن اس کی ماں نے قبرستان میں جا کر اپنے بیٹے
 کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر آوازیں دینی شروع کیں۔ سکندر اس کے
 بیٹھا سکن۔! تو جواب تو دے۔ دیکھ میں کس طرح تجھے پکار رہی ہوں۔ بیٹا
 بہت دیر تک آوازیں دیتی رہی۔ آخر قبر کے ایک طرف سے دو
 آئی۔ اری بڑھیا۔ تو کون سے سکندر کو پکار رہی ہے؟ بڑھیا نے کہا۔ یہ
 سکندر۔ جو سکندر عظیم کے نام سے شہور ہے۔ بڑھیا کی تمام دنیا پر
 سلطنت تھی۔ دوسری دنیا پھر آواز آئی کہ ایسے ہزاروں سکندر یہ
 وطن پر سے ہیں۔ تیرے سکندر کو دفن جانتا سکندر بڑھیا سے ہوا کہ تیرے
 یہاں میرے سکندر جیسے ہزاروں ہیں۔ سب پر مسلط ہیں۔ تو چھوڑ دے۔
 بدنامی سے کیا نام؟ چنانچہ وہ بھڑک کر کہے۔ تمہاری مائیں!

تو مائیں نے کہا۔ جانا اس سے یہ طلب ہو کہ میں اسلام لے آؤں۔ پس تمہاری مائیں
 اسلام لے رہیں یہ اسباب بہ نہیں سمجھ۔ بلکہ یہ عاید ہے۔ کہ آپ اسلام میں
 بے شک آئیں۔ مگر اسلام میں اگر نہ آئیں تو اس کی مائیں اس مذہب
 و فرقہ کی تلاش نہ کریں۔ ہونکہ اسلام کا قیام شان بیت و سوچ ہے۔
 یہاں جا بگاڑوں۔ مزاروں فرستے وطن پر سے ہیں۔
 اعرام۔ تو کیا آپ ان فرقوں کے نام سے یہ تعلق نہیں؟
 سکندر نہ میں سب ان فرقوں میں سے میرا کسی ایک سے ساغ بھی تعلق
 نہیں۔ نہ کو شروع شروع میں۔ مجھے خیال ہو۔ تھا کہ مجھے بھی کسی نئی
 مذہب کی قبر میں دفن ہونا ہے۔ بس میری مائیں سب ہیں۔
 ملک تمام۔ دست بہ عدو پھیل چوں نہ چاہے وقت و زمان۔

قائل نہیں ہوں جیسے کہ مسلمانوں کا خیال ہے۔

مسلم۔ آپ نے پھر چھٹا نمک مار دی۔ میں نے تو نہ پھر ٹیل کا ذکر کیا۔ نہ اسرائیل کا۔ سر دست تو میں آپ کے پہلے ہی سوال کا جواب دینا چاہتا ہوں اعرافی بہت بہتر پہلے اسی کو عمل کر دیکھئے۔

مسلم۔ جب آپ رب العزۃ کی ذات کے قائل ہیں تو آپ یہ بھی تسلیم کریں گے کہ رب العزۃ جو بھی ارشاد کرتا ہے وہ درست ہوتا ہے؟ اعرافی۔ کیوں نہیں۔

مسلم۔ آپ قرآن مجید کو الہامی مانیں۔ یا نہ مانیں۔ مگر چونکہ بطور مسلم کے میں آپ کو الہامی مانتا ہوں۔ اس لئے میرا یہ عقیدہ ہے کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ درست ہے۔ چنانچہ اسی قرآن پاک میں یہ دعویٰ لیا گیا ہے کہ
وَمَنْ أَضْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا (النساء: ۸۱)
وَمَنْ أَضْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا (النساء: ۸۲)
یعنی رب العزۃ سے بڑھ کر کسی کی بات زیادہ سچی اور کسی کا قول زیادہ صحیح نہیں ہو سکتا۔

اعرافی۔ مگر اس کے پیش کرنے سے آپ کا مطلب کیا ہے؟

مسلم۔ میرا مطلب اس سے یہ ہے کہ رب العزۃ نے میرے لئے ہدایت اور مسلمہ و چیزیں پسند فرمائیں۔ یعنی اگر مجھ سے پوچھا جاوے کہ میں کون ہوں تو میں جواب دوں کہ مسلم۔ اگر مجھ سے پوچھا جاوے کہ میرا مذہب کیا ہے۔ تو میں جواب دوں کہ اسلام۔

اعرافی۔ مگر اس کا ثبوت کیا ہے؟

مسلم۔ اس کا ثبوت خود رب العزۃ کا ہی کلام ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ اِنْ شَاءَ اللَّهُ
عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ۔ یعنی رب العزۃ کے نزدیک دین قرآن و سنہ
یہی اسلام ہے۔ چنانچہ اس نے خود فرمایا ہے کہ۔

أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُهُ تَحْقِيقًا لِّعَمَلِكُمْ يَوْمَئِذٍ۔ وَرَضِيتُ لَكُمُ
الْإِسْلَامَ دِينًا۔ (المائدہ: ۳)

مسلم۔ اگر چہ دونوں کی کابلی کا ہی معاملہ ہوتا تو خبر مصداقہ نہیں تھا۔ انتہا نہیں
 اخلاق۔ سب موزن مسلم آپس میں بھائی سمجھے۔ دل نہیں کہہ سکتے تو کیا ہیں تہ۔
 مگر غضب تو یہ ہے کہ۔ کابلی بیچ میں دہری ہے۔ اور یہہڑ ہے ہیں
 حالانکہ رب العزہ نے ابہ بھی دیا تھا کہ
 اِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ
 بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ ذٰلِكُمْ وَهٗ كَلِمَۃٌ كَثِيْرَةٌ لَّعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ ع۔ عام ۶
 دیکھو۔ پھر تمہیں پہلے ہی سمجھا دیتے ہیں کہ اسلام ہی شاہراہ ہے۔ اسی پر
 چلنا۔ کہیں پگ ڈنڈیوں پر نہ پڑ جانا۔ کیونکہ اگر تم پگ ڈنڈیوں پر چل کھٹے
 ہوئے تو صراط مستقیم سے دور چارڈگے دشمن پیرہ میرہ مذگے ہیں
 ذرا بچکر چلنا۔

اعرائی۔ واقعی ٹھیک ہے۔ سما نوں میں جو آپس میں جو تم پیرا ہو سہی ہو۔ اسے
 یہی باعث ہے کہ وہ صراط مستقیم کو چھوڑ کر پگ ڈنڈیوں پر چل پڑے
 کیا اسی لئے آپ نے ان فرقوں میں سے کسی کے ساتھ تعلق نہیں
 رکھا؟

مسلم۔ اسلام نے فرقہ بندی کی تعلیم نہیں دی۔ اور وہ انسانوں کو جھڑیاں
 اور کانٹوں میں نہیں لگاتا۔ بلکہ نہایت سیدھا اور نہایت آسان
 رستہ بتاتا ہے۔ کیا یہ میری جہالت۔ حماقت نہیں ہوگی۔ اگر میں
 صراط مستقیم کو چھوڑ کر خواہ مخواہ جھڑیوں کانٹوں میں الجھتا ہوں؟
 اعرائی۔ آپ بات تو ٹھیک کہتے ہیں۔ مگر ایسے خیالات رہا کر آپ سما نوں کے
 نزائیک۔ ایک مسلمان بھی کہلائے جاسکتے ہیں یا نہیں؟
 مسلم۔ آپ نے یہ سوال کیوں کیا؟

اعرائی۔ اس سنے کہ میں دیکھتا ہوں مسلمانوں کے ایاہ فرقہ نے دوسرے
 فرقہ پر کفر و ارتداد کا فتویٰ لگا کر داپڑہ سامنے خارج کر رہا ہے۔
 کیا یہ بھی تو کافر و مرتد نہیں سمجھے جائیں گے؟
 مسلم۔ پھر ن پاک کی تعلیم یہ ہے۔ کہ کافروں کو مسلمان بناؤ۔ رب العزہ نے یہ

میں نہیں بہا کہ تم مسلمانوں کو کافر بناؤ۔ اگر کوئی مسلمان بھٹے کافر
بھٹے سے اس کا گناہ اس کی گردن پر ہے بھٹے اس سے کیا نقصان
پہنچ سکتا ہے؟

اعرافیٰ یسک اگر مسلمان آپ کو کافر و مرتد سمجھ کر آپ کی گردن مار دیں تو پھر؟
مسلم۔ اس کا گناہ بھی گردن مارنے والوں کی گردن پر ہوگا اس سے
کہ رب العزۃ سے فرمایا ہے:-

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مَّعْتَدًا ثَلَاثًا مِّنْ ذُنُوبٍ قَدْ أَفْرَأَ ۖ ذُنُوبُهُ خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ
أَلِيمٌ ۖ عَلَيْهِ ذَلْعَنَدًا وَأَعْدَلُ عَذَابًا لِّمَن يَأْتِيهِمْ رَاۤءِیَ عَذَابًا

کہ مرنے والی دین و مسلم کو دیکھو وہ دوسرے قتل زدے تو مرنے کے بعد ایسے
قتل کی سزا دے گا۔ ایسا قتل کسی جہنم میں سزا دے گا۔ مگر یہ قتل میں
بھی رب العزۃ کا ایک قتل پر غضب نازن ہوگا۔ اور اس پر سزا پڑیگی
اور آخرت میں تو اس کو عذاب ایسا دیا جائے گا۔

اعرافیٰ۔ مگر قتل نے نوک کافر پہلے قتل کر دیا۔ وہ تو مقبول کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا
نہا۔

مسلم۔ اس کے سمجھنے یا نہ سمجھنے سے کیا فرق۔ رب العزۃ نوک فرماتا ہے کہ میں
صلیٰ کی حالت میں ہی نہیں بلکہ شرکے بنائے میں ہی اس بات کا
خیال رکھو کہ

اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَتَمَتُّوا وَلَا تَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ ۚ اُولٰٓئِكَ
عَلَيْهِمُ السَّوْءُ النَّصِيحَةُ مَوْتًا وَ اَنْفُسًا

میں لوگوں سے تم جنگ کے لئے جو پیچھے چلے گئے یا نہ لے گئے۔
کہیں وہ مسلمان و نہیں میں گناہ مسلمانوں کو ان کے مارنے کے
دعا کرتے ہیں یہ نہ لے گئے وہ مسلمان ہی نہیں ہوں۔ اس سے تمہارا خون
میں ہمارے سے حلال ہے۔

اعرافیٰ لیکن ایسی مسلمانوں نے غلطی سے ہی دوسرے مسلمانوں کو مار دیا تو پھر؟
مسلم۔ ایسی صورت میں رب العزۃ فرماتا ہے:-

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَا فَتَحَرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ
إِلَى أَهْلِهِ۔

اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو غلط سے بھی قتل کر بیٹھے تو قاتل کو چاہئے
کہ وہ اس خون کے عوض واثان مقتول کو معاف و عفو دے۔ اور ایک
غلام کو آزاد کرے۔

اعرائی۔ تو پھر یہ جو مسلمانوں کے ایک سرسری کی طرف سے دوسرے فریق پر
کفر و ارتداد اور واجب القتل کے فتویٰ لگائے جاتے ہیں، کیا ہے؟

مسلم۔ اس کی وجہ دین نہیں بلکہ دنیا ہے۔ ورنہ اسلام کی دینی کتب
قرآن مجید میں مومن و مرتد کا قتل تو ایک طرف کسی غیر مسلم کو بھی اس کے
مذہب کی بنا پر قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مرتد کا معاملہ بھی بے عذرہ
نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اگر کہا تو صرف اتنا کہ۔

وَمَنْ يَسْتَدِ مِّنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُوتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ
حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ اسبقہ وغیرہ۔

اے مسلمانوں! تم میں سے اگر کوئی شخص رب العزیز کے دین پاک سے
مخرف ہو جائیگا۔ اور وہ اسی حالت کفر میں مر جائیگا۔ تو دین و دنیا میں
اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَشْرِكْ بِدِينِكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ
يَأْتِي الدَّمَاءُ بِكُمْ وَلِيَحْيُوا نَفْسًا۔ (المائدہ ۴۸)

اے مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی شخص رب العزیز کے دین سے انحراف
کر لیگا۔ تو رب العزیز کو اس کی کیا پرواہ ہے۔ وہ نشت اسلام کسی ایسی
قوم کو دیدے گا جو نہ کی پیروی اور رب العزیز سے محبت کر نیوالی ہوگی
رب العزیز نے قرآن پاک میں یہ کہیں بھی ارشاد نہیں فرمایا کہ اگر کوئی
مسلمان مرتد ہو جائے تو اس کو قتل کر ڈالو۔ چہ جائے کہ وہ یہہ فرمائے۔
کہ کسی علقہ مومن و مسلم کو ہی کسی فروعی اختلاف کی بنا پر کافر و مرتد قرار دیکر

قتل کر ڈالو جس طرح آجکل کے مفتی لوگ جنت کے تلبہ بردار بہتے
پھرتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح کسی زمانہ میں یہودیوں، درسیجیوں کا بھی
یہی دعویٰ تھا۔ مگر رب العزت نے اس دعویٰ کی انویت کو یوں طار
کر دیا۔۔۔

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا اَوْ نَصْرٰی تِلْكَ
اَمَانِيَّتُهُمْ مِنْ هَآئِلِ اٰیٰتِهَا اَنْتُمْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ بَلٰی
مَنْ اٰسَلَمَ وَجْهًا لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ اُجْرٌ عِنْدَ رَبِّهِ۔ وَلَا
خَوْفٌ عَلٰیھُمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (بقرہ ۶۲)

یہودی، عیسائی یہ کہتے ہیں کہ بہشت میں وہی لوگ جائیں گے۔ جو
یہودی ہو گئے یا عیسائی۔ یہ ان کے اپنے ہی خیالی پردوں ہیں۔ اور
ان سے کہو کہ تمہارے اپنے اس دعوے کی صداقت پر کوئی دلیل تو دو۔
وکیفہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس میں یہودی عیسائی کی کوئی تمیز
نہیں۔ بلکہ جس شخص نے بھی رب عزوجل کے سامنے حسین نیاز کو بکایا
اور نیک عمل کیا۔ رب العزت کے ان اس کا سوا موجود ہے۔ اور
قیامت کے دن سبے لوگوں کے لئے یہی حکم کا خوف یا نجات کا
مبہم ہو گا۔ صرف یہی نہیں۔ بلکہ رب عزوجل سے اس کی مزید شریک
توضیح فرمادی ہے کہ۔

اِنَّ الدِّیْنَ اَقْسَمُ اَنَّ الدِّیْنَ اَقْسَمُ اَنَّ الدِّیْنَ اَقْسَمُ اَنَّ الدِّیْنَ اَقْسَمُ
مَنْ اٰتٰی بِاٰیٰتِہٖ وَآیٰتِہٖ وَآیٰتِہٖ وَآیٰتِہٖ وَآیٰتِہٖ وَآیٰتِہٖ وَآیٰتِہٖ
وَدُوْغٌ مِّنْ سَمٰوٰتٍ اَسْفَلَ وَوَعْدٌ مِّنْ رَّبِّیْ۔ عِبَادِیْ رِجْزٌ
مِّنْ اُولٰٓئِکَ مَن مِّنْہُمْ سَآئِبٌ مِّنْ اُولٰٓئِکَ مَن مِّنْہُمْ سَآئِبٌ مِّنْ
اُولٰٓئِکَ مَن مِّنْہُمْ سَآئِبٌ مِّنْ اُولٰٓئِکَ مَن مِّنْہُمْ سَآئِبٌ مِّنْ
اُولٰٓئِکَ مَن مِّنْہُمْ سَآئِبٌ مِّنْ اُولٰٓئِکَ مَن مِّنْہُمْ سَآئِبٌ مِّنْ
اُولٰٓئِکَ مَن مِّنْہُمْ سَآئِبٌ مِّنْ اُولٰٓئِکَ مَن مِّنْہُمْ سَآئِبٌ مِّنْ

بھی کسی کلمہ گو کا کسی دوسرے کلمہ گو کا فرد مرتد قرار دینے کی برائیت
 سے محروم کر لے کے لئے دوڑنا خواہاں ہے۔ رب العزۃ کے ہوتے سنت نبوت
 کی چابیوں کو چھیننے کے مترادف ہے۔ حالانکہ اس ذات پاک نے
 تو یہودیوں، عیسائیوں و صابیوں تک کو محض ان کے یہودی عیسائی
 یا صابی ہونے کی وجہ سے جنت سے محروم نہ رکھا ہو۔ مگر ایک مسلمان
 یہ جہالت کو کہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو جنت سے محروم کرنے کا دم
 بھرے۔ اس سے بڑھ کر لغویت کیا ہو سکتی ہے! رب العزۃ نے اپنے
 رسول کی معرفت دنیا جہان کو اتحاد و اتفاق کی بہت تعلیم دی ہے کہ
 لَقَدْ آتَيْنَا نَبِيَّكَ سَوَاءَ بَيْنُنَا وَبَيْنَكَ إِلَّا تَعْبُدُ إِلَّا اللَّهَ وَلَا
 تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَخَافُ بَعْضُنَا بَعْضًا إِنَّ بَابَ آمِنٍ دُونَ
 اللَّهِ۔ فَإِنْ تَوَفَّقُواْ فَكُنْ لَهُ أَشْهَادُ وَأَيْتَانَا مُسْتَمِئُونَ۔ اِنْ
 آؤْ۔ ہم او تم ایک سی بات پر متفق ہو جائیں جو ہمارے اور تمہارے بیٹا
 یکساں ہے۔ یعنی ہم رب العزۃ کے سوا کسی دوسرے کی پرستش نہیں
 اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور رب العزۃ
 کے سوا ہم اپنے میں سے ہی کسی انسان کو پنا خدا نہ مانیں۔ اگر لوگ
 اتفاق و اتحاد کے اس بہترین اصول کو ماننے سے انکار کریں تو پھر ان کو
 کہہ دو کہ گواہ اور آگاہ رہو۔ کہ ہم تو صرف اسی ایک خدا کے ہو چکے۔ یہ خود
 ہمارا ساتھ دینا نہ دینا کیا یہ رہنے کا مقام نہیں ہے کہ قرآن پاک نے
 تو دنیا جہان کو رب العزۃ پر ہی ایمان لانے کی فہموت میں ایک ہی سی
 میں مسلک کر دینے کا بیٹنام دیا۔ مگر سہاؤں کی کیفیت جیسا کہ ان کا
 خدا ایک۔ ان کا رسول ایک۔ ان کی کتاب ایک۔ ان کا قبلہ ایک
 ان کا مکہ ایک۔ ان کا دینہ ایک۔ اس پر بھی بہر کیفیت ہے کہ جو نے
 دوسرے پر منکرارتہ ادا کا فتوے لگا کر دینا دوسرا دین سے خارج سمجھ
 رکھا ہے۔ جیسا کہ ایسی سمجھ پر درگفت ہے ایسی فتویٰ دینی پرانوں
 بھی رب العزۃ کے نام پر ان قسم کی فتویٰ نہیں کیا کرتے تھے۔ مگر رب

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ أَنْزَلِ اللَّهُ فَإِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ۔ پ
 یعنی جو شخص کفر و اسلام کے معاملہ میں خاص کر ایسے معاملہ میں جس میں کسی
 کی زندگی اور موت کا سوال ہو۔ کلام الہی کے سوا کسی دوسری کتاب
 سے فتویٰ دیتا ہو۔ وہ ظالم ہے۔ جب تشریح مجید لکے گی مذہبی عقیدہ کی
 بنا پر مومن و مسلم تو ایک طرف کسی کافر و مرتد تک کے قتل کا حکم نہ دے گا۔ تو
 سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارے مفتیوں کے کفر و ارتداد اور قتل و جھگڑے تو اسے یہ
 وقت رکھ سکتے ہیں۔

اعرافی۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔

مسلم۔ عمر میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ایک قدم اور آگے لے چلوں اور آپ کو بتاؤں
 کہ کافر و مرتد کا قتل تو کب بعض صورتوں میں قرآن مجید نے کفر و ارتداد کو شاہ
 بھی نہیں سمجھا۔

اعرافی۔ تو بہ۔ تو آپ ایسا نہ کہیں اگر کہیں مسلمانوں نے سن لیا تو آپ پر ہند و
 ارتداد کا فتویٰ لگا کر خارج البلد کر دیں گے۔

مسلم۔ مفتیوں کے فتوؤں سے ڈر کر حقیقت کو نہیں چھپانا چاہئے۔ اس لئے کہ
 رب العزت نے ہی فرمایا ہے۔ لَا تَتَّبِعُوا الْحَقَّ وَآيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَكْفُرُونَ۔ یعنی
 اگر تم حق بات معلوم ہو تو اس کو چھپا کر بہت رکھو۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید
 نے جو کفر و ارتداد کی جازت دی ہے تو وہ کب جلات ہیں؟ اس پر
 اور سن لیں چاہئے۔

اعرافی۔ میں بنیائیت شوق سے اس کو سننا چاہتا ہوں۔ فرمائیے۔

مسلم۔ مثلاً کسی جنگ میں مسلمانوں کی فوج کفار و مشرکین کی فوج کے زخمی ہیں
 یا گمشدہ ہے۔ افواج کفار نے مسلمانوں کو چاروں طرف محصور کر لیا ہے۔ یہ
 کسے پاس ہمارے مسلمان رہتے ہو؟ یہ کہہ۔ یہ تو مسلمان فی حق سے تباہ ہو رہے ہیں یا
 اپنے آپ کو کفار کے رحم پر چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔ اور کفار کی فوج کے سامنے
 ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ یا اگر ان کو کسی طرف سے کمک کیجئے گی ایسا نہ کہ وہ ہمارے
 ہمسایہ یا دوست ہیں۔ یہاں تک کہ ان کو یہ نہ ہمارے ہمسایہ یا دوست ہیں۔

میں کہ موصوفین کے پاس حبیب و حلال شہید کا خاتمہ ہو چکا ہو۔ عرف حرام اشیاء و جود
ہوں۔ رسی سورتین قرآن پاک میں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اشیاء موصوفہ کا
استعمال کریں۔ اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

عرفی۔ کیا اس کے تعلق قرآن مجید کی کوئی بات مروجہ ہے؟
مسلم۔ ہاں مروجہ ہے۔ رب العزۃ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمْ اِمْتِثَالَهُمُ الْمَيْتَةِ وَالَّذِیْ هُوَ لَحْمٌ اَخْبَثُ مِنْ اَحْسَنِ
بِہِ الْغَیْرِ الذِّہِ۔ فَکَیْفَ اَنْفِطَرَ غَیْبُ بَیْعٍ وَلَا عَادَ فَاِنْ اِشْتَدَّ عَلَیْہِ
بِدْفَعٍ۔

تمہارے لئے وہ دو چیزیں۔ سویرا گوشت۔ اور ایسی چیزیں جو خدا کے لئے سوا
نہیں۔ دوسرے نام سے حلال کی کہی جوں کہ یاد کرو گی کہی ہیں۔ مگر مت فہم
ہیں ان کا استعمال گناہ نہیں ہے۔ شہیدہ مسطر حکام ہی سے بنا دت کرتے ہیں
اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔

عرفی۔ ذرا اس کو واضح کر دیجئے۔

مسلم۔ اس کی توضیح موصوفین کی مثال کے ذریعہ کی جا چکی ہے۔ ایسے نامہ کی حالت
میں جبکہ ایک طرف اسلام و مسلمانوں کے ساتھ جہنم کا اور کفر و کفر کے ٹکڑے
احتمال ہو۔ دوسری طرف ان میں ایسا نہ ہو کہ ذریعہ اپنے ہمال میں جان کو تیار
رکھ کر کفر و کفر کو شکست دینے و مسلمان ہو۔ جو ان کے ساتھ کفر و کفر کے
بینہ تو ان کے لئے گناہ و گناہیں دیا۔

عرفی مگر اس سے کفر و ارتداد کا جو رتوکتا نہیں بتاؤ۔

مسلم۔ یہ تسلیم کہ موصوفین میں ایسا نہیں ہے کہ ان کے لئے حد سے زیادہ
ممنوع کا استعمال گناہ نہیں ہو یا اس میں آپ سے سنا ہے کہ ان کے لئے
وہ آیت نہیں۔ ان کا جس کی وہ کفر و ارتداد ہیں جو گناہ نہیں ہے۔
گناہ نہیں ہے۔

عرفی۔ غلط پیش کیجئے۔

مسلم۔ مگر آیت پیش کرنے سے پہلے اس بات کو مد نظر رکھنا چاہئے کہ جہانوں کی

نہ بہت فوجیں کنہار کی ٹہنی دل فوج کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ لڑائی اس
 گھمسان کی ہو رہی ہے کہ اگر خدا کو ہستہ مسلمانوں کے دونوں فوجوں کے
 جرنیل مارے جائیں۔ تو اسلامی فوج کے پاؤں اکٹڑ جائیں گے۔ ہزاروں
 مسلمان مرد و عورت بچے۔ بوڑھے سفار کے ہاتھ سے تیغ ہو جائیں گے۔ ہونڈی
 غلام ہٹائے جائیں گے۔ اٹمی عزت و عصمت ناک میں بددیباہی لگی۔ مسلمانوں کی
 مسجدیں سہار کر دی جائیں گی۔ اور اس حصہ زمین پر سے اسلام اور مسلمانوں کا نام مٹ
 جیسی مٹ جائیگا۔ فرض کیجئے۔ اس گھمسان کی لڑائی میں اسلامی فوج کا ایک
 جرنیل شہید ہو جاتا ہے۔ تمام فوج کی کمان کا بوجھ دوسرے جرنیل کے سر پر پڑتا ہے
 مگر اتفاق بد سے جب وہ اپنی تلوار ایک کافر کی گردن ناہنے کے لئے اٹھاتا ہے
 تو تلوار ٹوٹ جاتی ہے۔ اور وہ ہتارہ جاتا ہے۔ کافر کافر کی دودھاری تلوار اس
 کے سر پر چکرتی ہے۔ اور قریب ہے کہ یہ مسلمان دھڑکڑے کر دیا جاوے۔ در تمام
 اسلامی فوج شکست کھا کر بھاگ اٹھے۔ یہ سب وہ کافر یہ شر و پیش کرتے
 کہ اگر تو اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور میرے بتوں پر ایمان لے آئے۔ تو
 میں تجھ کو چھوڑ دوں گا۔ مسلمان جرنیل یہ خیال کر کے کہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو ہوائی
 فوج شکست کھا جائیگی۔ اور ہزاروں مسلمان کاؤں کے ہاتھ سے بے
 قتل ہو جائیں گے۔ لیکن اگر مجھے اتنی مہلت مجا دے۔ کہ میں اس کافر کے غلبہ
 کے لئے نئی تلوار پاسکوں جس سے میں اس کے دھڑکڑے کر ڈالوں۔ تاکہ اسلام
 اور مسلمانوں کی شمع اور کفر و کفار کا صفایا ہو جائے۔ اور مجھے اس کافر کے سامنے
 اپنے دین سے مرتد ہو جانے اور اس کے بتوں کا کلمہ پڑھ لینے سے ہی ایسا
 موقع مل سکتا ہے پس مجھے فوراً نکھار۔ رجمہ اور دینا چاہئے۔ مرنے کا
 ہے۔ اور آخر کار اس کا رتہ اور کفر و کفار کی شکست اور مسلمانوں کی عظیم شان
 فتح کا باعث بنے گا۔ تو ایسے ایسے کفر کی قرآن مجید سے اجازت دی ہے
 اور اس کو گناہ نہیں ٹھہرایا۔

اعرافی۔ مگر ذرا دیرت مجھ بھی تو دیکھا میں
 مسکرم۔ بڑے شوق سے دیکھے رب العزۃ العالیہ۔

مَنْ كَفَرَ بِإِسْلَامِهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانٍ، رَأَى مِنْ أَكْبَرِ ذُنُوبِهِ مَقْصُورٌ بِإِيمَانِهِ
وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ الْكُفْرَ صَدَرَ أَقْلُهُ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنْ سَيِّدِ الْعَالَمِينَ
عَذَابٌ عَظِيمٌ، الفصل ۶۔

جس شخص نے مسلمان ہونے کے بعد اللہ کا انکار کر دیا۔ اور دل کھول کر کفر
میں لگ گیا۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ کا غضب اور عذاب عظیم ہے۔
مگر جو شخص ہنر کر اہ سے مرتد ہو گیا ہو۔ اور اس کے دل میں یواریاں ہو
وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

اعرائی۔ بلکہ یہ کہے کہ ایسے فیض جرنیل کا کفر و ارتداد باعث تحسین و آفرین ہے۔ اور
درجہ شہادت سے بھی افضل ہے۔

مسلم۔ اس کی تشریح آپ فرمائیں۔

اعرائی۔ میں تو اعرائی ہوں۔ اس سے میری تشریح آپ کے نزدیک قابل قبول نہیں
ہوگی۔ درنہ میں تو یہی کہو گا کہ اگر فوج کا جرنیل اپنے دوسرے بھائی جرنیل کی
طرح کافر کی تلوار سے دو کمرے ہو جاتا تو لشکر اسلام کو سخت شکست ہو جاتی۔
خدا معلوم کہتے مسلمان۔ مرد و عورتیں بچے کفار کے ہاتھ سے قتل ہوتے۔
غلام بنتے عزت و عصمت سے محروم ہو جاتے مسجدیں مباحہ و برباد رہتی ہیں۔
بیشک وہ خود تو شہید ہو جاتا۔ مگر اس کی شہادت اسلام اور مسلمانوں کے
حق میں سخت نقصان دہ ہوتی۔ حالانکہ اس کے عکس، اس کے قتل سے
عرصہ کے کفر و ارتداد نے نہ صرف اس کو بلکہ اسلام اور مسلمانوں کو بدترین
ذلت اور ہلاکت سے پہنچایا۔ اور کفر و کفار کو مشادیا اس لحاظ سے تو اس
کا یہ چند سخت کا کفر و ارتداد و شہادت سے بھی بڑھ کر افضل ثابت ہوا
قرآن مجید کی اس مدبرانہ تعلیم کو دیکھ کر تو میرا دل ہی چاہتا ہے کہ بھی
اسلام قبول کر لوں۔

مسلم۔ تو یہ آپ سوچتے کیا ہیں؟

اعرائی۔ مجھے مسلمان اسلام سے ڈر لگتا ہے کہ میں مسلمان بھی بن جاؤں اور یہ مجھے کافر و
مرتد ہی جیسا رہیں تو بہ حق تو ان میں مثال ہوگی کسی جہنم کیا بتا رہا ہوں وہی ہی ہے

مسلم۔ آپ اسلام میں آنا چاہتے ہیں یا تیلو کو خصم بنانا؟

اعرائی۔ آنا تو اسلام میں ہی چاہتا ہوں۔

مسلم۔ تو پھر آپ ایسے مفتیوں کے فتوؤں سے کیوں ڈرتے ہیں۔ جو قرآن پاک کے اس حکم کے تحت کہ **وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ**۔ پٹ۔ خود ہی اپنے فتوؤں کے ذریعہ اپنے اسلام کو کفر میں لے کر رہے ہیں۔ قرآن پاک کے ایسے صریح حکم کی موجودگی میں کفر و ارتداد کا ہر ایک وہ فتویٰ جو **مَا أَنزَلَ اللَّهُ** کے برخلاف ہو مفتی کے منہ پر دسے مارنے کی چیز ہے +

اعرائی۔ بات تو ٹھیک ہے۔ مگر جس صورت میں کہ مسلم سوسائٹی کی تمام ہاگ ڈور ان ہی مستیوں کے ہاتھ میں ہو۔ جہدوں پر انکا قبضہ۔ قبرستان پر انکا تصرف۔ اس صورت میں اگر میں ان فرقوں سے آزاد رہ کر مسلمان بھی بن رہوں تو میرا **پڑھنا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ سیر کرنا۔ شادی چھیننا۔ مرنا۔ کن میں ہو گا۔ سیر جنازہ کون ٹھیک** سیر جنازہ کی نماز کون پڑھے گا؟

مسلم۔ آپ کو بہت دیر کی سوجھی۔ خدا کی زمین بہت وسیع ہے۔ جہاں چاہنا پڑے۔ لینا۔ جنازہ کی فکر نہ کیجئے۔ مردہ شریک تو مسلمان تو کیا کافر تک کو شش کر گئے کہ سن کو کہیں ٹھکانے لگاؤ۔ اسلام پر مرد گئے۔ اعمال صالح ہوں گے۔ تو نماز جنازہ کے لئے فرستے صاف ہاں دیتے۔ رہا بیاد شادی کا معاملہ۔ سوائے کسی ایسے مرد یا عورت کے جو اپنی مرضی سے مجبور رہنا چاہتے۔ دنیا میں آج تک کوئی ہنسنا بچہ جڑے کے نہیں رہا۔

اعرائی۔ تو کیا میں اعراف کی حالت کو رک رک کے اسلام قبول کر لوں؟
مسلم۔ فوراً قبول کیجئے۔

اعرائی۔ مگر مشکل یہ ہے۔ کہ میں اسلام کس کے ذمہ پر قبول کروں۔ کیونکہ مجھے ایسا کوئی مسلمان نہ ملے گا جو فرقہ بندی کی قیہ سے آزاد ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ میں لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ میں آؤں۔

مسلم۔ آپ نے اسلام لینے اور اپنے خدا کے لئے قبول کرنا ہے یا ہنسنا

کے لئے ہے

اعرائی۔ اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے۔

مسلم۔ تو پھر سوچتے کیا ہیں۔ یہ کتاب قرآن پاک رب العزہ کا قانون ہے۔ اس کو تسلیم کیجئے۔ اس کے اوامر و نواہی کا مطالعہ کیجئے جن اعمال کے کرنے کی اس میں تاکید ہے۔ وہ کیجئے جن نواہی سے بچنے کی ہدایت ہے۔ اُن سے بچئے۔ پس آپ مسلمان ہیں۔

اعرائی۔ یہ تو بڑا آسان طریقہ ہے۔

مسلم۔ آسان بھی ہے۔ مشکل بھی ہے۔ عامل کے لئے۔ آسان تر ہے مگر گریزندہ کے لئے مشکل ترین ہے۔ اسلام سے بڑھ کر دنیا میں کوئی انسان اور وہ مذہب نہیں ہے۔ اور قرآن مجید سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مذہبی کتاب انسان کا بہترین رفیق و همکار نہیں۔

اعرائی۔ تو کیا اس سے آپ کا یہ مطلب ہے۔ کہ میں اہل قرآن بن جاؤں کیونکہ میں نے سنا ہے کہ مسلمانوں میں ایک فرقہ اہل قرآن بھی ہے۔

مسلم۔ میں اس فرقہ کو خوب جانتا ہوں۔ وہ فرقہ اہل قرآن کی نسبت اہل سنت کہلائے جائیگا زیادہ مقدار ہے۔ وہ صراطِ مستقیم سے بہت دور جا پڑے ہیں اور جو خوب نہیں دیکھا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید الجہنم سے نکالتا ہے میں آپ کو ہرگز شہر نہیں دینگا کہ آپ اس قسم کے فرقوں میں بھیںکر پریشان ہوں۔

اعرائی۔ آخر لوگوں کو پتہ کسے لگے گا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں؟

مسلم۔ (سکڑا کر) اگر بھی شوق سے تو تیار رہنے کے لیے کسی سوال والے کو دیکھنا ہی ضرور دینا۔ مگر آپ اس کے لئے اتنا فکر کیوں کرتے ہیں جب کہ یہ ممکن ہے کہ آپ ہی دیکھ لیا کرتے ہیں۔ نہ منادی ہوتی ہے۔ نہ شہر و محل۔ مگر یہاں یہ خود دیکھیں کہ آپ نے بنا اور کوئی سوال تو نہیں کرنا ہے۔

اعرائی۔ سوال تو ابھی میرے کسی وقت میں۔

مسلم۔ تو پھر انکو حل کر بیٹھئے پتہ

اعرائی بہت بہتر۔

دوسری فصل

علم و اسلام

اعرائی۔ یہہ تو میں نے مان لیا کہ ایک خدا۔ ایک رسول اور ایک ہی کتاب پر ایمان رکھ کر مسلمانوں کا سید نکڑھوں فرقوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کو کافر و مرتد کہنا انکی اپنی نفسانیت اور دوکانداری کی بنا پر ہے۔ اور کہ اسلام کا اس میں کوئی قصور یاد دخل نہیں ہے۔ مگر اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ اسلام اور مسلمانوں میں جہالت کیوں

رہے؟

مسلم۔ مسلمانوں کی جہالت کو اسلام کی طرف منسوب کرنا غلطی ہے۔

اعرائی۔ کیوں صاحب! اگر اسلام نے تعلیم نہ دی ہوتی۔ کہ مذہب میں علم و عقل کو دخل نہیں ہے۔ تو مسلمان اتنے جاہل کیوں ہوتے۔ پس مسلمانوں کی جہالت اسلام کی ہی بدولت ہے۔

مسلم۔ اسلام نے کہیں بھی تعلیم نہیں دی کہ مذہب میں علم و عقل کو دخل نہیں ہے۔ اعرائی۔ واہ! آپ بھی محال کرتے ہیں۔ دروغ گویم پروردگار نے تو کیا اسلام نے یہہ نہیں کہا۔

علموں بس کریں ادیار اکوالف تیرے درکار

بہتا علم عزرازل نے پڑھیا مچھنگا چھا ااد بد اسٹیا

مسلم۔ ماشاء اللہ چشم بد و در آپ نے تیر تو خوب نشانہ پرہیزا یہہ قرآن مجید کے کون سے پارہ کی آیت ہے؟

اعرائی۔ یہہ تو مجھے پتہ نہیں۔ مگر جس سامان سے پوچھو۔ وہی ہی کہتا ہے کہ شیعان فتنہ ستاوتہ۔ اس کو اپنے علم پر گھنڈ ٹھکا۔ بس اسی علم نے اس کا بڑا غرق کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ علم نہیں پڑھنا پاتے۔ خالی ڈنکے بجانے چاہتے ہیں۔

مسلم۔ خالی ڈنڈے بجانے چاہئیں۔ یا ڈنڈے مارنے بھی چاہئیں؟
اعرائی۔ آپ تو محول کرتے ہیں حالانکہ میں نے نہایت سنجیدگی اور ستانت سے
اہل اسلام کا مقولہ پیش کیا ہے۔

مسلم۔ میں محول نہیں کرتا۔ میں نے ڈنڈے ہانسی کا حسیہ یا طٹا اس لئے ذکر کر دیا
تفہ کہ شاید آگے چل کر آپ اہل اسلام کا یہ مقولہ بھی پیش کر دیں۔

چار کتابیں عرشوں آئیاں بچھاں آیا ڈنڈا

ڈنڈے باجھوں عجب ناڑیں بیدینی واکسٹا

اعرائی۔ میں اس کا مصعب نہیں سمجھا۔

مسلم۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ عرش سے چار کتابیں نازل ہوئیں۔ مگر پانچویں
کتاب ڈنڈا بھی عرش سے ہی اُترا۔ ڈنڈے بازی کے بغیر بے دینی کے کانٹے
نہیں ٹوٹ سکتے۔

اعرائی۔ کیا خوب! میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ اسلام نے ڈنڈے بازی کی تعلیم دی
ہے۔ جبکہ اُدھر ہی اُتنا نیت سلمان!

مسلم۔ ابھی تو آپ نے میرے سننے کے ڈنڈے بازی کا لفظ سن کر مجھے سو داڑی
رہا تھا۔ مگر آپ اتنی جلدی خود ہی اس کے مدعی بھی بن گئے۔ وہ اپنے پہلے
سوال کو بھول گئے۔

اعرائی۔ نہیں میں پہلے سوال کو نہیں بھول۔ مجھے وہ بھی یاد ہے۔ مگر یہ ڈنڈے
بازی کا سوال بھی تو میں نے کرنا ہے۔

مسلم۔ بہت بہتر مگر آپ پہلے ایک سوال کا فیصلہ کر لیں۔ خواہ علم و عقل کا خواہ
ڈنڈے بازی کا۔

اعرائی۔ اچھا تو پہلے اس سوال کا ہی جواب دیں کہ اسلام نے مذہب میں علم و
عقل کا دخل کیا؟ جاؤ نہیں رکھا۔

مسلم۔ آپ نے شیطان کا نام لیا ہے کہ وہ بہت علم کی وجہ سے مردود ہوا۔ بنا رہیں
علم میں پڑھنے چاہئے کیا ہیں؟ فی سے بہت ثابت نہ کروں کہ شیطان علم کی وجہ سے
راندہ اور کما نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی وجہ اس کی جہالت تھی؟

اعرائی۔ واہ صاحب اسارے مسلمان تو اس کو فرشتوں کا استاد مانیں۔ اور آپ اس کو جاہل کہیں!

مسلم نہ وہ فرشتہ تھا، دوستا تھا۔ نہ پڑھا لکھا۔ بلکہ وہ محض کندہ نائراش، اجہل جو تھا۔ چنانچہ اس کی جہالت ہی اس کی بلائیت کا باعث ہوئی۔
اعرائی کیونکر؟

مسلم۔ اگر آپ چند منٹ تک خاموشی سے بیٹھا پسند کریں تو میں اس معاملہ پر اور آپ کے سوال و جواب پر کچھ روشنی ڈالتا ہوں۔

اعرائی۔ میں خاموشی سے سنوں گا۔ آپ بیان فرمائیں۔

مسلم۔ بہت بہتر۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ مذہب میں علم و عقل کو دخل نہیں۔ اس بات کی تائید میں آپ نے ایک باریکی تک بھی پیش کی ہے۔ جو نہ قرآن مجید کی آیت ہے۔ نہ کسی عالم و فاضل کا قول ہے۔ میں قرآن پاک سے ہی اس بات کو ثابت کر دیتا کہ مذہبی معاملات میں علم و عقل سے کام لینے اور غور و تدبر کرنے کی جس قسم زور شور کے ساتھ قرآن مجید نے تعلیم دی ہے۔ اسکی نظیر دنیا کی کسی دوسری مذہبی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ اسلام کی دنیا ہی علم و عقل پر ہے۔ اور کہ اسلام جہلاً کا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ وہ عالموں و فاضلوں کا اور عقلمندوں کا مذہب ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کی ہی آیات مقدمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلا دعویٰ جو انسان نے اس دنیا میں آنکھ کھولتے کے ساتھ ہی کیا وہ علمیت کا دعویٰ تھا۔ اور سب سے پہلی نعمت جو خداوند قدوس نے انسان کو اس دنیا میں ظاہر کر کے عطا کی تھی۔ وہ علم کی نعمت تھی اور سب سے پہلی بحث جو انسان نے اس دنیا میں آنکھ کھولتے کے ساتھ ہی کی وہ علمی بحث تھی۔ اور سب سے پہلی فتح جو انسان نے اس دنیا میں آنکھ کھولتے کے ساتھ ہی حاصل کی وہ علمی فتح تھی۔ اور سب سے پہلی سلطنت جو انسان نے اس دنیا میں قائم کی وہ علمی سلطنت تھی۔ اور سب سے پہلی تلوار جو انسان نے اس دنیا میں اپنے مخالفوں کو فتح کرنے کے لئے چلائی وہ علم کی تلوار تھی۔ چنانچہ اس علمی دعویٰ۔ اس علمی نعمت۔ اس علمی بحث۔ اس علمی فتح۔ اس علمی سلطنت۔ اور اس علمی تلوار کا ذکر قرآن مجید نے نہایت ہی عمدہ

طور پر ہیں لفاظ کیا ہے۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِیْ الْاَرْضِ خَلِیْفَةً
 قَالُوْۤا تَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ
 وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ
 مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ
 عَلَی الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ
 صٰدِقِیْنَ ؕ قَالُوْۤا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَ اِنَّكَ
 اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ؕ قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِہُمْ
 فَاَنْۢۢۡۢاٰۤیُّہُمْ بِاَسْمَآئِہُمْ قَالِ اَسْمَآءُ كُلِّکُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ
 وَالْاَرْضِ وَاعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا کُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ؕ وَۤاٰدَمُ
 لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَسْفَرٌۭ ذُوۡلًا ۭ فَسَجَدَ لِاِلٰہِیْلِیْسَ وَآلِہِ
 وَاشْتَکَبَ وَكَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۔ سورۃ البقرہ ۳۱۔

عرب، ایک علم و دست قرآن مجید کی ان آیتوں پر نظر ڈالتا ہے۔ وہ پتہ چرتا
 ہے۔ نو وہ اس نتیجہ پہنچتا ہے کہ قرآن پاک نے علم کو ایسی طاقت عظیم کی ہے جس
 کے ذریعہ شری ہوئی سچی سے پیدا کیا ہوا انسان دوست تو نہیں بھی فتح حاصل کر سکتا
 اور ان کو اپنے سامنے سر جھکانے کے لئے مجبور کر سکتا ہے۔ اگر ہم ان کی قوت کی طرف ہی
 منشا لے کر نظر رکھتے ہیں تو سب ہی معافی ہیں جو کہ بغیر کسی علم کی تفسیر کے ان
 آیتوں کے الفاظ میں دیکھتے ہیں۔ اور ہم اس کو زمانہ نہ سہستہ کا ایک تقاضا
 و آج کے تعلیم آئیں تو بھی ہیں جو علم و پائیدار پڑھنا کہ آدم اور فرشتوں میں جو علمی
 بحث ہوئی۔ اس بحث کا فیصلہ ثابت ہے۔ ہر کے حق میں کیا کیونکہ آدم کا
 علم فرشتوں نے علم سے غلبہ پائی و فضل تھا۔ اسی علمی غلبہ کی بنیاد فرشتوں نے آدم
 نے سامنے سر جھکا دیا جس صورت میں کہ ہمارے خداوند نے اس علمی طاقت کے
 ذریعہ فرشتوں کی تعلیم حاصل کی ہو۔ اور فرشتوں نے بھی اس کی علمی غلبہ
 کو تسلیم کیا ہو۔ اس صورت میں یہ کہنا کہ سلام اور قرآن مجید سے ان کی تعلیم کی
 اور وہ مذہبی معاملات میں علم و عقل سے کام لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام

محض بہتان و افتراء ہے۔ مگر ایک شخص جو آدم اول کی پیدائش کا فرشتوں اور
 ابلیس کے وجود کا منکر ہے۔ وہ یہ کہتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی ان آیتوں کے بیشک
 علم کی فضیلت تو ثابت ہوتی ہے لیکن اس بات کا کیا ثبوت کہ آدم اور فرشتوں
 کا یہ بہتہ درحقیقت سچ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ قصہ ہی محض بناوٹ ہے۔ کیونکہ نہ
 آدم پیدا ہوا۔ نہ فرشتوں کا وجود ہے۔ نہ شیطان ہے۔ جب یہ کچھ بھی نہیں تھا
 اور کچھ بھی نہیں ہے۔ تو پھر آدم اور فرشتوں کا جو یہ ڈراما ٹھٹھا کیا ہے۔ یہ
 بھی محض بناوٹ ہی ہے۔ اس گھڑنت سے کیا فائدہ؟ اگر بفرض حال یہ مان
 بھی لیا جاوے۔ کہ اس قسم کا کوئی تواریخی یا مقامی واقعہ ہوا تھا۔ تو ہمیں اس
 سے کیا؟ وہ زمانہ گزر گیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ واقعہ بھی رفت و گذشت ہو گیا۔ اب
 زندوں کے سامنے یہ گڑھے مروے اکھاڑنے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ اب ہمارے
 سامنے نہ آدم ہے۔ نہ ہم کہیں فرشتوں کا نام پلتے ہیں۔ نہ کہیں ابلیس کی شکل نظر
 آتی ہے۔ یہ اعتراض نہایت معقول ہے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ آدم نے جو علم کی
 طاقت سے فرشتوں پر بزرگی یا فتح حاصل کی وہ محض زمانہ ماضی کا ایک مقامی واقعہ
 ہی نہیں تھا۔ بلکہ یہ ایک عالمگیر حوالہ ہے۔ جو اس وقت بھی ہمارے سامنے
 عمل کر رہا ہے۔ وہی خدا۔ وہی ملائکہ۔ وہی خلیفہ۔ وہی آدم۔ وہی ابلیس۔ وہی
 جنت اس وقت بھی ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اور ہم اپنی آنکھوں سے اس تمام
 ڈرامے کو دیکھ رہے ہیں۔ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں۔ کہ آدم اس وقت بھی علم کی
 تلوار کے ذریعہ ملائکہ کو مغلوب کر رہا ہے۔ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ آدم ہماری
 آنکھوں کے سامنے ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کی پاداش میں جنت سے خارج ہوا
 و کھٹا رہا ہے۔ اور جب ہم اپنی آنکھوں سے اس ڈرامے کو دیکھ لیتے ہیں تو قرآن مجید
 کی صد آیتوں پر نہ سرف ہمارا اعتقاد مضبوط ہو جاتا ہے۔ بلکہ ہمارا یقین جنت الیقین
 ہو جاتا ہے۔ جس وقت اس ڈرامے کا پہلا پر وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ٹپکتا
 ہے۔ تو ہماری نظر ایسی مخلوق پر پڑتی ہے جن کی شکلیں بڑی نوری ہیں۔ جو بڑے ہی
 خدا ترس اور خدا پرست و کمائی دیتے ہیں۔ وہ خدا کی تسبیح اور تہلیل کرتے اور عزت
 ہیں۔ رات دن خدا کی پوجا کرتے رہنا ہی ان کا شغل اور ان کا کام ہے۔ وہ دنیا

و نامیہا سے بالکل لاپرواہ اور زمانہ کی ہوا سے قسطنطینی بے گاہ ہیں۔ وہ اپنی حالت اور
اپنے ارد گرد کے حالات میں کسی قسم کی تبدیلی کے خواہشمند نہیں ہیں۔ ان کو اپنے
زہد و اتقا۔ اپنی پوجا پاٹ و تسبیح و تقدیس پر بڑا ناز اور بھروسہ ہے۔ یہاں تک کہ
وہ خدا کو بھی اس کے کاموں میں مشورہ دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اگر موقع
لے تو وہ خدا کی کسی تجویز کے برخلاف پروٹسٹ کرنے سے بھی نہیں ہچکتے۔ نہ ہی وہ
اپنے علم و فضل سے کسی دوسرے کے علم و فضل کو بڑا سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو سب سے
فضل اور دوسروں کو اپنے سے کتر سمجھنے کے عادی ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے
نام کی مالا جیسے جانا اور دوسروں پر نساوی۔ خونی بے ستہ پردہ زہرہ کا فتوے
لکھتے جانا ہی ان کی زندگی کا مقصد ہے۔ پوجاریوں کے، اس گروہ کو قرآن مجید میں
مذکور یا نوشتوں کے نام سے پکارا گیا ہے۔ جب اس گروہ کا دوسرا بڑا اٹھتا ہے
تو ہم اس پہلی قسم کی مخلوق کو ایک دوسری قسم کی مخلوق کے برخلاف نہ کوئی کرتا ہو پاتے
ہیں۔ چونکہ اس کائنات کے ناظم کی طرف سے کائنات کے لیے سب سے پہلے ایک ایسی مخلوق کے
لانے کا ارادہ کیا گیا ہے جس کو اپنی پیدائش پر ناز ہے۔ نہ اپنی شکل و صورت پر
فخر ہے۔ نہ اپنے زہد و اتقا پر بھروسہ ہے۔ نہ اپنی پوجا پاٹ کا گھمنڈ ہے۔ بلکہ وہ ہے
آپ کو محض ایک خاکی ذرہ سمجھتا ہے۔ جو کہ سڑی ہوئی مٹی سے اٹھایا گیا ہے۔ وہ
خاک سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور خاکساری کی مثال ہے۔ وہ ملک کی نظر میں ایک
نذرت کی چیز ہے۔ وہ ہمیں چاہئے کہ سٹیج کا ناظم ایسے خاکی وجود کو ان میں رکھے
ان پر اس کی فضیلت دے۔ اس شخص میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اس
کے ناظم کو مشورہ دیتے ہیں کہ یہ خاکی وجود جس کو سٹیج پر لانا چاہتا ہے فتنہ و فساد
پاکر جائے۔ پسند و خوئی ہو گا۔ کیا ضرورت ہے کہ تو ایسے نساوی کو پسند کرے۔ یہ آپ
بڑی بھاری جسامت ہے۔ جو اس پوجاری کلاس سے ظہور میں آتی ہے۔ اس سٹیج کا ناظم
اس پوجاری کلاس کو اس کے پوجا پر گھمنڈ کرنے اور ان کی اس فحش بازی پر اور ان
کے بلند و بالا مشورہ پر ڈانٹ بتاتا ہے۔ وہ اس خاکی وجود کو جو ملک کی نظر میں
بیک نگر کی چیز ہے علم و فضل کے کمزور سے کہتا ہے کہ یہ فتنہ و فساد کا
سرو گرم سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ وہ اس رخصت پوجار نے کا علم نہیں دیتا۔ بلکہ

اس کو ان تمام علوم سے بھی آراستہ و پیراستہ کرتا ہے جن کے ذریعہ وہ کائنات کے
 مختلف طبقات کو مطیع و منقاد کر کے ان کو اپنے لئے اور اپنے آپ کو ان کے لئے مفید
 ثابت کر کے بیج کائنات علم کا ہے بقا جس جہت۔ وہ چاہتا ہے کہ اس خاکی وجود کو
 جس پر پوجا جاری گروہ نے خونی اور نادبی ناقصی لگایا۔ اور اس کو قدرت کی نظر سے دیکھا
 علوم و فنون کے زیور سے آراستہ کر کے مالک پوجا پوجیوں کی جماعت پر بھی نصیحت
 دیکر اپنی قدرت کا ملکہ اور حکمت باریک کا ثبوت دے۔ جب اس ڈرامے کا تیسرا پردہ اٹھتا
 ہے۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ کائنات کے اسی بیج پر ایک طرف تو پوجا پوجیوں یا مالک کا گروہ
 ہے جن کو اپنی عبادت یا پوجا پٹھ پر اپنے زہد و اتقا پر اپنے علم و فضل پر اپنی فنوے
 بازی پر اپنی نورانی شغل و صورت پر بڑا گھمنڈ ہے جو اسی گھمنڈ سے متحرک ہو کر خدا کو بھی
 اس کے کاموں میں بلا مانگے شورہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ دوسری طرف دنیا کے
 علم و فنون کا جامہ اڑھتے ہوئے ایک خاکی وجود ہے جس کو اپنی عبادت
 یا پوجا پٹھ پر ناز ہے۔ نہ اپنے زہد و اتقا پر بھروسہ ہے۔ نہ اس کو اپنی شغل و صورت
 پر گھمنڈ ہے۔ اس کائنات کے بیج کا مالک پوجا پوجیوں کی جماعت پر اس حقیقت کا
 انکشاف کون کے لئے کہ خالی تھیا لوجی (ملازم) پر ہی ناز کے دوسروں کو اپنے
 سے کمتر سمجھ لینا کافی نہیں ہے۔ بلکہ تھیا لوجی (ملازم) سے بڑھ کر کچھ دوسری علوم و
 فنون ہیں جن کا جائنا اور سیکھنا ناظم کی بخشش کے مطابق ہے۔ وہ پوجا پوجیوں یا
 مالک کی جماعت کے سامنے جو محض اپنی پوجا پٹھ پر ہی گھمنڈ کر رہی تھی۔ دنیا کے
 مختلف علوم و فنون مثلاً جیولوجی۔ سٹریٹولوجی۔ بیالوجی۔ بوٹانی۔ فزیولوجی۔ زوولوجی۔ انٹو
 سترجی۔ مانیجین۔ کیمسٹری۔ اسٹراٹوگرافی۔ پالیٹیکل سائنس۔ ایٹمک سائنس اور انٹرنل
 پالیٹیکس۔ ٹریڈ اور ریزیڈ۔ ڈوسٹک انڈسٹری۔ سائنس۔ ایٹمیاتی۔ ایٹمیاتی۔
 کریمینالوجی۔ اوسکیٹیجی۔ آری کلچر۔ سیریل کلچر۔ کیمسٹری۔ کارپوریٹ۔ ڈونٹک۔
 سوسائٹک۔ کوئٹک وغیرہ مختلف علوم و فنون کا پرچہ رکھ دیتا ہے۔ اور پوجا پوجیوں سے
 کہتا ہے کہ اگر تم سمجھتے ہو۔ کہ زندہ رہنے یا زندگی کے لئے محض پوجا پٹھ کرنا یا یہ
 نام کی مالا چیتہ رہنا ہی کافی ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ تم سب کے فضل اور عالم و فاضل پر
 اور کہ تماری موجودگی میں کسی ایسے دوسرے وجود کی ضرورت نہیں ہے۔ تو تم

کے نائنسے کو قرآن مجید نے آدم کے نام سے پکار کر ہدایت کی ہے کہ۔
 يَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا غَدًا
 حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ
 الظَّالِمِيْنَ ۔

جس زمین کی خلافت کے لئے تم کو پیدا کیا گیا ہے۔ تم اس میں سکنت نہت پناہ رکھو
 ہم نے تم کو علم و ہنر کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے۔ تم اسی علم و ہنر کی طاقت سے
 اس زمین پر امن و چین کی زندگی بسر کرو۔ لطیف و مرغوب اشیا رکھا دیو۔ او
 جہاں مرضی ہے چلو۔ پھرو۔ مگر خیردار۔ یہ علوم و فنون تمہیں تکبر و گھمنڈ سے نہ بھر دیں
 اگر تم بھی ابلیس کی طرح تکبر و گھمنڈی ہو گئے تو تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ آدم و
 ابن آدم نے اپنے علم و ہنر کی بدولت زمین کو گلزار بنا دیا۔ مگر جب ہی اس نے اپنے
 علم و ہنر پر گھمنڈ کیا۔ درود و سرود کو اپنے سے چھوڑ دے بے بضاعت جا کر گردن بند
 کی۔ تب ہی وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ تو ریح اس قسم کے واقعات سے ہرگز ہے۔ خود قرآن
 مجید اس قسم کے ورجوں و وقت ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ وورکیوں پاتے
 ہو۔ یورپ کا نقشہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ آدم نے اپنے علم و ہنر کی طاقت
 سے سرزمین یورپ کو بہشت کا نمونہ بنا دیا۔ جس میں ہر ایک قسم کی راحت کے
 سامان پیدا کئے گئے۔ مگر

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ فَسَہَاۤ اَوْخَذَ جَنَّتَہُمَا اِمْتًا لِّمَاۤنَ فِیْہِ
 وَظَلَمَآ اَلْہٰیضُوۡا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوًّا ۔

جس نخوت۔ تکبر اور گھمنڈ نے ابلیس کو برباد کیا تھا۔ اور جس تکبر اور گھمنڈ کے درخت
 کے نزدیک جانے سے آدم کو روکا گیا تھا۔ اسی گھمنڈ نے آدم اور ابن آدم
 میں رستہ پایا۔ ورنہ کو اس پسندی صلہ ہوئی۔ انکے ساری خاکساری کی
 حالت سے باہر نکال کر تکرار و گھمنڈ سے بھر دیا۔ اور اس تکبر کے آنے کے ساتھ ہی انکی
 امن چین۔ راحت و آرام کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ایک دوسرے کے جانی
 دشمن ہو گئے۔ کیا یہہ ان تکبر اور غرور کا ثبوت نہیں ہے کہ یورپ اپنے جنک
 و بدل کی بدولت آج بہنم کا مذہب بن رہا ہے۔ لاکھوں مرد و قتل ہو گئے۔ غور نہیں ہو

بچتے تھے۔ تجارت تباہ۔ گھر بار برباد ہو رہے ہیں۔ اور چاروں طرف بادی
 ہی۔ بادی ہو رہی ہے۔ وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ آدم۔ ملائک اور ابلیس کا
 جوڑا قرآن مجید ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہ شخص فرضی فتنہ ہے۔ کیا
 وہ اس ڈر سے کہ اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوا دیکھتا بھی حقیقت سے
 بے رست ہے؟ آدم تو اس وقت بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ملائک پر ظنی
 فضیلت حاصل کر رہا ہے۔ ابلیس اس وقت بھی ہماری آنکھوں کے سامنے
 آدم کی اس فضیلت کے گے سر جو کانٹے سے انکار کر رہا ہے۔ وہ اسی علم و ہنر
 کی بددست ہماری آنکھوں کے سامنے اس زمین کو بہشت کا نمونہ بنا رہا ہے۔
 اور آدم ہمارے سامنے ہی تخت و تہیہ کے منہ سے رخت کا پھل کھا رہا اس زمین
 بہشت کے کرام اور رحمت سے محروم ہو کر سخت دکھ آٹا رہا ہے۔ اگر آدم
 ملائک۔ اور ابلیس کے قتل کے زیادہ مانگی کا مقامی و اندمانے سے انکار بھی
 کرے گا تو اس سے اس کی بیسیہ ذیقہ خد میں کوئی فرق نہیں آئے۔
 بس کہ یہ ڈرا۔ بی بی بیسیہ اسی صحن ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے
 اس صحن نہ قرآن مجید نے اس کو بیان کیا ہے۔ نہ نبی ہی پاک و ائمہ نہیں بد
 بیسیہ حقیقت کی رکششی میں سدھ کے بنیادی اصولوں کی کتاب قرآن پاک
 ہر صحن پر ماحات ہے و حلال ہو جاتا ہے کہ سدھ نے تمام دینی و انیوی معاد
 ہو سکے۔ غور کیجئے۔ ماہیہ پانچہ۔ سری جیہ۔ ان بات علم کی بڑی بات
 کہ ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ الْيَمُّ الْكَبِيرُ وَالْأَمَلُ

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ الْيَمُّ الْكَبِيرُ

بہا نہیں اس بات کا علم ہو چکے کہ جہان بہا ہے۔ جہاں بہا ہے
 جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔
 جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔
 جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔
 جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔ جہاں بہا ہے۔

کی بنا پر آدم کی علیت اور بزرگی کا علم ہو گیا۔ تو انہوں نے حقیقت کو جھوٹ کے پردے میں چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ کھلے الفاظ میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے حق و حقانیت کے سامنے سر قہکا دیا۔ خدا کے سچے پرستاروں کی یہی نشانی ہوتی ہے۔ مگر حقیقت کا علم ہر جہان کے باد جود اس کو جھوٹ کے پردوں میں چھپانے کی کوشش کرنے والوں کو قرآن مجید میں ہمیں کے نام سے پکارا گیا ہی نہیں بلکہ ہم سے کہہ۔

”صلیب کا کلام ہلاک ہونے والوں کے نزدیک یوقوفی ہے۔
 میں حکموں کی حکمت کو نیست اور سمجھنے والوں کی سمجھ کو بچ کر دوں گا
 کہاں حکیم کہاں فقیر یہ کہاں اس جہان کا بحث کر پوار کیا خدا
 نے اس جہان کی حکمت کو یوقوفی نہیں ٹھہرایا۔ اس لئے کہ جب
 حکمت انہی سے یوں ہوا کہ دنیا نے اپنی حکمت سے خدا کو پہچانا
 تو خدا کی یہ مرضی ہوئی کہ مسادہ کی بے وقوفی سے ایمان لائے والوں کو
 بچا دے چنانچہ ہودی کوئی نشان پاتے ہیں۔ اور یونانی حکمت
 کی تلاش میں ہیں۔ پر ہم سچ کی جو مصلوب ہوا مسادہ کی کہتے
 وہ یہودیوں کے لئے ٹھہرا کر بلائے والا پتھر اور یونانیوں کے لئے
 یوقوفی ہے۔ خدا کی بے وقوفی آدمیوں کی حکمت کی نسبت
 حکمت والی ہے۔ اے ہانیو! تم اپنی بلا ہٹ پر نگاہ کرو کہ اس
 میں دنیا کے بہت سے حکیم اور بہت مقدور واسے اور بہت شہرہ
 شامل نہیں ہیں۔ مگر خدا نے دنیا کے یوقوفوں کو چن لیا تاکہ عیہوں
 کے شرمندہ کرے۔ اور دنیا کے کیسوں کو حقیر ڈکھو اور ان کو جو شمار
 میں نہیں آتے۔ خدا نے چن لیا تاکہ انہیں جو شمار میں نہیں آتے
 کر دے۔“ (۱۔ قرآنیوں پر تسلیم) +

مگر سب اقرن مجید بھی تنہا دی کی "بیوقوفی" وہ کلام کی "بیوقوفی" کے ذریعہ دنیا کے
مذہبیوں، ادراک، خیالوں، کوچن سے اور یکسویں کی "غلت" کو "تعمیر" اور سمجھنے اور
کما سب "کوئیچ" کر ڈالنے کا دھوکے کا ہے۔ ہرگز نہیں۔ وہ جا بجا نہ فی ہر نہیں

کہ دنیا کے حکموں کی نکست۔ اور سمجھ والوں کی سمجھ اور دانائوں کی دانائی سے
ایکل کرتا ہے۔ بلکہ وہ سلف ریسرچ کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو کسی
صورت میں بھی بیوقوفوں "ذیلوں" اور حقیروں کی پوزیشن میں رکھنا گوارا
نہیں کر سکتا بلکہ

وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ امْكُتُوا مَنَاسِكَتَكُمْ قَالُوا هِيَ مَنَاسِكَتُنَا
وَمَا نَكْتُمُهَا وَلَا آتَاهَا هُمْ الْمَنَافِعُ وَلَكِن لَّا يَعْلَمُونَ

(بقرہ ۲۵)

گردہ دیکھتا ہے۔ کہ مغرور لوگ اس کی تعلیم تو ماننے اور اس پر عمل کرنے کیلئے
تیار نہیں ہیں تو یہ نہیں ہو گا کہ وہ اپنی تعلیم کو "بیوقوفی کی منادی" یا اپنے ماننے
والوں کو "کیسے حقیر اور حق" سمجھ کر خابثتیں ہو جائے نہیں بلکہ وہ اپنی طاقت و
سعادت کے بھروسے پر حکمت و دانائی کی باتوں سے انکار کرنے و سوچے بیوقوف حقیر
یا احمق ثابت کرنے کا یہ بھی اور اپنی اور اپنے ماننے والوں کی پوزیشن کو جو کہ حق و حقیقت
کو یکسر ہر صورت میں نیند کرے گا کیونکہ وہ بیوقوفی کا کلام نہیں سمجھتا بلکہ۔

ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ رَبُّهُ يُبَيِّنُ

وہ ایسا کلام ہے جس کی ہر ایک بات شک و شبہ سے مبرا اور علم و عقل و دین
برآں ہے۔ اور شائد پرانی ہے اور اس کی تعلیم

هٰذِهِ لَدُنَّ مِن دِينَتِكَ هٰذَا الَّذِي رَفَقْتَ فِيهِ

ہر ملک۔ ہر قوم۔ ہر زبان۔ ہر ایک سطح پر لوگوں کے لئے بلاتميز ذات پات
چھوٹ چھات۔ بیچ بیچ۔ رنگ و روغن کے رہبری کی خاصیت، چنانچہ ان کے
ہے۔ اور اس میں جو اعمال بیان کئے گئے ہیں۔ وہ ایسی اصولی ہیں جو ہر
پہلو سے صدق و سچ کا نور آپتے ملک جاتا ہے تو ان کو کون سی ہونوئی
میانیت و فتنہ پرست یقین ہے کہ وہ ان کے لئے دلوں کو کھلے طور پر کھول دے گا کہ
وَلَا تَجْعَلُوا دُكُلَكُمْ دَآئِمًا وَلَا تَجْعَلُوا دُكُلَكُمْ دَآئِمًا وَلَا تَجْعَلُوا دُكُلَكُمْ دَآئِمًا

آل عمران

ان اصولوں سے مکمل سے ان کو دنیا کے کسی مذہب یا سوسائٹی کے آئینہ

نہیں ہونا پڑیگا۔ نہ ہی تم کو بدہی دنیا میں کبھی نیچا دیکھنا پڑے گا۔ بلکہ تم اس میں
میں قیامت فتح حاصل کرو گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ
تَقْدِجَاءُ كُمْ مِّنَ اللَّهِ تَوَكُّدًا وَبَيِّنَاتٍ

المائدہ ۳

قرآن مجید کسی قسم کے معموں اور بوجہ رتوں کی کتاب نہیں ہے بلکہ
ایک روشنی کی کتاب ہے جس میں بغیر کسی تم کے اسچ پہنچنے کے ہر ایک
اسول کو بیان کر دیا گیا ہے تاکہ

كَيْتُبَ آثِقُ لَكُمْ إِلَيْكَ يُخْرِجُ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ

الی النور۔ (ابن اہیم) ۱

وہ حق و حقانیت سے بے خبر لوگوں کو جو کہ توہمات کے اندھیرے میں بھٹک
رہے ہیں اس تاریکی سے نکال کر حق و حق پرستی کی روشن زمین میں لائے
علاوہ انہیں قرآن مجید کی بڑی بھاری خوبی یہ ہے کہ

لَنُؤْتِيَنَّكَ الْكِتَابَ تَذِيًا مَّا لَكَ شَيْءٌ وَهَدًى وَ

رَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ۔ (الفصل ۱۲)

وہ دینی و دنیوی معاملات میں مشکل رہ رہے۔ دین و دنیا کے تمام مسائل و
صاف اور واضح الفاظ میں بیان کر دیتا ہے۔ وہ دینی معاملات میں ہر
رہبری کرتا ہے۔ وہ دنیوی معاملات میں ہمارے آرام کا باعث بنتا ہے۔
وہ ہمارے سامنے سے شک و شبہات کے تمام پردوں کو دور کر کے ہمیں ایمان
قلب پر اندوز کرتا ہے۔ اس کی تعلیم کی قسم کے معموں اور بوجہ رتوں کی کتاب
علم و عقل سائل کو پیش نہیں کرتی یہاں تک کہ وہ رسالت کا منصب بزرگ
بھی ایسے مقدس انسانوں کے سپرد کرتا ہے جو علم و عقل یا حکمت و دانائی کے
دشمن نہ ہوں۔ بلکہ وہ

يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ

يُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (المقرئ ۱۸)

اپنے قول و فعل سے اپنی حجت سے گرسے ہوئے انسان کو ان کی

ہوں۔ جاہلوں بیوقوفوں۔ حنفیوں کو علم و عقل۔ دانتائی و حکمت کی باتیں کہانے
 و اسے ہوں اور بن عالمگیر مہولوں کا وگوں کو پہلے علم نہیں ہوتا۔ یہ وہ انکو فراموش
 کر چکے ہوتے ہیں۔ وہ ان عالمگیر اصولوں کی تعلیم دینے والے ہوں۔ انھیں
 وہ ہر ایک دینی و دنیوی پہلو میں جمع تعاقبت کے معلم ہوں جس صورت میں کہ
 قرآن مجید تمام دینی و دنیوی معاملات کو حل کرنے کے لئے ہمارے سامنے علمی
 معیار رکھتے ہو۔ اور وہ کسی بات کو اندھا دھند ماننے کی تعلیم نہ دیتے ہو۔ اس
 ضرورت میں قرآن مجید یا اسلام پر یہ رزام لگانا کہ اس نے مذہبی معاملات میں
 علم و عقل کو دخل دینے کی اجازت نہیں دی۔ سراسر بے بنیاد اور لغو ہے کیوں
 جناب اطراف صاحب! عجیب ہے نہ؟

اعرافی۔ آپ کی تقریر سنکر مجھے اپنی جہات پر بھی افسوس آتا ہے۔ کہ میں نے
 مزاری تک بندیوں کو ہی اسلام کی تعلیم خیال کر کے اسلام کے متعلق غلط رہے
 قائم کر لی۔ یہ تو مجھے آج ہی معلوم ہوا کہ سنی صحنہ اپنی جہالت کی وجہ
 سے زندہ درگاہ ہوا تھا۔ نہ کہ علیت کی بنا پر اور کہ ہمارے جدا مجد آدم علیہ السلام
 نے ہر علم و فضل کی بدولت ہی فرشتوں پرستہ حاصل کی تھی۔ میں بچا مشکور
 ہوں کہ آپ نے یہی اپنی سنّت غلطی کو دیکھ دیا
 سلم۔ اب ذرا آپ اپنی سنی سنائی نام کو پرچیں۔

اعرافی۔ میں رہتے دیکھئے۔ اس کے زیادہ شریعت۔ میں یہی کہہ چکا ہوں
 پڑھ کر بنا اور آپ کا تہنیتی و کتب متعلق نہیں کرتا۔ بلکہ میرا دل تہنیتی
 ہے۔ کہ میں آپ کے ذریعہ اپنے نام کو دور آؤں۔ کہ تہنیتی سے تہنیتی
 کہ میں کیا آپ کے لئے دیکھ چکا ہوں آپ نے کہا کہ میں
 مسلم۔ بڑے شوق سے ایک میں بند ہوا۔ کہ میں سنی ہوں
 ہم بڑے سوال کر کے جانتے ہیں کہ حق و باطل کا جو پہلو

اعرافی۔ میں آپ کا اس توجہ کے سے تعاقبت کرتا ہوں
 مسلم۔ میں جانتی ہوں کہ ہمارے شکر حق فرستے ہیں کہ ہمارے
 ہر اسلام سے وہ ایک ہی آیت کا ہے جو ہمیں اسلام دے رہا ہے۔

تیسری فصل

عقل و اسلام

اعراقی۔ اچھا صاحب امیں نے اس بات کو تو مان لیا۔ کہ اسلام کی بنیاد علم پر ہے مگر یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ اس میں عقل کو دخل نہیں؟
مسلم۔ یہ آپ نے کس سے سنا کہ اسلام میں عقل کو دخل نہیں؟
اعراقی۔ یہ بھی میں نے مولوی صاحبان سے ہی سنا ہے۔ کہ دینی مسائل میں اپنی عقل سے دخل دینے والا جہنم میں جاتا ہے۔

مسلم۔ تو کیا آپ کا یہ خیال ہے۔ کہ اسلام بیوقوفوں کا مذہب ہے؟
اعراقی۔ ہرگز نہیں۔

مسلم۔ تو پھر جس رب العزۃ نے انسان کو عقل دی۔ وہ اس کو یہ حکم کیونکر دے سکتا ہے۔ کہ تو نے اس سے کام نہ لینا؟

اعراقی۔ بات تو ٹھیک ہے۔ مگر میں بھی تو غلط نہیں کہتا۔ کیونکہ میں نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک مولوی صاحب دو تین ہفتے میں لئے پھر رہے تھے جب میں نے ان سے پوچھا کہ یہ دو ہفتے کیوں ہفتے میں پڑ رکھا ہے تو وہ فرمانے لگے کہ اسلام ناپنے کے لئے میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ مجھے بھی تو بتاؤ۔ اس دو ہفتے سے اسلام کی لبانی چوڑائی کا کیسے پتہ لگتا ہے۔ مولوی صاحب فرمانے لگے کہ میں اس دو ہفتے سے پہلے تو دائرہ سی ناپتا ہوں۔ اور پھر پانچواں جس کی دائرہ سی کی لبانی اور پانچواں کی ٹخنوں سے اور پانچواں ٹھیک نکلتی ہے۔ اس کو میں کہہ دیتا ہوں کہ تیرے اسلام کا طول عرض ٹھیک ہے اور تو پکا مسلمان ہے۔ تیرے لئے بہشت کا دروازہ کھل رہا ہے۔ مگر جس کی دائرہ سی چھوٹی، اور پانچواں لبنا ہو۔ اسکو

میں کہہ دیتا ہوں کہ تیرے ہمدام کا غول و عرض نہیں ہے۔ یا تو تو اس کو
 ٹھیک کر۔ ورنہ تو کا فر ہے۔ اور تو سیدھا جہنم میں جائے گا۔
 مسلمان۔ اس خوف سے کہ وہ کوئی سودی نہیں ہو گا۔ مسخرہ ہو گا۔

اغرائی نہیں صاحب۔ اور سودی تھا۔ اور عام لوگ ہی اس کو مولیٰ مولینا
 کہتے تھے۔ بلکہ میں نے ان سے پوچھا بھی کہ یہاں صاحب جن ملکوں میں ڈر تھے
 موٹی ہی نہیں۔ یا جہاں لوگ تنگ و مضطرب تھے۔ یا جن بر فانی ملکوں
 میں پانچا مون کو ایڑیوں کے نیچے سی کر رکھتے ہیں۔ تاکہ سردی سے بچاؤ ہو۔
 تو وہاں تو ہمدام کا یو۔ اگنے کا نہیں۔ اس پر مولوی صاحب ہوا کر بولے۔
 کہ تو کا فر ہو۔ جو مذہبی حادہ میں عقل و دخل دیتے ہو۔ میں نے تو اسی دن
 متوجہ کمال پایا کہ جس مذہب کی لمبائی و اڑنی کے بالوں کے ساتھ بڑھتی اور
 بالوں کے ٹٹنے سے گھسکتی ہو۔ یا پانچا مون کی اور پچانی لمبائی سے پانی جاتی ہو۔
 وہ کیا فو سی مذہب ہے۔ اس میں داخل ہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔

مسلم۔ مسو من ہے کہ یہ دو دھڑے مولوی صاحب آپ کی ٹٹہ کر کا باعث بنے
 کہ وہ جتنا کہہ دیتے تو ان کو صرف اتنا ہی کہنا پڑتا۔ نہ دھڑے نہ دھڑے میں
 وقت زیادہ نہ ملتا ہے۔ اس کے لئے زخم ٹٹ جاتے۔ کاکس خصرہ ہی
 تھوڑے سے نیچے ہو یا تھوڑے سے اوپر۔ وقت دوسرے پڑے۔ مسلمان کا
 میں سے ٹٹہ کر فر سے خوش۔ میں بہتر از یہ وہ مذہب ہے گا۔ میں نے بھی
 کہہ دینا۔ اور پانچا مون کو موزون جانتے ہیں۔ حد نہ۔

اغرائی۔ جی صاحب۔ اگر وہی چوبہا پتہ۔ چاہے فر۔ اس میں تو مجھے
 اس پر کوئی مدد نہ ملے۔ ورنہ کہہ دیتا ہوں کہ مذہب مذہب سے گراؤں نے
 تو کہہ دیتا ہوں کہ یہ مذہب اس سے کہہ دیتا ہوں کہ ان سے تمہاری مذہب
 میں۔ یہ مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب
 کہان میں مذہب مذہب۔ اب ہی تو ہر مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب
 مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب

مسلم۔ ان دو مذہبوں کی برتری مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب

عقل کو دخل نہیں۔ ایک غلط نتیجہ ہے۔ حالانکہ قرآن مجید نے جس قدر عقل سے اپیل کی ہے۔ اتنی کسی دوسری مذہبی کتاب نے نہیں کی۔ قرآن مجید نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ وہ حیوان بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔

۴۔ عرانی۔ اگر قرآن مجید نے ایسا دعوے کیا ہے تو وہ واقعی قابل قدر ہو۔ مسلم۔ یہاں اگر مگر کا تو سوال ہی نہیں۔ قرآن مجید موجود ہے۔ آپ اس کا مطالعہ کیجئے۔ اور دیکھئے کہ اس بے نظیر کتاب نے کس طرح انسان کو عقل و فکر غور و تدبر سے کام لینے کی تعلیم دی ہے۔

۵۔ عرانی۔ کیا آپ خود ہی قرآن مجید کی ایسی تعلیم کا تصور اس حصہ مجھے سمجھا دینا نہیں چاہتے۔ مسلم۔ اگر آپ مجھ سے ہی سنتا اور سمجھتا چاہتے ہیں۔ تو مجھے کوئی عذر نہیں ہیں۔

تقریر کرتا ہوں۔ آپ ذرا غور سے سنیں۔
۶۔ عرانی۔ میں نہایت غور سے سونگا۔ آپ شروع کیجئے۔
مسلم۔ بہت بہتر۔ ذرا توجہ فرمائیے۔

اس بات کا تو فیصلہ ہو چکا ہے۔ کہ انسان جو اس کمالات کے مختلف شعبوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ واقفیت یا علم حاصل کرنا ہے۔ قرآن مجید اس کے علم کو صرف ہی نہیں کہیو قویٰ قرار نہیں دینا۔ بلکہ وہ اس کی قدر کرنا ہو۔ اور اس کو علمی نعمت کا مکمل حق سمجھنا اور اس کے لئے کی تاکید کرتا ہے جس طرح وہ تو کہ بلورنے سے تکسین یا گئی نکال جاتا ہے۔ اسی طرح علم کو بلورنے سے انسان میں وہ طاقت پیدا ہوتی ہے جس کو عقل کہا جاتا ہے جس شیرنوار کچھ دنیا کی چیزوں کا کوئی علم نہیں ہوا۔ اس کو تکسین ملتی ہے جس سے وہ دنیا کی چیزوں کے متعلق علم حاصل کرتا جاتا ہے اسی قدر اس کی عقل میں بھی ترقی ہوتی جاتی ہے علم کی پوزیشن زمین کی سی ہے جس سے عقل کا نازک پودا پیدا ہوتا ہے۔ وہ مذہب جو علمی بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ وہ نہ تو عقل کو پیدا کر سکتا ہے نہ مذہبی امور میں عقل کو دخل دینے کی اجازت دے سکتا ہے بلکہ اس کا مختلف پرزوں کی ماسیت کو پاتا ہے عقل کا کام ان تمام پرزوں کو کسی خاص اور مناسب طریقہ میں بنادینا ہے

علم روشنی ہے۔ اس روشنی میں سب دکشانا کا کام کرنے والی عقل ہے۔ علم ایک ہتھیار ہے مگر اس کو چاہیو انی عقل ہے۔ اگر ہتھیار موجود ہے لیکن اس کو چھلانگو لا کوئی نہیں ہے۔ تو ہتھیار کس کام کا ہتھیار کو اٹا یا سیدھا چلانا چھلانگو لانے والے کے ہتھیار میں ہے۔ وہ مذہب یا وہ سوسائٹی جو علمی بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ یا جو تحصیل علم کی اجازت دیتی ہو۔ مگر وہ مذہبی امور میں عقل سے کام لینے کی تعلیم نہیں دیتی اس کی مثال ایسے ایسی ہی ہے۔ جیسے کہ کسی شخص کو زمین تو بٹٹی بچو لے۔ مگر اس کو اس زمین کے کاشت کرنے ہونے اور نکلے کاٹنے۔ یا اس زمین پر گھر بنانے اور رہنے کے کی اجازت نہ دیکھا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا قرآن میں اس عقل کی روشنی میں جو علم کا نتیجہ ہے کام کرنے اور اس ہتھیار سے کام کرنے کی اجازت ہے یا نہیں جب ہم قرآن مجید کا انورہا نہ کرتے ہیں تو میں پتہ لگتا ہے کہ وہ ہمیں تمام دینی و دنیوی مسائل میں عقل سے کام لینے کی سخت تاکید کرتا ہو پتا نہ چھو۔ یہ عقل کی باتیں بتاتا ہوا کہ ہے۔

تَعَالَوْا قُلْ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ كُفْرُكُمْ بِأَنفُسِكُمْ
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا وَلَا ذِكْرًا مِنْ أَمْرِ
نَحْنُ نَرُفَعُكُمْ وَأَيُّكُمْ وَلَا تَقْرُوا. اللَّهُ أَحْسَنُ مَا أَفْهَمَ مُعْتَبِرًا
وَمَا يَنْصُرُ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أُولَئِكَ يَكُونُونَ
وَصَلُّوا بِهِنَّ كَمَا لَعَنُوا. وَلَا تَقْرُوا. وَلَا تَقْرُوا. وَلَا تَقْرُوا.
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْرُوا. وَلَا تَقْرُوا. وَلَا تَقْرُوا.
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْرُوا. وَلَا تَقْرُوا. وَلَا تَقْرُوا.
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْرُوا. وَلَا تَقْرُوا. وَلَا تَقْرُوا.
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْرُوا. وَلَا تَقْرُوا. وَلَا تَقْرُوا.
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْرُوا. وَلَا تَقْرُوا. وَلَا تَقْرُوا.
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْرُوا. وَلَا تَقْرُوا. وَلَا تَقْرُوا.

دعا کرتا ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ تم اپنے تئیں ہلاک کرو۔
میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے تئیں بچو۔

والدین کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرو۔ اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر کے مارے
 قتل مت کرو۔ ہم ان کو اور تم کو رزق دیتے ہیں۔ بے حیائی کی باتوں کے نزدیک
 مت جاؤ۔ خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ کسی شخص کو بلا جہ قتل مت کرو۔
 کیونکہ ایسا کرنا حرام ہے۔ خدا سے تم توان باتوں کی بدایت کی ہے۔ تاکہ تم
 سے کام لوی تم کے مال میں دست بردست کرو۔ بلکہ جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے
 اس کے مال کی اچھی طرح حفاظت کرو۔ اپنے ماپوں اور تولوں کو رست
 کرو۔ خدا کسی وجود پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجہ نہیں ڈالتا۔ اگر تم کو
 شہادت دینی پڑے تو خواہ اپنا رشتہ ایسی کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ سچ بولو۔ اور تم خدا
 کے نام پر جو وعدہ کر لو۔ اس کو پورا کرو۔ خدا نے ان باتوں کی بدایت کی تو
 تم کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ یہی خدا کا راستہ ہے۔ اسی پر چلو۔ اس اصول کو
 نظر انداز کر کے اگر تم فروعیات میں پڑو گے تو تم خدا کے راستے سے ہٹنا
 کہ بیعت اور نفاق کا شکار ہو جاؤ گے۔ خدا تم کو اسی اصول پر چلنے کی بدایت
 کرتا ہے۔ تاکہ تم ہلاکت سے بچو۔

و ان مجید نے مذکورہ بالا آیتوں میں نہ صرف دینی اور دنیوی معاملات
 کا پورا پیش کر دیا ہے۔ بلکہ اس کی تعلیم ایسی عالمگیر ہے کہ ہر
 جو ہر ملک، ہر زمانہ اور ہر ایک قوم کے نزدیک علم و عقل کے مطابق ہر
 دوسری جگہ فرمایا ہے کہ :-

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا ذُكَاكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا
 دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَاسْتَبِقُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ خَبَرْتُمْ عَنْهُنَّ
 اللَّهُ مُبْرِئٌ خَبَرْتُمْ عَنْهُنَّ كَذَبٌ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا
 لَكُمْ نَفْسُكُمْ خَبَرْتُمْ عَنْهُنَّ كَذَبٌ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا

لَكُمْ نَفْسُكُمْ خَبَرْتُمْ عَنْهُنَّ كَذَبٌ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا

اے لوگو! تم کہان پاں یا چھت پھات کے بگڑوں میں مت پڑو۔ یہ تمہاری اپنی
 دینی و دنیوی ہے۔ کہ اگر تمہارا دل دوسروں کے ساتھ مل کر کہا کہ یہ عورتیں
 تو تم انکے انگلیٹھا کیا کیا کرو۔ اس میں دہرم اور ہرم یا نہ کی کوئی بات
 نہیں ہے۔ جب ان کے گھر جاؤ تو یوں ہی اندر مت گھس جاؤ۔ ہر مذہب پر یہ

کہ پہلے گھر والو پر سلام و سلامتی کی دعا کیا کرو اس کا فیئہ یہ ہو گا کہ اگر گھر
میں کوئی بچہ ہو گا تو وہ تمہارے سلام کا تم کو جواب دے گا۔ اگر تمہارے
سلام کا جواب نہیں ملتا تو سمجھ لو کہ یا تو گھر میں کوئی موجود نہیں ہے یا اگر
موجود ہے تو اس کے حالات اس کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ اس وقت
تم سے مل سکے پس اس سے تم اپنے لئے نتیجہ کا ل لو گے کہ تم کو واپس لوٹ
جانا چاہئے یا نہیں تم کو اس لئے دیکھنی ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ اور آپس
کی بات بہت ہیوں بہت خرابیوں سے بچ سکو جو جہالت یا نادانی کی وجہ سے کسی کے
گھر میں بد اجازت یا چپ چاپ ٹھس جانے سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہی طرح قرآن مجید

اس کی یہ سیرت متعلق ہیں علم و عقل کی بنا پر تعلیم دیتا ہے کہ
هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَابْنٍ ثُمَّ يَنْفُكُ عَنْكُمْ شَئْرَهُمْ
عَلَقَةً ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلاً ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ ثُمَّ لِيَكَوُنُوا
شَاكِرِينَ أَوْ مِنْكُمْ مَنْ يَتَوَفَّى مِنْ تَبَرٍّ وَلِيَسْبُغُوا جِلْدًا
مُتَمَلِّئًا وَلَعَنَكُمْ تَفْقَهُونَ۔ پک۔ المؤمن۔ ۶۷۔

اس دنیا اور دوسروں کا خالق خداوند قدوس ہے۔ وہی ایسی ذات پاک
جو نہایت سے نہایت کو پیدا کرتا ہے۔ وہی ذات پاک اپنی قدرت کاملہ سے
میں دنیا و نباتات سے لطف پیدا کرتا ہے۔ وہی ذات پاک اس لطف کو
میں عالم فیض میں ناسبتا ہے۔ وہی ذات پاک اس لطف کو مختلف مراحط کے
انداز سے گزار کر چھ کی شکل میں مانتا ہے۔ وہی ذات پاک اس اندھیری کو ٹھنڈی
سے اس بچے کو باہر لاتا ہے۔ وہی اس کو ماں کا دودھ اور دنیا کی دیگر نعمتوں
سے پرورش ہونے کا سامان دیکر جوان کرتا ہے۔ وہی ذات پاک جو ان کے جہ
بازار کرتا ہے بعض جو فی میں ہی مر جاتے ہیں۔ اور بعض پوری عمر جہوں میں
یہ تمام اوقات ایسے ہیں کہ جن کے متعلق عقل سے کام لینے کی ضرورت سے قرآن
مجید نے ان آیتوں میں انسانی ذہن پریشانی کا جو ذکر کیا ہے وہ باہل کئے تحت
میں ایسے کئے ہیں کہ نہایت پروردگار نے عقل سے کام لینے کے لئے قرآن مجید نے
اس تاکہ ان کے لئے ہم زد و سے زیادہ خدا کی قدرت کاملہ و حکمت باطن

کو سمجھ کر اس کے سامنے سرسجود ہو سکیں۔ موجودہ دنیا اور اگلے والی دنیا کے متعلق
قرآن پاک بتاتا ہے کہ :-

وَمَا أَوْتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا
وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ رب۔ القصص۔ ۱۴۸

تو وہ لوگ جو روح کو محض کمیاتی فعل مانتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں عیش و عشرت
کر لینا۔ اور دنیا کے سامانوں سے فائدہ اٹھا لینا۔ یا کہاؤ۔ یہو۔ بوج کہ دپر عمل
کرتے رہنا ہی سب کچھ ہے۔ ان کے نزدیک جب جسم نہیں ہو گا۔ تب روح بستی
نہیں ہوگی پس سی دنیا اور اسی زندگی پر سب کچھ ختم ہے۔ مگر یہ ان کی پرتوئی
ہے۔ وہ حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ حالانکہ جس تسکین خدائے ہم کو اس دنیا میں
دی ہے۔ وہ ان نعمتوں کے مقابلہ میں جو وہ ہمیں انیوالی زندگی میں دینا چاہتے
ووقت نہیں رکھتیں۔ اس لئے کہ ہم صریحاً دیکھ رہے ہیں کہ اس نے ہم کو
ہاں کے پیٹ میں جو کہا نا۔ پانی ہوا وغیرہ نعمتیں دی تھیں۔ وہ موجودہ دنیا
کی نعمتوں کے سامنے بالکل سچ تھیں۔ جب اس نے ہاں کے پیٹ سے بڑھ کر
ہم کو اس دنیا میں زندگی اور اس کے سامانوں سے بہرہ اندوز کیا ہے تو
کیا وہ اس دنیا کی زندگی اور اس کے سامانوں سے ہمیں بڑھ کر انیوالی زندگی
کی خوشیوں سے بہرہ اندوز نہیں کریگا۔ قرآن پاک اس کا دوسری جگہ جواب
دیتا ہے کہ :-

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ دَرَجَاتٌ وَتَفَخَّرُوا
بِبَنَاتِكُمْ ذَكَرْنَا فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ
أَنْجَحَ الْكُفَّارَ بِنَاتِهِ ثُمَّ جِيءَ فَتَرَاهُمْ صَفْرًا أَلَمْ يَكُونُوا
حُطَّاءَ مَا دُونِ الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَهُوَ خَفِيفٌ مَنْ
أَلَّهِ دَرَجَاتٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ
سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ
السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَ
رُسُلِهِ ذَٰلِكُمْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ

کے سامانوں سے معمور کر رہا ہے۔ اس کی یہ قدرت موجودہ زندگی اور زندگی کے سامانوں کے ساتھ ہی قائم ہو جائے والی نہیں ہے۔ بلکہ اگر ہم عقل سے کام لیں تو تمام واقعات پر غور کریں تو ہم کو پتہ لگ سکتا ہے کہ زندگی کا یہ سلسلہ ایک بہتر طریقہ پر آئندہ بھی جاری رہے گا۔ قرآن مجید اس حقیقت کو سوال و جواب کے پیرایہ میں ادا کرتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۚ
هُوَ الَّذِي يُخَيِّطُ وَيُمَيِّتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ
أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۚ (پت۔ مومنون) ۱۰

قرآن پاک دعویٰ کرتا ہے۔ کہ جس ذات پاک نے تم کو اس زمین پر پیدا کیا ہے وہی ذات پاک تم کو مرنے کے بعد بھی زندہ کرے گا کیونکہ جب تم میرے دیکھتے ہو کہ وہ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات لاتا ہے۔ تو کیا تم کو اس قدر بھی عقل نہیں ہے۔ کہ تم اس بات کو سمجھ سکو۔ کہ مرنے کے بعد تمہارا کیا کیا حشر ہو گا۔ مگر سکر جواب دیتا ہے کہ :-

قَالُوا إِذْ أُنْشِئْنَا ذُرِّيَّتًا أَبَدَ حَيَاتًا مُبَعُودًا ۖ
لَقَدْ وَعَدْنَا نَاحُنْ ۖ وَابْأَدْنَا هَذَا مِنْ قَبْلُ ۖ إِنَّ هَذَا إِلَّا
أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۚ

کیا جب ہم مرجائیں گے۔ اور بالکل مٹی ہو جائیں گے۔ ہماری ہڈیاں بھی پر گندہ ہو جائیں گی۔ کیا ممکن ہے کہ اس صورت میں ہم جسم نئے ساتھ اٹھائے جائیں گے ہم سے پہلے لوگوں کو اور ہمارے آباؤ اجداد کو بھی یہی کہا جاتا تھا۔ مگر یہ سب گپ ہے۔

قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ
سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۚ

ایسے لوگوں کو کہو۔ کہ ذرا علم و عقل سے کام لیں کہ یہ زمین اور زمین کے کس قدرت کے ماتحت ہیں تو وہی جواب دیتے۔ کہ خدا کی قدرت کے ماتحت ہیں۔ اب تم ان سے پوچھو کہ جب یہ حالت ہے۔ تو پھر تم اسی سے دوسرے

یقیناً یہی نہیں نہیں کمال جیتے ہو۔ اس مضمون کو کتاب ان بیدنے دوسری جگہ
یوں بیان کیا ہے :-

وَقَالُوا اِذَا كُنَّا عِظَامًا زُرْنَا نَارًا وَاِنَّا لَسَعُودُونَ خُلِقَ
جَدِيدًا اَقْلُ كُوْنُوْا حِجَارَةً وَّوَحْدًا يُدْ اَوْ خُلِقَ فِمْمَا
بِكَبْرِتِيْ صَدْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يَّبْعِدُكُمْ اَقْلُ الَّذِي
قَصَرَ كُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَبِّحُوْهُنَّ اِلَيْكَ رُدُّهُمْ وَّهَوُوْنَ
مَقِيْ هُوَ تَرَعَسِي اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا يَّوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ
بِحَمْدِهِ اَوْ تَقُوْلُوْنَ اَنْ تَسْبِّحُوْا اِلَّا خَبِيْرًا رَّبِّ رَحْمَةً

وہ لوگ جو روح کو ایک کیسیانی قتل کا نتیجہ مانتے ہیں۔۔۔ کہتے ہیں۔۔۔ روح
جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس وقت ہماری ایک ایک
ہڈی الٹ لگ ہو جائے گی اور ہڈی شریک کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے کیا یہ
موت ہے کہ اس صورت میں ہم ایک باہل سے لطیف جسم کے ساتھ قائم رہیں
جسے نوگوں کو سنا دور کہ تو وہ ہم غیب۔۔۔ ورنہ ہوسے کے ذروں میں بھی نہیں
ہو جائے۔ یا تو یہ ہے کہ ایسی حالت میں رہی ہو ابھی ان لوگوں کو تیار سے نزدیک
فصلی نامک سے کہ وہ بھی نہیں رہی شوقیست قائم رہے گی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو
موت کو کون دیکھا۔ ان سے کہہ دو کہ جس قدر وہ قیامت سے کچھ دور ہو جو وہ کشت
جسم دیا ہے۔ وہی تم کو ایک نفس جسم کے ساتھ زندہ رہے گا۔ یہ سنکر وہ
ناراض ہو کر جتنے سرگودہ کر کہیں ہیں کہ یہاں سے جانے والے کہ یہاں سے جانے
والے کہ یہاں سے کہیں ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ تمہیں ہے کہ یہاں سے جانے والے ہیں
ان کے جسم سے نکلتے نکلتے جتنے جتنے وہ یہ ہے اب کو ایک جسم
موت کے ساتھ زندہ رہ کر کہیں۔۔۔ خداوند سبحان کی تعریف کریں کہ
وہ دل آریں گے کہ ہم سے دیکھیں کہ کفیف جسم کے ساتھ زندہ رہ کر کہیں
ہے اس لطیف جسم کی زندگی کے بعد ہمیں باہل سے چھوٹی

ان اثباتات سے یہ ہر بات بخوبی ثابت۔۔۔ باقی ہے کہ ان بیدنے
کے کامیابی کی خاص تاکید کرنا ہے۔۔۔ ان کی قیامت پر بیدار

میں درجنوں جگہ عقل سے پہیل کی گئی ہے۔ ان میں سے چند مقامات
مفصلہ ذیل ہیں:-

(۱)

أَتَأْتُونَ آلِهَاتِكُمْ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلُكُمْ أَفَتَذَكَّرُونَ
تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَ لَا تَعْقِلُونَ : بقرہ ۵۰، ۵۱

تم دوسروں کو تو کہتے ہو کہ، مجھے کام مبارک ہو۔ مگر تم آپ اس میں نہیں
کرتے ہو۔ اور تم کتاب کا بھی مطالعہ کرتے ہو۔ مگر نہیں چلو۔ تم عقل پرست
کام کیوں نہیں دیکھتے ہو؟

(۲)

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالاخْتِلَافِ أَلْسِنَ
وَالنَّهَارِ وَاللَّيْلِ وَاللَّيْلِ وَاللَّيْلِ وَاللَّيْلِ وَاللَّيْلِ وَاللَّيْلِ
وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَآخِيَابُهُ الْأَرْضِ
بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَشَرًا فِيهَا مِنْ كُلِّ ذَا بَدَنٍ وَالْأَرْضُ
الَّتِي يَأْكُلُ وَالنَّهَارُ الْمُسْكِنُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ الْيَابِ
يَقُولُ يَعْقِلُونَ : بقرہ ۲۰-۲۱

"زمین و آسمان کی پیدائش کیونکر ہوئی۔ دن اور رات کے اختلاف کا باعث
ہے۔ سمندر و ارض میں تجارت کی خاطر ہزاروں کے پھلنے میں کیا فواید ہیں۔ بادلوں
سے پانی کیسے برتا ہے۔ اور اس سے مریخ و زمین کیونکر زندہ ہو جاتی ہے۔ زمین پر
جو مختلف قسم کے چرند و پرند پھرتے ہیں وہ کس مطلب کے لئے ہیں۔ مختلف
سوسموں میں جو ہوا کا رخ بدلتا رہتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے زمین پر آسمان
کے درمیان جو بیماری بیماریاں مالتی رہتے ہیں یہ کیوں ہیں۔ یہ تمام سوالات
ایسے ہیں۔ جو ان لوگوں پر جو عقل سے کام لے کر ان سوالات کو حل کرتے ہیں۔
خدا کی قدرت کا انکشاف کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔"

(۳)

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الذَّالِي نَعْنِ بِنَا لَا يُنْفَعُ دَلَا

مَدَامُ وَرَدَ آخِرُ فَصْلٍ بِكُمْ نَعْمَى فَهُمْ لَا يَعْتَبِرُونَ

(پت - بقرہ ۲)

وہ لوگ جو خدا کے نکلنے میں اور بت پرستی کرنے میں انکی مثال ایسی ہی
ہے۔ جسے کوئی شخص ایسی چیز کے پیچھے پڑا پڑا ہو جو نہ اس کی آواز کی سنتی
بت نہ اس کی دعاؤں کا نہ اس کے چہنئے چلنے کا کچھ جواب دیتی ہے۔ بلکہ
بے اعتنا رہتا ہے۔ نہ دیکھتا ہے۔ کسی طرح بت پرستوں کی
ذات پر جو بت پرستی کے وقت عقل اور محسوس کام نہیں لیتے۔

(۳)

وَرَدَ افْتِنَ نَفْسُ شَيْعَى مَا أَتَىٰ نَالَ اللَّهُ قَالُوا بَيْنَ نَسْبِ
مَا أَتَىٰ عَلَيْهِ أَبَا غَنَاءَ أَوْ لَوْ كَانَ يَا هُمْ لَا يَفْقَهُونَ
نَسْبًا وَلَا يَهْتَدُونَ . رت - بقرہ ۵-۶۲۱

جیسا بت پرستوں سے کہا جاتا ہے کہ بت پرستی پیور دو۔ خدا نے جو کچھ بت پرستوں
کے نازل کی ہے۔ اس پر چلو۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ بت پرستی جیسا کہ
کے نہیں۔ کیونکہ ہم نے اپنے اباؤ سے اسے بت پرستی وراثت میں حاصل
کی ہے۔ تم تو ان کی تقلید کرتے۔ کیا خوب۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اسے
تا وہ بت پرستوں سے محض کورسے لےئے۔ کہ بت پرستوں اور عقل سے کام لیتے
تھے۔ نہ وہ بت پرستوں کو پوچھتے کی بجائے خدا کی پرستش کرنے اور بت پرستوں
پر چلنے۔

۵

وَأَمَّا دَعِيَّتُهُ إِلَى الدِّمَانِ بِتَحْذِيرِهِمْ أَهْلُ دَعِيَّةٍ

ذَارِثُ نَسْبَةٍ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ . رت - مائدہ ۵۰

وہ جب ان کا رد و قبول نہ کر سکتے تھے کہ اس کے بدستور ہو تو یہ سپرد
کرتے ہیں۔ وراثت کو محض ایک لکیر بت پرستی میں۔ وہ اس کے کرتے
نہ کیونکہ وہ خدا کی عبادت کی تدوین کو نہیں سمجھتے۔ وراثت سے کام لیتے تو
وہ اس پریشانی کو نہ لیتے۔

(۶)

مَا يَخْفَلُ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِسَةٍ وَلَا وَصِيدَةٍ وَلَا
 حَامِدٍ لَكِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ
 وَكَثُرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ رپٹ۔ مائدہ ۵-۱۴ ع۔

مبت پرست کا فرحہ پر نیبہ از ام لگائے میں کہ اس نے ہی آن کو بہتیم دی ہو
 کہ وہ بتوں کے نام پچیرہ یا کن پچی و نثی، رسا سب یا ساند، ورد سیل جس نے، او پر
 سے دو ماہ بچے و سٹے ہوں، اور حام یا شتر ز چھوڑ دے جائیں جن کو کوئی نہ
 پکڑے نہ کام میں لائے۔ کیونکہ وہ بتوں کے ساند اور ساند میناں ہیں کیا
 خوب ایسہ ان بت پرستوں کا خدا کے نام سفید جھوٹ ٹھو پنا ہے۔ حالانکہ اگر
 وہ عقل سے کام لینے والے ہوتے تو ان کو فوراً معلوم ہو جاتا۔ کہ خدا ایسی لٹو
 باتوں کی تعظیم نہیں دیتا +

(۷)

إِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَ عَنَّا الذِّكْرَ إِنَّا لَنَنصِفُ الَّذِينَ
 لَا يَعْقِلُونَ ۝ رپٹ۔ انفال ۳۰ ع۔

حقیقت تو یہ ہے کہ وہ لوگ جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ وہ گویا خدا کے نزدیک
 بدترین سیوان ہیں۔ وہ نہ حق و حقیقت کی باتوں کو سمجھتے ہیں۔ نہ حق و حقیقت
 کا اظہار کرتے ہیں +

(۸)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُونَ آيَاتِنَا ثُمَّ لَا يَفْقَهُونَ ۝ رپٹ۔ یونس ۲۵ ع۔

یہ ممکن ہے کہ ایسے لوگوں میں سے ہیں ہماری باتوں کو سنا بھی پر ہمارے
 شرف و عظمت تو یہ ہے کہ بہت تک یہ وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔ تب تک یہ ہماری
 باتوں کو سن کر بھی ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے +

(۹)

وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ رپٹ۔ یونس ۲۵ ع۔

کے ماتحت چلنا اس قانون کے تقاضے کی جتنی کا بہت بڑا ثبوت ہے +

(۱۲)

وَرَبِّكَ ذِي الْأَنْفَاءِ لَعِينًا ۖ فَاسْتَغِيْثْكَ مَصَافِيْ بَطْنِ
مَنْ يَّبْنِيْ فَرْثًا وَدَّ يَوْمَئِذٍ أَنْ يُبْعَثَ سَائِغًا لِّبَنِي
وَمِنْ شَمَائِلِ الْغَيْبِ وَالدُّعَاءِ شَحْدُ
مِنْهُ سَكْرًا أَوْ رِذْقًا حَسَنًا ۚ إِنَّ فِيْ ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ۝ رَّبِّ النَّحْلِ ۝ ۶۹ +

اسے لوگوں کو اتھارے اور دیگر چار پائے ہیں۔ ذرا ان کے متعلق ہی غور کرو۔
دیکھو یہ گھاس پات کہا تھے ہیں جو ان کے پیٹ میں گوبر اور خون بھانا ہو۔ مگر
اسی گوبر اور خون کے علاوہ ان کے پیٹ میں ایک ایسی چیز بھی رہا ہوتی ہے
جس کو کہ خالص دودھ کہا جاتا ہے۔ جو پینے والوں کو خوب مزہ دیتا ہے
بتاؤ! یہ خالص دودھ کون پیدا کرتا ہے؟ اور دیکھو: گھاس سے روکا ہی
کھجور و برنگور کے درخت ہیں۔ جب تم ان کے تازہ پھل کھاتے ہو۔ تو وہ پتے
کے بہترین خوراک ثابت ہوتے ہیں۔ مگر جب ان ہی پھلوں کو شکر کھارو تو
بنائے ہو تو یہی پھل تمہاری عقل کو زائل اور سمجھ کو تباہ کر دیتے ہیں۔
بچاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ وہ لوگ جو عقل سے غافل ہیں۔ ان
کے لئے یہ تمام سوالات بڑے معرکہ کے سوالنامہ ہیں +

(۱۳)

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَكْثَرَ هَٰؤُلَاءِ يَفْقَهُوْنَ ۖ أَوْ يَعْقِلُوْنَ ۚ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ
كَاذِبُونَ ۚ هُمْ أَكْثَرُ غَافِلِينَ ۚ هُمْ أَكْثَرُ غَافِلِينَ ۚ هُمْ أَكْثَرُ غَافِلِينَ ۚ

کثرت سے وہ لوگ جو نہ سچی باتوں کو سمجھتے ہیں۔ اور نہ عقل سے کام لیتے ہیں
کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ انسان ہیں؟ اگر نہیں ہیں وہ انسان نہیں ہیں۔ بلکہ وہ انسان
بلکہ حیوانوں سے بھی ہرگز ہیں۔ کیونکہ یہ ان کو تو نہ مارا کر یا لٹا کر وہ ان کے
ذریعہ سب سے سستے پر چڑیا جا سکتا ہے۔ مگر علم و عقل کے دشمن انسان
ہوتے ہیں۔ کہ وہ ہرگز سے ہر گام سے بھی سستے نہیں ہوتے +

(۱۴)

وَالَّذِينَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ شَرٌّ مِنَ اللَّهِ قَالُوا هِيَ الْمَرْيَمُ
الَّتِي طَغَتْ عَنْهُمَا لَيْكُونَنَّ اللَّهُ بِهَا نَفْسًا فَخَرَّهَا
بَيْنَ يَدَيْهِمْ لَا يَتَذَكَّرُونَ وَمَا هِيَ إِلَّا نُفْسٌ فَتَنَّا
الْكَافِرِينَ لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ الْكَافِرِينَ الَّذِينَ
كَانُوا يَعْتَدُونَ رِبِّ السَّعْدَةِ ۶۰

ترجمہ: لوں سے یہ پوچھو گے کہ باطل سے کون برتر ہے اور کون مڑوہ تر ہے کہ زندہ کرتا ہے تو تمنا وہ بھی جواب دینگے کہ خدا ہی ایسا کرتا ہے شکر کا مقام ہے کہ وہ اتنا توانا ہے میں مرنے سے بہتر ہے کہ اس میں زیادہ تر ایسے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے اگر انھیں سے کام لینے والے ہوتے تو انھیں فوراً جہنم ہو جاتا کہ یہ یہ محض تھیل تماشہ ہی ہے اس کے بعد ہر نفس ہٹے الی الی وہی زمین صلی زمین کی کاشیوں اس حق تعالیٰ کے

(۱۵)

تَحْسِبُهُمْ جَمِيعًا وَقَالُوا بَعْضُهُمْ شَقِيحٌ ۖ ذَارِبٌ بِأُخْرَىٰ
مُتَقَبِّلُونَ رِبِّ الْاِحْسَانِ ۶۱

ترجمہ: وہ لوگ ہر قسم کے کام میں جیتے وہ نواہ نند دین تو بولتے ہی نہ وہ نظر آئے ہر جہاں وہ بدو ان سے کہتے ہیں اور وہ محبوب ہو جا رہے ہیں

(۱۶)

يَا أَيُّهَا الْمَدِينَةُ خُذِي عَذْرًا ذَاتَ غِيصٍ
يَتَذَكَّرُ أُولَئِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ رِبِّ الْاِيقَاتِ ۶۲

ترجمہ: اے مدینہ! جو عذرا کو سداق دے تو اس کو ذلیل کر کے بے ساری کی حالت میں صرت سے تیار کر کہ نہ فرے اس کے ساتھ بھیر و شریف کوئی کے شوق کی ہی نہ ہو رہی نہ نیت سے بات کی تنفسی و کہ ہم اس سے منع نہیں کر سکتے وقت و یہ یہ یہ کہ اس سے نہ بڑے سستے وغیرہ سے اس کے ساتھ شہید ہو کر وہ فی تمہیں نے طور پر اپنے تمام سامان سے تاکہ تو ایسے حادثات میں محفوظ رہے کہ یہ رو +
فَرَّيْنَاكَ الْغَلَّاءَ الْكَاسِبَةَ لَعَلَّكَ تَتَذَكَّرُونَ رِبِّ الْاِيقَاتِ ۶۳

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا
وَلَا يَمْلِكُنَّ لَكُمْ اَنْفُسًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ كُوْنُوْا
فَعٰثُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاِيَّا نَامُسْلِمِيْنَ ۝ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ خُذُوْا
فِيْ اٰبْنِ هٰذَا وَمَا تَنَزَّلَتْ التَّوْرٰتُ وَاِنْ كُنْتُمْ اٰمِنُوْنَ
۝ اٰیٰتِ الْعَقُوْر ۝ ۲۱ - ال عمران - ۶۰

اہل کتاب سے کہہ دو کہ آؤ جو باتیں ہم میں اور تم میں یکساں ہیں۔ اپنا اتفاق کریں یعنی
ہم خدا کے سوا کسی دوسرے کی پرستش نہ کریں۔ اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو شریک
کریں۔ اور نہ ہی ہم اپنے جیسے انسانوں میں سے کسی انسان کو اپنا خدا مانیں پس اگر
وہ اہل کتاب، اس بات کو ماننے سے انکار کریں۔ تو ان سے برا کہہ دو۔ کہ ہم
تمہاری طرح نصرانی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ تم ایک ہی خدا کے پرستار یا مسلم ہیں۔ نہ کہ
تین خداؤں کے۔ اہل کتاب سے جو یہ بحث کرتے ہیں کہ ابراہیم یہودی یا نصرانی تھا۔
یہ بھی کہہ دو کہ یہہ ان کی بحث ہی سراسر نامعقول ہے۔ کیونکہ یہودی مذہب کی بنیاد پر
پراور نصرانی مذہب کی بنیاد انجیل پر ہے۔ مگر ابراہیم کے زمانہ میں نہ تو ریت نہ لکڑی
نہ وہ یہودی یا نصرانی کیونکر ہوا۔ یہ تو ایک سوئی سی بات ہے۔ مگر جو شخص کام
نہیں لیتے۔ وہ اس سوئی سی بات کو نہیں سمجھتے +

(۲۱)

وَمَا اَنْتُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ اِلَّا اَلْعِبَثُ ۝ وَلَوْلَا اَنْتُمْ لَفِيْ
خَيْرٍ لِّدٰنِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۝ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ ۲۲ - النعام - ۶۳

اے لوگو! تم اپنی عقل سے کیوں کام نہیں لیتے ہو۔ دیکھو جس زندگی پر تم اس قدر غور
کرتے ہو۔ وہ محض کھیل تماشہ ہے۔ حالانکہ جس آسودگی کی طرف سے تم راہ رو رہے ہو۔
وہی اصلی زندگی ہے۔ اور وہ موجودہ زندگی سے بہتر ہوگی۔ مگر ان لوگوں کے لئے
جو اس زندگی میں پاک و ساف رہتے ہیں +

(۲۲)

وَسَيَكُوْنُ لَكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اَقُلُّوا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ
۝ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتٍ لِّعَنْكُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ۲۳ - بقرہ - ۱۰۷ +

تم سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کس قدر خرچ کرنا چاہئے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جس قدر تمہاری ضرورتوں کو پورا کرے گے بعد بیچ رہے۔ اس کو تمہاری خرچ کر سکتے ہو۔ خدا تمام باتیں تم پر کھول کر بیان کر رہا ہے تاکہ تم خود بھی سوچ سمجھ سے کام لیا کرو +

(۲۰)

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَآخِذِ اللَّيْلِ

وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ۔ (پ۔ ال عمران ۶۲۰)

آسمان اور زمین میں جس قدر مخلوقات بھری پڑی ہے۔ اور رات اور دن میں جس قدر نعمت و انعام ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ عقلمند لوگ ان کے ذریعہ خدا کی قدرت کا نام لیتے ہیں +

(۲۱)

ذُكُورٍ الْقَصَصِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔ (پ۔ اعراف ۶۲۲)

لوگوں کو کہانی کی باتیں سناؤ تاکہ وہ غفلت سے کام لیا کریں +

(۲۲)

كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ۔ (پ۔ یوسف ۶۳)

یہ جو قرآن مجید میں آئے ہیں کہیں کوئی زبان کر رہے ہیں۔ اس سے وہی فائدہ اٹھائیں۔ ہم ایسی ہیچ اور عقل و تدبیر سے کام لیتے ہیں +

(۲۳)

وَأَرْسَلْنَا إِلَىٰ نُوحٍ ابْنِهِ نوحًا ابْنًا نَحْلًا ابْنًا نَحْلًا ابْنًا نَحْلًا

وَأَرْسَلْنَا إِلَىٰ هَارُونَ ابْنَهُ هَارُونَ ابْنًا نَحْلًا ابْنًا نَحْلًا

وَأَرْسَلْنَا إِلَىٰ هَارُونَ ابْنَهُ هَارُونَ ابْنًا نَحْلًا ابْنًا نَحْلًا

وَأَرْسَلْنَا إِلَىٰ هَارُونَ ابْنَهُ هَارُونَ ابْنًا نَحْلًا ابْنًا نَحْلًا

وَأَرْسَلْنَا إِلَىٰ هَارُونَ ابْنَهُ هَارُونَ ابْنًا نَحْلًا ابْنًا نَحْلًا

خدا کریم و مہربان ہے کہ ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق کام لیا کرے۔ اس میں کوئی کمی نہیں ہے۔ ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق کام لیا کرے۔

سوچو اس چھوٹے سے کیڑے سے یہ کارگیری کس سے کی جی۔ اور پھر اس مختلف پھل پھول والے درختوں میں سے اس چوستے پھرنا۔ اور دور دراز کے سفر کے باوجود اپنے گھر کو نہ بھولنا اس کی عقل کی بدولت ہی؛ اور پھر اس کے پیٹ کے ایک خانہ میں مختلف رنگوں کے شہد کا تیار ہونا۔ اور اس شہد میں لوگوں کی مختلف بیماریوں کے دور کرنے کی خاصیت کا موجود ہونا اس کی قدرت سے ہے؛ یقیناً اس چھوٹے سے کیڑے کی یہ تمام کارگیری اس کی لیاقت و خوبی اور اس کی عقل پس خدا داد ہے۔ وہ لوگ جو سوچ سمجھ اور علم و عقل سے کام لینے والے ہوتے ہیں وہ شہد کی مکھی سے بھی بہت سیکھ سکتے ہیں۔

(۲۴)

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يَخْلُقَكُمْ مِنْ نَارٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ مَتَّعِيْمُونَ
وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يَخْلُقَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَ
جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ
يُنْفَخُونَ

اے لوگو! ایک سو۔ یہ کس قدر بڑی قدرت خدا ہے کہ انسان انسان کی جزئیات کی وسطت سے مٹی ہے۔ اور انسانی پیدا شدہ نطفہ سے ہمارے پیچھے جو ان وقت مرد پیدا ہو رہا ہے۔ یہ بھی ان کی قدرت ہے کہ وہ ہمارے پیش میں آ کر کے ہمارے پیچھے پیدا کرتا ہو جو ہماری راحت کا باعث بنتی ہیں یہ ان کی قدرت ہے کہ مرد و اور عورت ایک دوسرے کے لئے شش در شش ہوتے ہیں۔ جو ان کی قدرت کا موجب بنتی ہے۔ وہ لوگ جو عقل و فکر سے کام لیتے ہیں ان سے ان سے یہ تمام باتیں خدا کی قدرت کا کافی ثبوت ہیں۔

(۲۵)

وَنُفِخَ زَكَاةً مِّنَ السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَجْبُوعًا فَسُفِّ
رَاقًا فِي الْيَمِّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلِينَ

اسے دیکھو کہ آسمانوں سے جو کچھ ہے۔ وہ سب زمین و آسمان کی تمام چیزیں اپنے قوا میں اسے بکڑ کر لے کر آتا ہے۔ یہ بھی اس کی قدرت ہے کہ وہ سب کو اپنے ہاتھ میں لے کر آتا ہے۔

ہوا کرتا ہے جو قرآن مجید اسلام کی بنیاد و علم و عقل پر بتاتا ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ وہ مذہبی مسائل میں کس قسم کے دلائل اور براہین سے کام لینے کی قسم دیتا ہے۔ آیا وہ محض کتب ہی سے ہوتا ہے۔ یا دلائل محکم و برہان کا قطعاً سبب دیتا ہے۔ اس کے متعلق وہ ایک مثال دیتا ہے کہ :-

اَذَقْنَا لِلدِّیْنِ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰتٰیہَا هٰذِهِ الْقٰیْنِیْلُ اَکْثَرُ اَنْتُمْ لَهَا عٰکِفَرْنَ ؕ

حضرت ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے پوچھا کہ جن خداؤں کے سامنے تم گھٹنے ٹیک کر دعائیں مانگ رہے ہو۔ ذرا مجھے بھی تو اس بت پرستی کی تدبیر سمجھاؤ۔ کہ آخر اس کی حقیقت کیا ہے۔ اور یہ معاملہ کیا ہے۔ یہ نہ ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم بت پرستوں سے علمی و عقلی بنا پر یہ ایک سوال کیا تھا۔ ثبوت پرستوں نے بت پرستی کی تدبیر بیان کرنے میں حتم کی دلیل سے کام لیا۔ وہ یہ تھی :-
 ذٰلُوْا رَجَدْنَا اَبَاؤُنَا ہَا غٰیۢبٌ یَّیۡنَ ۔ رَجَبُ الْاَنْبِیَا ؕ ۵۷

انہوں نے جواب دیا کہ ہم بت پرستی کے حق میں اس سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں دے سکتے کہ یہ ہمارا سناؤں ہر مہر ہے۔ ہمارے باپ دادا سب ہی بت پرست تھے۔ بت پرستوں کا یہ جواب کوئی عقلی بحث جواب نہیں تھا۔ انکے اس چر جواب کو شکر حضرت ابراہیم فرماتے ہیں :-

یٰۤاٰیُّهَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَبَاؤُکُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۔ اَبَتِ الْاٰنْبِیَا ؕ ۵۸

تو زاریہ کہہ دیتا کہ چونکہ تمہارے باپ دادا بھی بت پرست تھے۔ اس لئے تمہارے بت پرستی کا شکیکہ ہی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کا کیا ثبوت کہ تمہارے باپ دادا بت پرستی پر نہیں تھے؟ وہ ظاہر ہے کہ بت پرست لوگ حضرت ابراہیم کے سامنے بت پرستی کے حق میں کوئی علمی یا عقلی دلیل پیش نہیں کر سکتے تھے۔ نہ ہی وہ اپنے اس فعل کو حق و حقیقت پر مبنی فعل ثابت کر سکتے تھے۔ اگر انہوں نے دلیل دی تو صرف اتنی کہ یہ ہمارا سناؤں ہر مہر ہے۔ جب حضرت ابراہیم نے اس جواب پر ترجیح کی تو فرما دیا جو اب ہو سکو۔ اب وہ حضرت ابراہیم سے پوچھتے ہیں :-

یٰۤاٰیُّهَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَبَاؤُکُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۔ اَبَتِ الْاٰنْبِیَا ؕ ۵۹

کہ تم تو بت پرستی کے حق میں کوئی سنی بعثی دلیل نہیں دے سکتے۔ مان لو کہ ہمارا یہ ہے
فعل غیث ہے۔ لیکن اب تم بت لو کہ ہمیں کرنا کیا چاہیے۔ تم کہتے ہو کہ بت پرستی
باطل ہے۔ مگر کیا تم اس بات کے متنازعہ میں حق و حقیقت کا بھی پتہ
دے گے۔ یا تم ہمارے ساتھ فضل دل تلی کر رہے ہو۔ جب بت پرستوں کے تانہ
کو حضرت ابراہیم نے دلیل برہان کے ایک ٹولہ سے اڑا دیا اور میدانِ فضا
جو گیا تو آپ نے فرمایا کہ:-

قَوْلَ بَلْ تَرْتَكُمُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ
وَأَنَّا عَلَيَّ ذَاكُم مِّنَ الشَّيْءِ مِنِّ

میں گرتی پرستی کی بطلان کو تم پر خدا ہرگز رہا ہوں۔ تو یہ دل لگی کے طور پر نہیں۔
بلکہ اس لئے ہے کہ میں تم کو حق پرستی کا راستہ دکھاؤں۔ تم کو بت اور کہ
جس ذات پاک کی تم بوجہ عبادت کر لیں چاہئے۔ وہ کون اور کیا ہے؟ سنو وہ
ذات پاک وہی ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ کسی ذات پاک نے تم کو بھی پیدا
کیا۔ اور وہی کائنات کا پروردگار ہے اس کے بندوں کو بت پرستی سے روکا جائے ہو
وہ نہ تو اس کا ایک بھائی یا بہن ہو سکتے ہیں۔ نہ وہ تو کوئی ذی شے ہیں جس
جو کہ تم سے کہتا ہوں کہ اس نے حق میں۔ دعائ کی بنا پر اس نے ان کو
ہیں۔ مگر جو چاہئے ہو تم اس کے حق میں کوئی دلیل نہیں دے سکتے۔ نہ
کہ تم کہو یہ جو اس نے بنایا وہ بت پرست لوگ بت پرستی کو اپنا اور ہاں بت پرست کہنے
میں پتہ ہی عاثر نہ تھے۔ اب یہ سنا کہ جس بات کو کہہ دو وہ جو اس
ایمان برہان سے کاٹے سے رہے۔ مگر چہ نہیں؟ وہ بت پرستی پرست ہے
جب حضرت ابراہیم نے اسے کئی سبب و دلیل کو دیا تھا کہ:-

وَتَاللَّهِ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَكَيْفَ أَتَىٰ الْمُتَدَبِّرِينَ ۚ

تم مجھ سے حق بات پر بھی تمہی میں نے نہ توئی۔ ہی مگر میں اس سے کہتا ہوں کہ
کہہ دو۔ اور بدستور سابق بت پرستی پر غامض رہنا چاہتے ہو۔ اب تم سب کو بت پرست
کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ بت پرستی کو اپنا اور ہاں بت پرست کہنے
کہہ دو یہ تمہاری بت پرستی ہے۔ مگر چہ نہیں؟ وہ بت پرستی پرست ہے

کو صحت تسلیم کرو گے ؟

فَجَعَلَهُمْ جُودًا إِذْ أَكَلُوكُمُنَا لَحْمًا نَّعَلَتْهُمْ أَيْدِيهِمْ يَشْجَعُونَ -

چنانچہ ایک روز حضرت ابراہیم نے بت خانے میں جا کر سوائے بڑے بت کے باقی تمام بتوں کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ بڑے بت کو انہوں نے کیوں نہ توڑا۔ اس لئے کہ اُن پر محبت پوری کی جاوے۔ چنانچہ :-

قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ مِنْ الْقَوْمِ الْمُبِينَ -

جب بت پرستوں نے دیکھا کہ کوئی ان کے بتوں کو توڑ گیا ہے۔ تو وہ چپکے چپکے لئے لگے کہ اے ایسا ظالم کون ہے جس نے ہمارے بتوں کے ساتھ یہ بد سلوکی کی ہے۔ ان میں سے ہی بعض نے کہا کہ :-

قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ -

ہم نے سنا ہے کہ ایک نوجوان ابراہیم نامی یہاں آیا ہو۔ جو بت پرستی کا کھنڈن رہا ہے۔ سو نہ ہو۔ یہ کارستانی اسی کی ہے۔ اس پر پورے دست و پاؤں سے

قَالُوا قَاتِلُوهُمْ قَدْ خَلَتْ أَنبِيَائُنَا فِيكُمْ كَذَّبْتُمْ فَلْتَمَتِ ذُرِّيَّتُكُمْ -

ان کے چوبہ دیوں سے پیشورہ کیا۔ کہ ابراہیم کو سب کے سامنے لایا جاوے۔ اس کا بیان لایا جاوے۔ تاکہ سننے والے بھی گواہ رہیں۔ ایسا نہ ہو وہ کلمہ حق کے ساتھ جا کر انکار کر دے چنانچہ حضرت ابراہیم کو بلایا جاتا ہے۔ اور اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ :-

قَالُوا أَأَنتَ فَعَلْتَ هَذَا يَا ابْنِ آدَمَ إِنَّهُمْ يَقْتُلُوكَ -

کہ اے ابراہیم! تو سچ بتا رہا ہے کہ ہمارے بتوں کے ساتھ یہ سلوک تو نے کیا ہے۔ یا کسی اور نے؟ حضرت ابراہیم نے دیکھا کہ اب ان مسئلوں پر ان کی بے پرستی کی حماقت کو شست از بام کرنے کا سفر ہی شروع ہے۔ جواب دے :-

قَالَ بَلْ وَفَدْتُكُمْ بِبَنِي إِسْرٰءِيلَ لَمَّا كَذَبْتُمْ -

کہ مجھے ہو یہ بت تمہاری دعاؤں کو شستہ تمہاری ضرورتوں کو پا کر تھے اور تم سے جو کہ درویش تمہارے مددگار ہوتے اور تم کو مصیبتوں سے نجات دیتے تھے تو کیا اب یہ اپنا دکھ و روتھ کو نہیں بتا سکتے کہ ان کے ساتھ یہ سلوک کس لئے باجوہ ذرا اس بڑے بت کو توڑ دیکھو جو کندھے پر گلہاڑا ہے کھڑا ہے۔ مجھے تو یہاں سے

تو یہ نہیں کسی قسم کا فائدہ یا ٹکٹ کھایا دے سکتے ہیں۔ دھتکارے تمپر اور تمہارے
 تو پتھر پتھر میں تمہاری ایسی انٹی سمجھ پر کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ تم خداوند قدوس
 کو چھوڑ کر ان پتھروں کو پوجتے ہو، لہذا کبرا یہ کیسی کجلی عقلی جو بت پرستوں پر گری و
 ان کے قلعہ کو چور چور کر گئی بس! حق و حقانیت کا ایک دم فیصلہ ہو گیا۔ بس
 قسم کے مزید بحث مباحثہ کی ضرورت نہ رہی حضرت ابراہیم نے بت پرستوں کے
 سامنے بت پرستی کے برخلاف اور حق پرستی کے حق میں علمی دلیل بیان کئے
 وہ بت پرستوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ آخر حضرت ابراہیم نے ان کے بتوں کو چور چور
 کر کے ان کے سامنے بت پرستی کی بطلان اور خدا پرستی کی تائید میں عمل دلیل
 پیش کی۔ جو قاطع و ساطع ثابت ہوئی۔ قرآن مجید علمی و عقلی دلائل سے کام لیتے
 تعلیم ضرور دیتا ہے۔ مگر نوبی کی بات یہ ہے کہ جہاں علمی و عقلی دلائل بھی ناکام
 ثابت ہوں وہاں وہ علمی دلیل کا بے خطا گواہ کر بطانت کو پاش پاش کر دے
 اس دلیل ساطع و برہان قاطع کی دوسری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
 ہی متعلق دی گئی ہے۔ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی
 تھے۔ عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ وہ عیسائی تھے۔ دونوں فریق حضرت ابراہیم کو
 اپنی اپنی طرف کھینچتے تھے۔ قرآن مجید نے دونوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے
 کے لئے یہ علمی دلیل پیش کی کہ:-

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا
 وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ

اتَّبَعُوا ۚ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ لَهُ ۖ (۱۶۰)

ابراہیم نہ یہودی تھا نہ عیسائی بلکہ وہ تو س قسم کے جھگڑوں سے بچ کر حنیف خدا کا پست
 دِ سلم تھا۔ اور وہ خدا کے ساتھ کسی کو یہودیوں یا عیسائیوں کی طرح بطور بیٹے
 کے شریک نہیں مانتا تھا سچی بات تو یہ ہے کہ ابراہیم پر جس ان لوگوں کا دعویٰ
 با دلیل و با ثبوت ہو سکتا ہے۔ جو اس کی تعلیم کی پیروی کرتے ہوں۔ جو اس کی پیروی
 نہیں کرتے۔ ان کا یہ کہنا بلا دلیل و ثبوت ہے۔ یہ ایک علمی و عقلی دلیل ہے
 جو قرآن مجید نے یہودیوں اور عیسائیوں کے حصرت ابراہیم کے تعلق جھگڑے کا

فصدہ کرنے کے لئے پیش کی اور صاف ظاہر ہے کہ اس دلیل کا عیسائیوں اور
یہودیوں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ مگر پھر بھی وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ ان
کی ضد کو توڑنے کے لئے اب قرآن مجید علی دلیل پیش کر سنے پر مجبور ہوا اپنا پتہ
وہ یہ بتاتی کہ :-

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَحْجُونَ فِي آيَاتِ هَيْمَةَ وَمَا أُنْتِ التَّوْرَةُ
وَالْإِنْجِيلَ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ ۴۷

اے یہودیو اور اے عیسائیو! تم اس بات پر کیوں ہٹ کر رہے ہو۔ کہ ابراہیم یہودی
تھا۔ یا عیسائی تھا۔ اے یہودیو! تمہارے مذہب کا دار و مدار توریت پر ہے اور اے عیسائیو
تمہارے مذہب کا دار و مدار انجیل پر ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم کے وقت
میں نہ تمہاری توریت کا کہیں نام و نشان تھا۔ نہ تمہاری انجیل کا۔ بلکہ ان کتابوں کا
ابراہیم کے بہت عرصہ بعد ظہور ہوا۔ جب یہ بات ہو تو ابراہیم کو یہودی یا عیسائی نہ
کہا جاسکتا ہے۔ یہ تو ایسا مولیٰ سی بات ہے کیا تمہیں خدا نے اتنی بھی عقل نہیں دی
کہ اس مولیٰ سی بات کو جو ایک تواریق و تہذیبوں کی بات ہو کہ
هَآأَنْتُمْ هَآؤِلَآءُ حَآجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِدِلَالَةٍ فِيمَا تُخَاجُّونَ
فِيمَا الْبَنَسَ بَكُمْ بِهِ دِلَالَةٌ

میں تو یقینی دلائل سے بخوبی آگاہ ہوا اور جانتے ہوں۔ اور اس توریت و انجیل کا ظہور
ابراہیم کے بہت عرصہ بعد ہوا۔ مگر پھر بھی تم جان بھکر ابراہیم کے یہودی یا عیسائی
ہونے کے خلاف کوشش کرتے چلے جا رہے ہو جب تم ایک امر و واقعہ کو جاننے ہوئے
بھی اس کے برعکس ثابت کیجیے۔ باز نہیں آتے ہو تو تم ان باتوں کے متعلق بن کا
تجربہ تک نہیں ہے۔ بن کا بھی کچھ جانتا کہ اس سلسلہ صواب ہے۔ اس مولیٰ بل
کے ذریعہ تو ان مجید بنے یہودیوں و عیسائیوں کے اس جھگڑے کا دور رسدہ
ہیم کے پاس سے میں کرتے تھے یا کرتے ہیں۔ مگر توڑ دو۔۔۔ یہ بات ثابت
کریں کہ توریت و انجیل کا ظہور حضرت ابراہیم سے پیشتر ہوا۔ بن ہر میں وہ یہودی یا
عیسائی نہ تھے۔ مگر چونکہ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ بن ہر میں انکی اعوانی بھی سرزد
نہو سب سے تو ان مجید یہودیوں و عیسائیوں کے جھگڑے کا جو کہ وہ صرف یہ

لیکن اگر باوجود اس کے تم اب بھی کتھ جی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہو تو پھر
 ذرا سیدان میں آکر فیصلہ کر لو۔ اس فیصلہ کے لئے اسے یہودیوں اور اسے عیسائیوں
 تم اپنے بیٹوں کو اپنی بیٹیوں کو اور اپنے آپ کو سیدان میں لے آؤ۔ ہم بھی اپنی بیٹیوں کو اور
 اپنی بیٹیوں کو اور اپنے آپ کو سیدان میں لے آتے ہیں۔ اسے یہودیوں کو تم مسیح
 کی پیدائش کے متعلق حضرت مریم صدیقہ پر بہتان باندھتے ہو سچ بتاؤ کیا تم سچ
 بتاؤ۔ تمہاری بیٹیوں اور تم میں سے خود کوئی اسی طریقہ سے پیدا ہوا ہے۔ اگر
 تم مسیح اور اس کی والدہ صدیقہ کو بدنام کرنے کے لئے جھوٹ موٹاں کہہ دو گے
 تو تمہارا کی لعنت ہوگی جب تم اپنے بیٹوں اپنی بیٹیوں کو اور اپنے آپ پر
 براہم لگنا پسند نہیں کرتے ہو تو کس قدر شرم کی بات ہے کہ تم یہی انعام
 مسیح اور اس کی والدہ پر لگاتے ہو۔ اسی عیسائیوں کو تم مسیح کی معجزانہ پیدائش
 سے روک رہے ہو۔ بتاؤ تمہاری بیٹیوں اور تم میں سے خود کوئی بھی خود
 ہر چیز پر غور کیا ہے۔ اگر تم سچ کی معجزانہ پیدائش کو ثابت کرنے کے
 لئے اس سوال کا جھوٹ موٹاں میں جو بے دودھے تو بادیکھو کہ بعد تو ہر شخص کی
 حلف ہوتی ہے۔ کوئی ہے تم میں جو یہ کہہ سکے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا ہے پس
 جب ایسا نہیں ہے۔ تو پھر تم مسیح کی پیدائش کے متعلق فتعل تبکڑ کیوں کر رہتے
 مسیح عیسیٰ عدم کی پیدائش کے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں کے ہٹکڑے کا
 فیصلہ کر نیچے لئے قرآن مجید نے دلیل واضح دربربان قیاس کا جو حرمہ آج سے ہر سو
 سال بشیر سے مل گیا تھا وہی ملے ہیں اب بھی اس قدر سے کا فیصلہ کر نیچے لئے
 جس حرمہ یہودیوں کا بہتان اس قدر خفاک نہیں تھا بقدر کہ عیسائیوں کا یہ کہنا
 کہ خداوند ماسی کہنے کے وہ خضر کا پیدا ہوا تھا یحییٰ ماسیوں کے اس دعویٰ کو رد کرنے
 کے لئے وہاں علی باپ کے حدود قرآن مجید نے ایک دوسری دیسی دی درمیا کر
 لی یسوع لہذا ذلک ولہ فتلک صاحبان بیت۔ الانعام۔ ۱۴۳

جو وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ مسیح خدا کا بیٹا ہوا ہوتا نہیں ہے یہ کہہ رہے ہیں کہ خدا کے بیٹے
 نہ ہو سکتے ہیں۔ مگر خداوند اقدس یہ کہہ کر خدا کے بھی عورتوں کی بیٹیوں کو اس قدر
 کہیں یہ کہہ رہے ہیں کہ مسیح نہیں ہے۔ اس سے صرف یہ نہیں کہ عیسائیوں کے اس

دعویٰ کی مکمل تردید ہو گئی۔ جو یہ کہتے ہیں کہ مسیح خدا کا بیٹا تھا۔ بندہ اس سے یورپ شیشیا
 افریقہ اور امریکہ کے ان لوگوں کے خیالات و اعتقادات کی بھی تردید کرتی جو اپنے اپنے
 دیان دین کو یا اپنی قوم کے بڑے آدمیوں کو روح القدس یا خداوند خدا کہتے
 اور بغیر انسانی باپ کے پیدا شدہ مانتے تھے یا مانتے ہیں۔ قرآن مجید نے ایسی
 ماں یا اکیلے باپ سے پیدا ہونے کے مسئلہ کی تردید کر دی اور کہہ دیا کہ اگر خدا کو بھی دنو
 واندہ پٹا پیدا کرنے کی ضرورت پڑے تو اسکو بھی بیوی یا عورت کی ضرورت پڑے گی۔
 جب خدا بھی اولاد کی پیدائش کیلئے اپنے لئے جوڑے یا بیوی کا ہونا ضروری ہوتا
 ہو۔ تو کیا جن عورتوں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بغیر کسی غوندہ کے پیدا
 ہوئے تو خدا سے بھی فضل مان لیا جاوے اور یہ سمجھ لیا جاوے کہ خدا کو تو بیٹا پیدا کرنے
 لئے دنو واندہ جوڑے یا جوڑ کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ مگر ان عورتوں کو جن کے
 متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بغیر خداوند کے بیٹے جنے۔ مرد یا جوڑے یا خدا
 کی ضرورت نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ خدا سے بھی افضل اور طاقتور تھیں۔ فتوہ
 باللہ من ذالک۔ ایسا ماثلاً قرآن پاک کی تعلیم اور سنت اللہ کے نفسی بقدرت
 ہے پس قرآن مجید نے دلیل واضح و برہان قاطع لئے ذریعہ اس بات کا فیصلہ کر ڈالا
 کہ مرد بغیر عورت کے اور عورت بغیر مرد کے اولاد پیدا نہیں کر سکتی۔ وہ نہیں کر سکتی
 بلکہ اولاد کی پیدائش مرد اور عورت دونوں کے ملاپ سے ہی ہوتی ہے۔ یہی خدا کا
 قانون ہے۔

مگر یہ جیسا ان لوگوں نے مسیح کو خدا کا بیٹا یا اس کو مجسم الہی بتانے میں جو
 بھاری فائدہ یہہ سوچا ہو کہ جب انسانوں کو یہہ کہا جاوے گا کہ بھاری ہدایت کیلئے نہیں ہے
 جیسا انسان نہیں بلکہ خود خدا مجسم ہو کر آیا تو وہ مارے دور کے بھانڈے کے لئے عزت
 جذبہ سے متحرک ہو کر فوراً اس کو اپنا نجات دہنہ تسلیم کر لینگے۔ بہت پرست لوگ شہداء ہیں
 کا اعتراف بھی کرتے تھے کہ اگر خدا کو بھاری ہدایت کیلئے کوئی رسول بھی بھیجا تھا
 تو وہ خود آتا۔ یا فرشتوں کو بھیجتا۔ اس خیال کی بطلان کو خدا ہرگز نے کہتے قرآن
 مجید نے ایک سیدھی مگر کٹ دین شریقی اور بھانڈے۔

قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مِثْلُكَ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَرَسُنَا

عَلَيْهِمْ مِنَ اللَّهِ مَلَائِكَةٌ مُنْزِلَةٌ رُوحُ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ - ۱۱۷
 عزیزین پر فرشتوں کی بادی ہوئی دیوی اسپر آرام سے چلنے پھرنے والے ہوتے تو ہم انکی بہت
 کیسے غم و غم و غم ہی نازل کرتے۔ مگر وہ فرشتہ کس شکل میں آئیں گے ہر ہوتا یسٹو
 وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكَ جَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَيْنَا لَهُمْ قَائِلَتَانِ
 (پٹ۔ الانعام۔ ۱۱۷) +

گدہ ہر ان کے کہنے کے مطابق فرشتہ بھی جیسے تو وہ بھی ان کے پاس ہمارے ہی
 محل میں آتا۔ اس صورت میں بھی وہ یہی ہٹا کرتے رہتے۔ جو کہ وہ اب کر رہے
 ہیں۔ پناہیچہ اس کا ثبوت عیسائیوں کا مسیح کے متعلق اعتقاد موجود ہے کہ انہوں
 نے قرآن پاک کی مکرورہ نصیحت سے فائدہ نہ اٹھا کر مسیح کو خدا کا بیٹا بلکہ خدا کا تجسم تک پہنچنے
 کا تجربہ کرنا چاہا۔ مگر انکو اس تجربہ میں ناکامیابی ہوئی۔ اور اس تجربہ کا نتیجہ دیہی برآمد ہوا۔
 جو تو ان عہد کے بیان روایا ہے۔ سی طرح توحید باری تعالیٰ کے بارے میں قرآن پاک
 بکس سے ہی دیس دیتا ہے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا لِلَّهِ لَفَسَدَتَا - ۱۱۸

عزیزین و آسمان میں بہت سے خدا ہوتے تو دونوں کا نظام کبھی کا الٹ پٹ گپ ہوتا
 خدا کی توحید کے متعلق کیا مزید دلیل ہے۔ نہ صرف دلیل بلکہ اس کے ساتھ ہی ان
 دونوں کو بہت سے سمجھانے میں پہنچ بھی موجود ہے کہ :-

أَمْ تَتْلُوهُمْ أُخْرَىٰ دُونَِ اِهٰذَا فَتَنْكُرُوْنَ - ۱۱۹

اور کیا تم ان کو دوسری بار پڑھتے ہو کہ تم نے پہلے پڑھا ہے جیسے ہیں۔ انکو
 پہلے ہی کہنے والوں کے ثبوت میں یہ نہیں۔ قرآن مجید جو سند پیش کرتا ہو سکتے ہیں
 ہیں وہ اس درجہ میں جتنا ہیں ان کے ذہنی کو کر دیتا ہے تو دلیل برہان کے یہ
 قرآن انہیں اپنی دعوے پیش کرتے ہیں تو قرآن میدان سے دلیل برہان نکلتا ہے اور غرض
 علم برہان برہان کے بغیر قرآن مجید نہ ہو کوئی قدم اٹھاتا ہی نہ دوسرے ٹھکانے دیتا
 وہ وہی جیسا کہ قرآن میں ہے۔ اگر مشافہت ان کے سامنے سر نہ کرے۔ اور بہت ہی
 دیکھیں کہ جو یہ دیکھتے ہو کہ تو وہ اپنی تخریج بھی انکی دلیل کا ہتھیار کرتا ہو۔ اور
 ان کی کتاب میں ان کے پاس قرآن مجید ہو دین دینا ہے۔ یہ سب کے

شعلق مباحثہ و مناظرہ کی جامع و مانع کتاب ہے۔ وہ قدم قدم پر دلیل و برہان سے کام لیتا۔ اور دلیل و برہان کا غالب کرتا ہے۔ قرآن پاک دلیل و برہان کا اس قدر شوق ہے کہ وہ اپنا نام ہی برہان رکھتا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ ذُنُوبُكُمْ تُغْفِرُهَا

لَكُمْ ذُنُوبُكُمْ يُغْفِرُهَا رَبُّكُمْ ذُنُوبُكُمْ يُغْفِرُهَا رَبُّكُمْ ذُنُوبُكُمْ

سے گو کہ دیکھو! تمہارے خدا کی طرف سے تمہارے لئے یہ برہان آیا ہے کہ تمہاری گناہیں وہ نوری جو سر تک پہنچا کر دیتی ہے۔ یعنی وہ برہان ہے کہ قرآن مجید کا نام ہی برہان ہوتا ہے۔ صورت میں کب تک کہ وہ خود کوئی بھی بات بغیر برہان کے کرے۔ یا ہی بھی دعویٰ کہ بغیر برہان کے تسلیم کرے۔ چنانچہ وہ جا بجا دلیل و برہان کا ہی مطالبہ کرتا ہے۔

(۱)

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ فَهُوَ سَعْدٌ مِمَّا يَدْعُونَ

وہ شخص جو خدا کے سوا کسی دوسرے معبود سے دعا کرتا ہے وہ اپنے اس فعل کے حق ہونے پر کوئی برہان قاطع نہیں رکھتا۔

(۲)

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصْرَانًا تِلْكَ الْأَمْثَلُ لِمَن قُلَّ حِلْمٌ هَآؤُلَآئِ هَآؤُلَآئِ هَآؤُلَآئِ

طَبَقَاتٍ - ط - البقرة - ۶۱۳

یہودی کہتے ہیں کہ یہودیوں کے سوا کسی کوئی دوسرا شخص اور عیسائی کہتے ہیں کہ عیسائیوں کے سوا کسی کوئی دوسرا شخص بہشت میں نہیں جائیگا مگر یہ سب ان لوگوں کے خالی دھوکے اور خیالی پادوس ہیں۔ وہ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں دے سکتے۔ اگر دیکھتے ہیں کہ ان کا یہ دعویٰ سچ ہو تو ان کو پہنچا دو۔ کہ نور وہ ہے جو دعویٰ کی تائید میں کوئی برہان قاطع تو پیش کریں۔ مگر وہ ہرگز کوئی دلیل نہیں دے سکتے۔ یہ تو دعویٰ ان کے دعوے کی صحت۔ اب یہ حقیقت کیا ہے۔

بَنِي مِثْلِهِمْ وَهُوَ أَحْسَنُ فَمَنْ جَاءَهُ عِنْدَ رَبِّهِ

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ رَافِعًا

حقیقت یہ ہے کہ میں شخص نے خود خود نہیں کے آگے سر نہیں خم کر دیا۔ اور وہ ایک
 کام کرنے والا بھی ہے۔ وہ خواہ یہودی ہو۔ خواہ غیر یہودی۔ خواہ یہودی ہو۔ خواہ غیر
 یہودی۔ ہر ایک ایسا خدا پرست اپنے اعمال کی جزا خدا کے ان پائیکو اور جسے
 می نیم کار لوگ ہیں۔ بہشت میں جانیو، لکے ہیں یہاں انکو نہ کسی قسم کا ٹکٹ ہوگا
 نہ یہی والہم۔ سبحان اللہ۔ قرآن پاک سے من لین کہ دعویٰ بدل بدل کو کاٹ دیا
 اور ان کے مقابلہ میں اپنا دعویٰ حبر ان تو طعنے کو پیش کر دیا۔ جو بھڑکتا ہے ہ
 کلیہ کے ہے۔ اور نکٹ ہے۔

(۴)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَنْشَأَ سَمَائًا وَمَا اَنْشَأَ مَا اَنْزَلَ

اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ عِلْمًا وَفِیْهِ عِلْمٌ ۝

ایمان رہنے اور اپنے باپ و دوان سے گھر سے سے شہادت نام کے توفیق عبادت
 کے، اس میں پیر سے سے اللہ تعالیٰ کرتے ہو۔ عانا کہ امر و انہ یہ سے نہ تکرانی
 بذات خود ای پیر سے سے کبر کے حق ہو سہیں نہ۔ سے یوں ہی بل پس ہی
 تیری دہیں کا تو کہن ہی سہ ہے۔

(۵)

وَالَّذِي اَنْشَأَ سَمَائًا وَمَا اَنْشَأَ مَا اَنْزَلَ

اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ عِلْمًا وَفِیْهِ عِلْمٌ ۝

اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ عِلْمًا وَفِیْهِ عِلْمٌ ۝

یعنی لوگ کہتے ہیں کہ خدا سے بیٹا بنا رہا ہے۔ خدا کی ذمہ داری میں لوگ
 سے پاک ہے۔ اس کو اعدا و منبر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جو پیر میں اس
 میں سے سب اسی کا ہے۔ دو اشک پیہہ ہے میں نہ خدا سے، نہ اس کی
 بہرہ گاہ اس کو صلیح دو کہ کچھ کہتے ہو۔ وہ اس کے لئے ہے کہ اس میں کس
 مشر و۔ وہ نہ خدا کے حق مانیں کہ میں نہ خدا سے۔

(۶)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَنْشَأَ سَمَائًا وَمَا اَنْشَأَ مَا اَنْزَلَ

كَبُرَتْ لِقَاءُ رَحْمَتِ اللَّهِ وَرَحْمَةِ رَأْسِ الْاٰلِذِيْنَ اٰمَنُوْا ۝۲۰
 وہ بہت پرست جو خدا کی آیتوں میں فتنوں جھگڑا کرتے ہیں۔ اور کوئی دلیل محکم پیش نہیں کرتے۔ ان کا یہ فعل خدا اور خدا پرستوں کے نزدیک محض حماقت ہے +

(۷)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَّجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيَاتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَنْتُمْ اِنْ
 فِیْ صُلٰتٍ رَّحِمَ الْاَكْبَرُ ۝۲۱
 وہ لوگ جو خدا کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں۔ مگر کوئی دلیل محکم پیش نہیں کرتے۔ دشمن
 شخصی ہو رہے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں +
 وَكَیْفَیْذٰنْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا یُتْرٰكُ بِهٖ سُلْطٰنٌ وَمَا لَیْسَ
 لَیْسَ بِهٖ عِلْمٌ ۝۲۲
 کیا یہ دونوں خدا کے سوا جس پر سبب و دلیل پوجا کرتے ہیں وہ اپنے اس فعل
 کو نہ تو دلیل و برہان کے ذریعہ درست ثابت کر سکتے ہیں۔ نہ ہی علم و عقل کے ذریعہ۔
 ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن مجید نے خوب کہا ہے کہ :-

اَمْ تَحْسَبُ اَنْ اَكْثَرُهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ۝۲۳
 كَا لَآتِیَافٍ مِّنْ دُوْنِ مَا ضَلُّ سَبِیْلًا ۝۲۴
 وہ لوگ جو نہ تو حق و حقیقت کی باتوں کو کان دھر کر سکتے ہیں۔ نہ ہی علم و عقل کے ذریعہ
 برہان سے کام لیتے ہیں۔ کب نہ بتایا کرتے ہو کہ وہ انسان ہیں، ہرگز نہیں۔ ایسے
 لوگ نشان نہیں۔ بلکہ ڈنکروں میں۔ بلکہ ڈنکروں سے بھی گئے اندھے۔ ایسی تباہی کی
 موجودگی میں اگر کوئی مسلم یا غیر مسلم یہ کہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنے فضل و کرم سے
 میں علم و عقل یا دلیل و برہان سے کام لیتے ہیں۔ جانتے ہیں۔ یہ تو سمجھنا چاہیے
 کہ وہ نفسِ اسلام اور قرآن مجید پر بے جا الزام لگا رہے ہیں +
 اعرافی۔ اس پہلو میں مبرے تمام خشوک کا ازرا ہو گیا۔ اب میں آپ سے ایک
 اور سوال پوچھنا چاہتا ہوں +
 مسلم۔ بڑے شوق سے +

چوتھی فصل

جنگ اسلام

اعرافی یہ بتائیں گے کہ سیدہ کی بیٹی بعلہ عقیقہ دیں وہ ہاں پرچی
نہ پرچی میں قرآن مجید کو کلام ہی نہ کیے تیار نہیں ہیں۔
تسلیم۔ آخر اس کی وجہ؟

اعافی۔ اس کی بڑی بہاری وجہ تو یہ ہے کہ قرآن مجید نے ہمارے جنگ جس دور
قدس و غارت کی تسلیم ہی ہے۔ اور خدا نے ہم میں ایسی تسلیم کا موجود ہونا نہایت
معیوب ہے۔

تسلیم۔ قرآن مجید نے جنگ و جدل کی تعلیم تو ہر جگہ دی ہے۔ مگر کیا آپ نے
اس بات پر بھی غور کیا کہ اس نے جنگ و جدل کی منہ مارتیں اچانک سے
نی ہے؟

اعرافی۔ میں نے تو یہی سمجھا ہے کہ سہانہ زبان ہیں کافروں کو پا میں رکھ
دیتے ہیں۔ اور ان کا دل بے رحم ہے۔

تسلیم۔ آپ نے مرث سنا ہی ہے، یا قرآن مجید کا صاف یہ نہیں سنا ہے
اور ان کی بے رحمی کا پیش سے سر نہ دی صاف جانتا ہے۔ اس سے تو سیدہ نے
نہت ہے۔ وہ کافروں کے، روم کے، یزید کے، زرارہ کے، ربا کے، سی کے
ہیں اس کو ظاہر ہی مانے سے ثابت ہوں

تسلیم۔ یہ بات تو قوی نہیں رہے۔ دیکھئے کہ قرآن مجید کو مری نے یا
نہایت میں سرست آپ سے کہہ دوں گے۔
اعرافی۔ ہر سے تو یہ ہے۔

مسلم۔ فرض کیجئے کہ آپ اپنے آرام و گھر میں اپنے بال بچوں کے ساتھ آرام کر رہے ہیں۔ کہ استغنی میں ڈاکوؤں اور بد معاشوں کا ایک گروہ آپ کے کمان پر ڈاکہ مارتا ہے۔ اور آپ کو یا آپ کے بیوی بچوں کو قتل کرنے کے درپے ہے۔ اور آپ کے ماں، متاع کو بھی آپ سے چھین بیٹا ہے۔ کیا ایسے ڈاکوؤں کے حق میں آپ دعا فرمائی کریں گے۔ یا اپنی اور عیال و اطفال کی جان دریاں متاع کی حفاظت کے لئے ڈاکوؤں کا مقابلہ کریں گے؟

اعرافی میں ڈاکوؤں کا یقیناً مقابلہ کرونگا۔

مسلم۔ کیوں؟

اعرافی۔ اس لئے کہ اپنی اور اپنے عزیز و اقارب اور مال و متاع کی حفاظت کرنا اور ان کو دشمنوں کی دست برد سے بچنا فطرتی تقاضا ہے۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو مجھ میں اور ایک پتھر کے ٹکڑے میں کچھ فرق نہیں ہوگا؟

مسلم۔ آپ کا خیال بالکل صحیح ہے۔ اب اسی اصول کو مد نظر رکھ کر قرآن مجید کی ان آیات کا مطالعہ کیجئے جو جنگ و جدال کے متعلق ہیں۔ مثلاً

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بَأْتِهِمْ ظُلُمًا أَدْرَأَتِ اللَّهُ عَلَى

نَصْرِهِمْ لَقَدْ رَأَىٰ مِنَ الْإِثْمِ أَخْذًا جُثَاثًا ۚ يُؤْمِنُونَ بِيَوْمِ يُنْفَخُ

الْحَبُّ ۖ وَإِنَّ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ عَالِمُ الْغُيُوبِ

حق اِن بَقُوْا رَتَبَاتُ اللّٰهِ۔ الحجہ ۶۷

یعنی جن مسلمانوں پر دشمنان اسلام ظلم کرتے ہیں اور ان سے محسن اس بنا پر جنگ کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا و وحدہ لا شریک کے ماننے والے ہیں۔ اور اسی کلمہ حق کی خاطر دشمنان اسلام مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں ایسے مظلوم مسلمانوں کو بھی خدا کی طرف سے کھلی اجازت ہے۔ کہ وہ ایسے ظالموں کا مقابلہ کریں۔ ظلم کی ابتدا کفار کی طرف سے ہوتی ہے۔ مسلمان صرف مدافعت کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ ایسی مدافعت جنگ کے شوق آپ کیا رائے دینگے؟

اعرافی۔ میرے خیال میں اس قسم کی مدافعت جنگ ایک فطرتی تقاضا ہے۔ اگر مسلمانوں کو حفاظت نفس کے لئے ہی جنگ کرنی پڑے۔ تو میں انکو باطل حق بجانب سمجھوں گا۔

مسلم بہت اچھا۔ اب قرآن مجید کی دوسری آیت لیجئے۔
 قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ
 لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ البقرة ۱۹۰

جو جنگ تم سے جنگ کرے میں۔ تم بھی فی سبیل اللہ ان سے جنگ کرو۔ مگر جاہانہ
 کارروائی نہ کرو۔ کیونکہ خدا اس قسم کی زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یوں
 خدا سب آپ کا اس پر کیا اعتراض سے
 اعتراضی۔ کوئی اعتراض نہیں۔ یہ بالکل ٹھیک تعلیم ہے۔
 مسئلہ بہت بہتر۔ اب دوسری آیت دریجئے۔

لَا تُقَاتِلُوا مَنْ تَكُونُ أَيْمَانُهُمْ وَهَمُّوْا بِإِخْسَارِ
 أَلْسِنَتِكُمْ رَفُوعٌ بَدَأُكُمْ أَذَلَّ مَرَجٍ۔ النوبتہ ۱۰

جس لوگوں سے عہد پیمان کو ٹھاک میں دیا ہو۔ وہ ہوں۔ اللہ کے رسول
 کو اس کے دین سے بے وطن کیا ہو۔ اور بدو جو سہ ماہیوں کے ساتھ چھوڑ دیا
 کی بات کی ہو کیا وجہ سے کہ ایسے لوگوں کے پیچھے کوئیوں کے کہ سہ ماہی
 تاکہ نہ کی جاوے؟

یہ ایک نہایت ہی نفوس درشت ضروری سوال ہے۔ کہے آپ بے
 جواب اس سوال کا کیا جواب ہے؟

عراقی۔ اس سوال کا جواب سورس کے دوسرے کوئی نہیں ہو سکتا کہ یہ
 خدا کے درجہ عہدہ لوگوں کے ساتھ جنہوں نے اپنے تمام قوت و قہر و روہ سے ہاتھ
 رکھ کر جنگ کی بات کی۔ کیفیت یہ ہے کہ جنگ ہوتی چاہے کوئی قوت سے
 نہایت سہ ماہیوں کو اس قسم کی جنگ کے لئے سوز داتا نہیں رہتا۔
 مسلم بہت بہتر۔ اب دوسری آیت دریجئے۔

وَأِنْ تَكَفَرُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعْنُوا فِي
 دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَلِئِمَّةُ الْكَفَرِ۔ ۱۱

وہ لوگوں سے عہد پیمان کے متعلق اپنے عہد پیمان کو ہاتھ سے حق
 کہیں۔ اور مسلمانوں کے مذہب سے بدعت میں بدعت کرنے لگ جائیں۔

ایسی صورتیں قیام میں و تحفظ دین کی خاطر ایسے مفسدین کے ساتھ جنگ و
جہاد صاحب باپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں ؟
اعراق میں سے خباثتیں چونکہ عہد شکنی پیرسوں کی طرف سے ہوئی۔ اور یہی
معاہدہ میں پچھڑا ہوا یاد نکال کی ابتدا بھی ان سے ہی ہوئی۔ ایسی صورتیں
سب سے گریز کرنی اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے حملہ وروں کے حملہ نکالنا
جواب نہیں تو وہ بالکل علی بجانب ہوں گے۔
مسلمہ بہت خوب باپ ذرا اور آگے چلے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تَعْلَمُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ
مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ يَقْتُلُونَ ذُرِّيَّتَهُمْ
خَشْيَةَ إِبْرَاهِيمَ حَتَّىٰ قَالَتْ أُنثَىٰ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْلِمُونَ

کیا تم ایسے فحاشوں کے ساتھ نہیں لڑو گے جو کسی شہر کے کمزور اور بوڑھے مردوں
اور عورتوں اور چھوٹے بچوں پر زیادہ تر رہے ہیں۔ اور وہ غلط مرد بھرتہ کے
حضور میں رد و کریم فرمایا کر رہے ہوں کہ اسے مولا کہہ! تو ہمیں ایسے فحاشوں
کے پیچھے سے بھاگتے دیکھ رہیوں صاحب باپ اس سوال کا کیا جواب دینا
اعراقی میں اس کا ہی جواب دوں گا کہ یہ فحاشوں کے پیچھے سے کمزور و بڑے
مردوں اور عورتوں اور بچوں کو ہی تاہر یک ہند انسان کا فرض ہے۔
اس کی ادائیگی میں اگر جنگ بھی کرنا پڑے تو مضائقہ نہیں

مسلمہ بہت بہتر جواب دوسری آیت اور ہے۔
أَلَمْ يَنْعَاهُ اللَّهُ هَذَا تَمَّ مِنْ الْمُتَرَكِّبِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْكُمْ سَبْعًا
وَلَمْ يَطْهَرْهُ أَحَدٌ مِنْكُمْ أَمْدًا وَاقْتُلُوا لِيُكَبَّرَ عَمَلُهُمْ
بِسَبْعَةِ نِسَاءٍ نَحْنُ نَحْنُ

جن سات بیویوں نے تمہارے ساتھ عہد نامہ کیا ہے۔ اور انہوں نے اس
عہد نامہ کو توڑا نہیں ہے۔ اور نہ ہی انہوں نے اپنے عہد کے مطابق تمہارے
برفانہ کسی کو جگہ میں مدد دی ہے۔ تو تم بھی اس عہد نامہ کے لئے جتنی مدت
کے لئے کہیں جاگیا ہے۔ مدد دے۔ کیوں صاحب اس پر کوئی حشر نہیں؟

اعوانی کوئی عرض نہیں۔

تسليم۔ اب ذرا دوسرے پہنچیں دیکھتے قرآن مجید میں رب العزّة کا نام ہے۔
 ذٰلَکَ الَّذِیْ اٰتٰیہُ الْکِتٰبَ الْغٰیثَ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَوْتِ وَیُخْرِجُ الْمَوْتِ مِنَ الْحَیِّ وَیُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَوْتِ
 ذٰلَکَ الَّذِیْ اٰتٰیہُ الْکِتٰبَ الْغٰیثَ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَوْتِ وَیُخْرِجُ الْمَوْتِ مِنَ الْحَیِّ وَیُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَوْتِ

ترجمہ: اس سال میں صلح کی طرف اشارہ ہوں تو تم بھی فوراً صلح پر آمادہ ہو جاؤ۔ اور
 یہ بھی ہے کہ وہ ایشہ ہو کہ وہ صلح کے پردے میں نہیں دیکھ کہ دین چاہتے ہیں تو
 یہ صلح ہے۔ رب العزّة تمہارا حامی و ناصر ہے۔

کہوں یہاں صلح اس کے بڑے دشمنان سلام اور کہا چھ۔ میں یہ بات
 تو یہ فرماتا ہے کہ وہ خود ہر سے ساتھ بھولی صلح بھی کرنا چاہتے ہیں۔ اور
 ان کے دلوں میں دیکھ کہ اور فریب ہو۔ مگر اس صورت میں بھی ان سے
 صلح ہو گئی۔ یہ کیا عجز و ضلالت ہے؟

اعوانی میں نہیں بدلتا اس سے بڑھ کر صلح، اور میں پسندوں کی نہیں۔ اس
 صلح سے یہ نہایت ہی شریفانہ و شہیدانہ ہے۔
 تسليم۔ مگر ذرا دیکھتے رب العزّة فرماتا ہے۔

ذٰلَکَ الَّذِیْ اٰتٰیہُ الْکِتٰبَ الْغٰیثَ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَوْتِ وَیُخْرِجُ الْمَوْتِ مِنَ الْحَیِّ وَیُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَوْتِ
 جَعَلَ الْبَدَلَ لَکُمْ عَدُوَّکُمْ وَیُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَوْتِ وَیُخْرِجُ الْمَوْتِ مِنَ الْحَیِّ وَیُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَوْتِ

ترجمہ: وہ تو ان کے بدلے میں تمہاری قوم کو نکال دے گا۔ اور وہ تمہاری قوم کو نکال دے گا۔
 اور جو تمہاری قوم کو نکال دے گا۔ اور وہ تمہاری قوم کو نکال دے گا۔
 اور جو تمہاری قوم کو نکال دے گا۔ اور وہ تمہاری قوم کو نکال دے گا۔
 اور جو تمہاری قوم کو نکال دے گا۔ اور وہ تمہاری قوم کو نکال دے گا۔
 اور جو تمہاری قوم کو نکال دے گا۔ اور وہ تمہاری قوم کو نکال دے گا۔

اعوانی میں نہیں بدلتا اس سے بڑھ کر صلح، اور میں پسندوں کی نہیں۔ اس

ترجمہ: وہ تو ان کے بدلے میں تمہاری قوم کو نکال دے گا۔ اور وہ تمہاری قوم کو نکال دے گا۔
 اور جو تمہاری قوم کو نکال دے گا۔ اور وہ تمہاری قوم کو نکال دے گا۔
 اور جو تمہاری قوم کو نکال دے گا۔ اور وہ تمہاری قوم کو نکال دے گا۔
 اور جو تمہاری قوم کو نکال دے گا۔ اور وہ تمہاری قوم کو نکال دے گا۔
 اور جو تمہاری قوم کو نکال دے گا۔ اور وہ تمہاری قوم کو نکال دے گا۔

بغیر بعض سرسری طور پر سمجھا کر کے ہی یہ سچو یا تباہ ہو جائے جو کہ قرآن مجید نے ہم پر سننے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس سے خدا کا کلام نہیں ہے۔ در نہ امر واقعہ تو یہ ہے کہ اپنی اور اپنے لواحقین کی جان کی حفاظت کرنا انسان کو ایک طرف دینے والے کے جانداروں میں بھی قدرت کا بہترین تقاضا ہے۔ اگر نہ اسے حفاظت نہ کرے گا جذبہ بھاندہ رمل میں نہ رہا ہوتا تو آج جو صفحہ آہنی پر ایک جہاند رہی نظر نہ آتا۔ ایک دوسرے کے ہاتھ سے ہڈیاں ہونے لگتی ہیں۔

مسلم ایک کا خیال ہلکا ٹھیک ہے۔ قرآن مجید نے اسی اصول کو یہ نظر رکھ کر ممانعت کی تعلیم دی ہے۔ یہ عالمگیر اصول صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہر نوع انسان پر حاوی ہے۔ رب العزۃ نے خود اسی اصول کی ہمیں تشریح کی ہے کہ

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ يَفْضَهُمْ بَعْضُ لِبَعْضٍ مِّنْ دِينِهِ
وَبَيْنَهُمْ مَّوَدَّةٌ مِّمَّا كَسَبُوا لَهُمْ، لَذَرْنَهُم يَتَّبِعُوا

مگر خداوند کریم انسانوں کو ایک دوسرے کے عملوں سے ممانعت کرنے کی تعلیم دیتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو دینی عیسائیوں کے رُجہ اور عیسائی یہودوں کے عبادت خانے دیکھو، وہی اور عیسائی، دونوں ملکر مسلمانوں کی مسجد پر، ہرگز آئے گا۔ نہ کہ وہاں ہی سے زبردستی لے کر آئے۔ لہذا رب العزۃ نے قرآن مجید کے ذریعہ مسلمانوں کو تعلیم دی کہ وہ جو دینی کی حفاظت کریں، خواہ وہ ان کی بی بیوں خواہ غیر مسلم لوگوں کی۔ اگر کوئی قوم کسی دوسری قوم کو رب العزۃ کی پرستش کرنے سے روکتی ہے، تو یہ ایک ایسی شرارت ہے جو جہنم کا جہل ہے ہی دیکھو خود کیا کہ ہے رب العزۃ نے فرمایا ہے۔

وَصَدْرُ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ وَكَفَرُوا بِدِينِهِ الْمُسْلِمِينَ فَجَاءَهُمُ الْقَتْلُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْبَرِّ وَالْبَرِّ وَالْبَرِّ وَالْبَرِّ وَالْبَرِّ وَالْبَرِّ وَالْبَرِّ وَالْبَرِّ

خدا تعالیٰ عبادت کرنے سے روکے اور خدا کے برخلاف کفر کرنے والوں کو جو کفر میں جا کر تباہ ہو کر رہے ہیں ان پر عذاب فرمائے۔ اور ان کے کفر کے ثمرات کو برباد کر دے۔

ہرم ہے۔ اور یہ ایک ایسی شرارت ہے۔ جو قتل و غارت سے بڑھ کر خوفناک
ہے۔ ایسی شرارت یا فتنہ پر داری کی سزا کیا ہونی چاہئے؟
اعتدائی کسی انسان کو خدا کی عبادت کرے سے روکنا یا اس کو عیب و تنگاہ سے
نشان دینا نہایت شرینک حرکت ہے۔ اس سے بڑھ کر فتنہ پر داری اور
کوئی نہیں ہو سکتی ایسے فتنہ پر دازوں کو جو بڑی سخت سے سخت سزا دیا سکتی
ہو۔ دینی چاہئے۔

مسلم ہیں پوچھتا ہوں۔ ایسے شریر انسان اگر باوجود سمجھانے بھانے کے
اپنی مذکورہ شرارت سے باز نہ آئیں تو پھر کیا کرنا چاہئے؟
عزائی۔ آپ ہی فرمائیے

مسلم۔ میں کیوں فرماؤں۔ خود رب العزۃ فرماتا ہے۔
كَلِمَةً رَّدَّوْا۟ اِلٰی الْفِتْنَةِ اُرْكَبُوْا فِیْهَا فَاِنْ لَا یُعْثِرُوْكُمْ
وَلَا یَنْقُضْ اَلْبَیْعَۃَ السَّالِمَۃَ وَرَکُّوْا اَیَّ اَیْمٍ تَخٰذُوْهُمْ وَاَتَمُّوْهُمْ
حَبِیْبٌ کَفَّفَقُوْهُمْ هُمْ ذَاۤ اِلٰہِکُمْ جَعَلَاۤ اَکْثَرُ حَلٰلٍ لِّہُمْ مِنْ حَبِیْبٍ
مُّبِیْنًا ۝۱۱۱ سُوْرۃ النّٰحِی

مفسرین پر داری ایسے مفسدین کو فتنہ پر داری کے لئے بھڑکانے میں۔ اور
ان کے ساتھ صلہ فتنہ پر داری برقرار رکھتے ہوں۔ اور جو بھی نہیں
سے وہ اپنی مذکورہ رنج و ہنہ حرکات سے باز نہ آتے ہیں۔ اور جس سے
باز نہ آتے ہیں۔ اور اپنی سخت داریوں اور دہشت گردی سے
باز نہ آتے ہوں۔ تو پھر ایسے بد ذاتوں کی بھی سزا ہے۔ کہ جہاں ان مفسدین
کو پکڑو۔ وکیل کی گردن مار دو۔ ایسے بد ذاتوں کی مذکورہ سزا
مذکورہ اس بات کی ہیں دلیل ہیں۔ کہ وہ دہشت گردانہ فتنہ پر داری کو
پھر کب تک صواب اس پر کوئی عذر غلط

عزائی۔ برکت نہیں۔ اس لئے کہ اپنی جبریہ دلی پادش میں تو مذکورہ سزا دینی
از دینی سے وہ حرام ہی ایسے ہیں کہ انکی بیخ کنی بھی دے۔ وہ ہرگز ان مجاہد
ہو یہ خوبی بھی ہے۔ کہ ایسے مفسدین کو پھیلنے خوب سمجھانا چاہئے کہ وہ اپنی

مفسدہ حرکات سے باز آجائیں اور صلح و امن سے رہیں۔ باوجود اس نرمی
مداہفت کے بھی اگر وہ باز نہ آئیں تو پھر ایسے بے مذاقوں کی دی سنرا ہونی چاہئے
جو قرآن مجید نے تجویز کی ہے۔

مسلم۔ صرف یہی نہیں کہ قرآن مجید نے محض لوٹ مار کرنے یا کسی ہمسایہ کا ملک
دبا لینے کی خاطر کہیں بھی تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ اسلام کی تمام
تواریخ اس بات کی شاہد ہے کہ وہ دنیا میں بطور مظلوم کے آیا اور مظلوم کی
صراحت رہا۔ اور مظلوم کی ہی حیثیت میں اس نے اپنی حفاظت کی خاطر ظالموں
کے برخلاف تلوار اٹھائی۔ دنیا بھر کی تواریخ جہان ڈالے۔ اسلام نے وہ
مارکی خاطر کبھی پیش قدمی نہیں کی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ظالموں نے
محض اس بات کے لئے کہ وہ پیغمبر ہو گیا ہے رب ہی و قیوم کی عبادت کرتے
تھے۔ ان کے وطن مالوف سے نکلنے کے لئے مجبور کیا۔ ان کے ساتھیوں کو اسی
جرم میں قتل کیا گیا۔ جو کلمہ گو اپنی جان بچا کر ابی سینیا وغیرہ ممالک میں چلے گئے تھے
ان شریروں نے وہاں بھی انکا تعاقب کیا۔ آخر کار جب یہ بنسٹن ان اسلام
مدینہ منورہ میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ تو ان دشمنان اسلام نے وہاں بھی ان کی
بیخ کنی کی خاطر لشکر کشی کی۔ جب ان کے مظالم ناقابل برداشت ہو گئے تو فرزند
اسلام نے اپنی حفاظت کے لئے تلوار زمین سے نکالی۔ اور تمام عرب کو ایسے
قتلہ پردازوں سے صاف کر ڈالا۔ جب ان بت پرستوں کے حمایتی آتش پرستان
فارسی نے فرزند ان اسلام کو بلا وجہ دق کرنا شروع کیا۔ اور باوجود صلح و امن
کی پہلوں کے وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو فرزند ان اسلام نے فارس
کو بھی ایسے مفسدین سے پاک کر ڈالا۔ اسی طرح جب دوسری طرف سے رومیوں
نے فرزند ان اسلام کی بیخ کنی کے لئے اپنے غرور و نخوت کے نشے سے متاثر ہو کر
عرب پر فوج کشی کی ٹھہرائی۔ اور باوجود صلح و امن کی درخواستوں کے وہ اپنے
مفسدانہ ارادوں سے باز نہ آئے۔ تو فرزند ان اسلام نے بحالت بھڑائی ان
رومیوں کی شرارتوں سے ایشیا کے ایک وسیع رقبہ کو پاک کر دیا۔ اور جب سندھ
ہند نے اپنے ایرانی آتش پرست بھائیوں کی حمایت میں مسلمانوں کو بلا وجہ تلک کرنا

شرع کیا۔ اور باوجود سمجھانے بچھانے کے وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے
 تو مسلمانوں نے اس علاقہ کو بھی ان کی شرارتوں سے صاف کر ڈالا۔ جب پنجاب
 کے راجاؤں نے کابل و غزنی کے مسلمانوں سے بلا وجہ چھڑچھاڑ شروع کی۔ ان تمام
 عہد ناموں کو جو صلح و امن کے لئے مرتب کئے گئے تھے توڑ ڈالا۔ تو مسلمانوں کو
 اس کے سوا اُسے کوئی چارہ نہ رہا۔ کہ وہ اپنی حفاظت کی خاطر عہد شکن لوگوں کے
 پر خد تلواریں بیان سے نکالیں۔ چنانچہ انہوں نے پنجاب کو فتنہ و فساد سے پاک کر دیا
 مگر بھارت و کشمیر کے دیگر راجگان نے اپنے پنجاب کے بھائیوں کی مدد میں علم بلند کیا
 تو مسلمانوں کو بجا لستہ مجبوری ان کے برخلاف تلوار اٹھانی پڑی۔ سرینکہ و بنا بھر
 میں جہاں نہیں بھی مسلمانوں کا بھورنا تھیں کے قدم گیا۔ وہ ان کی اپنی مرضی سے
 نہیں۔ بلکہ دشمنان اسلام کی طرف سے دعوت ملنے پر گیا مسلمانوں نے جمعہ اربعہ
 سے ترک ہو کر کبھی جنگ نہیں کیا۔ اور نہ ہی اسلام دنیوی سطنتیں قائم کرنے کے لئے
 دنیا میں آیا۔ اس کا شن صرف اتنا ہی تھا کہ جس خالق و مالک نے انسانوں کو پیدا
 کیا ہے۔ وہ اسی کی عبادت کریں۔ شجر و حجر و خش و خاشاک کی پوجا سے اجتناب
 کریں۔ صلح و امن کی زندگی بسر کریں۔ زمین میں فتنہ و فساد برپا نہ کریں۔ ایک دوسرے
 کے حقوق کو غصب نہ کریں۔ مگر تب زمین کے فرزندوں نے اسلام کی اس مانی
 دعوت کو سمجھنے سے انکار کر دیا۔ تو زمین کے مالک نے زمین کی بادشاہی کی بدلت
 سدھ کو دیدی۔ اور جب تک وہ اس کے مستحق سمجھے گئے وہ اس کے تسلط و دار
 رہے۔ مگر جب رب العزۃ نے دیکھا کہ وہ اسلام کے نام پر سوکر۔ سدا مٹاؤ نہ
 رہیں۔ تو رب العزۃ نے اپنی مانت ان سے چھپین لی۔ کیونکہ زمین کا مالک
 وہی ہے۔ وہ زمین کو چاہے اس کی حکومت دینے سے۔ درجہ سے چاہے جس سے
 اسے خود یہ فرمایا ہے کہ وگول کو سن و دہ

قُلِ اللَّهُمَّ مَآرِثَ الْمَلَائِكَةِ قَوْلِي الْمَلَائِكَةِ مَنْ لَمْ يَشَأْ وَشَاءَ غ

أَمَّاكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُجْزُو مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ

مَآرِثَ أَنْحَاسٍ۔ اِنَّكَ عَزِيزٌ مُّقْتَدِرٌ۔

یعنی کہ مرنے والوں کا مالک تو میں ہوں۔ تو جس کو چاہے۔ اس کی ذلت

دیدے۔ اور جس سے چاہے قصین لے۔ تو جس کو چاہے دنیا میں بزرگی دے۔
 اور جس کو چاہے پست کر دے۔ خیر و خوبی کا مالک تو ہی ہے۔ اور تو ہر ایک تیر
 پر کامل اختیار رکھتا ہے۔ کیوں صاحب! آپ کے دل میں اب بھی کوئی شک
 باقی ہے؟

اعترافی۔ درحقیقت میرے بڑے بڑے شکوک تو رفع ہو گئے ہیں۔

مسلم۔ مگر چھوٹے چھوٹے شکوک ابھی باقی ہیں؟

اعترافی۔ اہ! بات تو یہی ہے۔

مسلم۔ تو پھر آپ ان چھوٹے چھوٹے شکوک کو بھی ختم کر دیجئے۔ تاکہ میں ان کا جو ب

دیشی بھی کوشش کر اس۔

اعترافی۔ بہت اچھا۔

چوتھی فصل

رسالت اسلام

اعترافی۔ دیکھئے صاحب! میں توحید کا تو صد قدس سے قائل ہوں۔ مگر میں اس ش

کے لئے یہ نہیں ہوں کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ بن کر ہوں۔

مسلم۔ آخر اس انکار کی کوئی وجہ؟

اعترافی۔ اس کی بڑی وجہ تو یہی ہے۔ کہ قرآن مجید میں لا الہ الا اللہ رسول اللہ کا لکھنا

موجود نہیں ہے۔ یہ تو آپ لوگوں نے دو کلمات کو مختلف مقامات سے آٹا کر

ہے۔ جب میں نے قرآن مجید کو ہی ماننا ہے۔ تو پھر مجھے اسی صورت میں اس کو مان

جائے جس صورت میں کہ وہ سجدہ سے۔ مجھے ٹیہ جوڑ توڑ پسند نہیں ہیں۔

مسلم۔ ماشاء اللہ! آپ تو اسلام لانے سے پہلے ہی محمد بن رسول بن

بھی اہل تشریف

اعرائی۔ نہ صاحب! میں نہ مجتہد نہ اہل تشریف! میں تو ایک متدثی حق ہوں
جب آپ فرما چکے ہیں کہ مجھے ان الجھنوں میں جو ما انزال اللہ کے برخلاف ہیں
نہیں پڑنا چاہئے۔ تو میں اس لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ
کے جہادے میں کیوں پڑوں۔ جبکہ یہ کلمہ ہی قرآن مجید میں موجود شکل میں موجود نہیں
ہے۔ تو آپ کیوں کہتے ہیں کہ میں اس کو پڑھوں؟

مسلم۔ ابھی تک تو میں نے آپ سے یہ ذکر تکاب بھی نہیں کیا۔ کہ آپ اس کلمہ کو
پڑھیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا آپ نے اس بات کی تحقیق کر لی ہے کہ یہ کلمہ
قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔

اعرائی۔ ہاں صاحب! میں نے خوب تحقیق کر لیا ہے کہ یہ کلمہ بعض مروجہ نوکا جڑور
ہے۔ قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔

مسلم۔ بھلا میں بھی تو آپ کی تحقیقات ذرا سوں؟ فرمائیے۔ آپ نے کیا تحقیق
کیا ہے؟

اعرائی۔ میری تحقیقات یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سالم کلمہ
جیسا کہ یہ میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں ہے۔
اس میں شک نہیں۔ کہ قرآن شریف میں لا الہ الا اللہ تو جا بجا ملتا ہے۔ مگر محمد رسول
نہ قرآن شریف میں دو جگہ واضح طور پر دیکھنے میں آتا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ -
وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ - اے آپ! احزاب

مکہ میں سے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے۔ بلکہ وہ خدا کا فرستادہ
ہے۔ اور خاتمِ نبی ہے۔

مُحَمَّدٌ - رَسُولُ اللَّهِ - وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ
حَمَاتُ بِئْسَ فِتْنَةٌ - پت جندہ

مکہ کا فرستادہ محمد و وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں۔ کافروں کے حق میں سخت
میں انگریزوں میں بہت رحمدل ہیں!

تمام قرآن میں مذکورہ بالا دو جگہوں کے سوا سب اور کہیں بھی محمد رسول اللہ
 نہیں آیا۔ اور ان دونوں جگہوں میں بھی وہ لا الہ الا اللہ کے بغیر آیا ہے۔ انہیں
 سے ایک جگہ محمد رسول اللہ سے اس بات کی توجیج کی گئی ہے کہ محمد تم میں سے
 کسی کا باپ نہیں ہے۔ دوسری جگہ اس بات کی تشریح کی گئی ہے کہ محمد دوسرے
 کے ساتھی کافروں کے حق میں تو سنت ہیں۔ مگر آپس میں بہت رحمدل ہیں۔
 دونوں مقامات پر محمد رسول اللہ کے ساتھ لا الہ الا اللہ کا کلمہ نہ درود ہے۔
 اس سے صاف ظاہر ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سام کلمہ قرآن شریف
 میں کہیں بھی اس صورت میں نہیں ملتا جس صورت میں کہ وہ ہمارے پیش کیا جا
 رہا ہے۔ نہ ہی قرآن شریف میں ہمیں کوئی اس قسم کی لازمی شرط ملتی ہے کہ جو لا الہ
 الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں کہتا وہ مسلمان نہیں ہو سکتا جس حالت میں کہ
 یہ کلمہ ہی قرآن شریف میں اس شکل میں نہ ملتا ہو جس شکل میں کہ وہ ہمارے
 پیش کیا جاتا ہے۔ تو اس کے ساتھ دوسری شرط کیونکر قرآن شریف سے مل سکتی
 ہے؟ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن شریف میں کلمہ شریف کی یہ حالت
 ہے تو پھر اوروں کے قرآن شریف مسلمان بننے کے لئے لا الہ الا اللہ اور
 محمد رسول اللہ دونوں میں سے کوئی سا جز لازمی قرار دینا چاہئے۔ اس کا
 جواب ہمیں خود قرآن شریف کے صفحات سے ہی ملتا ہے جبکہ وہ ہمارے
 سامنے سلام کی دست کا ڈر کرتا ہے۔ وہ ہمیں مسلمان بننے کے لئے لا الہ
 الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کے جوڑنے کی ضرورت سے آزا کر دیتا ہے۔

چنانچہ لکھا ہے:

وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حُدُودٍ مَدَنًا اَبْسَكُمْ

اِنَّ اَهِمَّ هُوَ سَمَتُكُمْ اَلْمُسْلِمِينَ اَلْمَوْصُونَ ۝ ۶

وہ تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ یہ تمہارے باپ اور بیٹے کا دین
 ہے۔ اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ سہرت، برائیہ کہ اسلام میں داخل ہونے
 یا مسلمان بننے کے لئے محمد رسول اللہ کی تقلید کی ضرورت نہیں تھی۔ دوسری

جگہ حضرت ابراہیم کی دعا بدیں الفاظ ہے :-
 رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةٌ مُسْلِمَةٌ
 لَكَ . (بقرہ - ۱۲۸)

”اے ہمارے خدا تو ہم کو اپنے لئے مسلمان بنا۔ اور ہماری اولاد میں سے
 بھی تو اپنی مسلمان قوم پیدا کر۔“

اسی طرح تیسری جگہ حضرت ابراہیم کے بارے میں یہ لکھا گیا ہے :-
 وَمَا كَانَ ابْنًا لَهُمْ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا
 مُسْلِمًا . وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (آل عمران - ۱۰)

”ابراہیم نہ تو یہودی تھا۔ نہ نصرانی۔ بلکہ وہ تو حنیف مسلمان تھا اور وہ شرکوں
 میں سے نہیں تھا۔“

مذکورہ بالا آیتوں میں حضرت ابراہیم کا مذہب اسلام بتایا گیا ہے۔
 اور ان کو مسلمان لکھا گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا حضرت ابراہیم نے
 لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا کلمہ بھی پڑھا تھا؟ جواب ملتا ہے
 کہ نہیں۔ اس سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ اسلام میں داخل ہونے یا سامانِ نبی
 کے لئے محمد رسول اللہ کہنا کوئی لازمی یا ضروری شرط نہیں ہے۔ اسی طرح
 ان شریعت میں حضرت موسیٰ یعنی قوم کو اسلام کی طرف دعوت دیتا۔ اور
 ان کو مسلمان بننے کی بدیں الفاظ تاکید کرتا ہے :-

وَقَالَ مُوسَىٰ - يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاٰلِهِي قُلُوبِ
 نٰوْكَثُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ . (نور - ۲۴)

”موسیٰ نے کہا :- اے قوم اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو۔ تو یہی پھر مسلمان
 بنو۔“

اور پھر جب حضرت موسیٰ پر ایمان لائے بعض جادوگر دن کو فرعون نے
 ناسخ کر دیا تو انہوں نے یہ دعا کی :-

رَبَّنَا اٰفِئْ عَلَيْنَا صَبْرًا ذٰلِكَ فَنَّا مُسْلِمِيْنَ (احزاب - ۱۷)

”خدا تو ہم کو صبر کی توفیق زیادہ سے زیادہ دے۔ اور تو ہم کو مسلمان بنوں

کی حالت میں مارا۔

حضرت موسیٰ اور اس کی قوم نے اسلام کی منادی کی۔ مگر کیا اس کے ساتھ ”محمد رسول اللہ“ کی شرط موجود تھی؟ جواب ملتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضرت فوح نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا:-

فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ لَا يَكُنْ لَكُمْ وَالِدُ اللَّهِ - وَاصْبِرْ لِحُكْمِ اللَّهِ - إِنَّ اللَّهَ لَا يُهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ - یونس ۶۱

اے میری قوم! اگر تم پیچھے پھیر لو گے۔ تو میں تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا ہوں میری خدمات کا صلہ خدا کے پاس ہے۔ اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں کو فرماؤ اور وہ اس کے بولیں۔

نہا ہر ہے کہ حضرت فوح اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے۔ کیا ان کے اسلام کے دروازے پر ”محمد رسول اللہ“ لکھا ہوا تھا؟ جواب ملتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضرت سلیمان کے بارے میں قرآن شریف میں بتاتا ہے۔ کہ وہ مسلمان تھے۔ اور انہوں نے اسلام کی منادی کی۔ چنانچہ مذکور کے نام جو انہوں نے پیغام بھیجا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:-

أَلَا تَعْلَمُونَ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ مَسِيحِينَ (المسح، ۱۰)

”میرے سامنے سرکشی مت کرو۔ اور میرے پاس مسلمان ہو کر چلے آؤ۔“
کیا حضرت سلیمان کا اسلام کی منادی کرنا محمد رسول اللہ کی شرط کے ساتھ تھا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضرت لوط کے بارے میں قرآن شریف میں لکھا ہے کہ وہ مسلمان تھے۔ چنانچہ خدا کے فرستادوں نے حضرت لوط کے متعلق حضرت ابراہیم سے کہا:-

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (الذاریات، ۲۴)

”ہم نے اس بستی میں حضرت لوط کے گھر کے سوا کچھ کوئی دوسرا مسلمانوں کا نہ پایا۔“

کیا حضرت لوط ”محمد رسول اللہ“ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے تھے۔ جو اب ملتا ہے ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی

کہ اسے میرے بیٹا ہوا

فَلَا تَقُولُوا لِمَا كُنْتُمْ تُشْفِقُونَ - (پت ۶۰)

نہت م و مگر اس صورت میں کہ تم سسناں ہو

قرآن شریف نے انکو سسنا کا وعدہ اور مسلمان بتا دیا ہے۔ مگر کیا انکا اسلام محمد رسول اللہ سے شروع ہوا تھا؟ جواب یہ ہے۔ ہرگز نہیں۔ حضرت عیسیٰ مسیح کو بھی قرآن شریف نے مسلمان اور اسلام کا وعدہ کیا ہے۔ چنانچہ خود ان کے پیروں کی زبان سے یہ کلمات نکلائے گئے ہیں۔

قَالَ أَنَحْنُ بَنِي إِسْرَٰءِيلَ أَمْثَلُ بِالنَّبِيِّ وَأَشْهَدُ

بِأَنَّا مُسْلِمُونَ - (پت ۶۲)

میں نے کہا کہ تم خدا کے طرفہ اسہیں۔ ہم ان پر ایمان لائے۔ اور تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

دوسری جگہ لکھا ہے۔

وَأَذِّنْ فِي الدِّينِ أَنَّ الْمَسِيحَ ابْنُ مَرْيَمَ

دَاوُدُ بْنُ دَاوُدَ وَنَحْنُ مُسْلِمُونَ - (پت ۶۳)

اب میں نے جواریوں کی طرف دینا ہے کہ مسیح پر دوسرے مسلمانوں کا دوا میں نے کہا کہ تم ایمان لائے۔ اور گواہ رہ کہ مسلمان ہیں۔

قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ مسیح کو سسنا کا وعدہ اور مسلمان گردید

میں کیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عیسیٰ مسیح کے عہد میں

محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو سکتے تھے؟ جواب یہ ہے۔ ہرگز نہیں

خاص مذکورہ بار محمد آجوں کے عہد میں یہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو سکتے

تھے۔ اصل ہونے یا مسلمان بننے کے لئے اس عہد کے مسلمانوں کو

کا خود کوئی لازمی شرط نہیں ہے۔ خود قرآن شریف میں ہی یہ شرطیں لکھی

ہیں۔ یہ دونوں کلمے ہی عہد پر عہد دوسرے سے الگ ہیں۔

نہت۔ اگر یہ نتیجہ یہ کہ یہاں سے جیسے مسلمانوں کی خدمت سے اس بات سے مستفید

ہو سکتا ہے۔ اور یہ ہے۔ کہ یہ کلمہ محمد رسول اللہ کا حصہ نہیں ہے۔ قرآن

نہ کیا جاوے۔ تب تک صرف یہی نہیں کہ "لا الہ الا اللہ" میں جان نہیں پہنچتی
 بلکہ اس کے ساتھ ہی کوئی شخص اسلام کے دائرہ میں داخل ہو کر مسلمان نہیں
 کہلا سکتا۔ تو قرآن شریف کی شہادت کے بموجب یہ سوال بڑے زور سے
 نمودار ہوتا ہے۔ کہ قرآن شریف میں جو حضرت ابراہیم۔ حضرت لوط۔ حضرت
 نوح۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت یعقوب۔ حضرت سلیمان۔ حضرت عیسیٰ مسیح۔ اور ان
 کے حواریوں کو مسلمان بتایا گیا ہے۔ وہ کیا اس شرط پر ہے۔ کہ انہوں نے
 "محمد رسول اللہ" کا کلمہ پڑھا تھا۔ کیا ان کا اسلام "محمد رسول اللہ" کی تقلید کو
 لے کر تھا؟ خاص کر جب کہ یہ امر واقعہ ہو کہ یہ تمام رسول یا انبیاء تواریخی شہادت
 سے حضرت صاحب سے صدیوں پہلے ہوئے تھے۔ اب یہاں ہمارے سامنے
 یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر اسلام میں داخل ہونے یا مسلمان بننے کے لئے
 "محمد رسول اللہ" کو صدق دل سے تسلیم کر لینا لازمی شرط ہے۔ تو پھر یا تو مذکورہ
 بالا تمام نبیا و ران کے معتقدین مسلمان نہیں تھے۔ یا وہ ادلہ رجحان کے غیر مستند
 تھے۔ اور ان کا اسلام ان قیود سے آزاد تھا۔ جو کہ آجکل دیکھی جاتی ہے۔
 کہ وہ اس قسم کے مقلد مسلمان نہیں تھے جس قسم کے مسلمان آجکل موجود ہیں۔
 اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک اسلام کے معنی بت پرستی سے
 الگ رہنے اور مسلمان کے معنی ایک امن پسند شہری بننے کے لئے اگر اس
 معقول جواب کو ماننے کے بجائے اس بات پر زور دیا جاوے کہ وہ صرف
 بت پرستی سے بیزار اور امن پسند شہری ہونے کو ہی کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان
 کے لئے ایک یہ بھی لازمی شرط تھی کہ وہ "محمد رسول اللہ" کا کلمہ پڑھیں۔ لیونکہ اس کے
 بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ تو یہ بات تواریخی نقطہ خیال سے یک فصد
 خیر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ان رسولوں کا اسلام اسلام نہیں ہو سکتا
 نہ ہی ان کو مسلمان کہا جاسکتا ہے۔ اس سے قرآن شریف کا یہ بیان بھی کہ وہ
 مسلمان تھے۔ قابل اعتراض ٹھہرتا ہے۔ یہ مطلب یہ ہے کہ اسلام میں داخل
 ہونے کے لئے "محمد رسول اللہ" کا ماننا کوئی لازمی شرط نہیں ہے کیونکہ جس طرح
 کہ حضرت نے پہلے لوگوں کا اسلام حضرت کی رسالت کے بغیر تھا۔ اسی طرح آجکل بھی

ان کی رسالت کو تسلیم کرنے کے بغیر کام چل سکتا ہے۔ اور چننا چاہئے۔ ایسا کرنے سے حدیث تو دنیا میں قائم نہیں رہ سیکگی۔ مگر اسلام کا دائرہ بہت وسیع ہو جائیگا کیونکہ اس صورت میں وہ تمام نبیا جن کو کہ قرآن شریف میں مسلمان کہا گیا ہے مثلاً حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ مسیح مع اپنے اپنے معتقدین کے اسلام کے دائرہ میں شمار کئے جانے کے مستحق ہو جائیں گے۔ اور اس پر اگر مسیحی لوگ یہ عذر پیش کریں گے کہ از روئے قرآن شریف وہی لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں جو حضرت مسیح پر ایمان رکھتے ہوں تو جس صحیح قرآن شریف نے اسلام کو حضرت کی شخصیت سے پہلے کا مذہب بتایا ہے۔ اسی طرح اس نے اسلام کو مسیح کی شخصیت سے پیشتر کا مذہب بتایا ہے۔ اسی بنا پر مسیحیوں کو مسیح کی تقلید سے آزاد کر کے اور موسائیوں کو موسیٰ کی تقلید سے آزاد کر کے آخر کار ہم اسلام کے اصلی نعرہ تک پہنچ جائیں گے۔ جو کہ ازلی وابدی نظر آئیگا۔ اس طرح ہم حقیقی معنوں میں غیر مقلد ہو کر خالص اسلام کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہی وہ اسلام ہوگا جو کہ ازلی وابدی دین نظر آئیگا۔ اور جو ہر ایک قسم کی شخصی غلامی سے پاک و مبرا ہوگا۔ اس اسلام کے سامنے سر جھکیا نے میں مجھے کوئی عذر نہیں ہوگا۔

مسلم۔ ماشاء اللہ! آپ نے بہت عمدہ تقریر کی۔ کہ جس صورت میں کہ لا الہ الا اللہ احمد رسول اللہ کا کلمہ ہی قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ اس صورت میں ہمیں کسا ضرورت پڑی ہے۔ کہ ہم اسلام میں داخلہ کی لازمی شرط اسی کلمہ کو قرار دیں۔ و لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کیوں پڑھیں۔ مگر یہاں محمد رسول اللہ کی سی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے دنیا بھر کے انبیاء و رسل کی رسالت پر ایمان لانا اور عندئہل سے انکی رسالت کا کلمہ پڑھنا لازمی امر ہے چنانچہ اسلام میں داخلہ کے بکثیر لکھا ہوا ہے۔

فَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ رُسُلِهِمْ
وَأَسْلَمَ دِينَهُ دِينَ مُحَمَّدٍ وَآزَلَّ دِينَهُ دِينَهُ
وَأَسْلَمَ دِينَهُ دِينَهُ دِينَهُ دِينَهُ دِينَهُ
مُسْلِمٌ مَّا كُنَّا نَعْلَمُ - پتہ - ل. عمران - ۷۰، ۷۱ +

ابا یہ سوں اٹھتا ہے۔ کہ دنیا بھر کے انبیاء و رسل پر ایمان مانا مسلمہ کیلئے یہ
لازمی قرار دیا گیا ہے؟ اس لئے کہ دنیا میں جس قدر نبیاء و رسل ہوئے۔ ان سب نے
دنیا کو اسلام کی دعوت دی۔ وراہل دنیا کو نسق و فحور۔ فواحشات و نکرات۔ در
بت پرستی سے پکھنے کے لئے یہ پیغام سنایا کہ۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَدْ مَعِيَ آيَاتِي ۚ إِنَّكَ لَا تَجِدُ
إِلَّا آتَانَا غَبُطًا ۚ ن- پٹ۔ الانبیاء۔ ط۔

انبیاء و رسل بھی پیغام لے کر دنیا میں آتے رہے۔ اسی پیغام کے لایہ و لکٹی ثبوت
سے ہی ہم کو، نبیاء و رسل ماننے کے لئے مجبور ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ ہمارے خدا کا
کے ساتھ انبیاء و رسل کی رسالت کا اقرار کیوں کریں؟ اس لئے کہ اگر ہم ان کی رسالت
کو نظر انداز کریں تو پھر لا الہ الا اللہ بھی ہمارے لئے محض محول کی چیز بن جاتی ہے۔ چنانچہ دنیا
کے جن مذاہب نے رسالت کے اس مدعا کو نہ سمجھ کر محض لا الہ الا اللہ کہنا ہی کافی سمجھا تو
انکے لئے لا الہ الا اللہ بھی محض حق تعالیٰ کی چیز بن گیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے نہ صرف اپنے
رسولوں یا نبیوں کو خدا یا خدا کا، و تار یا خدا کا مجسم مان لیا۔ بلکہ بعض عورتوں میں
انہوں نے میٹرے کو روتوں، و رسیوں کو بھی خدا سمجھ لیا۔ رسالت کے اس مفہوم
کو نہ سمجھنے کی وجہ سے عیسائی۔ یہودی۔ ہندو۔ بدھ وغیرہ تمام گمراہ ہوئے دنیا کو اس
گمراہی سے سناٹے اور ہل اسلام کو اس شکر سے بچانیکے لئے لا الہ الا اللہ کی سادہ
محمد رسول اللہ کہنا لازمی قرار دیا گیا۔ تاکہ ہر ایک کس طرح ناکس کو ہر وقت اس بات کا
علم ہے کہ محمد خدا نہیں ہے۔ خدا کا بیٹا نہیں۔ خدا کا اوتار نہیں۔ خدا کا کچھ نہیں بلکہ
وہ محض اس کا ایک رسول ہے۔ اور رسول ہونے کی حیثیت سے اس کا ایک بندہ
یا مخلوق ہے۔ اگر نبی ہی تھا جو اسے نوا سلام میں و اللہ کے کلمے پر لا الہ الا اللہ کیسے کہہ سکتا
کا ہونا ایسی خوبی حکمت و امانی ہے۔ کہ دنیا بھر کا کوئی مذہب اپنے اندر اس خوبی
یا حکمت کا نشان نہیں تبدیل سنت اگر لا الہ الا اللہ سے محمد رسول اللہ کو یا محمد سے رسول اللہ
کے لفظ کو الگ کر دیا جاوے تو تار علم دنیا۔ مسلمانوں۔ یہودیوں۔ بودھوں اور ہندوؤں کی
مذہب کو بھی خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا کا اوتار بنانے کے خطرہ میں پڑ جائیگی جس سے
کہ وہ اکیلی نوح سورتوں اور کھپڑوں تک کو بھی خدا ماننے لگ جائیں۔ مسلم کو اس آیت

کراہی سے بچانے کے لئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھنا لازمی قرار دیا گیا۔
 بے ریا یہ سو اس کہ اگر اسلام میں اگلے کی نہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی ہے
 تو کیا محمد سے پیشتر جس قرار نبیاریسل اور انکے ماننے والے ہوئے وہ سب اسلام سے خارج
 تھے جبکہ انہوں نے محمد کا کلمہ نہیں پڑھا تھا اس سوال کا جواب قرآن پاک خود دیتا ہے۔
 ۱۔ اَمْ نَقْذُ نَعْتَنَ فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اِنْ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوْا
 الصَّغٰوٰتَ ۚ پ۔ النحل۔ غ۔

۲۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ سَلُّوْا عَلٰى رُسُلِكُمْ وَاَعْمَلُوْا صٰلِحًا فَاِنِّىْ بِمَا
 تَعْمَلُوْنَ عَلٰمٌ ۚ پ۔ ہٰذِہٖ اُمَّتُکُمْ اُمَّةٌ وَّاحِدَةٌ وَّاَنْتُمْ رُسُلُ
 فَاقْبَلُوْا ۚ پ۔ المؤمن۔ غ۔

رسولوں کا پیش تھا کہ وہ دنیا کو خدا کی طاعت بڑھائیں۔ اور انکو سن و فوج سے فرمیں
 رو نہ تائیں میں تینوں بتایا گیا کہ وہ سب اسی ایک سن کو پورا کرنے والے ہوئے ہیں جو
 کسی پادری کے مہر تھے۔ ان میں سے کسی مہر کو یہ حق مانس نہیں تھا کہ وہ :-
 "مَا كَانَ لِلْبَشَرِ اَنْ يُّوْتِيَ الْاِلٰهَ الْکَلِمَۃَ وَالْحُکْمَۃَ وَالنَّبِیُّۃَ
 ثُمَّ یَقُوْلُ لِلنَّاسِ کُنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰکِنْ
 کُنُوْا لِرَبِّ اٰیٰتِیْنِ ۚ پ۔ ال عمران۔ غ۔

خدا تے کتاب و عقل سلیم اور نبوت حاصل کر کے لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ تم خدا
 کو چھوڑ کر میری بندگی کر۔ یہ بڑ نہیں۔ بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ تم خدا دہدہ شریک کی پرستش
 کر۔ جب نبی و رسل کے منصب کا پتہ لگتا ہے تو اس کے وہ ہی میں سب کا پتہ ہمیں لگتا ہے
 کہ وہ اپنے سے پہلے تمام نبی و رسل پر ایمان لائے تھے۔ اور انکی تصدیق کرتے تھے ہا
 یں۔ نہ میں وہ توحید کے ساتھ اور رسالت کے تائید تھے۔ ہی۔ ہم میں د خدا
 شمت ہے۔ اور ان شرط کو تمام انبی و رسل پورا کرتے تھے۔ اور ان نبی و رسل کو
 ان کے پاک ہیں سلم کے نام سے پکارا گیا ہے اسی سرور کو فی زمانہ ایک شخص
 پورے اسلام میں داخل ہو سکتا ہے۔

۱۔ حریفی۔ اس کا تو یہ مطلب ہو۔ تم اگر میں آ کر نبی بنو جو وہ نہیں من
 مان لوں۔ مگر لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ نہ پڑھو۔ نہ میں مسلمان ہی

نہیں ہو سکتا۔

مسلم۔ میرا اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر آپ قرآن مجید کو منزل میں لے
 مان میں۔ اور اس کے ادا مردنوا ہی کے قتل و قاتل بن جائیں تو اس حدیث
 میں بھی جب تک کہ آپ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مشترکہ کلمہ نہ پڑھیں تب
 تک آپ مسلمان نہیں ہوں گے۔ بلکہ میرا مدعا یہ ہے کہ کسی شخص کا خدا کو وحدہ
 لا شریک مان سینا، اس وقت تک خالی از خطر نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ توحید
 باری تعالیٰ کے ساتھ دنیا بھر کے انبیاء و رسل یا انبؤں کو شریک کرنے سے
 محترز نہ رہے۔ اور اگر آپ قرآن مجید کو منجانب اللہ تسلیم کریں تو میرے نزدیک
 آپ کے مسلمان ہونے کے لئے یہ امر نہایت ہی کافی و کافی ہے۔ اس لئے کہ
 جب آپ نے قرآن پاک کو منجانب اللہ تسلیم کر لیا ہے۔ تو آپ نے لا الہ الا اللہ
 کو اور محمد رسول اللہ کو بھی تسلیم کر لیا۔ اس لئے کہ قرآن پاک کی پہلی ہی آیت
 میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ

ذَٰلِكُمُ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ

یعنی قرآن پاک میں ایک بھی بات ایسی نہیں ہے۔ جو مشکوک ہو۔ بلکہ وہ کامل و مکمل
 ہدایت نامہ ہے۔

اعرافی۔ مگر میں نے قرآن مجید کو تو منجانب اللہ مان لیا ہے۔

مسلم۔ لیکن آپ کو لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کہنے سے جھجک آتی ہے؟
 اعرافی۔ جھجک بھی کوئی نہیں۔ صرف اتنی بات ہے۔ کہ چونکہ یہ سالم کلمہ قرآن مجید میں
 کسی ایک جگہ موجود نہیں ہے۔ اس لئے مجھے ایک آیت کو اسکی پہلی جگہ سے
 ہٹا کر دوسری آیت کے ساتھ جڑنے کی کیا ضرورت ہے۔

مسلم۔ بہت بہتر۔ اگر صرف اتنی ہی بات ہے۔ تو پہلے آپ لا الہ الا اللہ کہہ لیا
 کریں۔ اور اس کے بعد ذرا دم لے کر محمد رسول اللہ کہہ دیا۔ توحید الگ اور
 رسالت الگ دونوں کا، تو بھی موجود۔

اعرافی۔ مگر آپ محمد رسول اللہ پر یوں زور دے رہے ہیں؟

مسلم۔ اس لئے کہ قرآن پاک ہی یہ کہہ رہا ہے۔ کہ محمد خدا کا شریک نہیں ہے

بلکہ وہ ہماری تمہاری طرح خدا کا بندہ ہے۔ وہ نہ خدا کا اور نہ خدا کا بیٹا۔ نہ خدا کا بھائی یا شریک ہے۔ اس میں ہم سے بڑھ کر جو فضیلت ہے۔ وہ یہ کہ بندہ ہوئے کے علاوہ وہ رب العزۃ کا پیغام سنانے والا ہے۔ چنانچہ رب العزۃ اپنے اس بندہ کو یہ پیغام دیتا ہے۔

كُلُّ اِسْمَاءٍ نَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نُوْحِيْ اِلَيْكُمْ اِلٰهًا وَاحِدًا - كَهْف ۱۰

اے محمد تو لوگوں کو سنا دے کہ میں تو تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ میں رب العزۃ نے مجھے یہ پیغام دیا ہے کہ میں تم کو یہ بتا دوں کہ تمہارا خالق و مالک وہی رب العزۃ و وحدہ لا شریک ہے۔

كُلُّ اِسْمَاءٍ نَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نُوْحِيْ اِلَيْكُمْ اِلٰهًا وَاحِدًا
فَاَسْتَقْبِلُوْا اِلَيْهِ وَاسْتَخْفِرُوْهُ ذَوِيْ اِلْتِمَاسٍ جَمْعُ السُّجْدَةِ

اے محمد تو لوگوں کو سنا دے کہ میں تو تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔

اے رب العزۃ نے مجھے یہ پیغام دیا ہے۔ کہ تمہارا خالق و مالک وہی وحدہ لا شریک ہے۔ اسی رب العزۃ کی عبادت پر مضبوطی سے قائم رہو۔ اور اگر تم سے کوئی بغضش ہو جائے۔ تو اسی رب العزۃ سے معافی کے خواستگار بنو۔ اور اگر تم سے توبہ و مالک تمہے علاوہ کسی اور کی پستش کرو گے تو تمہارے لئے یہ نہایت ہی نقصان دہ بات ہوگی۔

اعترافی میں کب کہتا ہوں کہ محمد نہ اکاشہ یک یا خدا کا اور نہ ایا خدا کا بیٹا ہی میں بھی تو۔ نہ خدا کا رسول ہی مانتا ہوں۔ اس سے تو میں منکر نہیں ہوں۔ میرا مطلب صرف اس قدر ہے۔ کہ جب یہ کلمہ اس شکل میں خداوند کریم نے قرآن مجید میں نازل نہیں فرمایا۔ تو اس بات پر کیوں زور دیا جارہا ہے۔ کہ کلمہ کی جو شکل قرآن مجید کے کتبہ مقدسات کو جوڑ جا رہی ہے۔ صرف اسی کا اقرار کرنے سے کوئی مستمسک ہو سکتا ہے۔ اور کہ اگر وہ تمام قرآن مجید پر ایمان لانے کا اظہار کرے تو وہ مسلمان نہیں بن سکتا۔ یہ بدعت میری سمجھ میں نہیں آتی۔

مسلم۔ یہ میں نے کب کہا ہے۔ کہ اگر آپ قرآن مجید کو منجانب استغنی مانیں۔

مرو جگہ کا جو قرآن مجید کے ہی دو فرق مقامات کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ زمانہ سے
ادانہ کریں تو آپ سلمان نہیں ہو سکتے۔

اعرائی۔ بہت اچھا۔ اگر آپ ایسا نہیں کہتے۔ تو بیٹے میں اقرار کرتا ہوں۔
الحمد۔ ذالک الکتاب لاسمائے فیہ۔

فرمائیے۔ قرآن پاک کئے س دعویٰ کی تصدیق کر کے دیکھو سبب بعد مکرور
س کے تمام اور مکرر حال اور نواہی سے محترز رہنے کا عہدہ کے میں سلمان کہلا سکتا ہوں
یا نہیں؟

مسلم۔ میرے نزدیک آپ سلمان کہلا سکتے ہیں۔ اور اگر آپ بعد بدل سے یہ مسلم
کرتے ہیں۔ کہ قرآن مجید سبب اللہ ہے اور اسکی تمام تعلیم اور سبب فیہ ہی تو آپ سلمان ہیں۔
اعرائی۔ ہاں میں سہی مانا ہوں کہ قرآن مجید نہ رب فیہ ہے۔

مسلم۔ میں تو آپ سلمان ہیں جب آپ نے قرآن مجید کو اپنا دستور بنایا تو اپنے تمام
جنت کو پکڑ لیا نہ صرف ہی بلکہ دنیا میں بھی فوز و فلاح کی چابی آپ کے ہاتھ میں آئی ہے
تو شرف میں ہی آپ کو بدایا تھا کہ اگر آپ قرآن مجید کو حکم الہی نہ کر سکو اپنا دستور بن
نالیں۔ تو آپ سلمان ہیں مگر مجھے اندیشہ تھا۔ کہ شاید پورا قرآن کو ٹھیکہ
حاصل نہ کر سکیں۔ اسلئے میں نے عام دستور کے مطابق آپ کے سامنے قرآن مجید کے دو
اصول یعنی تو دور سالت کو شکل دیا۔ اللہ محمد رسول اللہ پیش کیا تھا مگر جس
صورت میں کہ آپ تمام قرآن مجید کو ہی سبب اللہ تسلیم کر کے اسکو اپنا دستور بنالیں
قرار دے رہے ہیں۔ تو رب امر کے مذکورہ بالا دونوں احکام بھی اسی میں گئے
اور آپ سلمان ہو گئے۔

اعرائی۔ تو کیا ہم میں اپنے آپکو اعرائی بنالیں یا اہل اسلام کہیں باطل قرآن؟
مسلم۔ اہل قرآن نہیں بلکہ آپ اپنے آپکو مسلم یا اہل اسلام ہی کہیں۔
اعرائی۔ بہت بہتر ہے کہ وقت زیادہ ہو گیا ہو۔ اسلئے میں آپ سے فرصت ہوتا ہوں کل یہ غلط
مسلم۔ چنانچہ خانہ رکھ و اسلام اور دوسرے احکام بھی ملاحظہ ہو۔ ایڈیٹر

افتاب برقی پریس امن تسم من باہتمام دہلی محمد عبداللہ مسماں برتر
اور خازن محمد دھرم پال بی اے پبلشر مسماں حفیظ فی لودیان سوشل سوسائٹی

ایک احمدی کی شکساری

ماہ گذشتہ میں دنیا دار اسلام کا اجماع ترین نقطہ کابل میں مجلس شرعیہ افغانستان
 کے ہاتھ سے ایک احمدی نعمت اللہ حق کی اس لازم پیشگاری کو کہ وہ جتنی ہو کر بشر
 عداوت صاحب قادیانی کے متبع بنابرین ازرقے فقہ حنفی مرتد و جب القتل تھے۔ اس
 سنگساری کے فعل کی علماء دیوبند و جمعیت العلماء ہند نے تائید تصدیق کی ہے۔
 مسلم پس کے ایک حصہ نے سپرست و اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ ثابت
 کر چکی کہ شش کی ہو کہ چونکہ احمدی لوگ اپنے عجیب غریب عادی تعلیم کا نئے
 ہوئے اپنے آپ کو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بھی متبع مانتے ہیں اس لئے وہ از
 روئے مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرتد بنابرین و جب القتل ہیں۔ اہادیوں اور
 خیر مدعوین اس مسئلہ کے متعلق جو بحث ہو رہی ہے۔ سب سے نہایت ناگوار اور تلخ عکوت
 ختم کر لی ہے۔ جہاں تک میر خیال ہے۔ میں قرآن پاک کی اسے احمدیوں کو سوسن دہ
 سمجھتا ہوں۔ اگر اس بات پر بحث چھڑ جائے کہ قرآن پاک نے ایک سوسن دہ کو کسی
 زورعی اختلاف کی بنا پر یا مرتد کے متعلق قتل کا حکم دیا ہے یا نہیں۔ تو یہ فیصلہ کن
 بحث ہوگی۔ مگر فسوس ہو کہ اس وقت تک جس قسم بھی اس مسئلہ کے متعلق بحث ہوئی ہے
 ذرا غرور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زاویہ نگاہ کو مد نظر رکھ کر کی گئی ہے اگر حنفی شریعت
 مطابق مرتد کی سزا قتل ہے جیسے کہ علماء حنفیہ حنفی پر یہ ثابت کیا ہے تو میرے خیال میں
 وہ اپنے لئے سب سے زیادہ دیر کوئی راستہ نہیں رہتا کہ وہ بنا تو اس سزا کو غنا و عزت بادل
 میں جتنی شرم و جحمت کو جس کی دوسرے مرتد و جب القتل تھے جاتے ہیں کیا کر سکتے
 ہیں۔ یہ سب سے زیادہ کوئی دہلیز نہیں ملے گی کہ احمدی کہاں حنفی شریعت کے شیریں ہوسے متفق
 ہیں۔ لیکن سنگسار کے لئے قرآن مجید میں جو یوں مقرر ہے کہ سب سے زیادہ احمدی
 سنگساری پر تیار نہ ہوں گا اور احمدی جماعت کیسے کہ انھیں ہمارے دین کے بغیر نہ ہوں گے۔
 یہ دعوت کی گئی کہ ان پر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ہو۔
 میں نے اس کے لئے کہا کہ وہ ہندوستان کے علماء کے ساتھ ہوں گے۔
 میں نے اس کے لئے کہا کہ وہ ہندوستان کے علماء کے ساتھ ہوں گے۔

ہوتے ہوئے وہ ان ہی اہل سنت و الجماعت کے ہوتے ہوں تو پھر کس کی مذمت کیا
 اور کس کی حمایت؟ کہہ دینے کے نزدیک حنفی تاجدار کا مذکورہ ہر شخص "دشمنانہ نہیں" کی
 عمر کیا احمدی جماعت "شریعت نقیبہ" کو جسکی رو سے یہ سنگساری عمل میں آئی۔ دشمنی نیز
 ماننے کیلئے تیار ہی۔ کیا وہ ایسی دشمنی شریعت کی تقلید کا جو اپنی گردن سے چھٹکے
 کا جو صدمہ کر سکتی ہے۔ اگر پاس۔ تو پھر احمدیوں کو چاہئے۔ کہ وہ بہت جلد ایسا اعلان کریں۔
 ورنہ بصورت دیگر انکو اپنے پیروکاروں حنفیوں کے برخلاف وادیلہ کرنا چاہیے۔
 انکی طرف سے جو اینٹ پتھر بعض طعن آئے۔ احمدی بروہا شت کریں۔ ان کو اپنے
 پیروکاروں حنفیوں کے برخلاف غیر حنفیوں بلکہ غیر مسلموں کے پاس شکایت کرنا۔ اسوقت
 تک یقیناً بے احوال ہیں تصور کیا جاوے گا۔ جب تک کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو حنفی
 اہل سنت و الجماعت سمجھتے۔ کہتے۔ و لکھتے۔ اور دشمنی شریعت کے پابند رہتے۔
 نکاح کرتے۔ بیٹے۔ احمدیوں کی طرف سے اس دہلی کا نام نہ ہے۔ جیکے جتنی تاہد
 فتنہ رستان کے نمل پر فرو قرار داد جرم دکھائی جانی بہت آسان ہو جائیگی۔ کیا ان
 جماعت نہایت قصہ نے کے ساتھ اپنی پوشیدگی کے اس نازک پہلو پر غور فرمایا لیگی۔ اور یہ

جزاء الاحسان

۱۔ رسالہ المؤمن پنجاب میں حنفی مذکور ہے کہ نام سے پکارا جاتا ہے۔ یورپ میں ایک مؤرخ نے
 کلکتہ کے دوں ہائیوں نے اس زمانہ قوم کی اصلاح و بہبود کیلئے ایک مجلس قائم کر کے ماہنامہ
 ہند میں شہری جاری کر رکھا ہے۔ دسلہ کے مفاد میں نہایت عالی اور متعلقانہ ہوتے ہیں۔ انیس تیرت نہایت
 ہے کہ جس پر بیہ کو عام طور پر پریل سمجھا جاتا ہے۔ جسے شے اسے کرام اور اوپا و خفہ نے سکون اور عافیت
 بنارہا تھا۔ اس کی صباغت بنیہ ہو۔ دلی جو یہ لکھے لحاظ سے بھی یہ ایک ہیسا میں ہا خیر ہے۔
 ہر ایک تعلیم یافتہ کی ہینر کی ریت کا ستی ہو سلا لا قیمت ہینر۔ چپ۔ بنیا پو کھر۔ شردت۔
 کلکتہ سے زیر اور مت مولینا محمد کیے صاحب شایع ہوتا ہے۔

۲۔ الفقیر۔ زیر ادارت حکیم حراج الدین احمد صاحب امرتسر۔
 شایع ہوتا ہے۔ لیا کے عظام اور صوفیا کے کرام کے خلق غلام بنیہ کو کو
 اس اخبار کا طعن ہے قیاز جو نہایت متانت سے ایڈٹ کیا جاتا ہے۔ مالانہ قیمت ہینر۔

حنفی پریس کو دیا نہ کھانا۔ صوبہ ال میں ہجرام غازی محمد ہسپان بل سے پڑھو پڑھو شریعت

جلد حقوق محفوظ ہیں

جلد حقوق محفوظ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَقَدْ تَعْلَمُ اَنَّ اِسْمَ عَلَمِ الْکُتُبِ
مِنْ اَسْمَاءِ اَلْاَشْخَاصِ
مِنْ اَسْمَاءِ اَلْاَشْخَاصِ

جلد

نمبر

دسمبر ۱۹۲۲ء

نمبر اول

کفر
الامم

ایڈیٹر غازی مجب و سہریال بی

لدھیانہ

نہ چاہا آئے

سہرہ فیتہ

مہتاب عتیر شمشاد

کام کی باتیں

۱۔ حنیف ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو لہجیانہ سے شائع ہوتا ہے۔
 ۲۔ حنیف کی سالانہ قیمت پھر روپے پچاس ہوتی ہے ممالک غیر شینگل۔ فی چھ ۱۲ روپے +
 ۳۔ حنیف کا معمولی حجم ایک سو صفحہ ہوتا ہے۔ مگر اس میں کمی بیشی بھی ممکن ہے۔
 ۴۔ حنیف کا ہر ایک پرچہ دوسرے پرچہ سے مختلف ہوگا۔ نمونہ دیا مگر اسکی خریداری کا فیصلہ کرنا غلط فیصلہ ہے۔

۵۔ قیمت بذریعہ منی آرڈر آنے پر پرچہ فوراً جاری کر دیا جاتا ہے۔ مگر وی۔ پی کی صورت میں جب تک وی۔ پی کا روپیہ وصول نہ ہو۔ پرچہ جاری نہیں ہوگا۔
 ۶۔ کسی ایسے منی آرڈر یا وی۔ پی کی رقم کے لئے جو ڈاک خانہ کی غفلت کی وجہ سے حنیف کے دفتر میں نہ پہنچے۔ ایڈیٹر جواب دہ نہیں ہوگا۔
 ۷۔ حنیف کا ہر ایک پرچہ ایڈیٹر کی زیر نگرانی ڈاکخانہ میں ڈالا جاتا ہے۔ اگر کسی صاحب کو وقت پر نہ ملے تو وہ اپنے ڈاکخانہ میں شکایت کریں۔

۸۔ کسی نمونہ کی ہٹا دینا یا کسی کو پرچہ نہ ملنے اور وہ دفتر حنیف میں شکایت کرے تو اسے حق ہونے کی صورت میں ستر پرچہ پیرنگ بھیجا جاسکتا ہو۔ تاہم کے بعد اس شکایت کی شنوائی نہ ہوگی۔
 ۹۔ ایسے خط کا جسکے جواب کیلئے جوابی کارڈ یا کٹ نہ بھیجا گیا ہو کوئی جواب نہیں دیا جائیگا۔
 ۱۰۔ حنیف میں کسی قسم کا ادویہ کا اشتہار بڑی سے بڑی اجرت پر بھی نہیں چھپے گا۔ دیگر شہا کا اشتہار بہ اجرت دس روپیہ ہوتا ہے۔ ہمارے صفحہ چھپ سکتا ہو بشرطیکہ ایڈیٹر کو یہ یقین دلایا جاوے کہ بن اشتہار کا اشتہار ہون میں کسی قسم کی وجہ کہ بازی نہیں ہے۔

۱۱۔ اگر حنیف میں کسی اشتہار ذمہ دہ کے برخلاف کسی خریدار کی کوئی شکایت آئیگی تو وہ رقم کے پاس بھیج دی جائیگی۔ اگر وہ دو ہفتے کے اندر اندر خریدار کی تسلی نہیں کر دیتا تو شکایت کو درج رسالہ کر دیا جائیگا۔

۱۲۔ اشتہار کی قیمت اشتہار کے سودہ یا اشتہار کی کتابت شدہ کاپی کیسے پیشگی آلی چلتے۔
 ایڈیشن

حنیف

دسمبر ۱۹۲۲ء

ضروری طالع

حنیف کے س پرچہ کے ساتھ حنیف کی پہلی سٹشہ ہی پوری ہو گئی جس حساب سے چھ ماہ کے لئے پرچہ اپنے نام جاری کر دیا تھا۔ انکو چاہئے کہ وہ اعلیٰ سٹشہ ہی کا چھ ماہ یا تو بذریعہ فی آرڈر بھیج دیں یا وہی پی کی روایت دیں جن حساب سے چھ ماہ کا چندہ چار روپیہ دیا تھا۔ وہ اب باقی چھ ماہ کے لئے صرف دو روپیہ بھیجیں۔ جنہوں نے ساڑھے تین روپیہ دیا تھا۔ وہ باقی چھ ماہ کے لئے صرف ڈھائی روپیہ بھیجیں۔ یہ رعایت صرف فی آرڈر کے ذریعہ چندہ دینے والوں کے لئے ہے۔ اور صرف اس میں خیرہ اروں کے لئے ہے جو حساب فی آرڈر کے ذریعہ باقی چھ ماہ کا چندہ بھیج کر اس رعایت سے فائدہ نہ اٹھانا چاہیں اور وہ ضروری پی پی سٹکوانا چاہیں۔ انکے نام صورت میں دوسری سٹشہ ہی کے لئے ساڑھے تین روپیہ کا وہی پی بھیجا جائیگا۔ چونکہ حنیف کی ماہواری ضخامت ایک سو نو ہے، اسلئے یہ خیال کر کے کہ اسکی جلد زیادہ ہی نرم نہ ہو، نہ کیونکہ سہ ماہ میں بچائے پر چوٹی جلد کے، اسکی چھتھ پرچوں پہلے۔ جو سٹکوانا کی جلد میں کر دیا گیا کریں۔ اس لحاظ سے حنیف کی پہلی سٹشہ ہی کے ساتھ اسکی جلد ہی تمام کر دینی ہے۔ لہذا پرچہ سے اسکی دوسری جلد شروع کیے گی۔ جبکہ یہ باتیں ناٹ آرٹسٹ پائپس۔ بڈاپٹ

علمائے دیوبند کا بیان ہے کہ ہندو کے شرع میں نے لہذا نہیں ہے

وقت نہایت نازک ہے۔ دشمنان اسلام آپس کے تمام اختلافات کو ٹھاکرا سامان اور
مسلمانوں کے مقابلہ پر ایک ہو رہے ہیں مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ اس وقت شدید
حق مقدم غیر مقدم جنتی و دہائی۔ اسی غیر احمدی کے جھگڑوں کو زیر باد کفر و کفارہ
کے مہوں کے محفوظ رہنے کے لئے متفق و متحد ہو جائیں میری اس نہایت مختصر

سنی تقریر کو سنکر جن دیوبندی حضرات جو اس مجمع میں موجود تھے جدا شے کہ احمدی
بجز مسلمان نہیں ہیں جو شخص ہم یوں کو سہان سمجھتا ہے وہ جی کا ہے میں نے
ان حضرات سے بھیایا کہ آپ میری تقریریں نہ پڑھیں اگر میں کوئی بات قابل اعتراض
کہوں تو آپ نے بعد میں پلیٹ فارم پر آکر اس کی تردید کر دینا۔ آپ کو پورا وقت دیا
بادے کا مگر یہ حضرات اس قدر سیخ پا ہوئے کہ ان کو اس جگہ ٹھٹھا بھی چل ہو گیا۔

وراثت کے لئے اس کے بعد میری تقریر کے خاتمہ پر ایک دوسرے دیوبندی
پلیٹ فارم پر تشریف لائے اور فرماتے گئے کہ اگر آپ کا عقیدہ یہی ہے کہ احمدی
مسلمان ہیں تو آپ بھی کافر ہیں میں نے عرض کیا کہ آپ کا کفر کاشوئے تو ان لوگوں
نہ کر سکتا ہے جنہوں نے کبھی کبھی کی بوتل کی نہ سونجی ہو مگر میں تو مارہ چودہ سال
تک کفر کی کشتی میں رہ کر بالکل کفر پر دھن ہو چکا ہوں۔ اس لئے یہ کفر کا ڈرو
تو دیوبند کے کسی تباریک خبر میں ہی کہ آئیں ہاں اگر آپ کو اس بات کا تصفیہ شعور
ہے کہ قرآن پاک نے کفر و ایمان یا ارتداد و اسلام کی کیا تعریف کی ہے۔ اگر اس
کے صابن کون سلمہ فرکون مرتد ہے تو اس پر آپ بس وقت چاہیں باقیہ کس
میں تیار ہوں میں پر اس دیوبندی نے یہ وعدہ کیا کہ تو آپ کے ساتھ
باحتہ کرنے کے لئے میں دیوبند کو بذرحمد یا تارہ برہنگے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا یا
نہ کوئی دیوبندی مسلمان آیا نہ کوئی کافر

منکرین تم نبوت سے طالبہ ایں نے منہ سے چھکے رحیم میں
سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کی سی قیامت تک سے نئے رب اخبرہ سے ثابت ہوتا ہے

اب نہ کوئی مسیح آئے گا۔ نہ ہمدی۔ نہ کوئی دوسرا ظلی یا امتی ہی۔ یہ میرا عقیدہ ہے۔ جس کو میں نے قرآن پاک سے حاصل کیا ہے۔ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں ختم نبوت کے متعلق جو مستند و منسا و برپا ہے۔ میں اس میں ان دونوں گروہوں کو ختم نبوت کا قطعی منکر سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ احمدیوں نے تو میرا غلام احمد کو مسیح مہودیا ظلی یا امتی ہی تسلیم کر کے ختم نبوت کا کھار کر دیا۔ اور غیر احمدیوں نے مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کے عقیدہ سے ختم نبوت کو اٹھائے پرے پھینک دیا ہے۔ پس از روئے قرآن پاک احمدی اور غیر احمدی دونوں کے دونوں ختم نبوت کے منکر ہیں۔ منکرین ختم نبوت کو اب دوبارہ چیلنج دیتا ہوں کہ اگر ان کے پاس ایسے اس عقیدہ کی تائید میں قرآن پاک کی کوئی آیت یا کوئی لفظ یا شوشہ تک بھی موجود ہو تو وہ اس کو پیش کریں۔ ورنہ بیک ایسے مسئلہ کے متعلق جس کا قرآن پاک میں رب العزۃ نے کہیں اشارہ تک بھی نہیں کیا۔ ان دونوں کا تپس میں سحرِ اہل ہونا سخت افسوسناک ہے۔ جلیف کا پرچہ احمدی اور غیر احمدی مرکزوں میں جاتا ہو کیا وجہ ہے۔ کہ وہ دونوں کے دونوں ہی میرے چیلنج پر خاموشی میں کیا ان کے ہاتھوں میں یا ان کے گھروں میں قرآن پاک کا اب کوئی نسخہ نہیں رہا جس کو وہ پڑھیں۔ اور میرے مطالبہ کا جواب دیں؟

اہل حدیث اور اہل قرآن کا جھگڑا

میں ہمہ عنوان اہل حدیث اور اہل قرآن کی نزاع میں تیسرے کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ ان دونوں فرقوں نے عرصہ سے ذبحل مچا رکھا ہے۔ اہل قرآن کہلائے والے تو حدیث کی شنی پیدا کر رہے ہیں۔ اور اہل حدیث نے قرآن کو نامکمل ثابت کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ تیسرے کے عنوان میں اہل حدیث نے اہل قرآن کو چیلنج دیا ہے۔ کہ اگر تم قرآن مجید کو کامل مانتے ہو۔ تو اس میں ناز کی تیسری دکھاؤ۔ اور اہل قرآن حضرات جاعل الملئیکۃ رسلاً اوتے اُجیحۃ مثنیٰ وثلاثہ وربعہ کی آیت میں سے ناز کی کہتیں ثابت کر کے قرآن پاک کا مضحکہ اُڑا رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید نے جس قدر کی ناز باعبادت کا ذکر

کیا ہے۔ وہ نہ اہل حدیث کی نماز سے نہ اہل قرآن کی بکارب اسعزۃ لئے اپنے
 کلام پاک میں میں نماز یا سبوت کا ذکر کیا ہے۔ اس پر یہ دونوں گروہ عمل
 کرنے سے محروم ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید سے بامرا اپنے لئے نماز کی جو ترتیب
 شکل بیان کی ہے۔ اور تقدیر رکعت گھڑی ہے۔ یا تقدیر فرض و سنت
 مختصر کر لی ہے صرف اسی شکل و صورت اور تقدیر کے لئے یہ دونوں گروہ
 رہنمائی رہے ہیں۔ اگر اہل حدیث یا اہل قرآن کی بجائے وہ اہل اسلام کی
 جمیعت سے قرآن پاک کا مطالعہ کریں۔ تو ان کو فوراً پتہ لگ جائیگا۔ کہ وہ کس
 نہایت پر پا کر رہے تھے۔ خدا ان دونوں کو ہدایت دے ۛ

قادیانیوں اور ایقانیوں کا جھگڑا

ان کے شہید صادق میرزا علی محمد باب خدا ان کی روح کو اپنے جوار رحمت
 میں بکھڑے۔ ان شہیدان صادق میں سے کتنے جنہوں نے انسانوں کے دلوں
 کی تاریکی کو دور کرنے کے لئے قربانیاں کیں۔ یہ شہید صادق فارس کے
 ملائک کی حیات و خلعت کے برخلاف جہاد کرتے ہوئے بغیر کسی قسم کے خوف و
 نہانے محالوں کی گویوں کا اثبات بنا۔ یعنی رشح مبارک کو بغیر گوردکھن کے ظاہر
 رہنے میں چھوڑ کر دنیا اور دنیا داروں کے لئے اسوۂ حسنہ قیام کے رب العزۃ
 کی نوری میں چلے گئے۔ ان کے بعد فرقہ جہین جیسی نہایت موصوف غامضہ
 نے ان جہالت و اعمالت کے برخلاف روحانی جہاد کرتے ہوئے اپنی جان
 عزیز قربان کر دی۔ غنیمت یہ نکازوں اور ہزاروں بیہوشوں نے شہادت
 پیش کیا۔ اس کا مفہم اگرچہ حیدر اود کے نام سے حنیفہ کے پرچم میں کیا جا چکا ہو
 نہ۔ ہمارے دلوں میں ان شہیدان کے عظیم عزت اور محبت ہے مگر کس قدر
 غمناک بات ہے کہ آج ان کے نام پر ہندوستان میں مسلمانوں نے
 جس جگہ سے کہ آپ بڑا ہیں محمدیہ کا صفت یہود و عیسائیوں کا صفت
 ہر جگہ سے نکال دیا گیا ہے۔ یہ سستی رقی علی جاری ہے۔ کہ اس بہن بہنو

بیٹوں تک ذہنی پختگی ہے۔ جو از حد شرمناک ہے۔ اور فریقین کے لئے باعث تباہی ہے۔ قادیانیوں کو تو جو کچھ نہیں کہتے۔ کیونکہ ان سے ہمیں چند ال امید نہیں ہے۔ کہ ہماری ذات کو سنیں۔ ان پر اپنے محترم اور فاضل دوست مولانا مشتاق صاحب بنی۔ اے سے بڑا حسد عا کرینگے کہ وہ اس بحث کو قطعاً بند کر دیں۔ کیونکہ جب ہم لوگوں کو اس بحث سے صدمہ پہنچ رہا ہے تو باقی مشن کے شبیہ ان صادق کی پاک روح کو اس سے کس قدر رنج پہنچ رہا ہوگا۔ اگر ہمارے بھائیوں نے ہماری اس نصیحت پر عمل نہ کیا تو وہ یاد رکھیں کہ وہ اپنے مشن کے دشمن ثابت ہوئے اور وہ ہند میں اس کی ترقی کو سد و کر پیئے۔

وہابی اور حقنی کا جھگڑا

مسلمانوں میں پہلے ہی کیا کم سر پٹول ہو رہا تھا۔ کہ اب ان میں وہابیت اور حقنیت کا جھگڑا بڑے زور سے شروع ہو گیا ہے۔ یوپی اور پنجاب کے بعض اہل دواخبارات میں اس قسم کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ کہ وہابی خدا و رسول کے دشمن ہیں۔ اور سخت کافر ہیں۔ جبر سے لئی بنا رہے ہیں۔ کہ نجد کے سلطان ابن سعود نے سلسلان شریف حسین کو تار سے بچھا دیا ہے۔ ہندوستان میں میٹھکریوں کا غزبی ٹوچا، نے سے تو یہہ بیٹھے۔ کہ جو شریف کے طرفدار ہوں وہ شریف کی فتن میں جا رہے ہیں۔ جو جائیں۔ اور جو نجدیوں کے حامی ہوں وہ نجدیوں کی فتن میں جا کر خدا کے ذریعہ فیض کر لیں۔ کہ دونوں میں سے کون کا فخر اور کون سدا مان ہو۔ ورنہ ہندوستان میں پیٹھہ کہ مقلد غیر تقلید یا حقنی وہابی کے جھگڑے برپا رہے۔ مسلمانان ہند میں جو تم پیرا رہ کر وانا سخت اذ و سناک۔ جب یہ نو وں مثل ہوئی۔ کہ جوگی جوگی لڑیں۔ اور کپڑوں کا نقصان۔ حارنہ سناؤنگے سائے سوال یہہ ہونا چاہئے کہ ماکہ معظمہ پر تومید یا تثلیث کے پیستارن یا عامیوں میں سے کس کا قبضہ ہونا مسلمانان عالم کے لئے مفید ہو سکتا و۔

تذکرہ بندہ ۲۲ کرڈبت پرست ہندوستان نہیں ۵۰ کرڈھیں و جاپان
تبت و برہما میں اور ۴۴ کرڈتھلیٹ پرست دنیا بھر میں موجود ہیں۔ اگر
پرست ہے تو ان کو مسلم بناؤ۔ یہہ کیا نامردی اور پیچڑاپن ہے۔ کہ اُسٹھے
اور مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔

اسلامی انجمنوں کو ضروری طالع

ملک کے مختلف صوبوں سے اسلامی انجمنوں کے اللہ دعوتی
خطوط سیر سے پاس آتے رہتے ہیں۔ کہ آیا میں ان کے جلسوں میں
شرکت کر سکتا ہوں یا نہیں۔ چنانچہ گزشتہ ہفتہ بھی گورکھپور۔ بدایون
نکھد پور۔ سلطان پور۔ دہلی سے اسی قسم کے خطوط آئے ہیں اسی
نہاد انجمنوں کو یہ طالع کر دینا چاہتا ہوں کہ تبلیغ اسلام تو ہر ایک
مومن مسلم کا فرض ہے۔ مگر آج کل یہ شکل آہ پڑی ہے کہ دیوبندی
حضرت نے لکھیں کلمہ گو مسلمانوں کو کافر و بدعت قرار دے کر در قرآن
نبی کی آیتوں کے گم ہو جانے کا مستند برپا کر کے مسلمانوں میں سخت
خشع اور انتشار برپا کر رہا ہے۔ چونکہ یہہ یوں اسلامی انجمنوں کے
مجلس میں جا کر اسی قسم کے کلمہ تکفیر کے مضامین شروع کر دیتے
ہیں۔ جس سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے میں نے
بہت پسند کر لیا ہے کہ ایسی ہی بھی جنم کے جلسے میں متعلقاً شرکت
کی جاوے جس کے راہین کلمہ گو مسلمانوں کو کافر قرار دیتے
یا ان کے علماء کے حامی ہوں۔ جو انجمن جسے شرکت جلسہ کی دعوت ہے۔ اس کو
چاہئے کہ وہ اس بات کا بھی مجھے بھری پی مہمانوں کے لئے کہ انجمن دیوبندی
کو جسے زیر اثر نہیں ہو۔ اور اگر بدویر تر ہے تو وہ اپنے جلسہ میں اس بات
کی بجاہزت دیگی۔ کہ دیوبندوں کے مذکورہ بالا نقصان دہ اور فاسد
اعتقید کے متعلق کلمہ کنلابت کی جاوے۔

تمام جھگڑو کا دو ٹوک فیصلہ

تو یہ الزام بھگتے ہیں کہ ان کے ان جتنے کٹکڑے تھے ہی شکر انگریزوں کی ہمت تھی کہ
 گھر بھر کو چھوڑ کر فرار ہونے لگے۔ یہ کہیں آئین رافع یدین کے جھگڑے میں نہیں رہتے نہ پڑا
 ہو کہیں ختم نبوت یا مسیح کی آمد ثانی پر جھگڑا ہو کہیں شیعہ سنی حنفی و ہابئی یا مقلد غیر مقلد۔ احمدی
 غیر احمدی کے تنازعات ہیں غرضیکہ ہر دو یکھو عجیب طوائف لسلو کی ہو۔ ایک گروہ نے اس
 پر کفر و ارتداد کا فتویٰ لگا کر ہمارے خارج سمجھ رہا ہے۔ یہ سب وہ بیانات ہیں جن
 اس لئے ہو رہی ہیں کہ ہم نے قرآن پاک کو ثالث ماننے سے انکار کر دیا جو عادلانہ و باخدا ہے
 حکم ہے کہ اگر کسی عالم میں جھگڑا ہو جائے تو اس کا قرآن پاک سے حل کرو۔ اگر سکا ایسا تصور نہ ہو
 تو سب ابلہ کے طور پر صدق کذب و انفیصلہ خدا کے سرور کو دو جیسا کہ رسول پاک نے ہر دووں پر
 قرآن پاک کی طرف لایا۔ مگر جب انہوں نے قرآن پاک کو ثالث ماننے سے انکار دیا تو ان کو ہمارے
 چیلنج دیا۔ فسوس یہ کہ ہر ایک فرقہ نے قرآن مجید کو ثالث ماننے کی بجائے سنا ثالث کر
 لیا مقرر کر رہا ہے۔ کوئی ان جھگڑو کو حدیثوں سے ٹھاننا چاہتا ہو۔ کوئی نہ سے۔ کوئی تفسیر
 سے مگر فضول بحال لکھ اگر قرآن مجید کو ثالث مان لیا جائے تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہیں رہتا۔ سب کو
 کرینکے لئے حلیف میں کفر و اسلام کے عنوان سے بعض مسائل کا دو ٹوک فیصلہ کر کے کہہ دیا گیا۔ ہمارے
 ج۔ زکوٰۃ کے متعلق یا تو فرقہ بندی لوگ قرآن مجید کے اس فیصلہ پر عرض کریں یا اس کو قبول کر کے باہم
 کو بند کر کے خالص معنی میں اہل اسلام بن جائیں۔ نہ ہمارے نزدیک جو دشمنان ہلام نے چاہے
 کر کہہ دیں۔ رات اس بات کی جو کہ جو بات جس حد تک اور جس شکل میں قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہو
 ہم اور اسی شکل میں تقبل کریں۔ فروعات میں سب کی مرضی ہو۔ لہذا پڑھو تا پڑھو۔ اخصاص
 ذکر عہد انی اللہ تعالیٰ مجھے یہ کہہ دے کہ قرآن مجید کے ہر ایک کلمہ میں اللہ تعالیٰ
 اور اگر ان معاملات میں انکو کسی قسم کا شک شبہ پیدا ہو تو وہ سکا اہل ہدایت میں آگے
 مضمون کے برخلاف کچھ لکھنا ہو تو وہ قرآن مجید کو ہی پیش کریں۔ سنا کہ کفر و اسلام کے تینہ کے
 ما نزل اللہ کے سوا اور نہ رہی کہ لی کتاب بن نبی کی کیونکہ قرآن مجید ہی ایسا ایسی کتاب ہے
 مستند بالذات جو باقی سب سے زیادہ اہمیت میں ہو کہ انکی صحت کا دار و مدار ان کے ہر ایک کلمہ
 پر ہے۔ اور ہر ایک کلمہ ہی اپنی لغت سے لے کر دوسرے کلموں کی شہادت کا متاع ہے۔ ہر ایک کلمہ

چھٹی فصل

اسلام سجد کے اندر

اعترافی - اسلام علیکم

میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں آپ کو تسلیم کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھ جو کچھ ہے وہ سچ ہے۔

اور میں جب آپ میری پریشانی کی بھائی بن گئے تو آپ مجھے سناؤ کہ میں کیا کروں؟

اسلام علیکم! میں نے کہا کہ میں نے آپ کو تسلیم کر لیا ہے اور میں نے آپ کو سنا لیا ہے۔

میں نے کہا کہ میں نے آپ کو تسلیم کر لیا ہے اور میں نے آپ کو سنا لیا ہے۔

نہیں ہے میں تو حیران ہوں کہ لوگ مسلمان کہیں جو جہانے میں
 تسلیم۔ خدا، معاد، آپ کو گن لوگوں سے واسطہ پڑ گیا۔ جو آپ اتنے پریشان درجہ
 ہیں آخر آپ بتائیں تو سہی۔ کہ یہ معاملہ کیا ہے؟ آپ اتنے کیوں گھبرا رہے ہیں
 کیا کہیں کسی فعل، عموماً مٹنے کے رنگے تو نہیں پڑھ گئے تھے؟
 اعتراض۔ ہاں صاحب معاملہ تو یہی ہوا ہے۔

مسلم۔ (سکر اگر کبھی تب تو تہری کسی کہانی بڑی مزیدار ہوگی۔ میں خود بھی کسی زمانہ میں
ایسے ہی بلنٹوں کے ساتھ سے پریشان ہوا تھا۔ ذرا سناؤ تو سہی۔
اعمرانی حضرت! مجھے اندیشہ ہے۔ کہ کہیں آپ میری کہانی کو شکریہ خود بھی پریشان
نہ ہو جائیں۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ میں آپ کو آخری سلام کر کے اٹاؤں۔
ہی چہ جاؤں +

مستطلم۔ کیاں، عرفات میں چلے جانا تو کوئی ڈی بات نہیں ہے۔ مگر، ایسے جاوےں
گئے، اور اپنی پریشانی کا حال تو سناؤ۔ شاید میں بھی تمہارے ساتھ چلا ہوں۔
اعترافی۔ اچھا صاحب! اگر یہی بات ہے تو سن لیجئے۔ میں آپ سے رخصت ہو کر ایک
مسجد کے پاس سے گزر رہا تھا کہ نماز کی آذان میرے کان میں پڑی۔ میں نے کہا کہ
جب میں نے خدا کے سچے مذہب اسلام کو قبول کیا ہے تو کیوں نہ اب اس خدا
کی درگاہ میں جاؤں۔ کیا نہ کو جھکاؤں۔ یہہ سوچ کر میں مسجد میں داخل ہوا۔ منہ ہاتھ
اور پاؤں دھو کر میں نماز میں شامل ہو گیا۔ انا مصاحب سورہ فاتحہ پڑھ رہا تھا۔
جب انہوں نے اس سورہ کو ختم کر کے ولا اللضالین کہا۔ تو ٹیپت سے کسی نمازی نے
بڑے زور سے تین پکاریں، اس شخص کا، میں کہنا تھا کہ چار سو پنج نمازیوں نے
نماز چھوڑ کر شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ یہ سب پیدا ہونے لگا۔ کون مر دودھ
میں آگسا ہے۔ کالیو۔ اس وقت سے کہ باہر یہ بھڑا ہوں منہ یک سلام کہ پڑھ
پڑھ کر شروع کر دی۔ تو سے سکتا: "وے گھسن"۔

مستند۔ سند رک گیا واقعی ایسا ہوا؟

اغرائی۔ جیب بچ کہتے ہوں۔ ایسا ہی ہوا مگر ڈرائسٹے نوہیں۔ جیب اس غریب بے
 پیسہ چلانا شروع کیا۔ تو باقی نواز یوں نے جیبی سنت توڑ ڈالی۔ یہاں تک کہ امام

رہے تھے۔ تو مجھے اندیشہ نہ رہا تھا کہ کہیں کوئی نیا پلا میرے سر پر نہ لگے اسے
مسلم مجریا آپ ننگے سر تھے؟

اعرفی نہیں صاحب پگڑی باندھے ہوئے تھا۔

مسلم تب ہی آپ بیچ گئے۔

اعرفی۔ دسکرا کر تو یہ پہ نشانہ باز ننگے سر کی چانداری بھی بیکار تھے ہیں حضرت میں بھی

عرض کرتا ہوں کہ لوٹے اس طرح تڑاق تڑاق دور ہے تھے کہ گویا تڑاق کی چانداری

ہماری ہے جب لوٹوں گا صفایا ہو گیا تو انام صاحب فرمائے تھے کہ اب اس مسجد کے

محسن کو خوب دھوؤ لو جب مسجد کو دھوئے گا نام سن لو ایک صاحب ہوئے کہ یہاں

لوٹے تو سب ٹوٹ چکے ہیں۔ اب ہم پانی کا بے میں ہمیں بیس بھی صاحب مردانے

ارے لم عجبہ۔ چار پانچ ہوئے تو رکھ لیتے۔ اسپر سب یوگ مشن چلے کہ حضرت آپ نے

یہ قرار دیا تھا کہ سب شکوک ہو گئے ہیں۔ انکو توڑ ڈالو۔ تو مجھے تو اب کے ان کی

تصویر تھی۔ سواری۔ یہاں بھی اس پش پش سے۔ اور پش پش سے۔ یہاں بھی

سارے صاحب ہونے ہی تھا کہ تمام ہوئے توڑ ڈالو۔ سب تو حضرت نے کہا کہ اس میں

پر سب دھوکا غاری کر کے گئے تھے ایک دو نوٹش غالی باڑہ مارا۔ تو گرتے نوٹش

بے "دانی" ق کر دی۔ تھے ایک رہ پیہ کے۔ تھے نہیں کہ تھے۔ اب ہاں

کوں ہو گیا۔

مسلم۔ کیا یہ بھی تھے ہر سچ چندہ صولے کے لئے اس وقت دیا

اعرفی۔ ذہن بہت کارہی سب ایسا بھی لے ہی تھا یہاں اب لڑ خدہ دلا دلا

کہ نقصان ہو رہا چندہ کا ہر شے ٹھکانا تھا کہ میں جھٹکا تھا اس کا

بے اشتی کمال کر رہے تھے کہ یہاں اس چندہ میں شے شے ہیں

مسلم یہاں انہیں سو گیا تب انہیں اب اس اب اس اب اس اب اس

اعرفی۔ جی حضرت۔ ہر سب یہاں تھے کہ سب ہر رو پیدا کر رہے تھے

فرمائے تھے کہ بڑا کام ہے۔ یہ کہ یہ سب یہاں ہی تھا

اور رسول کے نام پر خان و خان کی کہانی مانی تھی کہ وہ سب

تھے ہیں۔ انکو توڑ ڈالو۔ یہ کہ یہاں تھے کہ یہاں تھے کہ یہاں

دیکھو اس کا ہر فی جیل اللہ نے سب سے پہلے انہی دی ہے یہ سید تاج و رہنما مسلمان ہے
اور تقریباً ہری تھالی میں سے ہے۔ خدا اسکو جزائے خیر دے کہ اس نے اللہ میں کے
کلمہ کو یاد کرنے کے لئے عمل مستدام اٹھایا ہے کیوں یہاں تو تم بھی تو کچھ دو۔ خاص کر کہیں
ہو یہ بھی کی اس آواز پر ایک صاحب بول اٹھے کہ حضرت یہ وہ دباڑا معلوم ہوتا ہے۔
اس کی انہی سے بچو۔

سب کچھ۔ تو کیا سیانہ صاحب نے آپ کی انہی چھپک نہ دی؟
اعترافی۔ اس صاحب ایسا ہی ہوا۔ سیانہ صاحب نے انہی اس شخص کے سامنے پھینک
دی وہ غصہ سے چلے گئے مردود تو کیا جیتیں بناتا ہے۔ دیکھو تو یہ انہی کی کھری ہے
بتاؤ اس انہی میں دباڑا کیا کہاں گئے ہیں یہ ہے؟ یہ تو خدا کا ایک بندہ اللہ کے
نعم کو یاد کرنے کے لئے انہی دیتا ہے اور تو اس کو دباڑا۔ دباڑا کہہ رہا ہے تھیں!
نہیں! سیانہ صاحب کہہ رہے تھے۔ نہ اتنے ہیں ایک سفید رہ یہ سجد کی بیڑی کی
بہت تھیں تھیں تو وہ سیانہ صاحب نے فاموں میں آکر، سیانہ صاحب نے ان سب عاجزین نے
جنا دھڑکاتے تھیں تو حضرت ہنگامی، پرانی تھی میٹر میٹر ہڑت چل رہے تھے یہاں
اس کو نہیں یہ ایک رہیہ پیر تھیں جمع رہتے۔

سب کچھ تو کیا یہی تھے وہ روپیہ اٹھایا؟
عمرانی اپنی صورت پر وہ ایک ہوا اس شخص کو ہارنے لگے کہ یہاں نہ کہنے
نہیں یہاں پہچان چکے تھے۔ وہ شخص نے کہہ دیا کہ سنت بہرے چوڑے کھنٹ
نہیں تھیں اور اس نے۔۔۔ عذر دیوں۔ اس پر سیانہ صاحب نے بار
بار کہیں کہہ دیا کہ وہ اس نے ایک بندہ کو، نکال کر، کے لئے د
نہیں اس کو اٹھانے کے لئے لگے ٹاٹ کو وہ سمجھا رہا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے
نہیں تھیں سب نماز میں تھے، اگر وہ یہ کہہ کر رہا ہے۔ وہیں سے گنا
نہیں اس، وہ یہ، اوکھے۔ مگر خدا نے بے دہانہ کو بے رہا نہیں اس مر
اجاؤت میٹر میٹر کا رہیہ تھی تھیں وہ رہیہ تھیں۔ اس پر جاگن درجہ کر رہا
ہو رہا ہے۔ اور بننے لگے کہ نہیں نہیں۔ وہ وہ رہا تھیں کہ نہیں نہیں
نہیں سیانہ صاحب آج کے صبح کے کچھ جانتے ہیں۔ یہاں وہ تھیں۔

ڈرتا مسجد کے صحن میں جا بیٹھتا۔ یہاں بھی نے سب لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھو
تم لوگ کیسے نادان ہو۔ جو خداوند کریم کے احکام کے برخلاف لوگوں کی عبادت میں
مغص ہو گئے ہو۔ حارث کہ خداوند کریم نے صاف فرمادیا ہے کہ

عَايِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَلْبِيُّ الْمُتَعَالِ - سَمِئًا مِّنْكُمْ
مَنْ آمَنَ الْقُلُوبَ وَمَنْ جَهَنَ بِهِ - الْمَرْحَدُ

خداوند کریم باطن اور ظاہر دونوں کا جاننے والا ہے۔ خواہ تم اونیکی آواز سنو یا نہ
خوہ دل ہی دل میں سچا۔ مگر خدا کے نزدیک یہ دونوں برابر ہیں۔ اے نادان لوگو! یہ
خداوند کریم نے قرآن پاک کی اس سورہ اربعہ کے اسی رکوع میں دوسری جگہ خدا کو
بلند اور دھیمی آواز سے پکارنے کا فیصلہ بھی کر دیا ہے کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا سُبِّحُوْهُ بِالْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

بادلوں کی کڑک یعنی بجلی سے اور زمین کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ مگر دوسری طرف فرشتے
خاصوں سے۔ انکی حمد و ثنا میں مصروف ہیں۔ اے نادان لو! جب خداوند کریم نے انکی
کی راک کی سی بلند آواز سے ساتھ اپنی حمد و ثنا کی اجازت دی ہے تو اس شخص پر
جو تمہاری صف میں کھڑے ہو کر ارا دینی آواز سے، مین ہمارو ہی تو تم نے کب سمجھا
یہ کہ تمہاری نماز خراب ہو گئی؟ کیا اسکی آواز بجلی کی کڑک سے بھی بلند نہیں؟ اور جب جب
خدا نے یہ صاف فرمادیا ہے کہ تم خواہ دوں ہی دل میں اس کا نام لو۔ خواہ بلند آواز
سے اس کو پکارو۔ مگر خدا کے نزدیک یہ دونوں باتیں برابر ہیں تو پھر تم اس شخص کے
میں کیا کہنے پر اتنے کیوں بڑھ گئے کہ اس غریب کا مار مار کر بھڑکنا لگا دیا۔

مسلم کہیں نوب یہ یہاں بھی تو بڑی خوبی کے آدمی تھے۔ مگر ان کے اس وعظ کو سن کر
اسی نے کوئی اعتراض نہ کیا؟

اعراقی کہیں نہیں، سب لوگ چلے آئے۔ سب لوگ اس میں برابر تھے۔
آپ نے ہمیں یہ سہبت نہ رہا تھا کہ جو لوگ دینی آواز سے کبھی نہ
مستعد نہ ہوتے۔ آواز سے ہوتے ہیں۔ انکو جہنم میں لے جاتا ہے۔

مسلم یہاں بھی اس کا کب جو سب دیا؟
اعراقی کہیں نہیں فرماتے تھے کہ اس پر تیسرا حکم ہے کہ یہ لوگ دیر سے

مگر میرا مطلب یہ تھا کہ اگر ن میں سے کوئی شخص تمہاری مالی مدد کرے
اور تمہیں پسند نہ آئے۔ تب بھی وہ پاک نہیں ہوگا۔ ہرگز نہیں بلکہ دیکھو مددگاری نے فرمایا کہ
خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (التوبة ۹۰)
کہ اگر یہ لوگ تمہیں پسند نہ آئے۔ تو ایسا کرو اور سجدہ لو کہ یہ پاک و صاف ہو گئے ایسی صورت
میں کہ ان کے ساتھ مل کر یا ان کو اپنے ساتھ ملا کر نماز پڑھ سیکرؤ۔ اسے نادانوں کا جب
میں شخص نے بد کے لئے خریدنے کے لئے ایک روپیہ پسند دیا ہے۔ تو تمہاری
بشارت کہ ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے روکنا کتنا بڑا ظلم ہے کیا تو نہیں جانتے
ہو کہ خداوند کریم نے فرمایا ہے کہ

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ
وَسَعَى فِي خَرَابِهَا أُولَئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا
إِلَّا خَائِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خُذُوا فِي الْآخِرَةِ
عَذَابًا عَظِيمًا (المقرہ ۳۰)

اس شخص سے بڑھا ظالم کون ہو سکتا ہے جو کسی انسان کو خدا کی مسجد میں نہ
نہ کرنے سے روکے اور اس حجرِ جودوں کو جہاز نے گارہ جب ہو مسجدوں
میں وگوں کو تیار کرنے سے روکے۔ اسے ظالم بذات خود اس قول میں مذکور
ہوئی سزا دی جانے کہ وہ مسجدوں میں اگر کسی شہر میں گئے تھے درختے ہیں۔ ایسے
لوگوں میں بھی نہ اذیکر رہا ہو۔ اور فساد میں تو ان کو خدا
کی طرف سے اور ان کو عذاب دیا ہی ہو دیکھا۔ اسے نادانوں نے خدا پر عذاب
نہ اس شخص کو جس نے زمین پر اتنا وہ کو بایا۔ خدا سے ڈرو۔ اور نہ کرنا
نہ اس سے روکنا۔ وہ کریم کی طرف سے تم کو سخت سزا دی جاوے گی

مسکو۔ باب غمی کی اس آیت پر نو مستند لوگوں نے کیا جواب دیا

نہائی۔ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے۔ بھی تو
سب سے صاحب یہ کہہ رہے تھے کہ اس آیت سے کو مار دو۔ اسے توڑ دو۔ سجدہ
نہ اس سے۔ مگر اب جو اس شخص نے ایک روپیہ پسند دیا تو اس کی یہ
اس آیت کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہ اس آیت میں یہ نہیں سکتا

موجود نہیں تھیں، جب اس میاں بخی نے یہ کہا تھا کہ اس دابر سے کو ایسا نفع ہو سکتا ہے
 چھ کسی مسجد میں جا کر ڈکانہ کے سکے۔ حقیقت یہ سننے ہی فساد کی پڑیاں جب
 تک ہماری مسجدیں اس قسم کے فساد کی ٹنٹوں سے پاک نہیں ہوتیں۔ تب تک سماج
 کو باہمی صلح و اس سے رہنا نصیب نہیں ہو گا۔ عرض کیا، سنی قوم کی چھٹیوں کیا کرتے
 ہوئے کئی مسلمان تو اس مسجد سے گھر و گھر چلے گئے، و کئی دکانیں بیچ کر رہے میاں بخی
 نے ایک روپیہ کے لئے اپیل کی تھی، مگر ایک ٹھنی پیری اور ایک روپیہ اس غم
 کا ملا کر ایک کا ڈیڑھ تو اسی وقت ہو گیا۔ آٹھ گئے، ایک اور شخص نے دید سے۔ دو روپیہ
 بیکر میاں بخی نے اپنا وعظ ختم کیا۔ مجھے حسبی سادیکھ کر اپنے حجرہ میں سے گئے اور اپنے
 گئے کہ یہاں تمہیں اس سے پیشتر میں نے کہیں اس مسجد میں نہیں، یہاں کہیں کہیں
 آئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں ایک نو مسلم ہوں۔ میرے باپ و دادا سے
 سیدھے سادے ہو کار تھے۔ میری بیعت اسلام کی طرف یوں تھی چنانچہ میں مسلمان ہو گیا ہوں
 اب میں اس فکر میں ہوں کہ کوئی عالم دین ملے تو اس سے اسلام کی تعلیم حاصل کروں
 یتنکر سب ابھی ترانے لگے کہ دیکھو تم ہمارے دارالعلوم میں چلے جاؤ۔ وہاں دین کے
 بڑے بڑے عالم فاضل موجود ہیں۔ میں بھی اسی دارالعلوم کا سند یافتہ ہوں۔ جب کی
 امانت کے علاوہ میں اسی دارالعلوم کا اچھا شاگرد بھی ہوں۔ آپ جیسے شائق حق و
 حقیقتی پڑھ دینا۔ اسی دارالعلوم۔ دانش کرنامہ اخلاص کا ترجمہ۔

مسلم۔ یہ دارالعلوم کہاں ہے؟

اعرافی۔ مجھے خود بھی اس کا علم نہیں تھا مگر جب میاں بخی نے مجھے اس کا نام دیا تو میں
 بتایا۔ تو میں دوسری دن وہاں پہنچا۔

مسلم۔ میاں! تمہاری سرگشت و تیری دلچسپ معلوم ہوئی صبح۔ ذرا دین بندہ
 کے حامات بھی تو سناؤ۔ کہ وہاں کیا گزری؟

اعرافی۔ جناب کیا عرض کروں جب میں وہاں پہنچا تو یہ دارالعلوم میں
 وہاں ہر پرہیزگار کا دارالعلوم کے مدرس علی شہر کا جامع مسجد میں وعظ فرماتے تھے
 مدرسہ میں چنانچہ میں سیدت حبیبہ میں پہنچا۔ وہاں جناب و بکھنا ہوں کہ یہ غنی
 جمع ہے۔ وہ گول کے ٹھنڈے آ رہے ہیں۔ جب مجمع بہت زیادہ ہو گیا، وہ

کے مدرس اعلیٰ ممبر شریف لائے اور غزوہ تبہ اللہ کے بعد قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ بعد ازاں لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں آج آپ لوگوں کو اس حدیث شریفہ کا کہ من تشبہ بقوم فهو منهم مصب سبھا ناچار ہوں۔ چنانچہ آپ نے اس پر بہت طول و حیل تقریر فرمائی۔

سلسلہ۔ مگر اس کا خلاصہ مجھے بھی تو سنا ہے۔

اعرائی۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ جو شخص کسی قوم کی نقل اتار رہا ہے۔ وہ اسی قوم کا ممبر سبھا بنائیے اور زیادت کے دن اسی قوم میں اس کا شر و نشر ہو گا۔ اس سے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ غیر مسلموں کی بات میں نقل نہ کیا کریں۔ جو مسلمان غیر قوموں کی نقل کرتے ہیں، وہ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں۔ جو لوگ مسلمان ہو کر کافروں کی طرح پھری کائنات سے کھاتے ہیں۔ وہ کافر ہیں۔ جو کوٹ پٹوان پہنتے ہیں۔ وہ بھی کافر ہیں۔ جو کارکن شالی لگاتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ جو بوٹ پہنتے ہیں وہ بھی کافر ہیں جو پیشالی پر بال بے رکتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ جو دھڑھی سنڈواتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ جو سوپنچھیں لی رکتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ جو انگریزی پڑھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ جو انگریزی ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ جو ٹکنوں سے نیچے پانچا سہ پہنتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ جو انگریزی لپی رکتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ اس لئے کہ یہ تمام باتیں سنت نبوی کے رخصت ہیں۔ جو اتباع سنت نہیں کرتا۔ بلکہ ان کے چکاس کنار کے اوضاع و احوال کو پیروی کرتا ہے وہ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔ کہ نہ حدیث شریفہ میں آیات ہے۔ جو کافروں کی نقل کرتا ہے وہ کافر ہے۔ اس سے عزیز و اقارب چاہئے کہ اپنی تمام باتوں سے بچو۔ نہ صرف یہی بلکہ یہ ایسے فاضلوں و رفقاء بریل کے ساتھ تعلق بھی نہ رکھو۔ انکار کی ملازمت نہ کیا کرتے ہو۔ نہ یہ کہ وہ لوگوں کے گھر کا مہمان بن کر۔ نہ یہ کہ ان سے فساد و مہر سے یہاں تک کہ کوئی مذہب ان سے نہیں کے کہ میں باوجود ان کے درمزدوری کے ان پر پورا تکیہ نہ کر دوں۔ یہ رتبہ رتی موت کے بعد ان کو عورت میں یا شریعت کے خلاف کہنا باقی ہے۔ اس پر چاہئے کہ جس واقعہ کو ان کے ساتھ مل کر شرب سے باز رہو۔ ایک وقت وہی غلبہ صغیر ہے۔ چاہئے کہ ان سے دور رہو۔ یہاں تک کہ ان کی باتوں کی کالی سے۔ نہ یہ کہ ان سے تعلق نہ کرنا۔ نہ یہ کہ ان سے تعلق نہ کرنا۔

کہا ہے کہ جیسی فتنہ رنڈی کی کہانی حرام ہے۔ ویسی ہی وکیل کی کہانی بھی حرام ہے پس عزیزو! ایسے حرام کا پیشہ کر نیوالوں کے ساتھ اکل و شرب کرنے سے پرہیز کرو۔ ایسا نہ ہو کہ خدا کا غضب تیرا نازل ہو۔

مسلم۔ میاں اعرافی! یہ تو بڑا خطرناک وعظ تھا۔ مگر تم نے اس سے کیا نتیجہ نکالا؟
اعرافی۔ اچھی حضرت! ذرا آپ سنتے تو جانتے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ جہاں کو وہ پہنچا تھے مگر ایک طرف کچھ ترکی ٹوپی پہنے چند نئے ٹیشن کے تعلیمیافتہ جنٹلمین بھی کھڑے تھے ان میں ایک صاحب میاں نثار قطب پیٹرنائی کو رٹ بھی تھے جو کسی زمانہ میں میرے ہم جماعت رہ چکے تھے۔ میں نے ان کو اور انہوں نے مجھ کو دیکھ لیا۔ درآنکھوں ہی آنکھوں میں ہماری ملاقات ہو گئی۔ میں خوب تاڑا ہوا تھا کہ مولوی صاحب کے وعظ کو سن کر میاں نثار قطب صاحب کے چہرے پر ایک رنگ آتا تھا اور دوسرا جاتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی گہری سازش کا نقشہ باندھ رہے ہیں۔ جب مولوی صاحب وعظ ختم کر چکے تو نثار میاں فوراً آگے بڑھے۔ اور مولینا سے مصافحہ کرتے ہی چپکے سے پانچ روپیہ ان کی سٹھی میں دیدے۔ اور نہایت ادب سے کہنے لگے کہ مولینا میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے۔ مگر مرحومہ پر وصیت کر لی ہے کہ جس آپ کے دارالعلوم میں مرحومہ کی یادگار میں ایک کمرہ بنوادوں اور آپ کی بھی کچھ خدمت کروں۔ اس لئے اگر آپ کل بارہ بجے ڈکو میرے غریب خانہ پر مان چوبیس تناول فرمانے کے لئے تشریف لائیں۔ تو میں مرحومہ کے زیورات اور کچھ نقد جناب کی خدمت میں حاضر کروں میاں نثار قطب نے جو روپیہ مصافحہ کرتے وقت مولینا صاحب کی ٹاسی میں دیا تھا۔ وہ تو مولینا نے چپکے سے جیب میں ڈال لیا اور دعوت کے متعلق فرمانے سے کہ میں انشاء اللہ ضرور دولت خانہ پر حاضر ہوں گا۔ وہ مرحومہ کو غریب رحمت کرے کہ وہ رحلت فرماتے وقت دارالعلوم کے لئے ایسی گرانقدر امداد دینے کی وصیت کر گئیں۔

مسلم۔ میاں تمہاری کہانی بڑی دلچسپ ہے۔ پھر کیا ہوا؟

اعرافی۔ حضرت! ذرا آپ سنتے جائیں۔ مولینا نے تو میاں نثار قطب کی دعوت قبول کی۔ مگر نثار میاں نے مجھے بھی شرکت کے لئے کہا۔ میں نے ہر چند معذرت کی۔

مگر انہوں نے ایک نہ مالی۔ مولینا صاحب تو اپنے دارالعلوم میں چلے گئے مگر شاہ صاحب مجھے کھینچ نکھسیت کر اپنے مہکا پیرے گئے۔ مولینا کے وعظ کے متعلق ہم دونوں میں خوب بحث ہوتی رہی۔ شارق قطب صاحب تھے تو مالی کورٹ کے وکیل۔ مگر مذہبی سماعت میں بڑی بڑی اپنی لیتے تھے۔ فرمانے لگے کہ سیاں اعرافی! تم نے مولینا کے وعظ کا کیا نتیجہ نکالا۔ میں نے کہا کہ میں نے تو اس سے یہی نتیجہ نکالا ہے۔ کہ ہمیں کفر و کفر کی فتن نہیں کرنی چاہیے۔ شارق میاں بوسے کہ مولینا کا تمام زور اتباع سنت پر تھا۔ میں نے کہا۔ ہاں ٹھیک ہے۔ شارق کہنے لگے کہ دیکھو، اس شخص نے کس حد پر دیر سے ہمیں فاحشہ رنڈیوں کی طرح حرام کا پیشہ کئے والا کہا۔ میں اب کل آپ کو اس کی اتباع سنت کا تماشہ دکھانا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیونکر آدرا گئے کہ ان اس کا پتہ آپ کو کل ہی لگے گا۔ میں نے کہا کہ کیا غریب مولوی پر نالاش کر دے گئے؟ فرمانے لگے۔ ہرگز نہیں!

مسلم۔ تو کہا کہیں مولوی کو پٹوالے کی سازش تو نہیں تھی؟

اعراف۔ جی حضرت! اب ذرا خاموشی سے سنتے جائیں۔ دوسرے، ابن علی الصبح اس شارق قطب نے ہٹے وسیع پیمانہ پر دعوت کی تباری کی۔ انواع و اقسام کے کہا نے تیار کیے گئے۔ زر وہ۔ بریانی۔ تو پر مہم۔ کوفتے۔ کباب۔ غرضیکہ اب اس سے زیادہ لہذا یہ کہانے بھائے گئے۔ وقت مقررہ سے چند منٹ پیشتر اپنے بھانے کے کمرہ میں میز کر سی۔ لگا نہایت صاف ستھرے دسترخوان بچھا کر کہا لوں کہ چائے کو سقفل کر دیا۔ اس کے بعد سیاں شارق قطب صاحب اپنے غسل خانہ میں کچھ با دو ٹونہ کرنے کے لئے چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر نکلتے اور غسل خانہ کو جی سقفل کر دیا۔ جس دن کی تمام حرکات کو دیکھ کر دم بوز دتھا کہ معلوم نہیں یہہ کس نے کیا شرارت کرے گا۔ کہ اتنے میں انہوں نے اپنے کو جوان کو حکم دیا کہ غسل لے جاؤ اور مولینا کو لے آؤ۔ چنانچہ کو جوان اسی وقت غسل لے کر چل گیا۔ اور مردان میں مولینا کو لے آیا۔ پہاں شارق نے اس قدم آگے بڑھ کر مولینا کا مقابلہ کیا اور نہایت اوساد و صرام سے لٹن سے اتار کر ان کو گول کرے میں لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہاں کی باہر کر کے فرمانے لگے کہ مولینا کہا نا تھا کہ

تشریف لے چلیں۔ مولینا صاحب یہ سمجھ کر کہ آج وکیل صاحب کے اس دعوت ہے
 علوہ تر مال کے کچھ نقد وجہن بھی میٹھا عجیب، داکے ساتھ جھوم کر آئے۔ اور میاں
 تشار کے ہمراہ ہو گئے۔ میاں تشار نے غسلِ نمانہ کے دروازے پر مولینا کو بجا کر
 قفل کھولا۔ اور اندر داخل کر کے کواٹر لگا لیا۔ یہیں غسلِ نمانہ کی کھڑکی میں سے یہ تماشہ
 دیکھ رہا تھا کہ مولینا صاحب کی کیا خُطرت واقع ہوئی ہے۔ میں نے دیکھا کہ
 غسلِ نمانہ میں ایک پھٹا پرانا ٹاٹ کا ٹکڑا بچھایا ہوا ہے۔ اس پر ایک طرف کاٹھ
 کا پیالہ پانی سے بھریا ہے۔ اور ساتھ ہی چار پانچ روز کی سوکھی ہوئی جو یا باجر سے
 کی روٹیوں کے ٹکڑے دھرے ہیں۔ تشار میاں نے ٹاٹ کی طرف اشارہ کر کے
 مولینا کو فرمایا کہ حضرت کہا نا سو جو وہ ہے بسم اللہ کیجئے۔ مولینا نے میاں تشار کے چہرہ
 کی طرف دیکھا۔ اور نہایت غضب آلودہچہ میں کہا کہ یہ کیا حماقت ہے؟
 میاں تشار مولینا یہ حماقت نہیں ہے۔ بلکہ اتباعِ سنت ہے۔ چونکہ آپ سنت
 کے حامی ہیں۔ اور آپ چھی طرح جانتے ہیں کہ رسول پاک کاٹھ کے پیالہ میں پانی
 پیٹے تھے۔ اور جو کی روٹی باسی تبا سی کہاتے تھے۔ اس لئے میں نے آپ کو
 متبعِ سنت سمجھ کر یہی کھانا تیار کیا ہے۔

مولینا۔ مگر یہ تباری محض شرارت ہے۔ کہ تم مجھے اس طرح غسلِ نمانہ میں بندھے
 ذیل کر رہے ہو۔ اور میرے سامنے کتوں کی طرح پیالہ میں پانی اور روٹی کے
 سوکھے ٹکڑے رکھ کر جن کو کتے اور بھڑ بھڑی بھی کھانا پسند نہ کریں۔ رسول کریم
 پر آمادہ ہو۔ کیا میں ایسا ہی ذلیل ہوں کہ ان سوکھی کنکریوں کو چباؤں۔ اور
 اس نکڑی کے پیالے کو منہ سے لگاؤں۔

تشار۔ مگر مولینا! گستاخی معاف۔ ہم نے آپ حضرت کو جبار باری ہی کہتے سنا ہے
 کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پانی پینے کا پیالہ نکڑی کا تھا۔
 اور وہ بھی ٹوٹا ہوا۔ اور حضور اسی قسم کی باسی تبا سی ٹان جوہں پر فطاعت فرمایا
 کرتے تھے۔ اور کہ ہمیں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی پیروی کرنی
 چاہئے۔ چونکہ جناب نے اس میں بھی اپنے وعظ میں اتباعِ سنت پر زور دیا تھا
 اس لئے میں نے آپ کے ارشاد کی نفیاً و معنائاً قبول کرتے ہوئے آپ کے لئے

یہی کہنا اختیار کیا ہے۔ تاکہ آپ کو سنت نبوی کے برخلاف کوئی لذیذ کہنا نہ لگے۔
میں گنہگار نہ ہوں۔

مولیٰ پٹا یہ تباری شیطنت ہے۔ کہ تم ہمیں کہنا کہلاتے وقت اتباع سنت بے نتیجے ہو
اگر تم نے یہی شرارت کرنی تھی تو مجھے پہلے ہی بتا دیا ہوتا۔ تاکہ میں تمہارے گھر پر قدم بھی
نہ رکھتا۔ منتظر التماس کیسی بے حیائی ہے۔ کہ مجھے یوں ڈھیل کیا گیا۔

مسلم۔ یہاں یہ شارقطیب بھی عجیب مذاق کا آدمی نکلا۔ اچھا تو پھر کیا ہوا؟
اعترافی۔ حضرت ذرا سنے تو یہی جب مولیٰ صاحب نے یوں توں شراق شروع کی تو یہاں
نثار نے کھینچی پر سے ٹینڈے کی کہال کا بنتر تار لیا اور مولیٰ صاحب کے سر پر بند کر کے
بھلی کی طرح کڑک کر کہا یہ ارے تو نے مجھے کیا سمجھ رہا ہے جو یوں بدزبانی کر رہا ہے۔
خبردار! اگر تو سنت نبوی پر عمل کرنے سے ذرا بھی چوان و چرا کر گیا۔ تو مارے ہنٹروں کے
تیری کہال اتار دوں گا۔ تو اس نان جو جس کو حضور پر کائنات صبر و شکر کے ساتھ
کہتے رہے۔ کتنی روٹی کہتا ہے اور تو اس پیالہ کو تھرا رہا ہے۔ میرا فوراً پداؤ آج
نہ کال دوں تو میرا نام نثار نہیں! اگر تو اپنی خیر چاہتا ہے تو بہتر یہی ہے۔ کہ چپ
چاپ ٹاٹ پر بیٹھ کر یہ جو کچ روٹی کہا۔ اور پانی کا پیالہ پی کر سیرت حق میں وعائے خیر
کر۔ ورنہ یاد رکھ کہ یہ ہنٹر ہو گا۔ اور تیری ٹیچہ سیال نثار آٹھیل جو ان سے ہو گا
پر تاؤ دیکو جو کڑک کی سی آواز نکالی۔ اور ہنٹر کو ڈرا چھپکا دیا۔ تو مولیٰ کی روح قبض ہوئے
تھی۔ بہ خیل کر کے کہ یہاں نہ کوئی یرادہ نکال رہے نہ مرید و شاگرد جو وہ پیچھے قبر
وروش بر جان در ویش چیکے سے ماٹ پر پھند سوکھی روٹی کا ٹکڑا توڑ سنہ میں ٹوٹ کر
پہانے لگے۔ مگر مولیٰ نے کبھی کا ہے کوئی روٹی کہالی تھی۔ وہ تو زور دے دیا تو
تین ہریانی اور ٹھیرا مل کے اڑا لئے تھے۔ اتباع سنت نبوی کا انھوں تو
وہ دوسروں کے لئے ہی بچا کرتے تھے۔ سو کئے ٹکڑوں کو دانٹوں سے توڑتے اور
انٹھوں سے جھاتے اور پانی کا گھونٹ بھر کر گلے سے تارنے کی کوشش کرتے
تھے۔ بڑا بڑا جلتی میں کھینک کر لگیا اور ہنٹروں کی لنگوٹیں باہر آئیں۔ بولواؤ جو زور
نثار میں سیال نثار سے اپیل کرتے ہیں کہ نثار مسافر کرو۔ اتنا کہنا تھا کہ میں تار
نہیں نہانے کے ساتھ دے کر وہ کاٹھن دیا۔ دروازہ کھٹ پٹ کھل گیا۔ دریاں تار

تبعہ مار کر جس پر سے ۔ مولینا کو نہایت ادب سے نکلے لگا رہا تھا وہ سے فرود میں چلے
 انواع واقسام کے کہنے پڑنے سے ہی چپ رہ گئے تھے۔ لے گئے نہایت عزت سے سرتی پر
 بٹھا کر فرمانے لگے۔

نثار۔ حضرت موصوف کرنا بندہ نے آج آپ کی بے حجاج گستاخی اور بے ادبی کی ہو۔
 مولینا نہیں نہیں مضائقہ نہیں۔ یہ تو میں پہلے ہی سے جانتا تھا کہ آپ میرے ساتھ
 دل لگی کر رہے ہیں۔ در نہ یہ بھی کوئی بات تھی۔ کہ آپ جیسا نئی۔ دشمنی کا جھٹک میں مجھے
 اس طرح کاٹھ کے پیالہ میں پانی ڈرٹاٹ کے ٹکڑے پر خشک روٹی دینگا۔

نثار۔ مگر مولینا آپ نے بھی تو رات اپنے وسط میں غصہ کیا کہ بکھو پیٹھہ۔ روٹیاں کا
 ساتھ بنا دیا۔ اور ہمارے گھر کا کھانا پینا تک حرام کر دیا۔ اور آپ خود متین سنت
 کھذا کر بڑے شفیق و پرہیزگار بن گئے۔ میں نے تو صرف اتنا ہی دیکھنا تھا۔ کہ آپ
 واقعی متبع سنت ہیں۔ یا آپ کا حلق بھی ہمارے صلق جیسا ہی ہے۔ سو جناب ہندو
 گیا کہ آپ کے حلق میں اور ہمارے حلق میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ جس طرح جو کی
 روٹی کے سوکھے ٹکڑے ہمارے حلق سے نیچے نہیں اترتے۔ اسی طرح وہ آپ کے
 حلق سے بھی نیچے نہیں جاتے۔ مولینا میرے ایک دوست میاں عرفی بھی یہ
 سکا پتر شریف فرمایا۔ ذرا انکو بھی میٹر پر بلا لوں۔ یہ کہہ کر میاں نثار نے مجھے اور
 دی۔ میں اندر گیا۔ اور مجھے مولینا صاحب سے انٹر وویو کر دیا۔ اس کے بعد
 میاں نثار نے نہایت شہرت بھری نگاہ سے مجھے گھورا۔ اور کہنے لگے کہ میاں عرفی
 آپ کو پتہ ہے کہ میں مولینا صاحب کو غصہ خانہ میں کیوں سے گیا تھا؟

اعترافی۔ جناب خود ہی فرمائیے کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ کیونکہ میں نے دیکھا تو سب کہہ کر
 میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ آپ نے یہ سب کیسے کیا؟

نثار۔ میں جانتا ہوں۔ آپ نو مسلم ہیں۔ نو مسلموں کو چونکہ ہمارے مولویوں کی
 حالت کا پتہ نہیں۔ اس لئے وہ ان کے پیچیدہ اور دور از کار باتوں کو نہ سن کر
 گھبرا جاتے ہیں۔ اور اسلام کو ترک کر جاتے ہیں۔ میں نے آج جو کچھ کارروائی کی
 وہ آپ پر اس بات کو ثابت کرنے کے لئے تھی۔ کہ جن لوگوں کو ہم تقدس مآب و ہلال
 شریعت سمجھتے ہیں۔ اور جن کے لیے چوئے درخشاں کی زیرگی کے نہر ہونے

جاتے ہیں۔ وہ عملی زندگی کے معاملہ سے ہم سے کسی صورت میں بھی بہتر نہیں ہوتے
بلکہ وہ کٹر صورتوں میں کسب کے الفاظ میں چونہ کی ہوئی قبروں کی مانند ہوتے
ہیں۔ اس لئے ہمیں ان لوگوں کے کفر و کفر کے فتوؤں کو ٹکڑی ٹکڑی کرنا چاہیے
کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں۔ کہ یہی مولینا صاحب جو اس لئے جمع ہیں تباع و تمت
پر زور سے رہے تھے۔ اور ہم و کیلیوں۔ کوٹ۔ پتلون پہننے والوں۔ دارالافتاء
کو کا ذکر کہہ رہے تھے۔ اور ہمارے گھر کا کہا نامک حرام بتاتے تھے۔ آج کس
ذمے سے کہیں گے اس دعوت ازار سے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ خود بھی متبع شریعت
ہوتے تو ان لذیذ ہانوں کو ہاتھ نہ لگاتے۔ بلکہ وہی سوکھی روٹی کا ملا کہا کر
شکر خدا بجا رہتے۔ کیوں مولینا صاحب! وہ سوکھی روٹی کا کھا کر کیسا مزیدار لگتا ہے
مہر میں شارق قطب نے ایک فراموشی قہقہہ لگایا اور ساتھ ہی پانچسورہ و سپہ کے نوٹ
اور ایک جوڑی حالالی کشن جو تقریباً پانچسورہ و سپہ کے ہوئے۔ مولینا صاحب کے
سامنے رکھ دیے اور کہنے لگے۔ حضرت! یہ میری مرحومہ بیوی کی وصیت ہے۔
جو آپ کے دارالعلوم کے لئے دیتا ہوں۔ مولینا صاحب نے جوں ہی اس پر نظر
رکھا تو پکھڑا تو ان کی بانہیں کھینچیں۔ ۱۱۔ یہاں سے اس کے کہ وہ یہاں شارق
صاحب کے سلوک اور ان کی ملازمت آمیز تشریف کو شکر ادا کرتے۔ وہ سب
یہاں شام کی حریف میں زمین و آسمان کے قلم ہے مد نے لگے۔ درجہ حدیث
کی ناپہ رات کو انہوں نے کوٹ بدن پہنے دوں۔ دارالافتاء کو
منازلت۔ اس کے متعلق ہوں نے اب یہ خیال بجا کر کہ حضرت بہ حدیث
کوئی نہ بجا یہ ہیں ہے۔ اور اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اب جیسے نیر درنگ
ساروں کو کاٹ کر جادو ہے۔

انٹار۔ مرناب وہ جو یہ نے مولینا شہید احمد صاحب سائیں اور وہ صاحبین
صاحب دیوبندی کے فیوض کا ذکر یہ تھا۔ کہ دیکھوں گا پڑھو۔ مہر ہے۔ اس کی
کیا بیعت ہے؟

مولینا صاحب نے اسے تنبیہ میں ان حضرت کا کوئی تو ہی ہے۔ یہ ہیں نے رب
کے یہ تبار۔ مگر یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا۔ اس کے قائل نہیں ہیں۔

نثار۔ حضرت! اگر آپ کے نزدیک وہ سنت توئی صحیح ہے۔ تو مہربانی کر کے یہ پتہ رو
روپیہ کے نوٹ اور طرہ فی کنگنوں کی جوڑی واپس کر دیجئے۔ میں غلیظہ کاغذ
میں بھید ڈنگا۔

مولینا۔ واہ صاحب! یہ بھی کوئی بات ہے۔ میں نے کہہ جو دیا۔ کہ تم لوگ مولینا
رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولینا محمود حسن صاحب دیوبندی کے جہاد کو
صحیح نہیں سمجھتے۔

نثار۔ تو پھر رات کے وقت میں آپ ہم لوگوں کے برخلاف جو اتنے بڑے
عقے۔ اس کی وجہ؟

مولینا۔ کیا! میرے ذہن میں اس وقت میرزا نیا ریگ دیکھتے تھے تو ہر
دراغہ کے مخالف ہیں۔ کہے اگر ہم ایسے ایسے مخالفوں کو شریعت کے ذریعے
سے ماریں تو اور کیا کریں؟

نثار۔ تو پھر آپ نے میرزا نیا ریگ کا نام لے کر حملہ کیا ہوتا؟
مولینا۔ کیا خوب! آپ کا مطلب یہ ہے کہ میں زیر دفعہ... تعزیرات ہند اپنے
برخلاف مقدمہ کھڑا کروا لیتا۔ اور پھر وہ بھی کس کی طرف سے۔ ایک دیکھیں کی
طرف سے جو پڑھا لکھا جن ہو۔ اور ہماری کسی جھاڑ جھونک سے بھی نہ اترے +
آخر میں دعوت کے بھائی زمین صاحب ہمیں خوشی نصرت ہوئے۔ ان سے
جانے کے بعد میان نثار نے مجھ سے کہا۔ کہ عرائی! آپ نے دیکھیں۔ ان منٹوں کے
قول و فعل ہیں کس قدر بعد الشریعہ۔

مسلم۔ سب میں نثار قصب نے آپ کو تمام حقیقت عملی طور پر دکھا دی تو پھر آپ نے
یکوں کہا تھا کہ آپ ہمسایہ سے بیزار ہوئے اور ان میں ہی جانا چاہتے ہیں۔
عرائی۔ جناب میان نثار قصب کے ان سے تو میں یہ حیثیت خاطر ہی واپس
آتا تھا۔ مگر اس کے بعد ہم چار باتیں میں نے ایسی دیکھیں کہ میں سنت پائیاں
بجھ گیا۔

مسلم۔ وہ بھی تو زیادہ بچے۔
عرائی۔ ایک عہد کے ذہن کا حال تو میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ اب دوسرا عہد

دارالمسجد سے واپس آکر میں ایک دن ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے چوترہ کی مسجد میں
 گیا۔ در و خور کے نماز کی نیت باندھی۔ کہ اتنے میں دو آدمیوں نے مجھے اسی نیت
 میں اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک دیا۔ اور کہنے لگے۔ کم بخت بدعتی۔ متقلد کہیں کا؟ کیا تجھے
 ہماری ہی مسجد میں آکر یہ بدعت پھیلانی تھی۔ میں حیران تھا۔ الہی کیا ماجرا ہے۔
 میں نے کوئی بدعت پھیلانی۔ آخر پوچھا کہ یہاں یہ کیا بات ہے۔ فرماتے لگے۔
 کار سے، حق تجھے، تنا بھی پتہ نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو۔
 وقت سینے پر ہاتھ رکھنے چاہئیں؟ تو ان کو پیٹ اور ناف سے بھی نیچے سے جا رہا
 ہے۔ جو سخت ہے، دلی ہلکے بے شرمی کی بات ہے۔ چل دو رہو یہاں سے۔ چونکہ نماز
 کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔ اس لئے میں دہاں سے جلدی جلدی چلا۔ تاکہ پاس ہی
 ہماری مسجد میں نماز پڑھ لوں۔ یہ خیال کر کے کہ سینے اور ناف کا بگاڑا ہی اڑا دینا
 پناہ ہے میں مسجد میں داخل ہوا۔ اور ہاتھ سیدھے چھوڑ کر نماز کی نیت باندھ لی۔
 بھی ایک منٹ ہی نہیں ہوا تھا۔ کہ مسجد کے حجرے سے ایک موٹا سا آدمی نکلا۔ در
 اس نے مجھے زور سے دھکا دیا۔ اور مسجد سے باہر پھینک کر کہنے لگا۔ کہ میاں! یہ
 مسجد بے شیعوں کا امام باڑہ نہیں ہے۔ میں دہاں سے بھی نکلا۔ اور یہ خیال کر کے
 کہ امام باڑہ آزادی کا یہ ان ہو گا۔ میں لوگوں سے پوچھتا ہوا امام باڑہ پہنچا
 اور جھوٹ سے نماز کی نیت باندھ لی۔ ابھی سورہ فاتحہ ہی پڑھ رہا تھا۔ کہ اتنے میں
 تین چار بڑے بڑے مجھے کو سنا سناتے ہوئے آیا۔ کہ دیکھو تو یہی ان بوٹوں نے خلیفہ
 کو تو غصب کیا ہی تھا۔ اب امام باڑوں کو بھی غصب کرنے کی ہمت اب ست نماز کے
 بہانے سے اٹھنے لگے ہیں۔ نکالو اس کو باہر۔ چنانچہ رتوغ کرنے سے پیشتر ہی مجھے
 ان بڑوں نے امام باڑہ سے باہر دھکے مارے۔ میں سخت حیران و پریشان تھا۔ کہ جو
 ایک امام ہے۔ نہ اسے ذکر کے لئے یہ بدیں مڑانی ہیں۔ نہ اسے نماز کے لئے
 ان کی نیت باندھنی جائے۔ آخر میں نے جس مسجد پر اپنا کھانا کھا دیا۔
 نماز سادگی پر نہ پڑا۔ یہاں سے سکرانہ کی حالت کو بھی خیر نہ سمجھا۔
 چنانچہ پانچ دس روز ہوئے کہ میں نے کئی بدیں جا کر قدم کئی ہیں۔ کہ
 انانہ کی میں نے خیر دیکھا ہے۔ ایسی ایسی باتوں کا ایک کڑوا سا تجربہ تو ہو چکا ہے۔

کہ دویا۔ داخرف میں چلا جاؤں۔

مسلم میں نے آپ کی تمام سرگذشت سن لی ہے۔ افسوس ہے مسلمانوں و رشتے
عہد کی ہا سی تو تو ہیں میں آپ کی ٹھوکر کا باعث ہوئی۔ آپ چونکہ قہقہے مانڈے ہیں۔
فی الحال آپ آرام فرمائیے۔ میں اس کے متعلق آپ سے مفصل گفتگو کر دیتا ہوں۔
خدا نے چاہا تو آپ کی تمام پریشانی اور غبر اسٹ بدل پرت ہو جائے گی۔ ہمیں
چونکہ خود کسی زمانہ میں ان ہی پتھروں سے ٹھوکر کھا چکا ہوں۔ اس لئے مجھے تجویز چل
ہے کہ ان ٹھوکر کھلانیو اے پتھروں سے ہمیں کیونکر چکر چلنا چاہئے۔ آپ مطلق یہ کہہ سکتے
ہیں کہ آپ کو اعراض ہیں و آپس ہمارے کی ہرگز ضرورت نہیں پڑے گی۔
اعراضی یہ آپ کی سیر سے حال پر عین ہرمانی ہوگی۔ کہ آپ مجھے اعراض ہیں و آپس
جانتے سے روک لیں۔ درندہ ہیں تو پہلے ہی عرض کر چکے ہوں کہ میں اس وقت آپ
سے صرف آخری ملاقات اور آخری سلام کے لئے آیا ہوں۔

مسلم نہیں نہیں یہ آخری ملاقات نہیں ہے۔ بلکہ آپ کو سمجھ لینا چاہئے کہ
ہمارے یہ ملاقات نہایت مبارک ثابت ہوگی۔ فی الحال آپ آرام فرمائیے۔
اعراضی بہت بہتر۔

ساتویں فصل

اسلامیہ سجدہ کے باہر ۔

اعراضی نے سجدہ میں نہ کی اور نہ سجدہ ہوا۔ اس میں چاہتا ہوں کہ یہ سجدہ
کے لئے سجدہ نہ کرے اور نہ سجدہ کرے۔ کہہ ہیں آپ کو آخری سلام کر کے
میں چلا جاؤں
مسلم۔ اعراضی میں جاننے کی ضرورت تو تب پڑے گی۔ اگر آپ کے دل میں

کسی نے شکوک باقی نہ جلائی تھی جب آپ نے پہلی ہی ملاقات میں اس بات کو حیرت کیا تھا کہ قرآن پاک کلام ربانی ہے۔ اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو مشکوک ہو۔ ہا انسان و شک و شبہ میں واسطہ والی ہو۔ نیز یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایسی درجہ سیسہ کتاب ہو۔ نہ زمین کو مارن کر اور اس کو کچل کر کسی انسان کے دل میں شکوک باقی رہ جائیں۔

۱۔ اختلافی۔ گریہ کے دل میں تو اس تسبیح شکوک کے بدل جو مکرر رہے ہیں نہ میں نہ تک سے بیزار ہو گیا ہوں۔ اور میں ان سب باتوں میں جو غلط فہمی اور عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں۔ قدم تکس رکھے گا خواستہ مند نہیں ہوں۔ اور اس باتوں کا تو خدا مجھے منہ نہ تک بھی نہ دکھائے۔ یہ عبادت نہیں ہیں۔ بلکہ عبادت بدرجہ میں۔ خدا کے پستار نہیں ہیں۔ بلکہ زر پرست ہیں۔ یہ ایک ہی منہ سے سرد گر مچھوٹکیں مارتے ہیں۔ میں نے خوب دیکھ لیا ہے۔ کہ یہ صد اوقات شہادت کو درپیش پیسہ کی آڑ میں مچھپاتے ہیں جس سلسلہ کے ساتھ ان کے دل میں حسد و حسد و آسنی ہوتی ہے۔ اس کو کافریہ و فسق و منافق ثابت کرنے سے کچھ یہ نرا توجہ نہ بدست شریف کے بلے پیش کر دیتے ہیں بنین گردین سلمان انسان کی غمی نرم کر دے۔ اور انکو چاہئے کی پیانی پا پڑو کی۔ کافی کھد پڑو۔ سو یہ اس لئے کہ میں اپنا بائیں سر دھا کر لیتے ہیں میں قدم قدم پر اپنا تیرا کر چکا ہوں۔ یہ وہی تو ان لوگوں کے تیرے تیرے سر مشہور ہیں دیکھو کہ یہ وہی ہیں۔

۲۔ اسلام کو ہی نہ مادی جتنے پتہ پہنچا ہوں۔ مسلمان عبادت عبادت کی آپ کی وہی شان ہے کہ مسند شہوتی۔ مسند پر مسند پر نے میرے ساتھ ملک کی حاکمات کی غمی اور زمین میں ہر کسی کی شان میں لے کر آتے ہیں۔ اس میں نہ خدا مند ہوئے تھے۔ کہ پہلے ان پاک کے من مانا اب اتنے شہرہ آفاق نہ آہیں۔ اس کے بعد سلسلہ کے دیار میں اس پر سب سے بہت مسند ہوئی تھی۔ مگر منشا مشہور ہے۔ نہ ہر مسلمان اس کی بجا رہے۔ بہت سے اس کے اندر کریم کے جہد میں چلے گئے تھے۔ تو آپ نے یہ چھاپ ہی ہیں۔ اس کو جہد میں جہد میں ہند، غازیہ میں دیو، اگر دیو میں اس کی سب سے کس جہد

اگر کس کے پیچھے آپ اس معاملات میں مجھ سے گفتگو کر لیتے تو ہرگز ٹھوکر نہ دیتے۔ آپ ایک طرف تو مسجد اور کعبہ میں رہتے ہیں۔ دوسری طرف نماز کو جو آپ نے رہے ہیں۔ دوسری طرف منٹوں پر ٹھہر رہے ہیں۔ معاملہ بہت کچھ پیچیدہ ہو گیا۔ مگر مصالحت نہیں۔ آسانی سے سلجھ جاوے گا۔

دیکھو میاں! میں آپ کو مسجد میں جانے سے نہیں روکتا۔ اور نہ روکونگا۔ مگر آپ کو یہ دیکھنا چاہئے کہ جس مسجد میں آپ داخل ہونا یا نماز پڑھنا چاہتے ہیں وہ کون سی مسجد ضرار مسجد کفر مسجد تفریق مسجد رصا دیا ڈنگل تو نہیں ہے۔ اگر وہ مسجد ان تمام میں سے کسی قسم کی ہے۔ تو رب العزۃ نے اس مسجد میں نماز پڑھنا تو ایک طرف اس میں قدم تک رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

اعزانی۔ یہ تو آپ نے بالکل نیا بیان فرمائی ہے۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ جس عمارت کے اوپر گنبد بنے ہوئے ہوں۔ اندر محراب و ممبر ہو۔ سامنے نالی بنی ہوئی ہو۔ اور اس میں چند نیاب سٹی کے کونے دھڑے ہوئے ہوں۔ اور چٹائی بھی ہوئی ہو۔ اس ہی مسجد ہے۔ مگر یہ مسجد ضرار مسجد کفر مسجد تفریق مسجد رصا دیا کیا مطلب؟ تسلم۔ جو علامتیں آپ نے بیان فرمائی ہیں۔ وہ تو عمارت کے نشانات ہیں۔ یہ نشانات تو ایک کافر و مشرک بھی اپنے مندر میں بنا سکتا ہے۔ مگر ان بیرونی علامتوں سے وہ مندر سبب نہیں کہہ سکتا۔ تاؤ قیست یکہ اس علامات میں کسی تقویٰ و عبادت کا ثبوت نہ ہو جس کا۔ رب العزۃ نے بیان فرمایا ہے۔

اعزانی۔ مگر کیا آپ مسجد ضرار تفریق وغیرہ کی قدر سے تشریح فرما دیں گے۔ تسلم۔ مجھے ان الفاظ کی چنداں تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ نے مسجدوں میں جانے والوں کو جو کو ب ہونے یا دھڑکے کہنا کو بائز کر لے جانے کی جو کہانی سنائی ہے۔ وہ مسجد ضرار مسجد تفریق مسجد کفر وغیرہ کی عملی تشریح و تفسیر ہے۔ جسے جن مسجدوں میں مسلمانوں کو داخلہ نماز میں ضرر پہنچایا جاتا ہو۔ ان کو نہ دیکھنا دیا جاتا ہو۔ اور آئین وغیرہ کے جھگڑوں پر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا جاتا ہو۔ اور خدا اور رسول کے احکام کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں کے ساتھ ڈنگل بچایا جاتا ہو۔ اور ان پر کئے گئے فتوے لٹکائے جاتے ہوں۔ یہی تمام مسجدیں مسجد ضرار وغیرہ کے

تحت ہیں آتی ہیں۔ رب العزۃ نے ان جہدوں میں جانے یا ان میں نماز پڑھنے سے اپنے حبیب پاک کو دوسہ ماہوں کو منع فرمایا ہے۔

اعراقی مگر کیا اس کے متعلق رب العزۃ نے قرآن مجید میں کوئی آیت نازل فرمائی تو؟
مسلم۔ ان اس کے متعلق رب العزۃ نے نہ صرف آیت نازل فرمائی ہے بلکہ نہایت سختی کے حکم دیا ہے کہ ایسی عبادت میں قدم تک نہ رکھو۔

اعراقی کیا آپ مجھے وہ آیت دکھائیگی؟

مسلم۔ یہ شوق سے کہنے رب العزۃ کا فرمان ہے کہ:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرًّا وَكَفَرُوا أَتَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ
الْمُحْشِينَ ۚ أَرَأَيْتُمْ حَارِبَ اللَّهِ وَوَسْوَائِهِ مِنْ قَبْلُ
وَلَيُحْشِقَنَّ أَنْ أَرْدُنَا ۖ إِلَّا الْخُسْفَى ۚ وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ
لَا تَقْعَبُوهُ أَبَدًا ۚ وَالتَّوْبَةُ غَـ

و۔ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی تاکہ اس سب کو مسلمانوں کے لئے باعث تفریب ہو۔ پھر
ان کے بتوں سے گھبرا جائیں۔ دوسہ ماہوں میں پھوٹ و رخاں پیدا نہیں اور ان کو بے ڈول
کئے جانے کے قول و فعل خدا اور رسول کے برخلاف ہوں۔ کیا گاہ بنائیں۔ یہ لوگ
نہ ہر قسم کی باتیں کہ خود انہیں نے فساد کی سنت سے نہیں بلکہ نہ رسول
خدا پر حق کے ارادہ سے مسجد بنائی ہے نہ رب العزۃ نہایت زور سے نہایت
دین ہے کہ یہ لوگ کب کب ٹھٹھے میں نہ آئیں میں بھی جوتی میں۔ اسے رسالہ اخبر و اتو
یعنی جب میں سرگرم ہو رہا ہوں نہ رکھنا۔

اعراقی۔ یہ لگتا تو بالکل عبادت ہے۔ تو کہا میں کبھی مسجد میں بھی داخل نہیں ہوں یا۔
مسلم۔ بلکہ تو جتنی بھی میں اس سب میں اتنی تم کہ سنت و نہایت و آئین و عہدہ
جنگرے دیکھے جاتے ہیں۔

مسلم۔ میں نہیں سب جہدوں میں اسی قسم کے جبارے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ سب جہدوں میں
مدنی میں۔ دوسہ ماہوں کے کسی دن بھی ذوق مندی کی بنا پر تشریف نہیں لگتے۔ بلکہ وہ ہر کب
ان رسول کے لئے عبادت کے واسطے کھلی ہیں۔ ان میں جانا اور نہ جانا چاہئے۔
اعراقی۔ میں سب وہ لئے خدا کا خاص فرمان سننا چاہتا ہوں۔

لَسْجِدًا أَسْبَغَ عَلَيْكَ السُّقُوتَ مِنْ أَدَلِّ يَوْمٍ أَحْسَنَ أَنْ تَعْلَمَ
فِيهِ دَفْنِيَا رَجُلًا يَحْيُونَ أَنْ يَنْطَهَرُوا ذَا لَمْ يَحِبَّ الْمُطَهَّرِينَ
التَّوْبَةُ ع

وہ سجدہ جو پہلے ہی دن سے خدا ترسی اور خدا پرستی کی خاطر بنائی گئی ہے یقیناً وہی ایسی
سجدہ ہے جس میں تہین نماز پڑھنی چاہئے۔ وہ سجدہ مسلمانوں میں کسی قسم کے غم و غما
پھوٹ و نفاق کے لئے نہیں بنائی گئی۔ بلکہ اس میں ایسے ہر نماز پڑھتے ہیں جن کے
دل اس قسم کے فسق و فجور۔ کفر و نفاق۔ پھوٹ و غفلت سے پاک و صاف ہیں۔ اور
رب العزت بھی ایسے ہی پاک و صاف دل رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اعرائی۔ خداوند کریم کا فیصلہ تو نہایت صاف ہے۔ مگر اس بات کا پتہ کیا لگایا جائے
کہ شہر میں کونسی سجدہ ایسی ہے جو پھوٹ و نفاق یا فرقہ بندی کی وجہ سے پاک ہو۔
مسلم۔ فی زمانہ ایسی سجدہ کا پتہ لگنا اس وقت تک نہایت مشکل ہے جب تک کہ کوئی شخص
ایسی تمام سجدوں میں آپ کی طرح زود و کوب ہو کر یا دھکے کھا کر نہ دیکھ لے۔ جو بندہ
یا بندہ۔ آخر کسی جگہ تو اس کو آزادی سے نماز پڑھنی نصیب ہوگی پس سجدہ لبتا چاہئے کہ
جہاں نماز میں اس قسم کی آزادی ہو۔ وہی اصل سجدہ ہے۔

اعرائی۔ اسکا آرہندہ ایسے تجربہ سے باز آیا مجھ میں تو ایسی بہت نہیں ہے کہ میں پسند
ایسے نمازیوں یا ملتوں کے مکوں اور گھونڈوں کے لئے تجربہ پیش کروں۔
مسلم۔ اچھا تو پھر میں تمہیں ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ اس پر عمل کر، کوئی تم کو فائدہ
نہیں پہنچا۔

اعرائی بہت بہتر فرمائیے۔

مسلم۔ جب آپ کی سجدہ میں نماز پڑھنے کے لئے جائیں تو جس طریقہ پر وہ لوگ نماز پڑھتے
ہوں۔ اسی طریقہ پر نماز ادا کریں مثلاً اگر اس سجدہ کے نغزی آئیں اور سجدہ کہتے ہوں تو
آپ بھی زور سے نہیں۔ اگر وہ زور سے کہتے ہوں تو آپ بھی خاموش ہیں۔ اگر وہ
یدین کرتے ہوں تو آپ بھی کریں۔ اگر نہ کرتے ہوں تو آپ بھی نہ کریں۔ اگر وہ کہتے ہوں
کہ نماز پڑھ رہے ہوں تو آپ بھی اسی طرح ایسا ہی کریں۔ اگر وہ زیبات یا باطل مجھے
چھوڑ کر نماز پڑھتے ہوں تو آپ بھی اسی طرح پڑھیں۔ غرضیکہ جس طرح پردہ لوگ نماز ادا کرتے ہوں

یہ بات بتا کر آپ بھی ادا کریں۔ پھر کسی کی کیا مجال ہے۔ ہوا آپ کو کچھ کہہ سکے۔
 اعراقی مذہب کے حکاکر آپ بھی مجھے خوب سناقت کا سبق دے رہے ہیں۔ گویا میں گنگا گئے
 آؤں گا رام اور جہنا گئے تو جہنا و اس بنجاؤں۔ میں جو اتنے ٹٹوں میں پڑوں۔ تو اس سے
 کیا فائدہ؟ ایسی جھگڑے کی چیز ساز کوئی تیس دن خیر یاد کہہ دوں۔

مسلم یہاں سناقت تو تب ہو۔ اگر آپ اپنے کسی خاص عقیدہ کو چھپا کر کسی دوسرے
 عقیدہ کا انکار کریں۔ میں تو کہتا ہوں کہ آپ کا عقیدہ ہی یہ ہونا چاہئے کہ جس طریقہ
 پر میں کوئی فرقہ رب العزت کی عبادت کر رہا ہوں۔ آپ اس کو اہل اسلام ہی سمجھیں۔ اور
 اس کے ساتھ رب العزت کی عبادت میں شمولیت مستلزم ہے۔ اس عقیدہ کا فائدہ
 یہ ہے کہ جیسے مختلف طریقہ پیروگ خدا کی عبادت کرتے ہیں وہ سب آپ کے ہونگے
 اور یہ کہ ہر طرح آزادی حاصل ہوگی۔ کہ اس گلستانِ صلوة میں سے جیسے چاہیں
 لیں۔ اور اس کی خوشبو سے اپنے دماغ اور روح کو سطر کریں۔ آپ غلام کی بجائے آزاد
 اور یہ دار کی بجائے مالک مکان کیوں نہ بنائیں۔ آپ ان تمام فرقوں پر چھایا جائے
 اور ایک بادشاہ کی طرح یہ سجد لیں۔ کہ یہ مختلف فرقے آپ کی رعایا ہیں۔ اور آپ ان
 سب کے بادشاہ ہیں۔ فرقہ بندی کے ان مریضوں میں جو چہوت چھات ہے۔ پائیں
 سے آٹھن بالترتیب میں بکھا لے اس کے کہ ان فرقوں میں سے آپ کی فرقہ کا فرقہ نہیں
 پائیں اسلام یا اسلام کی حیثیت ہے ان تمام فرقوں کو ہی ذکر جائیں اس لئے کہ
 یہ وہی ہے کہ کوئی بھی فرقہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ جو مسلم یا اہل اسلام کے ہتھوں میں نہ
 آئے۔ اس لئے کہ اسلام یا اہل اسلام ہی الہی نام ہے۔ باقی جس قدر فرقے
 ہیں وہ سب انسانوں نے گھڑے۔ درگھڑے کئے ہیں۔ ہی نام کے سارے منافی قرآن
 کی کیا حقیقت؟

آپ نے یہ ترکیب کو ایسی بتائی ہے کہ ہر اہل باخ و باغ فرما دیں۔ ہر فرقہ
 میں سے ایک ایک طریقہ پر یہ فرقہ بند ہو جائے۔ پڑھیں۔ ان میں آخری فرقہ
 ہے۔ اس کی کہ فرقہ ہمیشہ قائم رہے؟

مسلم نام کی جو ترتیب یا طریقہ اس وقت مسلمانوں میں جاری ہیں انہا پر کوئی
 تبدیلی یا عہدہ ایسا نہیں جس کی قرآن مجید نے تشریح کی ہو۔ یا جس کی پابندی پر نہ رہا ہو

رب العزۃ نے انسانوں سے صرف اتنا مطالبہ کیا ہے کہ وہ اسی ذات پاک کی عبادت کریں۔ کس شکل میں اس کی عبادت کریں۔ اس کے متعلق اس نے اپنے بندوں کو مکمل آزادی دی ہے۔

اعترافی۔ مگر مولوی نوگ جو کہہ رہے ہیں کہ رسول پاک نے صرف اسی طریقہ پر نماز دلائی۔ جس طریقہ پر کافکا خاص خاص فرقہ نماز ادا کرتا ہے۔ اور کہ باقی طریقے غلط ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

مشکلم۔ ذرا سوچنے کی بات ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک فرقہ کا یہ دعویٰ ہے کہ صرف اس کی نماز صحیح ہے۔ کیونکہ اس کا طریقہ سنت نبوی کے مطابق ہے۔ باقی فرقوں کی نماز غلط ہے۔ کیونکہ سنت نبوی کے مطابق نہیں ہے۔ ہر ایک فرقہ دو سے دو فرقہ کے متعلق یہی فتوے دیتا ہے کہ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ سب ایک دوسرے کے برابر غلط ہیں۔ مجبوری ہے کہ۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ رسول پاک نے اپنے عمل سے رب العزۃ کی عبادت کے متعلق اس آزادی کا ثبوت دے کر دکھا دیا۔ جو قرآن پاک نے بندوں کو عطا کی ہے۔ آپ نے پہلے پہلے۔ اُٹھتے۔ بیٹھتے۔ سفر و حضر میں۔ جنگ میں۔ اس میں بیماری میں۔ تنہائی میں۔ سجد میں۔ غرضیکہ ہر ایک صورت میں۔ ہر ایک حالت میں۔ ہر ایک طریقہ پر خدا کی عبادت کر کے ایک مثال قائم کر دی۔ کہ تم جس طرح چاہو۔ رب حراۃ کی عبادت کر سکتے ہو۔ عبادت کے متعلق رب العزۃ کی طرف سے عطا کی ہوئی آزادی ہمیں بھی کامل طور پر حاصل ہے۔ اور قرآن پاک اس آزادی پر ہمیں متعلق ہے۔ اور ہمیں نماز کے کسی خاص طریقہ یا ترتیب کا غلط نہیں بنانا یہی تو وجہ ہے کہ رب عزوجل نے اپنے کلام پاک میں نماز کی کوئی خاص ترتیب ہمارے سامنے پیش نہیں کی۔ یہاں تک کہ اس نے یہ بھی نہیں کہا۔ کہ فلاں وقت تم اتنے فرض ادا کرو۔ اتنی سُنیں کرو۔ اتنی رکعتیں پڑھو۔ اتنی رکعتیں پڑھو۔ اور اتنے سجدے پڑھو۔ رب عزوجل نے عبادت کے لئے اس قدر کوئی آیدہ دھار نہیں دیا کہ میں ہرگز عبادت نہیں کر سکتا۔ اپنے پرستاروں کو مکمل آزادی دی ہے۔ اور بیان کر دیا۔ کہ تم کو اپنی عبادت کے لئے پیغام کیا ہے۔ مگر عبادت کے طریقہ و ترتیب میں تمہیں کوئی دخل نہیں آتا۔

اعترافی۔ رب العزہ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ کی اس تقریر کو شکر میرے دل پر سے
 یک زبردست بوجھ اور شکوک و شبہات کے تاریک ترین بادل و درموجے ہیں
 میرے دل میں مسجدوں میں جانے اور نماز پڑھنے کے متعلق جو نفرت پیدا ہو گئی تھی وہ
 آپ کی اس تقریر کو سن کر فوراً ہو گئی ہے۔ اور مجھے پتہ لگ گیا کہ میں غلام نہیں ہوں
 بلکہ آزاد ہوں۔ میں گریہ و آنسو نہیں ہوں۔ بلکہ مالکِ مَنان ہوں۔ اب میں دیکھ لوں گا
 کہ قرآن پاک کے اس اصول پر کاربند ہو کر کونسا عبادت گاہ کے کون سے نمازی مجھے
 نماز پڑھنے سے روک سکتے ہیں۔ مگر ازراہِ کرم مجھے آپ اتنا بت دیجیے کہ قرآن مجید نے
 جہاں جہاں نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ کیا فی الواقعہ وہاں نماز کی خاص ترتیب یا طریقہ
 کا ذکر نہیں ہے۔

مسلم۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی بات ہے۔ قرآن پاک میں جہاں جہاں رب العزہ
 نے اپنی عبادت کا صلوة یا نماز کا۔ مرد و عورت کا۔ کعبہ و مسجد کا ذکر کیا ہے آپ
 ان مقامات کا بغور مطالعہ کر جائیں۔ آپ کو بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ اپنی عبادت کے
 متعلق رب العزہ نے ہمیں کامل و مکمل آزادی دے رکھی ہے۔ وہ ہمیں کسی خاص طریقہ
 یا ترتیب سے اس کی عبادت کرنے پر مجبور نہیں کیا۔

اسرائیلی۔ کیا ازراہِ کرم! آپ مجھے قرآن مجید کی ایسی آیات بتاتے جائیں گے۔ تاکہ میری
 مزید تسلی ہو سکے۔

مسلم بہت بہتر۔ سنئے رب العزہ فرماتا ہے۔

(۱)
 ذَالِكِ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ
 يُؤْتُونَ بِالْعِطَبِ وَيَقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ
 يُنفِقُونَ (البقرة ۲)

اس آیت میں کوئی بات بھی شکوک نہیں ہے۔ اس سے وہی
 رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں جو پہنچانے کے احکام کی پیروی کرتے۔ رب العزہ
 ان کو ہدایت دے گا۔ اور رب العزہ کی نعمتوں کو انہیں عطا کرے گا۔
 (۲)

(۲)

وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَبُوا الْبَقَرَةَ
الْبَقَرَةَ ع

اسے خدا کے بند و ہمیشہ خدا کی عبادت کیا کرو۔ اور تزکیہ پر زور دو۔ اور جو
بالعزۃ کے سامنے سر نیا زخم کرتے ہیں۔ تمہیں ان کے ساتھ شمولیت کیے کرو۔

(۳)

وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ - وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا
عَلَى الْمُخَاشِعِينَ - ع

اسے خدا کے بند و باریب العزۃ سے ہی مدد مانگو۔ اگر کوئی مصیبت آن پڑے تو
میرے کام نہ۔ اور خدا کی عبادت کرو۔ اگر تمہاری عبادت میں مصوری غائب و
ناری نہیں ہے۔ تو وہ محض بیگار ہے۔

(۴)

وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَمَا تُقَدِّمُوا وَالْأَنْفُسِ
مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوا عَشْرَ أَلْفٍ - إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرٌ - ع

اسے خدا کے بند۔ ہمیشہ باریب العزۃ کی عبادت کرو۔ اور تزکیہ پر زور دو۔ اور
ازین جو بھی نیک اعمال تم کرتے جاؤ گے تم باریب العزۃ کے ان اپنے سے انکار
پاؤ گے۔ وہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

(۵)

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوهُ وَخَوَّهْتُمْ قُبُلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَآلِ الْفَقْدِ
وَالْكِتَابِ وَالتَّقَاتِ وَأَتَى الْمَالَ عَلَى حُبٍّ ذُو مِلَّةٍ
وَالْيَتَى وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ الْمَرْثِ وَالْمَسْكِينِ
فِي الْبِقَابِ - وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُؤْتُونَ
بِغَيْرِهَا إِذَا عَاهَدُوا الصَّلَاةَ فِي الْبِقَابِ وَالْمُؤْتُونَ

وَحِبُّنَ الْبَائِسِ الْذِي بَيْنَ يَدَيْهِ قُوَّةٌ وَلِثَامٌ
هُمْ الْمُتَّقُونَ. البقرة ۱۷۷

ہے خدا کے بند وہ یہ کوئی نیکی پس یہ دھرم اور صبر کی بات نہیں ہے۔ کہ تم عبادت
کے وقت اپنا بہہ شرف کی طرف کرتے ہو۔ یا مغرب کی طرف بلکہ دین وہ ہر مکی بچا
تو یہ ہے کہ جس شخص نے رب اعزہ کو اپنا خالق و مالک مان لیا۔ اور وہ نیکیاں پر عمل
کی بڑا سہرا قائل ہو گیا۔ درہم ایک کتب اللہ اور اس کے انیس پر اپنا سہرا آیا۔
اس نے رب اعزہ کی محبت کے لئے میں سرشار ہو کر اپنا مال عزیز و اقارب کیلئے اور
میتوں سکینوں مسافروں سامعوں۔ ورنہ ہوں قیدیوں کی خاطر خرچ کیا۔ اور
مہر خدا کی عبادت کرتا رہا ورتزیہ میں صرف رہا۔ اور یہ لوگوں نے جب اسی
نے کوئی وعدہ کیا نہ اس کو پورا کیا۔ اگر آپ کوئی تکلیف یا مصیبت آن پڑی تو صابر ہے
یہی۔ لوگ ہیں جو دین دھرم کے پتے اور پتے ہیں۔

(۶)

حَافِظُوا عَمَلَكُمْ الصَّلَاةَ وَالْصَّدَقَةَ الْمَوْصُوعَةَ وَقُوَّةً لِدِينِكُمْ
قَائِمَةً. البقرة ۱۷۸

مستحرب، حقیقت کی عبادت کرو۔ عبادت یہی ایسی جو مرزی یا قلمی ہو۔۔۔ ورنہ بدی
تک کے ساتھ رب اعزہ کے دربار میں حاضر ہو جاؤ۔
احرفی۔ ذرا ٹھہریے مہرے دل میں ایک سنبھل پیا ہو گیا ہے۔ چہئے، بچا
نہ فرما میں۔
مسلم۔۔۔ کیا

اعرائی۔ اب تم آؤ کہ کوؤ کا ترجمہ نہ کیجی۔ نہ جہد دیا ہے۔ نہ سادہ میں کے ایک
میں مناسب کہ سن بات پر ردیے ہوئے سنا ہے۔ کہ کوؤ کے سے میں ہاں کا
پانہ۔۔۔ حیدرانی سیریل لتدیرات رنا۔ یہ کیا میں مد ہے؟
سکوئیں مجھ کی آت میں نہ پونہ میں مہر کا ذکر ہے۔ نہ جہد میں جسے کا۔ بدہ
میں کوئے اللہ عیسیٰ حتمہ کا ذکر ہے۔ یعنی رب اعزہ کی محبت میں
بنا مال عزیز و اقارب سکین مسافروں سامع خدام و قروض و غیر کی مد میں

خرچ کرنا۔ اور تزکیہ کا تعلق مال تک ہی محدود نہیں بلکہ دین دنیا کے تمام معاملات میں تزکیہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ رب العزہ نے فرمایا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۖ الشَّمْسُ ۖ

جس شخص نے تزکیہ نفس کر لیا۔ وہ نجات پائے گا۔

جَنَّاتٌ عَدْنٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّىٰ ۖ طه ۖ

جس شخص نے تزکیہ کر لیا۔ اس کی جزا یہ ہے کہ وہ دائمی بہشت میں داخل کیا جائے گا

جس میں سرور و حافی کی نہریں موجزن ہوں گی۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۖ ذَٰلِكَ أَجْرُ رَبِّهِ ۖ

آملے ۖ

جس شخص نے تزکیہ کر لیا۔ اور رب العزہ کی عبادت میں لگا رہا۔ وہ نجات پائے گا

زکوٰۃ کے ساتھ جو مال کا چالیسواں حصہ فی سبیل اللہ دینا۔ ہے۔ اس کا مطلب بھی

تزکیہ مال ہی ہے۔ مگر ظلی تزکیہ مال نجات کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ

گر نجات کی یہی شرط ہو تو بڑی آسان بات تھی۔ ایسا تو ایک کافر و مشرک۔ ناسق

و فاجر۔ زانی۔ و شرابی۔ خائن و ڈاکو۔ چور و نقب زن بھی کر سکتا تھا۔ مگر کسی

سے وہ نجات حاصل کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پس قرآن مجید میں یہاں

أَقِمْ وَ الصَّلَاةَ کے ساتھ اَتُوا النَّكَوٰۃَ کا ذکر ہے۔ بہتر ہے کہ اس کے ساتھ تو تزیہ

مال تک محدود نہ کیا جاوے۔ بلکہ امور بس قدر وسیع رکھا جائے۔ کہ اس میں تزکیہ

مال۔ تزکیہ نفس۔ تزکیہ روح۔ غرضیکہ دین و دنیا کے تمام معاملات جس تزکیہ کو حادی

سمجھا جاوے۔

اعرائی۔ بہت خوب! مگر آپ نے یہ جو صلوٰۃ الوسطیٰ کا ترجمہ مرزئی یا قلبی عبادت کی

ہے۔ اس کا کیا مطلب؟ حالانکہ میں نے ایک مولوی صاحب کو اس کا ترجمہ نازعہ

کرتے سنا ہے۔ اس لئے کہ دو نمازیں یعنی نماز فجر اور ظہر عصر سے پہلے اور دو نمازیں

یعنی مغرب و عشاء اس کے بعد ہوتی ہیں۔ اس لئے عصر کی نماز کو صلوٰۃ الوسطیٰ کہا

گیا ہے +

مسلم۔ تو پھر جس مولوی صاحب سے آپ نے صلوٰۃ الوسطیٰ کے منہ نماز عصر کے منہ
تھے۔ اس سے آپ نے ڈنڈے بھی تو کہاے تھے۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ مولوی
صاحب کے معافی کو پسند کرتے ہیں۔ اور ڈنڈوں سے بھٹاتے ہیں؟
اعترافی۔ مگر مولوی صاحب فرماتے تھے کہ تمام مفسرین نے صلوٰۃ الوسطیٰ کے منہ
نماز عصر ہی کئے ہیں۔

متبعالم بہت خوب: ذرا ایسے مفسرین کی صلوٰۃ الوسطیٰ کی اس تفسیر کو پڑھ کر تو سنیں
یہی تہذیبیہ شیر موجو ہے۔
اعترافی۔ (تفسیر زحکرت تک ہے)

”وَالصَّلَاةُ الْوُسْطَىٰ“ اور محافطت کی شرطیں خاص کر صلوٰۃ وسطیٰ کے ساتھ
کہا کر وہ صلوٰۃ وسطیٰ یعنی بیچ والی نماز۔ انس بن مالک اور معاذ بن جبل اور
بوہارہ اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول پر فجر کی نماز ہے۔ اس واسطے کہ رات
کی سیاہی اور دن کی سفیدی کے بیچ میں پڑھتے ہیں۔ یا اس واسطے کہ رات کی
دو نمازوں اور دن کی دو نمازوں کے بیچ میں ہے۔ یا اس واسطے کہ اس کے
دونوں طرف ایسی نمازیں ہیں کہ ان میں قصر کرتے ہیں۔ اور بن عامر اور زید بن اسلم
اور بعض اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول پر ظہر کی نماز ہے اس واسطے کہ دن کی
نمازوں کے بیچ میں ہے۔ اور حضرت عمر فاروقی، اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت
ابی بکر صدیق رحمہ اللہ اور حضرت ابی امامہ اور حضرت ابی جعفر اور ابن مسعود
اور بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دوسرے ایک گروہ کی روایت کے
مقتضیٰ عصر کی نماز ہے۔ اور اس باب میں ایک حدیث صحیح وارد ہوئی جگہ گاہ
میں کہ صَلَّوْا عَظِمَ صَلَاةَ الْوُسْطَىٰ۔ اِی صلوٰۃ العظمیٰ یعنی بزرگہا انہوں نے
ہر صلوٰۃ وسطیٰ کے نماز عصر ہے۔ اور عصر کی نماز کو صلوٰۃ الوسطیٰ کہتے ہیں دلی
نماز کے فرمایا کہ ایک طرف دن کی دو نمازیں ہیں۔ دن دونوں میں سے
ایک میں قصر ہے۔ اور ایک میں نہیں۔ اور دوسری طرف رات کی دو نمازیں
دن اور کی ہیں۔ یعنی مغرب اور عشا کی نماز اور بن عباس، و زید بن اسلم اور زید
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایک روایت یہ ہے کہ صلوٰۃ الوسطیٰ مغرب کی نماز ہے

اور وہ نمازوں کی مقدار کے لحاظ سے اوسط درجہ کی نماز ہے۔ اس واسطے کہ فرض نمازوں میں بہت کمیتیں چار ہیں۔ اور کم دو۔ اور مغرب کی نماز میں تین نیتیں ہیں تو وہ بہت اور کم کے بیچ میں ہیں۔ یا اس واسطے کہ دو اخفائے نمازیں ہیں جن میں چھپے قرأت کی جاتی ہے۔ ان کے درمیان جہرہ نمازوں کے بیچ میں ہے یعنی جن میں پکار کر قرأت کی جاتی ہے۔ اور ایک گروہ نماز عشاء و صلوٰۃ و بھی پکارتے ہیں۔ اس لئے کہ دو جہرہ نمازوں کے بیچ میں واقع ہوئی ہے کہ رات کی عبادتوں کا آغاز اور انجام ان ہی دو نمازوں پر ہے۔ یا اس واسطے کہ وہ ایسی دو نمازوں کے بیچ میں ہے کہ دونوں میں قصر نہیں ہوتا۔ اور ان نمازوں میں سے ہر ایک کی تکمیل کہ یہی صلوٰۃ الوسطیٰ ہے۔ اور اس سے جو نکتے پیدا ہوتے ہیں جو مراعات میں بہت شرح و بسط سے مذکور ہیں۔

مسلم۔ کہئے اب آپ کو جو اہل تفسیر یا کوئی دوسری تفسیر بھی دیکھائی جائے : اعرافی۔ حضرت رہنے دیجئے۔ مجھے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں۔ میرے سامنے تفسیر کافی ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ محض علی الشب زوئے ہیں۔ جن کا سر نہ میرا مسلم۔ میں نے بھی تو دسویں کے سنے محض قہی یا مرزی یا بیچ ولی ہی لئے میں کہ اس سے نہ فجر مراد ہے نہ عصر نہ مغرب نہ عشاء بلکہ محض رب العزۃ کی ایسی عبادت مراد ہے جس کا مقصود انسان کی روح یا قلب سے ہو۔ رب العزۃ کی عبادت اگر دل سے نہیں کی جاتی تو وہ محض تصنیع اوقاف سے ہے۔ چنانچہ بناوۃ بھی ماہر ولی یاد کیا ہے کہ نماز کو پسند نہیں کرتا۔ وہ فرماتا ہے۔

وَأَذَاقُنِي إِلَى الصَّلَاةِ فَأَمَّا الْكُفَّاءُ بَيْنَ أَوْنِ الدَّارِ
وَلَا بَدْرُ كُرْزَنِ الدِّمَاءِ إِلَّا كَلْبِيَا الدِّمَاءِ

یہ لوگ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو انکے دماغ ہاں دیتے ہیں۔ اور وہ جو دکھاتے ہیں کہ ہم بھی عبادت کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ خدا کی عبادت میں نہیں کرتے۔

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ
الَّذِينَ هُمْ يَرِثُونَ - الماعون

موس ہے ان تہزیبوں کے لئے جو اپنی نماز کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اور وہ محض لوگوں کو دکھلانے کے لئے نمازیں پڑھتے ہیں۔ رب العزۃ کے اس فرمان سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ایسی نماز کا خواستگار نہیں ہے جو باہر دلی ہو اور وہ لوگوں کے لئے ادا کی جاتی ہو۔ بلکہ اس کو وہی نماز پسند ہے جو قلبی یا بیچ دلی ہو۔ اور وہ مضوری قلوب سے ادا کی جاوے۔

اعترافی۔ میرا طہیان ہو گیا۔ اب آپ آگے ارشاد فرمائیں۔
مسلم۔ رب العزۃ فرماتا ہے:

(۷)

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْا
الزَّكٰوةَ لَھُمْ اَجْرًا ھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ
وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ البقرہ ۴۷

وہ جو ایمان لائیں۔ اور جنہوں نے نیک کام کئے۔ اور ہمیشہ خدا کی عبادت اور
راہ پر گئے رہے۔ انکو اعمال صالح کا بدلہ رب العزۃ کے اں ملے گا۔ اور ان کے
لئے کسی قسم کا خوف و خطر نہیں ہے۔

(۸)

مِنْ اٰھْلِ الْکِتٰبِ اٰمَنَ الَّذِیْنَ یُتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اَنۡا
النَّبِیِّ وَھُمْ یَسْجُدُوْنَ۔ النحل ۲۶

ان کتاب میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی ہے جو خدا کی آیتوں کو تلاوت کر
تے ہیں اور ان کے لئے سجدہ ہے۔ اور وہ خدا کو سجدہ نہیں کرتے ہیں۔

(۹)

ذٰلَکَ الَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ زَکٰوةً وَلٰکِنْ لَّمْ یُؤْتُوْا
ھِیَ اَکْبَرُ زَکٰوةً۔ النحل ۱۱۰

یہ وہ ہے جو زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور وہ زکوٰۃ کی عبادت میں سے کچھ بھی نہیں
دیتے۔

(۱۰)

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَاذْكُرُوا لِلَّهِ قِيَامًا وَقُوَّةً
وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ - النساء ۱۰

جب تم اپنا سفر میں یا جنگ میں رب العزۃ کی تھوڑی بہت عبادت کر چکو تو اسی پر اکتفاء کرو۔ بلکہ کھڑے۔ بیٹھے اور لیٹے ہوئے بھی اس کی یاد میں لگے رہو۔

(۱۱)

فَإِذَا طُغِيَ بَنُوتُ قَاتِمُ الصَّلَاةِ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ
فَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا بَاقِيًا - النساء ۱۱

جب تم سفر یا جنگ سے فارغ ہو کر باطمینان ہو جاؤ۔ تو اچھی طرح اس کی عبادت کرو۔ اس میں شک نہیں کہ رب العزۃ پر ایمان لانے والوں کی عبادت یا نماز تو کتاب موقوف ہی ہے۔

اعرانی - کتاب موقوف سے کیا مراد ہے۔

مسلم - رب العزۃ کی کتاب قرآن پاک کا مطالعہ اور اس پر غور و فکر و راستہ امر
بہل اور رد فواحشی سے پرہیز کرنا۔ اور کسی وقت بھی قرآن پاک کی تعلیم سے غور و فکر
انحراف نہ کرنا ہی صلوة کتاب موقوف ہی ہے۔

اعرانی میں نے تو مولوی صاحب کو کتاب موقوف کی تشریح کرتے سنا ہے۔ کہ نماز
کے لئے جو پانچ وقت مقرر ہیں۔ ٹھیک اسی وقت نماز ادا کرنا کتاب موقوف
کہلاتا ہے۔

مسلم - تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ۴ گھنٹہ میں پانچ وقت جو مقرر ہیں۔ ان میں
تو قرآن مجید کی آیتوں کا۔ یا انسان کی تراشی ہوئی عبارتوں کا درود کر لیا۔ اور
اس کے بعد کہاؤ۔ پیو۔ اور صوم کرو؟ ایسا نہیں۔ بلکہ پانچ وقت تو کیا رب العزۃ
سے تو انسان کو پیدا کرنا کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ اس پر عمل کرے۔ سنت۔ سنہ۔ سنہ
سیکندہ سیکندہ ہیں۔ اس کی عبادت میں مصروف رہے۔ پھر پھر یہ سادہ و سادہ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِي - ما اريد
هذه الهم من رزقي و ما اريد ان يطعموني و ان يلبسني
هو ان رزقي ذو القوة المتين - رزاربات ۱۲

تم نے نبیوں اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ ہماری عبادت کیا کریں۔ درغہ ہم ان سے یہ تو نہیں چاہتے کہ وہ ہمیں رزق دیں۔ یا ہمیں کھانا پلائیں۔ کریں یقیناً رب العزہ ہی سب کو رزق دینے والا۔ اور صاحب ثروت و قدرت ہے۔

اعترافی۔ مگر یہ تو بڑی مشکل بات ہے۔ کہ انسان ہر وقت ہی خدا کی عبادت میں مشغول رہے۔ ایسا ہونا تو ناممکن ہے۔

مسلم۔ جن لوگوں کا یہ اعتقاد ہو کہ خاص خاص وقتوں میں مسجدوں میں ہونا ہی عبادت ہے۔ اور اس کے بعد خدا اور اس کے تمام بندوں کو راضی کر چھوڑنا چاہئے۔ ان کے لئے نوحہ کی ہر وقت عبادت کرتے رہنا عمل تو کیا ناممکن ہے۔ مگر جو لوگ عبادت کی یہ تشبیہ کرتے ہوں کہ چلتے پھرتے۔ اٹھتے۔ بیٹھتے۔ کھڑے۔ یا لیٹے۔ رب العزہ کے احکام کی تعمیل نہ اور نہ ہی سے پرہیز کرتے رہنا ہی اس کی صحیح عبادت ہے۔ ان کی زندگی کا ہر ایک سیکنڈ ہی عبادت ہے۔ لہٰذا میں فرماتا ہوں۔

اعترافی۔ مگر فرض کیجئے۔ ایک۔ دوکاندار ہے۔ اس کے لئے یہ کہو مگر کہیں ہے۔ کوہ۔ اپنی دوکان کو بند کر کے ہر وقت خدا کی عبادت میں ہی لگا رہے۔

مسلم۔ دوکاندار کا یہ معاملہ نہیں بلکہ دنیا میں ہر ایک پر۔ انسان کے لئے رب العزہ نے جو احکام مانائے ہیں۔ ان سے جس طرح وہ چاہے۔ کر دہان کی تعمیل کرتے رہے۔ اور ان کی یہ فراموشی ہی ان کی عبادت ہے۔ کہار رب العزہ نے یہ سب فرمایا ہے۔

وَلَا تَقْصُوْا لِحُسْبَانِ الْمِيزَانِ ۖ ذِیْ اِسْرَآءِکُمْ خُسْرًا ۚ اِنِّیْ

اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَدَاۤتِیْذَہُ فَتَحْمِلُوْہُ ۚ

رب العزہ نے اپنے رسول کی معرفت۔ وہ اس پر کھڑے ہو کر۔

ترجمہ اپنی بہتری چاہتے ہو تو سو۔ سب سے زیادہ میں اس کے لئے یہ ماناؤں

میں کسی سے کہتا ہوں۔ اگر تم اپنے بس خیر میں شامت کر دو گے۔ نوبت۔

کہ تم قیامت کے دن عذابِ عظیم میں مبتلا نہ ہو گے۔

وَرِیْضُوْہُ اِنْ فَاۤتَمَّلْتُمْ اَیَّامَ تَعْرِیْہِمْ ۚ

اَشْيَاءَهُمْ رَهْودَعُ

اسے ہرقی قوم سودا سلف میں پورا تو لا اور ما پا کرو۔ لوگوں کو ان کا سودا دیتے وقت کی نہ کیا کرو۔

ذَا ذُو الْكَبَلِ إِذَا كَلَّمْتُمْ وَزِنُوا بِالْوَسْطَى اسْتَقِيمَ
ذَابَا خَيْرٌ وَأَخْسَنُ تَارِيْدًا رَأْسًا مِثْلَ غُرِّ

اے لوگو! جب تم سودا تو لئے لگو۔ تو پورا تو لو۔ اور جب وزن کرنے لگو تو وزن کی ڈنڈی سیدھی رکھو۔ یہ بہترین اور نیک ترین طریقہ ہے۔

ذَيْلُ تِلْمِظَفِيْنِ الَّذِيْنَ اَفْكَتَالُوْا عَنِ النَّاسِ يَسْتَبْذُوْنَ
وَاِذَا كَانُوْا هُمْ اَوْ ذَرْنُوْا هُمْ يَحْشُرُوْنَ اَكَا يَنْظُرُ اُولَئِكَ
اَلْقَوْمُ تَبْعُوْا تُوْنِ يَوْمَ يَعْظُمُ - يَوْمَ يَقْرُمُ النَّاسُ لِرَبِّ
اَلْعَالَمِيْنَ - كَلَّا اِنَّ كِتَابَ الْفِتَارِ لَفِيْ سَعِيْدِيْنَ - وَمَا اَدْرَاكَ
مَا يَحْشُرُوْنَ هَكَذَا تَمَزُّوْهُ اَلتَّضْفِيْفُ ع

افسوس ہے۔ ایسے دو کا نذر دہر چمکے تو ہتے ہیں۔ یہ لوگ دوسرے لوگوں سے جب کوئی چیز نہ ملے تو ہمیں مٹوں بجا کر پوری بیٹے ہیں مگر جب بڑے لوگوں کوئی چیز چاہتے ہیں تو کم لیتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو اس یوم غم کا خیال نہیں ہے۔ بلکہ یہ لوگ دوسروں کے ہلو بہ ہلو یوم حشر میں کھڑے کئے جائیں گے اور ایسے بد کرداروں کے اعمال کی کتاب حشر کی جائیگی۔ کیا تمہیں علم ہے کہ وہ کتاب کسی ہوگی؟ یہ ان لوگوں کے اعمال بدکاروں کا چھہ ہوگا۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کا روزنا پچہ روز حشر میں اس کی رسوائی کا باعث نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ رب العزت کے حکام کے مطابق اپنی عمل رکھے۔ اسکی ہمت سے اپنے کاروبار میں حکم الہی کی پیمائش کی جائے اس کے روزنامہ میں عبادت عظمیٰ تصور کی جائیگی۔ برعکس اس کے اگر وہ رسمی صورت پر حشر میں جا کر ان میں کوئی دفعہ رکوع و سجود تو کرتا ہے لیکن اپنے سینہ دین اور سودا سلف میں بہ دیاقتی خیانت کرتا ہے۔ تو اس کی ریاکاری کے چند سجدے اس کو یوم غم کی گرفت سے نہیں بچا سکیں گے۔

اعترافی۔ میں سمجھ گیا۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان اپنے کاروبار میں رب العزۃ کے احکام کے مطابق دیانت داری سے عمل کرتا رہے۔ تو رب العزۃ کے احکام کی ہمیشہ ملی اور دیانتدارانہ تعمیل بھی اس کی عبادت ہے۔
مسلم بے شک۔

اعترافی۔ بہت بہتر۔ اب آپ آگے فرمائیں۔
مسلم۔ رب العزۃ فرماتا ہے:-

(۱۲)

وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُسْتَوِينَ بِالْحَقِّ
وَالْيَوْمَانِ رَاحٍ أُولَٰئِكَ نَسْتَوِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا
(النساء ۷۷)

اور جو لوگ ہمیشہ خدا کی عبادت کرتے۔ اور تزکیہ میں مصروف رہتے ہیں اور وہ رب العزۃ پر اور یوم سزا دہنا پر بھی ایساں رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ہم عظیم الشان اجر دیتے۔

(۱۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا
رُءُوسَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ
وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ - مَا شَرَعَ اللَّهُ

سے ایماندارو! جب تم رب العزۃ کی عبادت کرنے پر آمادہ ہو تو۔ اپنا منہ اور کھنٹوں تک ہاتھ۔ وٹخنوں تک پاؤں دھو یا کر۔ اور اپنا سر نہایت

اعترافی۔ مگر پس پاؤں دھونے چاہئیں۔ یا نہ؟

مسلم۔ صلب ان احکام کی صفائی سے ہے جس ترتیب سے جس بات کی ہر ایک ترتیب سے دھوئے۔

اعترافی۔ اگر بہہ در لوگ تو اس میں بڑے بکھڑے ڈالتے ہیں۔
مسلم۔ مگر خدا نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے کہ۔

مَا آتَيْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِيَشْكُرَ إِلَّا لَذِكْرِهِ مَنْ
يُحْشَى - (طہ ع)

ہم نے تم پر قرآن مجید اس لئے نازل نہیں کیا کہ تو بکھیر دے میں الجھ جائے
یہ تو صرف یہ عزت کو یاد دلانے کا ذریعہ ہے۔ وہ بھی ایسے لوگوں کے لئے
جن کو اپنی عاقبت کا فکر ہو۔ قرآن پاک تو بکھیر دے نکالتا ہے۔ بکھیر دے
میں پھنساتا نہیں چنانچہ اسی ضمن میں ارشاد ہوتا ہے۔

(۱۴)

لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي
وَعَقَرْتُمْ أَوْحُشَهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ
عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ - (مائدہ ع)

اگر تم رب العزت کی عبادت کرتے رہو۔ اور گناہ ترک کر دو۔ اور اگر تم میرے
رسولوں کی صداقت پر ایمان لاؤ۔ اور ان کے مشن کو دنیا میں پھیلانے میں
دغا نہ دو۔ اور رب العزت کے نام سے بہترین طریقہ پر مال کی قربانی کرو۔ تو
میں تمہیں گناہ آلودہ باتوں سے مخلصی دیکر بہشت میں داخل کر دوں گا جس
میں دائمی سرور کی نہریں موجزن ہیں۔

(۱۵)

إِذَا دَلَّيْكُمْ آيَاتِنَا فَتَسُبُّوا الَّذِينَ آمَنُوا بِالَّذِينَ
يُحْيِيكُمْ وَالصَّلَاةَ وَرُسُلَنَا كُفْرًا وَهُمْ لَا كُفْرَ
- (مائدہ ع)

اس میں کوئی شک نہیں کہ تم بارہا جھٹکتے ہو۔ یا اس کا رسول
یا وہ ایماندار ہیں جو تمہیں زندہ رکھتے اور تمہیں صاف رہنے و
رب العزت کے حضور میں سرنگون رکھتے ہیں۔

(۱۶)

قُلْ إِنَّا نَعْبُدُ اللَّهَ وَنُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَنُحْيِي لِقَائِهِ ذُرِّيَّتَ

الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَكَ بِرَبِّكَ إِلَهُكَ آمِينَ فَتَوَاضَعْنَا
أَذِلُّ الْمُسْلِمِينَ - (اعراف ۷۸)

لوگوں کو سناؤ کہ میری ننازا اور میری ہر ایک قسم کی عبادت یہاں تک کہ میرا جینا
اور مرنا بھی رب العزۃ کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے
تو یہی حکم ملا ہے۔ اور میں سب سے پہلے اس حکم کے ماننے والوں میں
ستے ہوں +

(۱۷)

وَأَقْرَبُوا زَجْنَ هَکْؤَ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ
مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ - (اعراف ۷۹)

اور تم ہر ایک مسجد میں اپنی جہین نیا زرب العزۃ کے سامنے جھکا دیا کرو۔ اور
خاص دل سے اس کو یاد کرو یہی اس کی عبادت ہے۔

(۱۸)

وَالَّذِينَ يَمَسُكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا نَضِيعُ
أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ - (اعراف ۸۰)

اور جو لوگ کتاب الہی کے احکام عمل کرتے۔ اور ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے
ہیں۔ ہم ایسے نیک بندوں کے اعمال صالح کو نفع نہیں ہونے دیتے۔

(۱۹)

وَأَنفُسَ رَبَّنَا لِفُتْسَاتٍ لِّفْطَرِ عَاوِ خِيفَ وَدُونَ أَجْهَرِ
مِنَ الْقَوْلِ بِأَعْدَادٍ وَأَرْصَالٍ وَلَا تَنْفُتُ مِنَ الْغَفْلِينَ
وَالْأَعْرَافِ

اور تیرے اپنے رب کو صبح و شام اپنے دل ہی دل میں نہایت عجز و
ذلت سے کسی قسم کی دھیمی آواز سے یاد کیا کر۔

(۲۰)

وَأَقِمْ صَلَاةَ ظَرْفِ الشَّهَارِ وَزِنْ أَمِنْ الشَّيْلِ - (مائدہ ۸۱)

اور ان کے دو دن کناروں یعنی صبح و شام کے وقت اور رات کی تاریکی

میں رب العزہ کی عبادت کیا کرو۔

(۲۱)

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ طُوقُنَا وَكُنْ هَٰ
وَصَلُّهُمْ بِأَعْدَادٍ وَٱلْأَصَالِ - (اسرار علی ۶)

زمین اور آسمان میں ہر ایک جاندار اور غیر جاندار چیز گروہی سے نہیں۔ تو
فطرتاً مجبور ہو کر رب العزہ کے حضور میں سجدہ کرتی ہیں۔ جس کی کہ صبح اور شام
ان کے سامنے تصدیق ہوتی ہے۔

(۲۲)

أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَقَبَّلُ أَظِلُّهُ
عَنِ الْيَمِينِ وَٱلشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ
(المخل ۴)

کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ رب العزہ نے دنیا میں جس قدر اشیاء پیدا کی ہیں۔
ان کا سایہ کبھی انہیں طرف کو شجکت ہے کبھی بائیں طرف کو۔ یہ اس بات کی
علامت ہے کہ وہ فطرتاً رب العزہ کے سامنے سرسجود ہونے کے لئے
مجبور ہیں۔

(۲۳)

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ
• وَالْمَنْكَلَةِ وَهُمْ لَا يُسْتَكْبَرُونَ - (ر ۴)

آسمان کے فرشتے، زمین پر چلنے والے سب رب العزہ کے سامنے
سرسجود ہونے کے لئے مجبور ہیں۔ اور وہ اگر فوں نہیں کھتے۔

(۲۴)

أَقْبَمَ الصُّبُورُ لِلذِّكْرِ ٱلشَّمْسِ ٱلْغٰثِثِ ٱلنَّجْمِ ٱلثَّالِثِ وَٱلْقُرْآنِ
ٱلْغُبْرِ ٱلنَّجْمِ ٱلْجَمْرِ ٱلْمَشْرِقِ ٱلْمَشْرِقِ ٱلْمَشْرِقِ ٱلْمَشْرِقِ - (اسرار علی ۶)

دن ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی کے پھا جانے تک رب العزہ کی عبادت
کرد۔ جس پر انور کے تڑکے قرآن پر تدبر کی قیاسنا صبح کے وقت قرآن پاک

غور و تدبر کرنے سے رب العزۃ کی عظمت و جلال کا پتہ لگتا ہے۔

(۲۵)

ذَمِّنَ السَّيْلَ قَتْلَهُ بِمِ نَافِلَةٍ رَّشَّ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَ رَبُّكَ

مَقَامًا مَّحْمُودًا رَجَىٰ اسْمَائِيلُ

در جب تصور می سی رات رہ جائے۔ تو اس وقت بھی قرین پاک پر غور و تدبر کرنے کے لئے جاگ۔ یہ تیرے لئے مزید برکات الہی کا باعث ہو گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تیرا رب تجھ کو مقام محمود و پرہیزگار دیگا۔

اعرائی مقام محمود سے کیا مراد ہے؟

مسلم۔ وصال باری تعالیٰ۔

اعرائی۔ مگر دوسری لوگ تو مقام محمود سے حوض کوثر پر ایک خاص جگہ مراد لیتے ہیں۔

مسلم۔ اگر ان کے نزدیک وہی جگہ مقام محمود ہے۔ تو رب العزۃ ان کو دہائی پہنچا دے گا۔ ہر ایک روح کے لئے وہی جگہ مقام محمود ہوگی جس کی تحصیل کے لئے اس نے دنیا میں جدوجہد یا اعمال صالح کئے ہوں گے۔ چونکہ وصال باری تعالیٰ سے بالاتر رتبہ کا کوئی دوسرا مقصد یا معراج نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہرے نزدیک مقام محمود کا صحیح مفہوم وصال باری تعالیٰ ہی ہے۔

اعرائی۔ میرا طہنہاں دگیا۔ یہ آگے رش و فرشتہ۔

مسلم۔ رب العزۃ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

(۲۶)

وَالْأَنفُ مَرْبُوعَاتٍ ذَلَّخَتْ قَتْلَهُنَّ ذَا بَشَرٍ بَشَرٌ ذَا بَشَرٍ

سَيِّئًا وَحَسْبُ عِلْمٍ

تو انہی بہت بڑی اور زبردست عبادت کر۔ نہ ہی بہت بڑی اور زبردست۔ انہی دونوں کے درمیان کا راستہ اختیار کر۔

(۲۷)

وَالْأَنفُ مَرْبُوعَاتٍ ذَلَّخَتْ قَتْلَهُنَّ ذَا بَشَرٍ بَشَرٌ ذَا بَشَرٍ

لِذَا كُيْرُنِي رَطْمًا عُرًا

اے انسان تو ایقتبائیں ہی تمہارا مہبودیوں۔ میرے سوا اور دوسرا کوئی قبل
پرستش نہیں ہے۔ پس میری ہی عبادت کرو۔ اور مجھے ہی یاد کرنے کے لئے
اپنی عبادت کا ڈھنگ ڈالو۔

(۲۸)

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ
وَقَبْلَ غَدُوءِهَا وَمِنْ أَنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ
لَعَلَّكَ تَكُنَ مِنَ الْقَائِمِينَ رَطْمًا عُرًا

تیرے مخالف تجھے جو کچھ بولتے ہیں۔ تو ان پر صبر کر۔ اور اپنے رب کی سورت
نیکنے اور اس کے غروب ہونے سے قبل اور کچھ رات گئے۔ اور دن کے دنوں
کناروں پر حمد و ثنا کیا کر۔ رب العزۃ تجھے اس کا ایسا صلہ دے گا۔ کہ تو خوش
ہو جائے گا۔

(۲۹)

وَأَمْسِ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ ۖ فَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا تَسْأَلُكَ رِزْقًا
وَلَنْ يَرْضَىٰكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ رَطْمًا عُرًا

تم اپنے گھر والوں کو بھی حکم دو۔ کہ وہ عبادت بپا کریں۔ اور تم خود بھی عبادت
میں لگے رہو۔ تم سے یہ نہیں کہتے کہ میں کچھ کہلاؤ پلاؤ۔ بلکہ تم خود تمہیں رزق
دینے والے ہیں۔ اور اگر تم ہماری عبادت کرتے رہو گے۔ تو آخرت میں بھی ہم
اس عبادت کا صلہ دینگے۔

(۳۰)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّابُّ
وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ۚ رَطْمًا عُرًا

کیا تم نے دیکھا نہیں ہو۔ کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ اور جو کچھ زمین پر ہے یعنی سورت
چاند ستارے۔ اور پہاڑ۔ درخت۔ اور چوپائے۔ اور انسانوں کا بھی کثیر جیتے۔

رب عزہ کو سجدہ کر رہے ہیں۔

(۳۱)

فَالْهٰكُمُ الْاِلٰهُ وَاحِدٌ فَلَا اَسْمَاءَ وَلَا اَشْجَارٍ اَلْمُحْبِبِّينَ الْاِنْبِيَاءِ
اِذَا اُذْكِرَ اَمَلُهُ وَجِلَّتْ اَقْلُوْبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَى مَا
اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِيْنَ السَّلٰوةَ وَهُمْ اَسْرَءُ لِمَا يَنْقُورُ
وَالْحٰجِجِ ع

انہ کے ان نواتھ پر معبود وہی وحدہ یا شریک ہے۔ اسی کی عبادت کرو۔ ان کو
کوچھ سجدو انکساری سے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے
رب عزہ کا نام لیجے جاتا ہے تو اس کے اس جتا ہے ہو جاتے ہیں۔ اور ان
وہوں کو جو ہر ایک نعمت میں شکر سے کاویسے میں اور رب عزہ کی
عبادت میں مصروف رہتے اور جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے۔ مہی پر صبر و شکر سے
کند رہ کر رہے ہیں نواتھری شن دو۔

(۳۲)

نَايِيْهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَرْغَوْا دَارَ سَعٰدَتِكُمْ
وَاَنْتَعِلُوْا خَيْرَ بَحْسِكُمْ فَاصْبِرُوْنَ . ع

سے وہ لوگو جو رب عزہ پر ایمان رکھتے ہو۔ تم اپنے رہنے کے گھر میں خوش ہو
جاہ کرو۔ اور اسی کی عبادت کرو۔ تمک۔ عمارت پر اور تاکہ نہ نجات پاؤ۔

(۳۳)

وَالَّذِيْنَ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صُدُوْقِهِمْ مُّشْفِقُوْنَ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
کامریت میں نجات پا جائے۔

(۳۴)

اَلَّذِيْنَ هُوَ اَعْلٰی دَرَجَةٍ اَوْ اَعْلٰی دَرَجَةٍ
اَلَّذِيْنَ هُوَ اَعْلٰی دَرَجَةٍ اَوْ اَعْلٰی دَرَجَةٍ

اَلَّذِيْنَ هُوَ اَعْلٰی دَرَجَةٍ

وہ لوگ جو خدا میں دل سے رب العزۃ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں یقیناً ہی
لوگ ہیں جو دوسریں کے وارث ہو کر اس میں یہی زندگی بسر کریں گے۔

(۳۵)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَالصَّيِّرُ صَفَتْ كُلٌّ قَدْ عِلْمَ صَدْرَتِهِ وَتَسْبِيحُهُ
وَاللَّهُ عَلَيْهِ بِمَا تَفْعَلُونَ - النور

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جو کچھ اسمانوں میں اور زمین پر ہے۔ وہ خدا کی تسبیح
کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ پرندوں کو بھی جو پر پھیلے اڑتے پھرتے ہیں۔ اپنی ہی
نماز اور تسبیح کا علم ہے۔ رب العزۃ ان تمام باتوں کو بخوبی جانتا ہے جو
وہ کرتے ہیں۔

(۳۶)

وَالَّذِينَ يُبَيِّتُونَ لِنَبِيِّهِمْ تُجَدَّ أَوْ قِيَامًا - الفرقان
یسے بھی خدا کے بندے ہیں۔ جو رب العزۃ کی عبادت میں۔ باتوں کو چاہتے
اس کی درگاہ میں سجدہ کرتے یا کھڑے رہتے ہیں۔

(۳۷)

إِنَّ الصُّلُوۃَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ
أَكْبَرُ - النمل

رب العزۃ کی عبادت میں ایک قسم کی حیا اور نامعقول باتوں سے روکتی
ہے۔ اور رب العزۃ کا ذکر کرتے رہنا عظیم ترین نعمت ہے۔

(۳۸)

فَسَبِّحْهُ بَلَدًا حَبِيبًا مُّحْسِنًا وَحِينَ تَضَعُونَ رِجْلَكُمْ
فَسَبِّحْهُ بِحَمْدِهِ ذَا الْأَرْوَاحِ وَعِشِيَّةً حَبِيبًا مُّحْسِنًا

الرحمن

جب تم پر شام آجائے۔ یا تم صبح کرو۔ یا جب دس ڈھل جائے۔ یا سہ پہر ہو۔ تو کہو
اے رب! بڑی ہی شایستگی سے تیرا ذکر کریں۔ زمین و آسمان میں کسی کی وقت پاک و شگفتہ کی

(۳۹)

فَنِيْسِيْنَ اَلْيُسْبِرَ وَ اَلْقُوَّةَ وَ اَتِيْمُوا الصَّوْمَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِّنَ
اَلْمُشْرِكِيْنَ . (الرَّحْمَ . ۴۹)

اسی رب العزۃ کی طرف رجوع کرنے والے ہو۔ اسی سے ڈرو۔ اسی کی عبادت کرو
اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔

(۴۰)

يَا بَنِيَّ اَقِمِ الصَّوْمَ وَ اَمُرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَ اَصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِّنْ عِندِ الْاُمُوْسِ .
(رَقْمَن . ۴۰)

و راقم نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے میرے بیٹے تو نے رب العزۃ کی عبادت
کرتے رہنا۔ اور نیک کاموں کے کرنے کی اور برائیوں سے بچنے کی لوگوں کو تائید
کرنا۔ اگر تجھ پر کوئی عیب آئے تو صبر سے کام لینا۔ یہ سب باتیں عظیم الشان
ہیں +

(۴۱)

اَمْرٌ هُوَ ذٰلِكَ اَنَّا اَللّٰلِ سَاجِدًا وَ قَاٰمًا يَحْتَضِرُ الْاَمْرَ
وَ يَنْبُوْا وَ حَمْدُ رَبِّهِ قَلٌّ هَلْ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ نَعْمًا
وَ اَلَّذِيْنَ يَتَذَكَّرُ . (الرَّحْمَ . ۴۱)

اَمْرٌ هُوَ ذٰلِكَ اَنَّا اَللّٰلِ سَاجِدًا . (الرَّحْمَ . ۴۱)

ساجد شخص جو رات کی تاریکی میں رب العزۃ کے حضور میں کھڑا یا سجدے میں رہا کرتا
ہے۔ عذاب سے ڈرتا اور رب العزۃ کی رحمت کا منہ دے رہا ہے۔ ذرا سوچو کہ وہ
جو رات میں شخص جو راتوں کو جانتا سوچتا رہتا ہے۔ اور وہ جو راتوں سے ہر حال
میں خیر و برکت کی فہم سوتا ہے۔ دونوں برابر ہو جائیں گے، یہ کہ میں تو نہیں
کے لئے ہیں۔ جو صاحبِ اہم ہیں +

(۴۲)

وَلَا تَسْتَحْوَ وَ يَسْتَحْوَ اَللّٰهُ وَ اَلْمَلٰٓئِكَةُ . (الرَّحْمَ . ۴۲)

اے انسانو! تم رب العزۃ کی صبح اور شام حمد ثنا کیا کرو۔

(۴۳)

ذُكِرَ مُحَمَّدٌ وَآلُ مُحَمَّدٍ حِينَ تَقُومُ مِنَ النَّوْمِ فَسَبِّحْهُ وَإِذَا بَارَأَ
النَّحْلُ لَهْمَ - (الطور - غ)

جب تو کھڑا ہو۔ تو اپنے رب کی تسبیح رات آجائے۔ اور جب تھامانے لگے ہوں۔ اس وقت بھی اس کی تسبیح کیا کر۔

(۴۴)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُودِي لِلصَّلَاةِ مِنْ أَيْنَ مَا أَجْمَعُ
فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا بَيْعَ الْكُفَّارِينَ لَكُمْ
إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ - (الجمعة - غ)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ جب تم کو جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے۔ تو رب اعزہ کی عبادت کے لئے بھاگتے ہوئے جاؤ۔ اور کفار و بارہنہ کرو۔ تمہارے شیروں بہتر ہے بشرطیکہ تم اس کو سمجھو۔

(۴۵)

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ - أُولَٰئِكَ فِي حَسْبِ
عَذَابٍ مُّؤْتِنٍ - (المعارج - غ)

اور وہ لوگ جو رب العزہ کی عبادت کرنے میں ہمیشہ چھوڑتے رہتے ہیں وہ یقیناً عذاب میں جہنم کے ہیں۔ اور وہ اسی قابل میں کہ رب العزہ کے اہل عزت ہوں۔

(۴۶)

يَا أَيُّهَا الْمَنْزِلُ قُلِ الْقِسْمُ الْاِثْنَانِ نَصْفُهُ لِي وَنَصْفُهُ لَكَ
قِسْمُ الْاِثْنَانِ قِسْمُ الْاِثْنَانِ قِسْمُ الْاِثْنَانِ - (المنزل - غ)

اے چار روڑھے دسے خدا کی عبادت کرو۔ رات کے وقت مرقیوڑی دیر یا نصف رات میں سے کسی قدر سہ سے کم یا اس سے قدر سہ سے زیادہ دیر تک۔ اور قرآن مجید کو خوب شہر شہر پڑھا کرو۔

(۴۷)

مسلم۔ قرآن مجید کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تفسیراً ہر ایک پارہ میں سے میں نے آپ کے سامنے نماز یا عبادت کے متعلق رب العزۃ کا جو فرمان پیش کیا ہے کیا تم اس میں اس قسم کے جھگڑے نہ دیا آئین۔ رفع یدین۔ یا دستہ۔ سپینہ یا زیر ناف کا شائبہ تک بھی دیکھتے ہو؟
اعرافی۔ ہرگز نہیں۔

مسلم۔ تو پھر آپ نے مسجدوں کے اندر نماز کے متعلق جس قدر دھگل یا زد و کوب کے نظارے۔ اور ذرا ذرا سے اختلاف پر مار پیٹ کے تماشے دیکھے ہیں۔ اس کا باعث آپ کیا سمجھتے ہیں؟
اعرافی۔ اب مجھے بخوبی پتہ لگ گیا کہ یہ سب ان لوگوں کی غلطی ہے۔ اور کہ رب اعزۃ کا کلام پاک اس قسم کی بیہودگیوں سے قطعاً بری الذمہ ہے۔
مسلم۔ بہت ٹھیک۔

آٹھویں فصل

شخصی عبادت اور مجلسی نظام

اعرافی۔ قرآن مجید کی جس قدر آیات آپ نے عبادت یا گھر کے متعلق پیش کی ہیں۔ ان میں سے بات کا ذکر تو کہیں بھی موجود نہیں ہے کہ نماز میں کتنی رکعتیں ہوں۔ کتنے رکن ہوں۔ اور کتنی سنتیں ہوں۔ اور کتنے نفل ہوں۔ کتنے رکوع۔ کتنے سجدے۔ کتنے قیام ہوں۔ اور نماز کی ادائیگی کا ٹھیک وقت کونسا ہو۔
مسلم یہی تو قرآن پاک کی خوبی ہے۔ کہ وہ ہر ایک انسان کو اس بات کی مجلس بزاوی دیتا ہے۔ کہ وہ جس وقت اور جس ترتیب سے چاہے۔ رب اعزۃ کی

عبادت کرے صبح اور شام۔ دوپہر۔ سہ پہر۔ رات۔ نصف رات۔ تنہائی رات۔
 دُوبائی رات۔ ساری رات۔ کچھ رات رہے۔ اس وقت جبکہ شمار سے جھلکا
 ہے ہوں۔ سو سوج نکلنے سے ذرا پہلے۔ سو سوج غروب ہونے سے پہلے اور بعد
 غرضیا جب اور جس وقت بھی انسان چاہے۔ اس کی عبادت کر سکتا ہے۔ یہ بھی
 ضروری نہیں کہ کھڑا کھڑ۔ یا بیٹھا ہوا۔ یا لیٹا ہوا۔ یا رکوع یا سجود کی حالت میں ہی
 منبوت کرے۔ بلکہ ان میں سے جو طریقہ بھی اس کو پسند ہو۔ اسی طریقہ پر عبادت
 کر سکتا ہے۔ اگر وہ ان تمام حالتوں کو یا ان میں سے چند ایک کو ملا کر عبادت کرنا
 چاہے۔ تو رب العزیز کی طرف سے اس کو اجازت ہے کہ وہ اسی طرح اسکی عبادت
 کرے۔ ہاتھ باندھ کر۔ ہاتھ چھوڑ کر۔ ہاتھ اٹھا کر۔ اونچائی اور نیسے۔ مدھم آواز سے
 یا دس ہی دل میں غرضیکہ جس طرح چاہے۔ خدا کی عبادت کرے۔ رہا رکعتوں کی تعداد
 یا فرض و سنت کا معاملہ اگر رب العزیز کے نزدیک رکعتوں یا فرض و سنت کی
 تعداد مقرر کر لی ضروری ہوتی۔ تو وہ قرآن مجید میں یا بیٹان کی تعداد مقرر کر دیتا۔
 مروجہ کہ اس کو یہ قید لگانا منظور نہیں تھی۔ اس لئے اس بارہ سے میں بھی اس نے
 نشان ہوا اجازت دی۔ کہ وہ جتنی دیر تک مناسب سمجھے۔ اس کی عبادت میں ہر قسم
 سے۔ نبی رب العزیز سے متباد رکعت کا قرآن پاک میں کہیں اشارہ کیا گیا نہیں
 کیا تو تعداد رکعت یا تعداد فرض و سنت پر شمار آپس میں بھاڑنا مفسد ذل ہے۔
 احوالی۔ مگر مسلمانوں میں ایسا تو کوئی بھی رتبہ نہیں ہے۔ ہر نماز میں تعداد رکعت
 تعداد فرض و سنت کا قائل و عامل نہ ہو۔

حکم۔ اگر آپ کو بھی رکعت و فرض و سنت کی تعداد مقرر کرنی منظور ہو۔ تو ان میں
 آپ کو بھی پورا اختیار ہے کہ ایک دو تین بند ایک سو ایک سو یا بیس یا
 کم یا زیادہ کہ سلتے ہیں۔ اور جو ان میں جسے چاہیں جس کو آپ فرض کرے
 یا نہ کرے۔ اس فرض کے نام سے ہر نماز میں جتنی رکعت یا سنت یا فرض کے نام سے
 نماز پوری ہو۔ نمازوں کے پانچ ہیں۔ ہر نماز میں کتنی رکعت ہیں
 چاہے۔ مگر صرف رکوع یا نیام و بعد دینی حالت میں ہی تو عبادت کو تمام نمازوں میں
 ان میں آپ کو بھی اجازت ہے۔ رب العزیز کے واسطے یہ بھی نہیں قید

نہیں لگائی کہ جیتک تمہاری نمازیں قائم رہیں۔ اتنے رکوع۔ اتنے سجدے در اتنے تھے۔
 اور جلسے نہ ہونگے۔ تہنک وہ مکمل نہیں ہوئی اس قسم کی ترتیب بقدر ادا کا قرآن پڑھ کر نہیں
 اعرافی مگر یہ جو کہا جاتا ہے کہ رسول پاک نے جس طریقہ پر نماز پڑھیں اسی طریقہ پر پڑھنی چاہئے۔ لکھا ہے
 مسلم۔ اس میں شک نہیں کہ رسول پاک نے بیٹھا ہوا طریقہ نہ پڑھیں
 اور عبادت کی۔ اس لئے کہ رب العزہ کی طرف سے ان کو یہ آواز دی تھی کہ جس طریقہ
 پر بھی چاہو۔ اس کی عبادت کرو۔ چنانچہ پہلی نبی رب دت کے متعلق رب العزہ کی طرف
 سے دی گئی۔ اس آواز پر رسول پاک نے عمل کر کے بھی دکھا دیا۔ مگر یہ کس شے
 افسوس کی بات ہے۔ کہ آج مسلمانوں کا ہر ایک فرقہ رسول پاک کے ایک طریقہ
 کو صحیح مان کر باقی طریقوں کو غلط قرار دیتا ہوا دوسرے فرقوں کے ساتھ سر ہٹا
 میں دخول ہے۔ اور اگر خدا کو اپنی عبادت کا کوئی ایک خاص طریقہ ہی مقبول و
 پسند ہوتا۔ تو وہ یقیناً اس کا قرن مجید میں کھلے الفاظ میں اعلان کر دیتا۔ مگر
 رب العزہ تو یہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک فرقہ جس طریقہ پر بھی چاہے میری عبادت
 کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے پرندوں و پرندوں کے طریقہ عبادت کو بھی
 ان کی سادہ تسبیح کے نام سے پکارا ہے۔ اپنے اپنے طریقہ پر رب العزہ کی عبادت
 تسبیح کرتے ہوئے پرند و پرند تو آپس میں دنگہ نہ اٹھاتے کہ میں نے مسلمانانہ تسبیح
 سجدوں کو داخل بنائیں، اس سے بڑھ کر افسوس کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔
 اعرافی! اسی لئے میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ جس طریقہ پر بھی کوئی فرقہ خدا کی
 ستاؤ ادا کرتا ہو۔ اس پر جگڑا ست کرو۔

اعرافی۔ اس لحاظ سے تو یہودیوں۔ عیسائیوں۔ برہمنوں۔ آریوں۔ سکھوں
 وغیرہ کا طریقہ عبادت بھی قابلِ اعتراض نہیں کہا جاسکتا۔
 مسلم۔ انیاد میں تو ہم بھی خدا کے وعدہ راستہ کی عبادت میں کوئی تباہ
 دیوی۔ دیوتا۔ پست و رشت۔ یا نور و غیرہ کو رب العزہ کا شریک نہ منہاں
 بلکہ اسی کے برابر پناہ مان رہے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ وہ عبادت کی راہ
 سزا دینے والی ہے۔ مگر ان کی زبان دیکھو کہ وہی عبادت کی راہ
 اس کا طریقہ عبادت۔ قیام و رکوع۔ سجدہ و غیرہ۔ یہاں فرقہ کے

اس لئے کہ رب العزۃ نے نہایت کھلے لفظ میں فرمادیا ہے :-
 بِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ لَا يَنَازِعُنَاكَ
 فِي الْأَمْرِ قَدْ عَلِمَ رَبُّكَ إِنَّا تِلْكَ لَفِي هُدًى
 مِّنْهُ تَقِيْمُهُ - الحجہ ۴

ہم نے ہر ایک امت کو عبادت کے جو بھی طریقے بتا دیئے۔ وہ ان ہی طریقہ
 خدا کی عبادت کر رہے ہیں۔ ان کو بھی چاہئے کہ رب العزۃ کی عبادت کے
 بارے میں وہ تہا رہے ساتھ کسی شتم کا جھگڑا نہ کریں۔ اور کچھ یہاں ہے کہ تو
 لوگوں کو خدا سے وحدہ لا شریک کی طرف بلاتا رہے۔ یہہ پیشی امر ہے۔
 کہ نیز لوگوں کو کفر و شرک سے ہٹا کر اسی ایک خدا کی طرف دعوت دینا، جس
 بھیا سب سے میاں اعرافی! قرآن پاک کی جس قدر آیات عبادت کے متعلق
 دی گئی ہیں کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ان میں سے بعض میں اہل کتاب کی
 عبادت کا بھی ذکر ہے۔ کہ وہ کھڑے کھڑے۔ یا جہ سے کی ہی حالت میں
 خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور خداوند کریم نے اس بات کا اعلان کر دیا ہے۔
 کہ سلجہ ہو۔ یہودی ہو۔ نصاریٰ ہو۔ صابئی ہو۔ کسے باشندہ جو بھی رب العزۃ پر اور
 یہ آخرتہ پیمانہ۔ تا نا۔ اعمال صالح کرتا ہے وہ خدا کے نزدیک مقبول ہے
 اعرافی۔ ہندوستان میں یہودی عیسائی اور مسلمان تو ہیں۔ مگر یہ صابئی
 لوگ کون ہوئے؟

مسلم سکھ۔ برہمن۔ آریہ وغیرہ جتنے لوگ بھی اس خدا کو علیم و خبیر۔ حی و قیوم و شہید
 علیم و قدیر۔ خالق و رازق۔ مالک و پروردگار۔ نور السموات و الارض مانکر۔ اسی
 رب العزۃ کی عبادت کرنے والے ہوں وہ سب صابئی کے نقطہ میں شامل ہیں ایسی
 ہر ایک قوم کو جو اسنی ایک آن دیکھے مسبود کی عبادت کرتی ہو۔ رب العزۃ نے
 یہ بتا دی ہے کہ وہ اپنے طریقہ پر اس کی عبادت کرتے ہوئے، سلام کے
 مرتبہ بات پر کسی قوم کا جھگڑا نہ کریں۔

اعرافی۔ یہہ تو شینک ہے۔ مگر ہمیں کس طریقہ کو اس کی عبادت کے لئے اختیار
 کرنا چاہئے؟

مسلم۔ آپ خوب یاد رکھیں کہ جہاں تک آپ کا اپنے خدا کے ساتھ تعلق ہے آپ آزاد ہیں۔ اور جس طریقہ پر بھی چاہیں۔ اس کی عبادت کریں۔ لیکن اگر آپ کسی مسجد میں یا مسجد مسلمانوں کے مجمع میں شامل ہو کر نماز ادا کرنا چاہیں۔ تو اس مجمع نے عبادت کے لئے جو طریقہ یا نظام مقرر کر رکھا ہو۔ آپ اس کی پیروی کریں۔ اور اس میں کسی قسم کا اختلاف پیدا کر کے ان کے مسجدی نظام کو درہم برہم نہ کریں جس طرف کو ان کا سنبھ ہو۔ اسی طرف آپ بھی کریں۔ اگر وہ زور سے آئین کہتے ہیں۔ تو آپ بھی کریں۔ اگر نہیں کہتے۔ تو آپ بھی نہ کریں۔ اگر اس مسجد باگروہ کا مقرر کردہ طریقہ یا نظام یا سوشیل سرورس آپ کو پسند نہیں ہے۔ تو اس مسجد میں آپ جابر عزم نہ ڈالیں۔ اس لئے کہ انفرادی عبادت اور سوشیل سٹریٹس میں بہت بڑا فرق ہے۔ جس میں مجمع کی نماز ایک غلبی نظام یا سوشیل سرورس بھی ہے وہ ایک جنگی یا سپاہیانا قواعد بھی ہے۔ وہ ایک امام یا اماندار کی تابعداری کا جتن بھی ہے۔ اگر آپ بطور ایک سپاہی کے جنگی قواعد کی پابندی پسند نہیں کرتے تو آپ اس بات کا حق حاصل نہیں ہے۔ کہ آپ سپاہیوں کی ریڈ میں جا کر انکی سنگین یا ہتھیاروں کے کندوں کا نشانہ بنیں اور مقت میں زرد کو بھون۔ اس لئے کہ قرآن پاک نے جہاں رب العزۃ کی عبادت کے متعلق انسان پر ریشہ سے آزادی دی ہے۔ وہاں اس نے یہ بھی حکم دیا ہے۔

وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ رَالِیَ بَعْمَانٌ ثَلَاثًا

رب العزۃ کی اس رسی کو بیٹے اسلام کو تم سب نے مل کر پکڑے رکھنا۔ اور ہمیں ایک دوسرے سے الگ نہ ہو جانا۔

وَأَزْكُوا آلَ الْكَافِرِينَ ۚ تَفَرَّقُوا ۚ وَأَخْتَلَفُوا ۚ مِنْ بَعْضِ مَا جَاءَ نَفْسَهُ

النَّبِیِّنَ ۚ وَأَزْیَتْ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ (ر. ظ)

مسلمانو! آپس میں دگوں کی طرح جن کو رب العزۃ نے کھلے طور پر اپنا کلام دیا ہے۔ دیا تھا۔ آپس میں جھوٹ و افتاق کا شکار نہ ہو جانا۔ اور اختلافی مسائل میں نہ الجھ جانا۔ گراں گاہ۔ تو جو مارا پیڑ پڑی۔ وہی تپیر بھی پڑیگی۔

اعتراف۔ میری توسلی ہوگئی۔ میں تو سب سے بڑے میں جا کر کسی قسم کا اختلاف نہیں کرنا چاہتا۔

بلکہ جو نیت امام کی وہی میری ہوگی۔ مگر یہہ فرما لیجئے کہ ان کو میں نے گھر پر نہ رہنے دیا۔

مستلم۔ گھر پر آپ کو آزادی ہے جس طرح جس طریقہ اور ترتیب سے اور جن الفاظ میں اور جتنی مدت اور جس وقت آپ کا جی کرے۔ آپ عبادت کریں۔ قرآن پاک نے آپ کو اجازت دی ہے۔

اگر آئی لیکن اگر کسی مولوی نے مجھ پر فتوے لگا دیا کہ میری گھر پر ادا کی گئی نماز چونکہ اس مولوی کے طریقہ کے برخلاف ہے۔ اس سے غلط ہے اور میں کا ذہن تو بھروسہ ہے۔

مستلم۔ جب رب العزت کا سب سے بڑا فتوہ ہے قرآن پاک آپ کے پاس موجود ہے۔ تو پھر آپ کو کسی مولوی کے فتوے کی اس وقت تک مطلق برہان نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ آپ اپنی شخصی آزادی اور مجلسی نظام کو گڈ نہ نہیں کرتے۔ اعرافی۔ اس کا کیا مطلب؟

مستلم۔ یعنی اگر مسجد میں جاؤ تو مسجدی یا مجلسی نماز لی نگہداشت کرو۔ اور اگر گھر پر نماز ادا کرنا چاہو تو مکمل آزادی حاصل ہے۔ خواہ نماز وہی مسجدی یا مجلسی نماز دیا کرو۔ خواہ آزاد ہونے رب العزت کی عبادت کرو۔

اعراف۔ بہت ٹھیک ہے مگر یہ تو فرما لیجئے کہ رب العزت کی عبادت میں کون سے اعمال استعمال کئے جائیں؟

مستلم۔ مسجدی یا مجلسی نماز میں حتیٰ المقد وہی الفاظ استعمال کرو۔ جو اس مسجد یا امام کی طرف سے استعمال کئے جاتے ہوں۔ اگر گھر پر یا نہائی میں خدا کی عبادت کرو۔ نہ نہیں ہنسنا ہے۔ خواہ مسجدی نماز کے ساتھ دہرؤ۔ خواہ قرآن پاک کی بات کی بات کرو۔ خواہ من خیر کی حالت میں جیسا کہ رب العزت کے دستور میں ہے اسے غالباً یہی ہے۔ نہائی ہو۔ بدیہی الفاظ نہ ہاری زبان پر ہو جو جاری ہو جائیں۔ ان الفاظ سے نہائی نہایت باخفا چاہئے ہو تو وہ نہ ہونے کہ اگر مجلسی یا مسجدی رب العزت کی حضور کی بات میں ہو جائے تو اس الفاظ کی دنیا ہی تم ہو جائی کہ ہے وہ اس الفاظ سے نہائی نہائی زبان۔ نہ ان کا ادا کرنے والا۔

اعراقی۔۔۔ یہی حالت انسان پر کب جاری ہوتی ہے؟
مسلم۔ جانے دیجئے۔ اس سمنون کو نہ پیٹرئیے۔

اعراقی بہت بہتر میں آپ کا نہایت مشکور ہوں۔ کہ آپ سے مل کر سہری دہ کدورت
نفرت۔ بیزار سی دور ہو گئی ہے جو میرے دل میں نماز کے بارے میں پیدا ہو گئی تھی
مگر آپ اب یہ فرمائیں۔ کہ اگر میں اپنے دفتر میں جاؤں۔ اور مجھے اپنی ملازمت کے
وقت میں نماز پڑھنے کی رخصت نہ ملے۔ تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

مسلم۔ رب العزۃ نے جمعہ کے دن مسلمانوں کو ایک جگہ جمع ہو کر عبادت کرنے کی
تاکید فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ اگر جب جمعہ کی نماز کے لئے بلا دیا ہو جاوے۔ تو تمام
کاروبار رخصت کر دینے چاہئیں۔ اگر آپ کا حاکم یا مالک دفتر ایسا یہودہ ہے۔ کہ
وہ آٹھویں دن بھی آپ کو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کی رخصت دینے کے لئے تیار نہیں
ہے۔ تاکہ آپ جمعہ کی نماز میں شامل ہو جائیں۔ تو آپ کو فوراً اس دفتر یا ملازمت
سے قطع تعلیق کر لینا چاہئے اس لئے کہ رب العزۃ کے حکم کی تعمیل کسی دنیوی آقا
کے حکم کی تعمیل سے زیادہ ضروری ہے۔

اعراقی۔ مگر ان ملازمت چھوٹ جانے سے روٹی کیسے ملے گی؟
مسلم۔ رب العزۃ نے صاف فرمادیا ہے کہ ہم نے انسان کو اپنی عبادت کے
لئے پیدا کیا ہے۔ رماروٹی کا سوال اس کا اس نے اپنے کلام پاک میں نہ
فرمایا ہے کہ:-

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ يَوْمَ يَكُونُ

زمین پر چلنے والا ایک بھی ایسا وجود نہیں ہے جس کی روٹی کا نامہ خدا نے
اپنے دیر نہ لے رکھا ہو۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُعَدُّونَ۔ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ

وَالْأَرْضِ مِنْ إِتْدَائِهِمْ۔ (الدّٰرِیٰتِ غُر)

رب العزۃ نے تم سے جو وعدہ کر لیا ہے۔ وہ سب اور تمہاری روٹی خدا کے ہاں
سودو ہے۔ آسمان اور زمین کا پرورش کرنے والا اس بات پر گواہ ہے۔ کہ
اس کا یہ وعدہ بالکل سچا ہے۔

اعرائی یہ تو بالکل ٹیسا ہے۔ مگر پھر بھی ملازمت کے چلے جانے سے نقصان
ہی ہوگا۔

مسئلہ مطلقاً نقصان نہیں ہوگا۔ اور روٹی بھی ضرورتی سیگی۔ غور تو کر۔ فیصدی
کئے انسان ہیں۔ جو ایسے شریر آقاؤں کے ملازم ہوں۔ جو کسی سامان کو آٹھویں
دن ایک گنٹہ کی بھی رخصت دینے کے لئے تیار نہ ہوں؟ غالباً وہ ایک فیصدی
بھی شکل سے ملیں گے۔ جیسا کہ رب العزۃ سو میں سے ۹۹ آدمیوں کو ایسے شریر آقاؤں کی
ملازمت کے بغیر روٹی دے رہا ہے۔ تو کیا وہ اس ایک انسان کو جو اس کی
رضا جوئی کے لئے کسی ایسے بد بخت آقا کی ملازمت پر لات مار رہا ہو۔ روٹی
نہ دیجھا؟

اعرائی میں نے اس کو تسلیم کر لیا۔ مگر یہ جو روزمرہ کی نعمتیں ہیں۔ ان کیلئے ہر
دو دو ٹھنڈے کی رخصت ملنی نہایت مشکل ہے۔ اگر نوکری نہ بھی ہو۔ تو بھی ان کے
لئے پہنا کار و بار بند کر کے سجد میں جانا بہت مشکل ہے۔

مسلم روزمرہ کی عبادت کے لئے رب العزۃ نے اپنے بندوں کو اجازت
دی ہے۔ کہ جہاں اور جس وقت، جو سستی دیر اور جس شکل میں پڑیں۔ اور جس
ملازم اپنے دفتر میں۔ دوکاندار اپنی دوکان پر۔ زمیندار اپنے گھیت میں غنیمت
ہر ایک انسان اپنی کاروباری جگہ میں یا گھر پر جس شکل و طریقہ میں چاہے رب العزۃ
کو عبادت کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی شکل نہیں آسکتی۔

اعرائی واقعی اس صورت میں تو کسی انسان کو رب العزۃ کی نماز پڑھنے یا عبادت
کرنے میں ہرگز کوئی مشکل نہیں ہو سکتی۔ مگر کیا کوئی شخص اپنے دفتر میں بیٹھ کر کسی
رب العزۃ کی عبادت کرنا چاہے؟

مسلم۔ باب الف۔ فی عبادت یا نماز کے لئے رب العزۃ نے کوئی ترتیب یا خاص
طریقہ مخصوص ہی نہیں کیا۔ تو پھر اس میں میز کر ہی۔ تخت و فرش کا سو کیا ہی
فصل ہے۔ تو میز کر ہی کہتے ہو۔ اگر خدا کی کوئی نیک بندہ ہی باب الف سے چٹکی چد
ہی۔۔۔ اور دوسرے باب سے غلام ڈال رہی ہو۔ قرآن ہی عبادت ہے وہ رب العزۃ کی
عبادت بھی کرتی ہے۔ تو وہ یقیناً اس کو تسلیم کیا۔ اس لئے کہ اس کا حق پران ہے کہ

میرے بند و میرے سامنے نہایت خستہ اور صافی دل سے دعا کرو۔ اکیس سو تین
اعرافی۔ ہنسکر یہ تو آپ اتنی آزادی دے رہے ہیں کہ اگر مودیوں کو اس کا
پتہ لگ جائے۔ کہ آپ چکی چلانے والی کے چکی چلاتے چلاتے بھی نماز ادا کرنے کی
تقاریر کے قائل ہیں۔ تو وہ یقیناً آپ کو اپنے کفر کے فتوؤں کی چکی میں پس ڈلیں گے۔
مسلم۔ مودیوں کے فتوؤں سے نہیں۔ بلکہ ہمیں صرف خدا سے وحدہ لا شریک
کے فتوؤں سے ڈرنا چاہیے۔ اور اس پر عمل بھی کرنا چاہیے چنانچہ وہ فرماتا ہے۔

فِي بُيُوتٍ اِذِ النَّاسِ اَنْ شَأْنُكُمْ وَبَيْنَكُمْ فِیْهَا اَنْتُمْ
تُسَبِّحُوْنَهُ بِالْفُجْرَةِ اِذْ اَصْبَحْتُمْ وَرِجَالٌ لَا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ
وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَارْتَبَتِ الرَّكُوٰةُ وَ
يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَقْلُبُ فِیْهِ الْقُلُوبُ وَالْاَبْصَارُ۔ (سورہ۔ ۲۴)

رب العزّة نے اجازت دی ہے۔ کہ گھروں میں اس کے نام کی تہذیب کرو۔ اس
کا ذکر کرو۔ اور صبح و شام اس کی حمد و ثنا کے گیت گھاؤ کسی انسان کو۔ کاکا بابر
یا اس کی تجارت رب العزّة کا ذکر۔ درپیشہ اس کی عبادت کرنے، در ترکیہ کی تہذیب
اور اپنے نیک و بد اعمال کی مراد و سزا پانے کے دن کو یاد کرنے سے نہیں رک
سکتے۔ وہ ایسا دن ہو گا کہ دل ڈالو اڈول ہو جائے۔ اور نگاہیں پھر اربوبی ہوگی
اعرافی۔ واقعی وہ دن بڑی بہت ہو گا خدا ہمیں نیک اعمال کی توفیق دے۔ تاکہ ہم
اس دن رب العزّة کے سامنے اپنی بد اعمالیوں کے لئے سزاوار نہ ہوں۔

مسلم۔ رب العزّة نے تو کہہ لکرتا، یا ہے۔ کہ مسجد میں جا کر پوجے کر لینے کو بھی کافی
نہ سمجھیں نہ۔ بلکہ اپنے گھروں پر اپنے دفتروں میں۔ اپنے کارخانوں اور گھروں
میں اور اپنے روزمرہ کے کاروبار میں اس کی عبادت کرو۔ اور اس کی حمد و
ثنا کے گیت گھاؤ۔ اعمال بد کے ارتکاب سے ہمیشہ ڈر رہو۔ اپنے کاروبار
میں خیانت مت کرو۔ اگر ایک شخص زنا کرتا ہے۔ شراب پیتا ہے۔ بعد از رب
تعلیٰ کرتا ہے۔ اپنے کاروبار میں ہر ایک قسم کی بدایانتی کرتا ہے۔ اور اس نے
اپنے گھر کو بھی خدا کی حمد و ثنا اور عبادت کرنے کے شراب نوشی۔ زنا کاری
بدعاشی۔ حرام کاری اور ہر ایک قسم کے گناہوں کا اڈہ بنا رکھا ہے۔ تو اس

رسمی طور پر سجد میں جا کر دو چار سجدے کر لینا، اور لوگوں کی نظروں میں اپنے فرضی پڑ
 تقائی خاک تھوڑا سا دینا۔ اس کو رب العزۃ کی گرفت سے نہیں بچا سکیگا پس
 ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر ایک گھر خد کی حمد و ثناء اور عبادت کے لئے پاک ہو
 کارخانہ، دوکان، اور مکان میں اس کی عبادت ہو۔ دکاندار کا ایک ہاتھ ترازو
 کو پکڑے ہوئے ہو اور دوسرا ہاتھ سودا دے رہا ہو مگر وہ انسی حالت میں خدا کی
 عبادت کرتا ہو مینہ ار کا ایک ہاتھ بل کی ستمی پر ہو۔ اور دوسرے ہاتھ سے وہ پیونگو
 ہاتھ رکھ رہا ہو۔ مگر وہ اس حالت میں بھی رب العزۃ کی نماز ادا کر رہا ہو۔ اس
 لئے کہ جب رب العزۃ نے اعلان کر دیا ہے کہ میں نے انسان کو محض اپنی
 عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ رب العزۃ کی عبادت
 کو دن کے دو تہیں یا چار یا پنج وقتوں میں ہی محدود کر دیا جاوے۔ اور باقی
 وقت میں وہ رب العزۃ سے بغاوت کرتا رہے۔ حالانکہ اس کی زندگی کا مقصد
 ہی رب العزۃ نے عبادت بنایا ہے پس اگر وہ اپنے کاروبار میں رب عزۃ
 کے اسماء کے مصابق دیا تتداری سے چلے۔ تو اس کا وہ کاروبار کبھی خالی نہ
 عبادت نہیں سمجھا جاوے گا۔ اور وہ دل پیار دست بکار رہتا ہو ابھی جنت
 کا ستمش ہے کیونکہ رب العزۃ نے جہنم و جنت کا ایک فیصلہ کر دیا ہے کہ
 قَامَا مَنْ طَغَىٰ ذَا قَرَأَ الْكِتَابَ الَّذِي تِلْكَ آيَاتُ الْبُحْرِ حَتَّىٰ هَمَّ
 أَمَّا وَیَہُ ذَا قَرَأَ مَنْ خَافَ مَقَادَ رَبِّہٖ وَتَتَّقِیَ النَّفْسَ
 عَنِ الْهَوَیٰ فِی تِلْكَ الْجَنَّةِ الَّتِیَ الْمَآوِیٰ (الشعراء)
 جس شخص نے رب العزۃ کے احکام کی نافرمانی کی اور دنیا کے رشتا غل میں
 رب عزۃ سے رہ پڑا وہ زمانہ اس کا ٹھکانا بن جائے گا۔ مگر جس شخص کا ایمان
 ہے کہ اس نے ایک دن رب العزۃ کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ اور وہ
 مارنے ڈر کے اپنے نفس کو بد کاریوں سے دکتار رہتا ہے۔ بہشت جیسے
 جی شخص کی آرا نگاہ ہوگی۔ عبادت ستم یا نماز کی غرض و غایت بھی رب العزۃ
 سے ہی بیان فرمائی ہے کہ وہ انسان کو بد کاریوں اور مرام کاریوں سے
 روکتی ہے۔ اگر کوئی شخص ریاکارانہ طور پر سجد میں جا کر چار سجدے تو کر لے

مگر وہ بد کاریوں اور حرام کاریوں سے باز نہ آئے تو ایسے شخص کی ریا کاری کی
نماز اس کے منہ پر ماری جاوے گی اور وہ جہنم میں دھکیلا جائے گا۔ برعکس اس کے
اگر ایک شخص نے بظاہر کسی مسجد میں جا کر ایک بھٹی سجود نہیں کیا ہو گا۔ مگر وہ بہ اللہ
کے فضل میں کھڑے ہو نیچے دن کو یا ذکر کے ہر وقت خوف الہی سے ترسان و
لڑان رہتا ہو اور یا متداری اور نیک کرداری کی زندگی بسر کرتا ہو، فواجبات
شکرات سے بچتا ہو اور نیلے نذر جائیگا تو وہ یقیناً جنت کا حق دار ہو گا۔ اس نے
کہ اس کی دیانتداری اور نیک کرداری سے بسر کردہ ساری زندگی ہی عبادت
الہی تصور کی جائے گی۔

اعرائی :- یہ بالکل بیاوردیست ہے۔ اب آپ اتنا اور فرمادیتے کہ رب العزت کی عبادت کرے وقت کسی خاص زبان کو استعمال کرنا چاہیے۔ یا ہر ممکنہ زبان میں اسکی عبادت ہو سکتی ہے :

مستلم۔۔۔ سب مانت کا فیصلہ خود رب العزّة نے ہی کر دیا ہے۔ وہ فرما، جو کہ
 وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ دُونِ آلِ إِبْرَاهِيمَ نَذِيرًا تَوْحِيدَ لَيْلِيْنَ لَكُمُ
 رَابِعًا، حَمِيم۔ غز

ہم نے دنیا میں ہیں۔ رسول کو کہہ با۔ اس کو اس کی قوم کی زبان میں پناہ دینا دیا
تاکہ وہ اپنی قوم کو آسانی سے سمجھا سکے۔ اور رب العزۃ سے قرآن پاک میں اس
بات کا بھی فیصلہ کر دیا ہے کہ اس نے ہر ایک قوم کی طرف اپنے رسول اور نبی
حبیب رب العزۃ ہر ایک قوم کی آواز کو سنتا۔ اور ان کی زبان کو سمجھتا ہے۔ اور ان
کی زبان میں بھی بھیجتا۔ اور ان نبیوں کو ان کی قوم کی ہی زبان میں پناہ دینا فرماتا
رہا ہے۔ تو وہ ان کی دعاؤں کو بھی ہر ایک زبان میں سنتا اور کہتا ہے پس
اس کو اس زبان میں رب العزۃ کے اس دعا کرنے آسان یا مراد ہو۔ وہ ان
زبان میں، یا عبادت کرتا ہے۔ رب العزۃ کا ارشاد ہے کہ وہ سب سمجھتی
چن چنہ وہ فرماتا ہے کہ

وَاِذَا سَأَلْتِ عِبَادِي عَنِّي قَالِي قَدْ يَسَّبُ اُحِبُّبِ دُعَاةِ
الرَّاعِي اِذَا دَعَا نَفْسُكَ يَبْرُؤُا لِي وَيُؤْمِنُوْنَ لِعَاقِبَتِهِ

يَا مُشْكُوتُ . رَا بَقْرَةَ غَرٍّ

اے میرے رسول اگر میرے بندے تجھ سے یہ سوال کریں کہ ہم اپنے رب کو کونکر
چاہتے ہیں تو تو ان کو بتائے کہ جس حالت میں بھی میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے۔ میں
اس کو فوراً جواب دیتا ہوں۔ پس انکو چاہئے کہ وہ بھی میری آواز پر میرے
احکام کو سنیں اور ان کو مان کر ان پر عمل کریں۔ تاکہ وہ میری درگاہ میں مقبول

مقبول

(۲)

۱۰ مَرَاتٍ مَّنُولٌ بِمَا أَتَىٰ مِنَ رَبِّهِ وَأَكْبَرُ مَنُونٍ
كُنْ أَهْلًا بِرَبِّكَ وَرَبِّكَ بِكَ وَرَبِّكَ بِكَ
بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَدْ نَزَّلْنَا غَفْرًا
رَبَّنَا وَابْنُكَ أَهْلًا بِرَبِّكَ . رَا بَقْرَةَ غَرٍّ

میں نے بھی ان احکام کو قبول کیا۔ جو اس معزۃ کی طرف سے اس کو دئے گئے
اور مومن نے بھی اس کو نیکو پیدا ان سب نے اس بات کو پسند کیا کہ ہم رب عزوجل
پر اس سے فرشتوں پر اس کی کتاب پڑھیں۔ اس کے احکام پر ایمان لائے۔ اور
ہم رب احقہ کے احکام میں سے کسی ایک کو بھی نگرانہ نہیں کرتے۔ اور وہ یہ
تلاش کرتے ہیں کہ اسے ہمارے سوا اگر میرا ہم نے بتایا کہ وہ کہتا اور کہتا
اس نے سامنے نہ شریعت نہ کروا اسے ہمارے نام پر فقہ میری ہی اہم جوتالی
صورت ہے اور ہم میری ہی طرف رہتے ہیں۔

پھر ان کے پاس سے اس کا ترجمہ حکام ہوں بہا، رسالہ یوں نہیں کیا
تاکہ اس سے تم کو اس آیت میں رسول ذوالجبر رب العزت کے احکام کی تائید دے
کہ میں نے مومنین کے ساتھ اس سے۔ ماس میں ترمیم رسولوں "ہی کرنا چاہتا
تھا۔ وہ ہیں۔ پھر رسول اور نام و نہیں۔ میں چاہتا ہی شایان کو۔
رَبَّنَا وَابْنُكَ أَهْلًا بِرَبِّكَ وَرَبِّكَ بِكَ وَرَبِّكَ بِكَ
بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَدْ نَزَّلْنَا غَفْرًا
رَبَّنَا وَابْنُكَ أَهْلًا بِرَبِّكَ . رَا بَقْرَةَ غَرٍّ

أَنْتَ مَوْلَانَا فَأَنْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ ر غ

اے ہمارے مالک! اگر تیرے احکام کی تعمیل کرتے وقت ہم سے کوئی مبہل چوکیا
خطا ہو جائے۔ تو تو ہم سے درگزر کر۔ اے ہمارے مالک تو پہلی قوموں کی طرح ہم پر
نا قابلِ یرد انت یا ناقابلِ عمل قوانین کا بوجھ نہ ڈال جس کو ہم اٹھ نہ سکیں۔ تو ہماری
خطاؤں کو سب و ف کر۔ اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر۔ تو ہی ہماری فریاد کو سننے والا ہے
اے ہمارے مالک تو ان لوگوں کے مقابلہ پر جو تیرے احکام سے روگردانی کرتے ہیں
ہیں۔ ہماری مدد کر۔ تاکہ وہ تیرے احکام کی تابعداری میں ہمارے لئے حل
انداز نہ ہوں۔

اعترافی۔ کیوں صاحب! اگر اس دعا سے مغفرت میں رسول بھی شامل ہے۔ تو یہ
رسول سے بھی کوئی خطا یا لغزش ہونی ممکن ہے؟

مسلم۔ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ کہ رسول کی ذات میں بشریت اور رسالت دونوں
شامل ہیں۔ جہاں تک رسالت کا تعلق ہے۔ وہ مشرہ من ادنیٰ و مغزق و سہود و
نسیان ہے۔ مگر جہاں اسکی ذہن بشریت کا تعلق ہے۔ اس سے مغزش کا امکان ہے۔
اعترافی۔ اس کا کیا مطلب؟

مسلم۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جہاں تک اس کی ذات کا تعلق رب العزۃ کے نام
یا حق بنی کے حاصل کرنے سے ہے۔ اس کی ذات ہر ایک قسم کی لغزش سے
سہو و نسیان سے پاک اور باطل صادق و امین ہے۔ وہ رب العزۃ کی طرف سے
جو چھ بھی احکام پاتا یا اس کی آواز کو سنتا ہے۔ وہ اس میں کسی قسم کی کمی و بیشی یا نسیان
کرنے کے بغیر اس کو جوں کا توں خدا کے بندوں تک پہنچا دیتا ہے۔ اور خود بھی
ان احکام ربانی کی تابعداری کرتا ہے۔ وہ اپنی یا کسی دوسرے انسان کی خاطر ان
احکام میں ایک حرف یا لفظ تک کی کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ وہ باطل و ساقی و امین ہوتا
ہے۔ نوٹو گراف کے پیشے کی طرح رب العزۃ کی وحی کا اس کے دل پر جو انعکاس ہوتا
ہے۔ وہ اس میں ایک شوشہ تک کی بھی کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ بلکہ جیسے وہ رب العزۃ
عکس رب العزۃ اس کے لوح قلب پر ڈالتا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کرتا ہے۔ اس انعکاس کے وقت رسول کی اپنی شخصیت یا مرضی یا قوت ارادہ اس

رب العزۃ میں سلب و جذب و محو ہو جاتی ہے۔ یا ایک نقطہ میں نیست ہو جاتی ہے۔
اس نیستی کے عالم میں رسول کی ذات من کل، لوجود منزه من الخطا ہوتی ہے۔
چنانچہ رب العزۃ نے رسول کی اس حالت کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ (النجم - ۶)

حکام الہی کے سننے اور سنانے میں رسول کی اپنی مرضی کا کوئی دخل نہیں ہے۔
بلکہ رب العزۃ کی طرف سے جیسا بھی عکس اس کے دل پر ڈالا جاتا ہے ویسا
ہی وہ اس کو قبول کرتا ہے۔

فَأُوحِيَ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أُوْحَىٰ ۚ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا

ذَاعَىٰ ۚ (النجم - ۷)

رب العزۃ نے اپنے بندے سے رسول کے دل پر اپنے احکام کا جو بھی عکس
ڈالنا چاہا۔ اس کے شیشے دل پر رب العزۃ نے جو بھی عکس ڈال دیا اس
میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی نہ کی۔

اعترافی - امتداد صدقہ۔

تسلیم - اس سے اس کا دل وحی کے بعد جب رسول نیست ہو جاتا ہے۔
یا اس کی ذات میں رہا بت کے ساتھ بشریت بھی شامل ہو جاتی ہے۔ یا اس کی حرکات
کلمات میں اس کی اپنی مرضی یا ارادہ کا بھی دخل ہو جاتا ہے۔ تو اس صورت
میں اس سے کسی قسم کی غرض یا بھنوں چوک کا ہو جانا بعید از اسکان نہیں ہوتا مگر
"نست نیستی" میں اس کے شیشے دل پر جو اس احکام ربانی کا ہو چکا ہے۔ وہ ات
نہایت میں رسول اس میں کسی قسم کی کمی بیشی یا تغیر و تبدل نہیں کر سکتا۔ یا سارے
اس کی پہنچنے والے قطعاً بلا تریا کم ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا مردود
مردود اس میں کسی قسم کی مداخلت کرنا چاہے تو رب العزۃ ایسی مداخلت کو شاؤقت
ہے۔ چنانچہ رب العزۃ اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا ذَاتِ مَعْنٍ

أَنفَىٰ ۚ مَشِيطَانٌ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْفِى الْبَشَرِ

نَسْخًا مِّنْ بَيْنِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۚ (الحج - ۵)

ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول یا نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے رب اللہ کے کلام کو سننا ہو۔ اور پھر جب کبھی اس کلام میں کسی بدذات نے عجز بڑا لیا ہو تو یقیناً یہی شیب فی مذاوت کو رب العزۃ نے ہمیشہ مٹا ڈالا ہے۔ اور صرف سنے ہی کلام کو مستقل محفوظ و مصون رہا ہے۔ اس لئے کہ رب العزۃ کو تو خوب معلوم ہے۔ کہ اس کا اپنا کلام کونسا ہے۔ اسی کی تائید و تصدیق دوسری جگہ یوں کی گئی ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاطِقُونَ۔ (الحج)

ہم نے جس شکل و صورت میں اپنا کلام نازل کیا ہے۔ ہم اسی شکل و صورت میں اس کو ہمیشہ محفوظ رکھتے و اسے ہیں۔

عراقی میں نے ایک مولوی صاحب کو یہ کہہ سنایا ہے۔ کہ تفسیروں میں یہ کہا ہے۔ کہ حضرت رسول کریم علیہ السلام کی بڑی تمنا تھی۔ کہ کسی حق شریفین اس سلام کو قبول کر لیں۔ مگر وہ مشرک و سرکش ہمیشہ بنی کریم کی مخالفت کرتے رہے۔ اور ان کو سختی کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب رسول کریم ایک مجمع میں تھے۔ ان پر ایک آیت نازل ہوئی۔ وہ غلط فرما رہے تھے تو بہت سے مشرک بھی جمع ہو گئے۔ وہ آیت نازل ہوئی۔

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتِ وَالْفُتٰى۔ وَ مَنَآئِ الْمَآثِرِ
الْآخِرِ۔

تو مگر ان کی زبان سے یہ کلام سنائی گئی۔
تِلْكَ الْفُتٰى اَبْنٰتُ الْعِلٰقِ۔ وَ اِنَّ شَفِيعَ الْعَمَلِ
لَتَن جَارِ۔

یعنی کہا تم ان دیویوں کو جو لات۔ عزی۔ و رنات۔ نام سے پوجی جاتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ خوب یہ درہم۔ کہ یہ سراجی و آئینہ دارانہ دیویوں کی صورت ہیں۔ یقیناً خدا کے پاس تمہاری شفاعت کر نیکی۔ جب کفار و منافقین نے حضرت رسول کریم کی زبان سے اپنی دیویوں کی یہ تعریف سنی تو وہ از حد خوش ہوئے۔ اور انہوں نے اسی وقت یہ مانوں کے ساتھ مل کر سجدہ کر لیا۔ بعد میں جب یہی

پاک کو اپنی غلطی کا علم ہوا۔ تو وہ بہت غمگین ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ تم اپنی غلطی پر کیوں غمگین ہوتے ہو۔ ایسی غلطی پہلے رسولؐ بھی سرزد ہوئی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تِلْكَ الْغَدَاةُ الَّتِي أَتَىٰ عَلَىٰ الْغُلَامِ وَآلِیٰ آیت قرآن مجید میں بے منسوخ التلاوة یا مرفوع التلاوة کر دی۔

مسلم۔ جس مولوی سے تم نے یہ قصہ سنا ہے۔ بہتر ہے کہ اس قصے کو اس کے سینہ پر دے مار دو۔ اس لئے کہ یہ محض بکاواں ہے۔

اعرائی۔ کیوں صاحب! اس کے سینہ پر کیوں مار دوں۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ ہمارے اکثر علماء کا اب بھی یہی عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات منسوخ التلاوة ہیں۔ اور بعض منسوخ الحکم۔

مسلم۔ اس کا کیا مطلب؟

اعرائی۔ وہ اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جو آیات منسوخ التلاوة ہیں وہ قرآن مجید میں ہی موجود نہیں ہیں۔ مگر ان کا نزول ہوا تھا لیکن جو منسوخ الحکم ہیں۔ وہ گو قرآن مجید میں موجود ہیں۔ لیکن وہ تروک العمل ہیں۔

مسلم۔ یہاں اعرافی! جن لوگوں کا قرآن مجید کے متعلق عقیدہ ہے۔ ان کو عالم کہتے ہیں غلطی ہے۔ وہ عالم نہیں بلکہ جہل الناس ہیں۔ ایسے کسی حق کی بات کو بہت سنو۔ اس لئے کہ رب العزۃ کے نزدیک عالم وہ نہیں ہے۔

جس نے بہت سی کتابوں کا پوچھا تھا۔ کہا ہو۔ بلکہ عالم وہ ہے۔ جو رب العزۃ کے حکام کی قوت و قدرت کا بعد از اس کرتا ہو۔ ورنہ ایسے لوگوں کے متعلق جو اپنی زبان پر کتابوں کا بوجھ مار دے پھرتے ہوں۔ اور قرآن پاک کی آیات کو منسوخ التلاوة یا تروک العمل کہہ رہے ہوں۔ رب العزۃ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ۔

مَنْ أَتَىٰ مِنَ الثَّوَرِ أَيْدٍ ثُمَّ لَمْ يُحْمَلْهُمَا كَمَلٌ أَجْمَدٌ
يَحْمِلُ أَثْقَالَهُمَا - مَنْ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ
اللَّهِ ذَٰلِكَ لَا يَصُدِّقُوا الْقَوْلَ الظَّالِمِينَ - راجع معذرة

جن دو گونگی بہت کے لئے توراۃ نازل کی گئی۔ مگر انہوں نے اس کے احکم

کس قدر انسوس کی بات ہے کہ رب العزۃ تو یہہ فرمائے کہ ہم نے جو کچھ اپنے نبی یا رسول پر نازل کیا ہے ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور کہ ہماری نازل کردہ آیات میں کوئی شیطان یا بد ذات ذرا سی بھی گرہ پڑو یا لٹا چاہے تو ہم اس قسم کی ڈرا سی گرہ پڑ کو بھی فوراً مٹا ڈالتے ہیں۔ چہ جائے کہ کوئی شخص یہ بکواس کرے کہ قرآن پاک کی آیتوں کی آیتیں ہی مسنونہ امتداد و تہ یا تہ دک العمل ہو گئی ہیں۔ اور پھر ایسا بکواس کرنے والا شخص عالم دین ہی کہلائے؟ خوب یاد رکھو۔ کہ ایسے لوگوں کو رب العزۃ نے قرآن پاک میں عالم نہیں بلکہ قمار اور کھلب سے تشبیہ دی ہے۔ اور ان کو بدترین مخلوق کہا ہے۔ اس لئے کہ وہ رب العزۃ کی آیات کی اپنے قول و فعل سے کذب کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بدترین دنیا پرست ہیں۔

اسرائیلی۔ جزاک اللہ میرے شہید کا آپ نے کما حقہ ازالہ فرما دیا۔ میں اب ایسے پیو وہ لوگوں کی باتوں کو ہرگز نہیں سونگا۔

مسلم۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تہ۔ بیان تو عبادت الہی یا نماز کا ہو رہا تھا۔ کہ رب العزۃ کے حضور میں کس قسم کی دعا کرنی چاہئے۔ چنانچہ رب العزۃ میں اس قسم کی دعا مانگنے کی تعلیم دیتا ہے۔

(۴)

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً

وَقِنَا غَدَابَ النَّارِ۔ البقرة۔ ۲۰

اے ہمارے مالک! تو ہمیں دنیا میں نیک اعمال کی توفیق دے۔ اور آخرت میں ہمیں اپنے قریب سے بھڑہ اندوز کر۔ اور ہمیں اپنی مفارقت کی جلن سے بچا۔

(۵)

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً

وَقِنَا غَدَابَ النَّارِ۔ البقرة۔ ۲۰

اے ہمارے مالک! تو ہمیں دنیا میں نیک اعمال کی توفیق دے۔ اور آخرت میں ہمیں اپنے قریب سے بھڑہ اندوز کر۔ اور ہمیں اپنی مفارقت کی جلن سے بچا۔

حصول ہے۔ اور ہمارے کہ موہیں منہ بولی دے۔ اور ان لوگوں کے تقاضے
جو تیرے احکام کی بجا آوری سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ ہماری مدد کر۔ تاکہ ہم
تیرے احکام کی بلا خوف و خطر تعمیل کر سکیں۔

(۶)

رَبَّنَا لَا تُغْنِ عَقْلُ بَنَانَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ
لَدُنْكَ ذِكْرًا وَفُحْمًا إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

اے ہمارے مالک! اب جبکہ ایک دفعہ ہمیں تیرے احکام کا پتہ مل
گیا۔ تو تو ایسی مہربانی کر کہ ہمارے دل تیرے احکام کی بجا آوری سے گریز نہ
کرنے پائیں۔ اے ہمارے مالک تو ہم پر اپنی برکات کا دروازہ کھول دے
سے کہ ہمارے لئے تجھ سے بڑھکر کوئی داتا نہیں ہے۔

(۷)

رَبَّنَا إِنَّنَا مَتَّاعَانَا غَفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ
النَّارِ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

اے ہمارے مالک! ہم تیرے تمام احکام کو شیوہ کرتے ہیں۔ تیرے احکام
کی تعمیل میں اگر ہم سے کوئی کوتاہی ہو جائے۔ تو ہماری ایسی نظر نشوونما
درگزر کرادے ہمیں اپنی ہجومری کی جگہ سے محفوظ رکھ۔

(۸)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِيسَارَافِنَا فِي أُمُورِنَا وَأَنْتَ
أَعْلَمُ الْغُيُوبِ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

اے ہمارے مالک! ہم تیرے احکام کی تعمیل میں ہم سے جو غلطی ہو
یا جن امور میں ہم حد اعتدال سے تجاوز کر جائیں۔ ہماری ایسی تمام غلطیوں
تقریب پر چشم پوشی کر۔ اور ہمیں توفیق دے کہ ہم آئندہ تیرے احکام پر سب سے
قدروں کو مستعد بنائیں۔ اور ان قوم کے مقابلہ پر جو تیرے احکام
کی تعمیل سے پہلو تہی کرتی ہے۔ ہماری مدد کر۔

(۹)

رَبَّنَا فَتَقِنَّا أَفْئِسْنَا إِلَيْكَ لَمَّا تَفْطِنُنَا لَمَّا وَشَرَّ حِمَّتِ
لَمَّا تَوَسَّنَا مِنْ أَنْ يَخْبِرُنَا . (الاعتراف غم)

... ہمارے مالک! تیرے احکام کی خلاف ورزی سے ہمارے دل تاریک
ہو چکے ہیں۔ اگر تو ہمارے دلوں پر سے تاریکی کے ان بادلوں کو دھو نہیں کرے گا
اور تو ہمیں نیکی کی توفیق سے بہرہ اندوز نہیں کر سنے گا۔ تو ہم یقیناً تائب
ہو جائیں گے۔

(۱۰)

رَبَّنَا اجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ . (الاعتراف غم)

... ہمارے مالک! تو ہمیں ان لوگوں جیسا نہ بنا۔ جن کے دل تیرے دینی
نی پاؤں میں تاریک ہو چکے ہیں۔

(۱۱)

رَبَّنَا افْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَ تَوَقُّنًا مُسْلِمِينَ . (الاعتراف غم)

... ہمارے مالک! تو ہمیں زیادہ سے زیادہ توفیق دے کہ ہم تیرے احکام
کی پابندی میں ہر ایک مصیبت میں ثابت قدم رہتے ہوئے آخری دم تک
تیرے لئے وفادار رہیں۔

(۱۲)

مَنْ لَمْ يَنْجُسْ رُبَّنَا وَ تَغْفِرْنَا مَنَاجِدِينَ . (الاعتراف غم)

... ہمارے مالک! اگر تو ہم پر نظرِ احسان نہیں کرے گا۔ اور ہماری اغزشوں
سے درگزر نہیں کرے گا۔ تو ہم یقیناً تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

(۱۳)

لَا تَجْعَلْ بَيْنِي وَ بَيْنَ الْفَرَجِ غَمًّا . (الاعتراف غم)

... میرے مالک! تو نے مجھے اپنی نظرِ عنایت سے بچھو کر رکھے یہ دشمنی
پرستی کا واقعہ نہ بنے۔ اور مجھ ان لوگوں جیسا نہ بنا۔ جو میرے احکام کی

خلاف درزی سے تاریکی میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

(۱۴)

أَنْتَ دَلَيْتُنَا وَغَفِرَ لَنَا ذُنُوبَنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ

اے ہمارے مالک! تو ہی ہماری پشت پناہ ہے۔ تو ہماری لغزشوں سے درگزر کر۔
اور ہم پر اپنی رحمت کے بار و پھیل۔ کیونکہ تجھ سے بڑھ کر دوسرا کوئی بخشش کرنے والا
نہیں ہے۔

(۱۵)

وَأَكْتُبُ لَنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُمْ بَارِئُونَ

اے ہمارے مالک! ہم ذرا تیرے ہی دروازہ پر آن پڑے ہیں۔ دنیا و آخرت میں
تو نے ہمیں جن نعمتوں سے مالا مال کرنا ہے۔ وہ سب ہمیں عطا فرما

(۱۶)

فَأَصْرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَبِقِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

فِي قِيَمَتِنَا نَسْتَعِظُ بِالصَّالِحِينَ يَا يُوسُفُ
اے آسمان اور زمین کے بنانے والے، دنیا و آخرت میں تیرے جو ہے
سیرا کوئی دوسرا، رو مددگار نہیں۔ تو تجھ کو مستقیق دے۔ کہ میں تجھ سے
تک تیرا فرمانبردار رہنا چاہوں۔ اور تو مجھ سے اپنے پاکباز بندوں میں شامل رہ

(۱۷)

ذَبْتَ الشَّرَّ فِي صَدْرِي وَبَيْتِي مِنْ أَمْرِ دَاخِلِ

مَعْقِدَةٍ مِّنْ أَمْسَانِي كَفَقَهُمْ قَوْلِي
اے میرے مالک! تو اپنی نور معرفت سے میرے دل کو نور زد دے۔ اور میرے
سنن کی تکمیل کو آسان بنا دے۔ اور میری زبان کو ایسا فصیح و شہین بن۔
کہ جب میں تیرے کہہ کر رہتا ہوں۔ تو وہ اچھی طرح ان
کے دل میں پہنچتا ہو جائے۔

(۱۸)

وَلَا يَبْعَثُ مُقِيمٍ الصَّلَاةَ وَفِي ذَلِكَ بَيِّنَاتٌ

وَقَبِّلْ دُعَا - (ابن اہیہ - ۶)

سے پیرے، تاکہ توجہ توفیق دے کہ میں ہمیشہ تیری عبادت کرتا رہوں
اور تیری اولاد یعنی تیری پستار رہے۔ اسے پیرے تاکہ! تو میری اس
دعا کو قبول کر۔

(۱۹)

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي ذَلِيلًا يَدَايِي وَ لِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ
الْحِسَابُ - (ابن اہیہ - ۷)

اے میرے مالک! اعمال کی سزا و جزا کے دن میری - میرے والدین اور
جہیز بنین کی غمشوں چڑھیم پوچھی کجیو۔

(۲۰)

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مَدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صِدْقٍ
وَاَجْعَلْنِيْ مِّنْ لَّدُنْكَ سِدْطَانًا نَّصِيْرًا - (بنی اسرائیل - ۸۷)

اے میرے مالک! تو مجھے بطور صداق کے موت کی گھاٹی میں داخل کر۔ اور بطور
صداق کے، اس میں سے گزرا کر اپنی نزدیکی سے بہرہ مند و نر کر کے نرا مکر۔

(۲۱)

رَبِّ اَذْكُرْ عَمَلِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ اِلَيْ اَتَقَمَّتْ سِلَّتِي
وَعَلَى وَالِهَيَّ ذَا اَنْ اُحْمَسَ صَابِرًا اَنْ ضَرَّ وَاضِيْعَةً
فِيْ فِئْتِيْ فَدَرَّ بِيْ اِلَى تَنْبِتِ الشَّجَرِ ذَرِيْ مِنْ اَمْسَالِيْنَ
الْحَقْدَانِ - (۸۸)

اے میرے مالک! تیرے کرمین دے کہ میں اس نعمت کے لئے شکر
کروں اور میرے ماں باپ پر کیا ہے تیرے کرمین اور میں تیرے ذریعے
کے رہوں یہ ایک کام کروں جو تیری رضا نہ ہو کہ باپ مومن و نور
میرے ہی دل کو بھرتا توفیق دے کہ وہ بھی ایک کام کریں سے میرے مالک
تیرے ساتھ تو جیہ صرف رہے ہو۔ یہ میرے مالک کی نصیحت
کرنے والوں میں سے ہوں۔

(۲۲)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا سَافِكِينَ
وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا رَأَيْنَاكَ
سَرُودًا دَاحِيْمًا۔ (الحشر۔ غ)

اے ہمارے مالک! تو ہمیں اور ہمارے بیانیوں کو جو ایمان نہ لائے ہیں ہم سے بھی پیچھے تھے بخش دے۔ اور تو ہمارے دلوں میں کسی دشمن کے برخلاف کسی قسم کی بخشش نہ رہنے دے۔ اے ہمارے مالک! تو یقیناً ہم پر نرمی اور مہربانی کرنے والے رہے۔

(۲۳)

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَرِثَتِي وَبَنِيَّ وَنِسَاءً
وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ (فوج غ)

اے میرے مالک! تو مجھے۔ میرے ورثہ والوں کو اور میری بیویاں کو۔
میرے بھائیوں کو۔ میرے گھر والوں کو۔ اور تمام مومن مردوں۔ اور
مومن عورتوں کو بخش دے۔

(۲۴)

رَبَّنَا آتِنَا ذُرِّيَّتَنَا وَارْحَمْنَا
وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا رَأَيْنَاكَ
سَرُودًا دَاحِيْمًا۔ (الحشر۔ غ)

اے ہمارے مالک! تو! اپنے نور کا جلوہ کامل طور پر ہمارے دلوں پر ڈال دے
اور ہمیں کافی طور پر اپنے سایہ عاطفت میں لے لے۔ اے ہمارے مالک!
میرے لئے کچھ بھی تسکین نہیں ہے۔ اس لئے کہ تو میرے بھائیوں سے
اور ان کی قرینہ پاک کی یہ دعائیں تو فی الحقیقت نہایت رحمت پروردگار کی
نہایت عطا کردہ ہیں کہ تیرے دل میں نہ ہمارے پر حق جانی رہے۔ اس لئے کہ
سن تم کا اثر نہیں ہوتا ہے۔

میں نے یہ سب دیکھا ہے۔ اس لئے کہ میں نے دیکھا ہے کہ اس کی ترتیب و تدریس میں
کچھ ایسا ہے جو اس لئے کیا گیا ہے کہ ہمارے دل میں نہ ہمارے پروردگار سے

۱۰۰۔ اسی دست، اندر زنی سے قہوں محفوظ ہے۔ اسی لئے اس پر تاثیر اور وقت کا
 انحراف۔ اس کا کیا مطلب؟
 ۱۰۱۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اپنے محبوب سے خلوت میں یہ قنات کر کے جو وقت
 بیکار ہے وہ سب کے واسطے ملنے چلے نہیں آسکتا کیونکہ عام ملاقات
 میں یہی ہوتی ہے۔

۱۰۲۔ حرافی۔ و کیا سجدوں کی نماز میں یہی ہے؟
 ۱۰۳۔ اس وہ نہیں رہی نہ یہ۔ اس کی ترتیب میں فوجی ہے جسکے بائعہ
 سے اپنی عبادت کو، اس قسم کی رسمیات یا ترتیب کی قید و بند مست باطل و زائد
 پاک رکھا ہے۔

۱۰۴۔ حرافی۔ اس کا کیا مطلب؟
 ۱۰۵۔ سو تو ان پر کہ نے رب، عزتہ کی عبادت کے متعلق جو آزادی دی ہے۔
 وہ آپ نے نہیں لی اب اس کے ساتھ بلکہ اس رسم کو بھی لکھیں جو عہد نہیں
 لایا تھا، اور میں ذرا اسے امتداد پر عہد دیں گے۔
 ۱۰۶۔ نوٹ ہے، در سر پہنچتے ہیں۔ اور بن کاپ کو اپنی طرح تجزیہ ہو چکا ہے۔ یہ
 بن کاپ و ت کی نسبت فوجی قواعد سے زیادہ نزدیک ہے۔
 ۱۰۷۔ حرافی۔ مگر انسان کو فوجی نوٹ کی بھی تو ضرورت ہے۔

۱۰۸۔ بے شک، مگر رشتہ کو کیا بندت و اور نہ ہے۔ ساڑھے ہر سو سال کے
 زمانے کے آج تک، انہی کی کوئی حد نہیں ہے۔ اور یہی ہے کہ ان کے
 بھی رقی فوجی کے لئے اس فوجی قواعد پر ہر ۱۰۰۰ افراد کو ہر ۱۰۰۰
 افراد پر مزید ترسیل۔ چاہے یہ کہ برٹش فوج کے لئے مختلف جہتوں
 پر۔ اور یہ بھی۔ اور یہ وہ ایجاد ہے جسے کمرسڈو، داغ
 کے رکن، ان کا یہ بھی کیا کہیا کہ یہاں، وہ یہاں، اور یہاں کے
 کاموں کی وجہ سے، یہاں پر کیا۔ اور یہاں پر کیا۔ ان کے
 کاموں کی وجہ سے، یہاں پر کیا۔ اور یہاں پر کیا۔ ان کے
 کاموں کی وجہ سے، یہاں پر کیا۔ اور یہاں پر کیا۔ ان کے

مسلم دماغ نے اس کو پہلے ہی دن جیسا تراشا خراشا تھا۔ ویسا ہی وہ بت تک
چلا آتا ہے۔ ذرا غور تو کرو۔ کہ جب اس رسی ٹوڑ پانڈی تو اعدائے کفر کی جو
سجدوں میں ادا کی جاتی ہے۔ یہ عظمت اور خوبی ہے۔ تو پھر اس حقیقی عبادت
کی شان و عظمت کس کا رب العزہ نے اپنے کلام میں ذکر کیا ہے۔ کون اندازہ
کھا سکتا ہے۔ اعرافی اگر آپ اس حقیقی عبادت کا مزہ لینا چاہتے ہیں۔ تو پہلے عبادت
کی آبی تو اعدا کا بھی مزہ لیجئے۔

اعرافی۔ وہ تو میں بے چکا ہوں۔ اور میری پسلیاں ابھی تک درد کر رہی ہیں۔
مسلم۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ ٹھنڈے پانی کا گلاس اسی شخص کو لطف دیتا ہے۔ جو
وصوبہ میں جبتا جبتا آیا ہو جس شخص نے پہلے مسجدوں میں جا کر پسلیاں نہیں
ٹڑدائیں۔ ان کو رب العزہ کی خالص و حقیقی عبادت کی عظمت کا کیا پتہ تک
سکتا ہے۔ دو خندوں کے ماسنے و لے یا تین کو ایک اور ایک کو تین کی برکت
یا ۳۳ کر ڈیوتاؤں کے ماسنے و لے جب اس فوجی تو اعد میں آکر کھڑے
ہو جاتے ہیں۔ تو پھر ان کے سامنے نہ دو رہتے ہیں۔ نہ تین۔ نہ ۳۳ کر ڈیوتا
ایک ہی رہ جاتا ہے +

اعرافی۔ یعنی، امام صاحب؟

مسلم۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ رب العزہ۔

اعرافی۔ تو پھر یہ جو نماز پڑھنے سے پہلے کہا جاتا ہے۔ چار رکعت۔ نماز۔ فرض
فرض و اسے اللہ تعالیٰ کے۔ منہ طرف کعبہ شریف کی۔ ہیبت اس امام کے۔ کہ
بکریہ قرآن مجید کی کوئی آیت کا ترجمہ ہے۔

مسلم۔ یہ قرآن مجید کی کسی آیت کا ترجمہ نہیں ہے۔ رب العزہ نے یہ حکم دیا ہے
کہ اسے میرے بندے تو دو تین یا ۳۳ کر ڈیوتاؤں سے پیروی کا اظہار
امثال اعلان کرے کہ:-

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِیْذِیْ فَطَرْتُ السَّمٰوٰتِ وَارْضِیْ

خَلَقْتُ اَوَّلَ مَا اَدْبَحْتُ الْمَسْرُکِیْنَ۔ (انعام ۱۰۲)

میں نے تو اپنا منہ صرف اس یک ہی رب عزہ کی طرف کر دیا ہے جو آسمان

زمین کا بنانے والا ہے۔ میں تو اب اس کے ساتھ قیلاً و نقلاً کسی دوسرے
کو شریک ٹھہرانے والوں میں سے ہرگز نہیں ہوں۔

اعترافی۔ اس میں تو نہ رکعتوں کی مقدار نہ فرض نہ امام کا ذکر نہ
کعبہ شریف کا۔

مسلم۔ ہرگز نہیں۔

اعترافی۔ تو پھر یہاں صاحب کو یوں ہی لیٹر نہیں بنایا جاتا ہے؟
مسلم۔ نہیں نہیں۔ امام صاحب کو لیٹر نہیں مست کہئے۔ کیونکہ وہ اس جنگی قواعد
میں کماندار عظم ہے۔ کماندار کے بغیر کسی چھوٹی سے چھوٹی فوج کا بھی نظام
قائم رکھنا مشکل ہے۔

اعترافی۔ کیوں صاحب جنگی قواعد کیوں؟ کیا سامنے کہیں غنیم کا شکر ہوتا ہو؟
مسلم۔ ان غنیم کا ہی لشکر ہوتا ہے۔

اعترافی۔ وہ کیسے؟

مسلم۔ ایک طرف تو دو خداؤں کے ماننے والوں کی فوج۔ دوسری طرف تینوں
کے ماننے والوں کا دی ہادی بدل۔ تیسری طرف ۳۳ کروڑ مسیحیوں کی قطار پھوٹتی
ہوئی۔ وہ جو یہہ کہتے ہیں مکہ منہ ابھی نہیں۔ اس قدر فساد علقہ دار لکھنے والا کا
نہ بد کرنے کے لئے نہ بد سب بد نئی فوج اور بہترین کماندار کی ضرورت ہوتی ہے۔
مکہ منہ یہہ ہے کہ اہل مکہ منہ حائل کئے گئے۔ یہہ کماندار لکھنؤ میں سب
سے اعلیٰ ہے۔

اعترافی۔ میں جان بات کا قائل نہیں ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ یہہ کماندار
تورات کے خلاف ہے۔

مسلم۔ وہ کیونکر؟

اعترافی۔ اس لئے کہ جکل امام وہ ہوتا ہے۔ جو ساریوں میں سب سے نیک ہو
میں نے دیکھی ہے کہ وہ اندھا ہوتا ہے۔ خیر اگر اندھا ہو تو اس سے کیا
کام چلے گا؟ اگر وہ اندھا ہو تو اس کے سامنے ہر جگہ سے ٹکڑے ٹکڑے
ہو رہے ہوں گے۔ دوسرے وہ منہ ہوتا ہے۔ جس سے اس کو مرغن

روٹی کی بوتلے۔ اسی طرح پہنے فوٹے کا منہ پھر سے چوتھے درجن فوٹے
کا پیکار ڈبو۔ جو تیار ہوئی تیارات سے شہر۔ رد۔ جاسی۔ بیانی۔ باسی
نے خطبہ کے نام سے کسی وقت بنا دئے تھے۔ وہ جمہور کے، ان ہی شمار کو
عادی کر چھوڑتا ہو۔ پانچویں وہ لٹھ بازیاً ہوئے تھے۔ اگر اس کی جہیں
کوئی فردعی یا جزوی احمدت رکھنے والا مسلمان آجائے تو وہ لوٹوں سے سکی
مرست کرے چٹے وہ نڑی مارا یعنی تہہ باز ہو تا کہ اس کے حجرہ میں ناز سے
پہلے اور چھپے تہہ بازوں کو ذرا کم کشی کا شغل بھایا کرے۔ جارد بکھارے۔ نافرمان
اسی قسم کے اماموں سے معمور ہیں۔۔۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں۔ کہ ماصدق کی
تجربہ اور شاہدہ اور واقعات کے برخلاف ہے۔

مسلم۔ میاں توحید کہتے ہیں اگر ہماری مسجدوں کے امام ایسے ذلیل و کمزور
تو ان مسلمانوں کی یہ زبان حالت نہ ہوتی جب فوج کے کماندروں کی یہ حالت ہو
تو فوج کی جو بھی ذلت ہو۔ وہ کم ہے۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ مسجد میں
آجکل جو نماز ہوتی ہے وہ یہی ہے۔ ویسے ہی یہ امام بھی مصلحت کے حیرت
رکھتے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایسا ذمہ وری کا کام ہے جس کو رسول کریم صلی
علیہ وسلم نے نادم ریت اپنے ذمہ میں رکھا۔

اعراقی تہذیب میں ایسی رسمیں شاذ کی کیا ضرورت ہے؟

مسلم۔ ضرورت ہے۔ اور سخت ضرورت ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ عبادت ہے
بلکہ اس لئے کہ وہ مجلسی نسام ہا سٹیل سر دوس ہے۔ وہ ہمارے اندر رکھو شرب
کی افواج کے برخلاف جنگی بہشت اور فوجی قواعد کے قلیلہ کہتے ہیں کہ
اور وہ مذہبی شکل میں اعلیٰ قسم کی روحانی و فانی و جسمانی ڈرزش ہے۔
اعراقی۔ شاید تب ہی مسجدوں کے میں لوگ اتنے مستبد و درویش ہوتے ہیں
اور اسی لئے وہ پیشو بھی ہر لئے ہیں۔ مرنے سے مرعہ نرد وہ۔ پلڈ نہانے
نرسب بسم یہاں ہو تو واٹر سلیمانی نکات اور چورن کی پیریں کتب کتب
روٹی ہضم کرنی پڑتی ہے۔

مسلم۔ ہاں تم نے تو ست جب تہذیب کا رد و اتق ز سہاں مسجدوں میں پانچ

وقت باقاعدہ نماز پڑھنے لگ جائیں۔ اگر اور کچھ نہیں تو انکو کب نماز پڑھنے کی ضرورت پڑے نہ تھکے سلاہ کی کیٹیوں کی حاجت کیا یہ کچھ تھوڑا سا فائدہ ہے۔

اعراقی۔ جناب میں آج سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہر روز نماز پڑھا کر اداں گا تاکہ میری صحت ٹھیک ہو جائے۔

سبیل۔ روحانی۔ ذہنی جہانی غرضیکہ ہر قسم کی صحت کی درستگی کی نیت سے نماز پڑھو گے۔ تم اس میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ اس لئے کہ الزعمال بالنیات۔

عراقی۔ آقا صدقنا۔ اچھا تو مجھے، عزت دیجئے۔ پہلے میں جس میں ہمارے نماز پڑھ آؤں۔

سبیل۔ باریے۔ بگرد بکھٹا کسی سے دنگہ منسا دنگہ کرنا۔ در نماز پڑھ کر صحتی واپس آ جانا۔

عراقی۔ آپ، میٹھاں فرما میں۔ میں کسی سے دنگہ منسا دنگہ کرنا۔ کسی طرف کسی سے کسی بستر چھو بھی نہیں کروں گا۔ اور میں بدو ہی حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔
سبیل۔ اچھا! خدا حافظ!

نویں فصل

ذکر

روحانی اسرار کا

سبیل۔ عاتقہ سلمہ۔ کہنے لگا تو مجھ پر کہانی لگائی، پس دستار

عراقی جناب۔ خوب ہو

سبیل۔ اب میں یہاں سے جاؤں گے ساتھ

اعراقی میرے ساتھ تو نہیں۔ بلکہ دو ٹوٹے آپس میں الجھ پڑے۔

مسلم۔ خلی جی ہی تھے۔ یاد دہی گناہی بھی ہوئے؟

اعراقی پہلے تو ابھے۔ پھر تھکے۔ مگر بد میں ایسے ٹکڑے ٹکڑے جیسے شاہجہاں کے شاہی زمانہ کے مینڈھے۔

مسلم۔ مگر آپ نے ان کو الگ الگ نہ کر دیا؟

اعراقی۔ چونکہ اس الگ الگ کرنے کا مزہ مجھے پہلے مل چکا تھا۔ اس لئے میں نے اب کی دفعہ اس جھگڑے میں دخل دینا پسند نہ کیا۔

مسلم۔ تو کیا سجدے کے دوسرے نمازی ہی خاموش رہے؟

اعراقی۔ سب خاموش رہے۔

مسلم۔ وہ کیوں؟

اعراقی۔ وہ کہتے تھے کہ یہہ خاموشوں کی لڑائی ہے۔ میں اس میں دخل نہیں دینا چاہئے۔

مسلم۔ خدا معلوم کون۔ بستی پر ہے۔ اور کون غلطی پر؟

اعراقی۔ تو جھگڑا کس بات پر ہوا تھا؟

مسلم۔ تو پھر کیا فیصلہ ہوا؟

اعراقی۔ بوٹے میاں تو یہہ کہتے تھے کہ قراۃ خات، امام عین فرض ہے۔ مگر یہہ

سباں بوٹے۔ کہ یہہ عین گناہ ہے۔

مسلم۔ دونوں کے وکیل آیا تھے؟

اعراقی۔ بوٹے میاں تو یہہ دلیل دیتے تھے کہ قراۃ خلف امام قانون قدرت ہے۔

مسلم۔ اور کہ دینا میں جہاد ہے۔ اور یہہی قراۃ خلف امام کا ہے۔

مسلم۔

اعراقی۔ مگر کیا موٹے سباں نے کوئی ثبوت دیا؟

اعراقی۔ اس صاحب دیا۔ اور بڑے زور سے دیا۔

مسلم۔ اچھا ذرا سناؤ تو؟

اعراقی۔ بوٹے میاں فرمایا تھے۔ کہ چونکہ اسلام فطرتی مذہب ہے۔ اس کی کوئی

بات تینوں قدرت کے برخلاف نہیں ہے۔ چنانچہ قرآنہ خلف امام بھی عین قدرت کے مطابق ہے۔ اور دنیا بھر میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ دیکھو۔ ذرا رشتہ کے تحت کانٹا کر شواہد بکھل میں ایک گیدڑ آواز نکالتا ہے۔ اس کے ساتھ باقی تمام بکھل کے گیدڑ اسی وقت جھنے چلانے لگتے ہیں۔ گویا وہ سارے کے سارے اپنے امام کی آواز میں آواز بلند کرتے ہیں۔ ذرا اپنے گھروں میں دیکھو۔ جب کسی روٹی پڑوسی کے کوئی مر جاتا ہے تو سیاہ کی مین آتی ہے جس طرح نہ بولتی جاتی ہے۔ سب عورتیں اُٹھ کر نکالتی ہیں یہ قافہ خلف امام کا یہ ساز بردست ثبوت ہے۔ جو کمرے اپنے گھروں میں ہی دھکتے رہتے ہیں۔ اور دیکھو۔ سنڈیر پڑتے کر ایک کو ذرا کانٹیں کائیں گے تو تمام کوسے اس کی نصیب کرتے ہیں۔ یہ بھی ہمارے دوسرے کاش ہمارے کسی بکھل میں بہت سے گدھے پر ہے۔ اس میں سے ایک کدھا بیٹھنے لگتا ہے۔ باقی جتنے گدھے ہوں۔ فوراً بیٹھنا شروع کر دیتے ہیں۔ جو ہر میں ایک مینڈک مارتا ہے۔ باقی سب اس کی پیروی کر کے لگتے ہیں۔ محالہ ہیں۔ اس سے بائیں ایک کدھا دے لگتا ہے سب دن شروع کر دیتے ہیں۔ ہر روز وہ کے وفات دے لگتا ہے۔ اسی پس دیکھیں۔ بکھل کا ثبات میں بدستور نظر آتا ہے۔ درکان لگاؤ۔ قرآنہ خلف امام کی یہ شایع ہوتی ہے۔ ہر کس قسم کے اس کی بات ہے۔ کہ چاروں ملک میں یہ قرآنہ خلف امام کے سبب ہوتی ہے۔ اس کے خلاف دیکھیں۔ اس کو چاروں ملک میں اس کے خلاف ہوتا ہے۔ اس کے خلاف ہوتا ہے۔ اس کے خلاف ہوتا ہے۔

سب سے پہلے اس نے کہا کہ میں نے تو دھتورہ کی پٹری تو بنائی ہے۔

[illegible]

— 100 —

(Faint handwritten notes)

اعترافی۔ جناب وہ اسٹے میاں کی تقریر کو سنکر سہنس پڑے۔ اور اتنا کہا کہ یہ تم ہے۔
ان جانوروں کی جوت میں ہانا۔ لو ان کی تقبہ سیسپنا۔ بھی تو عمر انسان ہو۔
تہیں انسانوں کی تنبیہ کرنی چاہئے یہ جواب سنکر سٹے میاں کہ طیش آگیا
اور فرمائے گئے کہ تم مجھے تھوڑے دن گئی۔ میں کتوں۔ کدوں اور سینڈ کول کی
جوت میں رگید تے ہو یا یہ کہو وہ آستیں چڑھا چھو۔ ٹے میاں کو مار لے کے نہ
ٹھٹھے۔ مگر نازیوں نے انکا ہاتھ روک لیا۔ اور کہنے لگے کہ میاں عقل کے خزانے
کو۔ ہاتھ پائی کا کیا مطلب۔ تم نے دلیل دی۔ پھر ٹے میاں نے اس کا جواب
دے دیا۔ اب تم کوئی اور دلیل دو۔ رانے بھرٹے سے یہ فیائدہ؟

مسلم۔ تو کیا اس پر سٹے میاں سنبھلے یا نہ؟

اعترافی۔ اے صاحب! ہ سنبھل گئے۔ اور کہنے لگے کہ اچھا میں جانوروں کی
مثالیں چھوڑ کر باتیں انسانوں کی مثالیں دیتا ہوں۔ دیکھو ہمارے
بہائی سکھ ہوگ جب عبادت کرتے ہیں تو پہلے ایک شخص ایک مشبہ پڑھتا ہے
پھر جتنے حاضرین ہوتے ہیں۔ اسی مشبہ کو بلند آواز سے دہرتے ہیں۔ یہاں تک
انکا گور و درہ ملک۔ س۔ پ۔ س کے مکان تک ان کی آواز سے گونج اٹھ
میں ان میں سے ایک شخص جیب میں کہتا ہے تبو ہ سب بہال تو اس کے ج
نکی سانی مسکت ایک دھڑکت سہی کال کا۔ سائلہ شکاری ہے کہ شہر کے ایک
کوئے سے دوسرے کوئے تک درو دیوار کو بج اٹھتے ہیں۔ عیسائیوں کے گرجوں
میں جا کر دیکھو کہ ایک شخص عبادت کے لئے کوئی بات شروع کرتا ہے پھر
اسی کو بلند آواز سے گاتے ہیں۔ یہی حال ایوں اور ہندوؤں کے مجنوں کیس
کا ہے کس قدر افراط کی بات ہے۔ کہ غیر مسلم تو اپنی عبادت میں نہ
زندگی کا شہوت دیں۔ مگر ہر نبی عہدوں میں تو اب سب عبادت تو ایک ثابت۔ کوئی
شخص ذرا زور سے آمین بھی کہے تو اس کو جہد سے اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں
مرد و عورت کی طرح پیٹھ چپکے۔ ہمارے پیچھے مان پڑھتے ہیں اور زندگی کا کوئی بڑا
نہیں دیتے۔ اسی لئے تو ان کو کہتے ہیں بڑے زور سے قرآن سنت امام رانی
پا سٹے تھوڑے جہاں کہیں تارن نہ ہوں۔ دینا بہان کو پتہ ملک جاسے کہ یہ

شیرین خدا گرج رہے ہیں۔

مسلم چھوٹے میاں نے اس کا کیا جواب دیا؟

عراقی اچھوٹے میاں اس قریر کو سن کر پھینس پڑے۔ اور کہنے لگے کہ جب تم امرت چھت کر سکہ یا پتھر کے عیسائی۔ یا یودی کہ کر رہو بن جاؤ تو تم نے ان لوگوں کی طرح غرہ لگا لیا۔ ابھی تو تم سہان ہو تہیں مسلمانوں کی طرح عبادت کرنی چاہیے۔ سوٹے میاں کیا بولے؟

عراقی۔ سوٹے میاں اس جواب کو سن کر ان پیسے ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ تم سیدھی طرح اب دینے کی بجائے دانت کھاتے ہو۔ ورنہ عیسائی۔ یہ سکہ بنانا چاہتے ہو۔ ذرا تمہارے دانتوں کی خبر تو لے لوں۔ یہ کہہ کر سوٹے میاں نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ چھوٹے میاں کے کڑاگر مر سید کر دی۔ اور مصر چھوٹے میاں کوئے تو ڈبکے پئے۔ مگر وہ بلی کی طرح پیچھے اور سوٹے میاں کی ٹانگوں میں رنجی اس نے۔ رہے ہوئے سکا۔ کہ مارا۔ کہ سوٹے میاں چنی کہنا کر دھڑکے کر تپے اور چھوٹے میاں ان کے سبب پر چڑھ بیٹھے۔

مسلم۔ تو کیا نازیروں نے۔ ب کی دلدن کو پتھر نے ہی کو سنستش۔ کی، عراقی سب کہنے لگے کہ یہ عالموں کی ڈالی ہے۔ کوئی اس میں دخل نہ لے۔ کہ ہاں نے ہر چیز شور مچایا کہ کوئی ان کی مدد کرے۔ مگر یہ سب نازیروں کا عمل عوامانہ اور فحاش ہے۔ اس یہ سوٹے میاں نے جبار کر کہا۔ کہ تم نے مومن ہو میں مینا چن چن رہا ہوں۔ سیری ہو کر رہو مگر تم خاموش ہو۔ دن کے دن میں اس بات کو سن کر چھوٹے میاں نے تہمت لگا با۔ کہنے لگے کہ ذات یہ بوسہ کرتا تھا۔ ام کے قریب نہیں ہیں۔ یہ کہتا ہے چن چن ہو۔ یہی سب باتیں ہر مرد سب بوسہ ہیں سنی بڑے۔ اور پھر سوٹے میاں اس کے جکے پاس سے گزرے۔ اور سوٹے میاں کی کہہ جیتے۔ ستغفر اللہ سے سب دین

ڈنسیر مقلد لوگ میں +

مسلم۔ یہ خوب ہے دین میں باغیر مستند ہیں۔ رتوں۔ خلاف +

منافقت ابھی +

اعزانی یہی تو مجھے چہرہ فی سہ کہ اثر یہ کیا معاملہ ہے؟
مسلم معاملہ کچھ بھی نہیں محض فضول جھگڑ ہے۔ رب العزۃ نے اپنے کلام
پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَإِذْ قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ
تُذَكَّرُونَ۔ وَإِذْ كُنَّا مِنْكُمْ فِي نَفْسِكَ تَضَرَّعًا وَخَشْفَةً
وَدُؤُنَ الْجُحُشِ مِنَ الْقَوْبِ۔ (الاحقاف۔ ۱۷)

جب قرآن مجید پڑھا جا رہا ہو۔ تو تم خاموشی سے اس کو سنو۔ اور سمجھو۔ تاکہ خدا
کی رحمت تم پر نازل ہو۔ اور تم اپنے دل ہی دل میں اپنے رب کا بنابر نہ سنی
اور ڈرتے ہوئے ذکر کرو۔ اور نہ در زور سے آواز ست نکالو۔

اعزانی۔ تو کیا قرآن پاک کی اسی آیت کی بنا پر یہہ قرأت خلف۔ م کہ جھگڑ
کھڑا کیا گیا ہے۔

مسلم۔ اس اسی آیت کو دیکھ کر یہہ قرأت خلف امام کے جھگڑے پر یہ کہے
جاتے ہیں۔ حالانکہ دوسری جگہ رب العزۃ نے اس کی ایک مثال اسے کر
اس کو واضح بھی کر دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفْرًا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ
فَلَمَّا خَصَّصُوا لَهُ قَوْلَهُ الْآخِرَ الْأَنْصِتُوا فَلَمَّا أَتَتْهُمْ
مِّنْهُ مَنَعُوا قُلُوبَهُمْ فَلَا تَعْقِلُونَ۔ قَالُوا يَهُودُ أُنْزِلَ مِنْ
مُّوَحِّدٍ مَّصْدَرٌ قَالَتِ الْيَهُودُ بَدَّلُوا بَدِيلًا أَلَمْ يَكُنْ لَّيْلٌ
مِّنَ اللَّيْلِ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَقَالَتِ الْيَهُودُ
لَيْسَ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَ
بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

فَبَشِّرْهُم بِذُنُوبِهِمْ۔ (الاحقاف۔ ۲۰)

و جب یہ نے میری طرف جنہوں کا ایک کرو دیکھا۔ تاکہ وہ قرآن مجید کو نہیں سنی۔ وہ
نیرے نہ ہونے پر آپس میں کہنے لگے۔ نہ اور غور سے سنتے ہاؤ آپس میں کہتے ہیں۔

کو غور سے دیکھنے کے بعد جب اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے۔ تو وہ اپنی قوم کو رب العزۃ کے احکام کی نافرمانی سے ڈرانے لگے۔ اور کہنے لگے۔ اے ہماری قوم ہم نے موسیٰ کے بعد ایک ایسی کتاب کی آیات سنی ہیں۔ جو منزل میں آتی ہے۔ اور وہ رب العزۃ کی پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے۔ اور سننے والوں کو حق حقیقت کا پیدھا۔ اس سے بتاتی ہے۔ اے ہماری قوم خدا کے اس نیک نیت والے کی آواز کو سنو۔ اور اس پر ایمان لاؤ تاکہ رب العزۃ تمہاری غزٹوں سے درگزر کرے اور تم عذاب الیم سے محفوظ رہو۔ اور جو شخص خدا کے اس بکار نے والے کی آواز کو نہیں سنیگا تو وہ خدا کی گرفت سے ہٹ کر کھپ چھپ جانے سے رہا۔ اور خدا کے سوا اس کا کوئی یار و مددگار نہیں ہو سکتا۔ یقیناً یہ مانا فرمان شخص تا۔ کی یا گمراہی میں غلو کریں کہا ایسکا۔

غرافی۔ یہ تو بالکل صاف حکم ہے۔ کہ جب قرآن مجید پڑھا جاوے۔ تو چپ پٹا اس کو سننا سمجھنا اور اس پر تدبیر کرنا چاہئے۔ پھر نہیں معلوم۔ یہہ قرأت صفت۔ وغیرہ کے جھگڑے کیوں کھڑے کئے جاتے ہیں؟

مسلم۔ اس میں قرآن پاک کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب ہمارے مفسرین کا کام ہے۔ کہ وہ ہمیں وہ غیرہ کے خطبوں میں بجائے قرآن مجید پڑھنے اور مفسرین کے سامنے اس کی تفسیر کرے۔ کہ محسن الہی صریحاً تو اس کی آیتوں پر بغیر سمجھنا سمجھانے کے پڑھ لیتے ہیں یہاں چند اردو۔ فارسی کے شاعر اور مفسرین آتے ہیں۔ ان کے قرآن پاک کی آیات سے صاف فائدہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اس کے ساتھ موجود ہوں۔ ان کو قرآن مجید اس طرح سمجھا باجا دے۔ کہ جب وہ جد سے باہر نکلیں۔ تو غیر سلسلوں یا دوسرے لوگوں کو بھی اسی مفسر کی تفسیر سے غرافی۔ واقعی اگر تمام صاحب ذہن مجیدی آیات و غیرہ تشریح کر رہے ہوں تو کسی کی کیا مجال ہے کہ وہ دوسری طرف کا خیال تک ہی نہ کر سکے۔ وہ یقیناً اس کو خاموشی اور غور سے سنیں۔ مگر یہ تو وہاں کے ایک اور صاحب نام صاحب ملت آواز سے قرأت کر رہے ہوں۔ اور وہ اس وسیع و غیر مذکور۔ تو نہ ان کی کیا کرتیں؟

مسلم۔ نمازیوں کو چاہئے کہ وہ قرآن پاک کی آیات کے معانی و صحابہ
خود بخود دہرتے رہ کر رہیں۔ جو امام پڑھ رہا ہے۔ وہ نہایت توجہ سے گوشہ نشین
اعترافی لیکن ہر ایک نمازی میں قی قہر بت کہاں کہ وہ ان آیات کے معانی کو
سمجھنے یا پڑھ کر رہے۔

مسلم۔ اگر نمازی ان آیات کے معانی کو جو امام پڑھ رہا ہے۔ نہیں سمجھتا۔ تو ان
پاک کی جو بات بھی اس کو بامعنی یاد ہوں۔ وہ ان پر ہی تدبر کرے۔ اس لئے کہ
گردہ ایسا نہیں کرے گا۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کا دل نمازی میں خوش
ہو جائیگا۔ اور ادھر ادھر شکات رہے گا۔

اعترافی لیکن اگر اس کو قرآن مجید کی کوئی آیت بھی یاد نہ ہو تو کچھ
مسلم۔ ایسی صورت میں وہ اپنی ہی زبان میں رب العزۃ کے حضور میں دعا
کرتا رہے۔ یہ بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ قرأت خلف دارہ تہی
مور پر مخالف ہو کر اپنے دل کو فواحشات و منکرات میں آوارہ پتہ لے لے۔
اعترافی لیکن اگر وہ اپنی زبان کی بجائے کسی دوسری زبان کی ایسی عبارت
پڑھتا رہے جس کے مطلب و مفہوم کا اس کو کچھ پتہ نہ ہو۔

مسلم۔ رب العزۃ کے حضور میں کھڑے ہو کر ایسا ایک بھی کلمہ نہیں کہتے چاہئے
جس کے مطلب و مفہوم کا کہنے والے کو جو علم و یقین نہ ہو۔ کہ وہ کیا کہتا رہا
رب العزۃ کے حضور میں کس بات کا طالب ہے۔ رب العزۃ کے حضور میں سنانے
کہنے یا جاننے بوجھنے کے بغیر کوئی کلمہ کہنا اس کی سخت بے ادبی و گنہگار
ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جب کوئی شخص رسول سے نبیوی حکم کے بارے
کوئی درخواست پیکر جاتا ہے۔ تو اس کو چھٹی صبح علم و یقین دیتا ہے۔ کہ وہ
کس صاحب کی درخواست کرتا ہے۔ نبیوی حکم کے سامنے درخواست
کرتے وقت تو ہمیں اپنی درخواست کے مفہوم کا علم و یقین ہو کہ ہمارا
کس صاحب سے کیا ہے۔ لیکن رب العزۃ کے حضور میں جب ہم کوئی دعا یا
درخواست کرنے سے لے جائیں۔ تو ہمیں اتنا ہی پتہ نہ ہو کہ ہمارے زبان
سے جو کلمہ نکل رہا ہے۔ کیا اس کا مطلب ہے یا ہم رب العزۃ کے حضور

کس بات کی انتہا کر رہے ہیں؟ یہ بحث جہالت ہے ادبی اور گستاخی
 ہے۔ بس ہرگز نہیں ہوتا چاہئے۔ اس سے بہتر ہے کہ اپنی ماوری زبان
 پر اندازہ غور و عسا و عبادت کر دو۔

اگر تہ باہلی صاف و سیدھی سی بات ہے نہیں معلوم۔ مگر لوگ
 ایسی ذور ذور سی باتوں پر اس قدر سر پٹول کیوں کرتے ہیں۔

یہ حکم یہاں اعرافی و خوب یاد رکھو۔ کہ اسلام سے بڑھکر آسان اور سادہ
 مذہب دین میں کوئی نہیں ہے۔ یہ ایسی ہی آسان ہے جیسا کہ انسان کا
 روزمرہ سائنس لینا۔ اگر سائنس لینے میں تہیں کوئی وقت محسوس ہو تو سمجھ
 لے کہ تمہارے پیچھے پتھروں میں کوئی فاسد مادہ ٹنک گیا ہے۔ اس کے خارج
 کی اسی طرح گرتھم دیکھو۔ کہ اسلام کے کسی حکم کے بجالانے میں تمہارے
 سامنے کوئی رکاوٹ یا ناقابل برداشت مشکل ڈالی جا رہی ہے تو وہ
 سنا فی ہے۔ اس کو فوراً اٹھا کر الگ پھینک دو۔ اس لئے کہ رب العزۃ کا دھا
 سن ہے۔ کہ مذہب کے نام سے لوگوں پر جبر و اکراہ کیا جاوے۔ یا پھر ایسا
 امر نازکے جائیں جنکو انسان پورا نہ کر سکتا ہو چنانچہ رب العزۃ کا ارشاد
 شریف ہے اَللّٰہُ یُحِبُّ بِکُمْ اَلِیْتٰہِمْ ذٰلِیْہِمْ سِدِّیْہِمْ اَلْعُسْرٰہِمْ رَاقِبٰہِمْ
 سے مناد رب العزۃ نہیں سراپت کہ کی نہایت ہم چپانا چاہتا ہے۔ وہ ہمیں
 فی و کی باتوں میں مبتلا نہ رہیں چاہئے۔

وَمَنْ یُّدْرِکْ مَا یُغْفِرُ عَنِ ذُنُوبِہِمْ حَرِیْرٌ وَّ لَیْسَ یُدْرِکُ
 یُغْفِرُ کَیْدَہُمْ وَ یُعِیْذُہُمْ عَنِ عَذَابِہُمْ لَعَنَہُمْ شَیْطٰنُہُمْ اَمَّا یُذَرِّعُ

رب عز و جہ تو نہیں چاہتا کہ ہمیں دینی معاملات میں خواہ مخواہ تنگ کرے
 پس ہم اس کا توغشا عرف اٹھا ہی ہے کہ وہ تم کو پاک و صاف رکھتا ہے
 اور اپنے انعام و کرام سے تم کو راز کر دے۔ وہ تمہیں اس کے
 ہمیشہ مومن و مشکور بنے رہو۔

مُوْہِیْہُمْ اَلْاٰیٰتِہُ لَعَنَہُمْ شَیْطٰنُہُمْ اَمَّا یُذَرِّعُ

وہ عز و جہ تمہیں ان کے دین و دنیا کے امور میں سے کچھ سے

میں تم پرستی تم کی تنگی پسند نہیں کی پس مع ملہ صاف ہے کہ رب معزہ ہم سے تزکیہ نفس۔ تزکیہ روح۔ تزکیہ بدن۔ تزکیہ مال۔ غرضیکہ ہر ایک معاملہ میں پاکیزگی کا طالب ہے۔

اعرائی سبحان اللہ! خداوند کریم نے تمام مذہبی مسائل کی غرض و غایت کو صرف ایک لفظ یعنی پاکیزگی میں ختم کر دیا۔ واقعی مذہب کا مدعا اس کے سوا دوسرا کوئی ہے بھی نہیں۔ اور ہو سکتا بھی نہیں۔

مسلم۔ اب آپ سمجھ گئے۔ اور خوب سمجھ گئے مجھے امید ہے کہ اب آپ اس کافر کے کفر و تکفیر کے کسی فتوے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس پر قائم رہیں گے۔

اعرائی۔ پرواہ کیا! آپ دیکھینگے کہ میں کفر پر وف بن جاؤنگے۔ کیونکہ کل مسلمانوں کو چپٹری یا واٹر پر وف کی بجائے کفر پر وف کی بھی ضرورت ہے۔ مسلم بہت خوب! اچھا اب آپ آرام فرمائیں۔ کل پیر آجانا۔
اعرائی بہت بہتر خداوند!

دوسری فصل

متفرقات

اعرائی۔ السلام علیکم

مسلم و علیکم السلام فرمائیے۔ اب تو آپ کا سن جو میں جھڑا وغیرہ نہیں ہوا۔

اعرائی۔ ہرگز نہیں کیونکہ مسجدی اور شخصی ساری شریعت کے آیت با کمال میں پیر کر رہا ہے۔

رات کا واقعہ سنئے میں جو آپ کے پاس سے گھر کو چلا۔ تو راستہ میں آریہ سماج کا مندر پران

وہاں لوگوں کا انبؤ و کشیدہ تھا۔ ایک پنڈت نے مجھ سے رہا تھا میں ہی ذرا سنئے سنئے

گیا۔ وہ شخص اسلام پر ایسا ایسا اعتراضات کر رہا تھا کہ میں شکر خدا پر گیا۔

مسلم۔ بڑا مجھے بھی سنا کہ ٹنٹن صاحب کیا فرماتے تھے۔

عراقی۔ اس نے اعتراضات بہت کئے مگر مجھے تو اس وقت صرف میں چار باتیں یاد تھیں ہیں۔
مسلم۔ اچھا وہی سنناؤ۔

عراقی۔ پنڈت جی نے ایک تو اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کا خدا آسمان پر بیٹھا ہے۔ اور یہ لوگ
تبدل پذیر ہیں۔ اگر نمازیں یہ لوگ تبدل کی طرف منہ نہ کریں تو انکی نمازیں نہیں ہوتی دوسرے
ہوگ سال میں تیس دن تک جو فاقہ مرتے ہیں۔ اسکا ردھانیت سے کیا تعلق۔

پھر۔ لوگ قبر پرست بھی ہیں دیکھو اپنے رسوا کی قبر کو پوچھے کیلئے کتنی دور غرب میں
جاتے ہیں۔ آگے سااں ہزاروں لاکھوں گائے۔ بھیڑ۔ بکری کا خدا کے نام پر خون
پاتے ہیں جو اصل منقول حرکت ہی جیتے جی تو یہ میاں لوگ سب کو تنگ کرنے میں مگر ہر نیلے

ہن یہ زمین کو زندہ کر کے ہاتھ سے چھین لیتے ہیں۔ دیکھ لو۔ اس کے فرائض تو کتنی ہیں
دک لکھی ہو حضرت! اس کے پنڈت کی زبان چھپی کی طرح چل رہی تھی۔ ایک منٹ میں
سلاطین و فقرے بول جاتا تھا میں تو حیران تھا۔ کہ یہ آرمی ہے امشین گن۔

مسلم۔ یہ تو کوئی ایسی باتیں نہیں تھیں جو انکی گھبراہٹ کا باعث ہوتیں۔ ان کو تو نے
بڑا بڑا یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ پنڈت نہیں تھا بلکہ کوئی جاہل تھا جسکو قرآن کی لفظ کا مطلب علم نہیں تھا
عراقی۔ مگر مجھے تو جب تک اسکے اعتراضات کے جواب کا پتہ نہ لگتا تو کیسے مانلوں کہ وہ جاہل تھا۔

مسلم۔ اراغور سے سنو۔ رب العزۃ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔
وَلَقَدْ عَلَّمْنَا الْاِنْسَانَ مَا كُنْ لَا يَعْلَمُ وَلَقَدْ عَلَّمْنَا الْاِنْسَانَ مَا كُنْ لَا يَعْلَمُ
میں ہی تو انسان کو پڑھا دیا۔ ہمارے شوق ہو کر ہمارے ہی تعلق۔ بکے ہیں اب یہ فضائل شہادت
پر جوتے ہیں۔ ہم سب سے ان شہادت کو خوب دانتے ہیں۔ سب سے کہ ہم تو اس کی شاہد ہوگ
سے بھی اس کے زیادہ نزدیک میں۔

میں عراقی! تم نے دیکھ۔ کہ رب عزۃ نے اس قسم کے جاہلوں کے عقائد
کو کیا دوسرا جواب دیا ہے۔ جب رب العزۃ انسان کو پڑھا دیا تو اس کے پاس
بہت سے باتیں تھیں کہ وہ صرف آسمان پر نہیں بلکہ زمین پر بھی مانتا ہے۔
وَلَقَدْ عَلَّمْنَا الْاِنْسَانَ مَا كُنْ لَا يَعْلَمُ وَلَقَدْ عَلَّمْنَا الْاِنْسَانَ مَا كُنْ لَا يَعْلَمُ
وَلَقَدْ عَلَّمْنَا الْاِنْسَانَ مَا كُنْ لَا يَعْلَمُ وَلَقَدْ عَلَّمْنَا الْاِنْسَانَ مَا كُنْ لَا يَعْلَمُ
کہ تو سمجھتے نہیں ہو کہ رب عزۃ ان تمام باتوں کو جو اس نے انسان کو پڑھا دیا ہے۔

اگر کج گزین آدمی، پس میں گفتگو کرتے ہوں۔ تو انہیں چوتھا رب، اعزۃ موجود ہوتا ہے۔ اگرچہ کج آدمی ہوں تو چھٹا رب اعزۃ موجود ہوتا ہے۔ غرضیکہ یہاں کہیں درجس حالت میں بھی انسان باقیں کر رہے ہوں۔ خواہ وہ کچھ ہوں۔ خواہ زیادہ۔ رب اعزۃ انہیں موجود ہوتا ہے۔ اعرافی سبحان اللہ کیسی صاف تعلیم ہے۔ واقعی ایسی تعلیم سے کہ وہ وقفہ کر کے کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ مسلمانوں کا خدا صرف آسمان پر جو زمین پر نہیں ہے تو اسکی حماقت اور جہالتیں کیا ہیں؟

مسلم۔ اور حضور رب اعزۃ فرماتا ہے۔
 وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَلِكِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَهٌ مُّخْتَارٌ (اردنفل ۶)
 اسے انسانو۔ خوب جان لو۔ کہ رب اعزۃ انسان کے جسم میں اور اسکے دل کے خفیہ رزوں میں بھی موجود ہے۔ تم سب یقین رکھو کہ تم سب ایک دن اسکے حضور میں جمع کئے جائیں گے۔ قرآن مجید کا بغور مطالعہ کرو۔ تمہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ رب اعزۃ کو قرآن پاک میں ہاں بجا نور الہی و الارض کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ ایسی صورتیں کسی شخص کا یہ کہنا کہ مسلمانوں کا خدا صرف آسمان پر ہی ہے۔ زمین پر یا انسان کے جسم میں۔ یا اسکے دل کے خفیہ رزوں میں موجود نہیں ہے۔ کیسے جہالت ہے۔ اعرافی۔ واقعی یہ سخت حماقت اور جہالت ہے۔

مسلم۔ رہا یہ معاملہ کہ چونکہ مسلمان قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں بنا بریں وہ سمت پر نماز یہ بھی اعتراض کرے کہ نواسے کی جہالت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے کہ رب اعزۃ نے صاف فرما دیا ہے۔
 يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِقِمْوْا الصَّلٰوةَ وَارْزُقُوْا الصَّدَقٰتِ (البقرہ ۱۷۷)

یہ کوئی دہرم اور ہم کی بات نہیں ہے کہ خدا کی عبادت کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ بلکہ امر۔ اقامہ کیا ہے۔

قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ تَابِعُوا اَمْرًا مِّنْ دُوْنِ الْاٰمْرِ لَا يَسْعٰی بَعْدَ الْعِلْمِ (البقرہ ۱۷۷)
 مشرق اور مغرب تمام زمین خدا کیلئے ہی ہیں۔ تم عبادت کے وقت ہر طرف چلی منہ کر کے عبادت خدا کا منہ ہو گا۔ رب اعزۃ محیط کل علیم کل ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ مسلمان کا نماز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ جو جواب دیا ہے کہ قبلہ نہ مشرق ہے نہ مغرب۔ نہ شمال۔ نہ جنوب۔ وہ ان تمام کلمات سمت۔ بار ترانس کیب مرکزی نقطہ ہے۔ اور وہ تختہ فوق سے ہیں معز ہے۔ وہ خود کوئی سمت نہیں ہے۔ مگر ہر ایک سمت کا مرکز ہے۔ نماز میں یہ غائب کیلئے رب اعزۃ کا فرمان ہے کہ جب وہ خدا کی عبادت کرے۔ تو اسکی

سموت یا فوق و تحت کے خیال سے قطعاً خالی ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهُكُمْ شَرْقًا (بقرہ ۱۱۵)

تمہاں جنوب مغرب مشرق بغضیکہ جہاں نہیں بھی تم ہو کچھ گھیر کر لیا کرو۔ سمت کے جھگڑے میں ہرگز نہ پڑو۔ کیونکہ :-

وَلِكُلِّ دِيْنٍ مَّوْجِهَةٌ فَاتَّبِعُوا خُطُوٰتِ اِيْمَانِكُمْ اِنَّ اَبَانَ بَكْرَةَ اللّٰهُ جَمِيعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
 وہ ہر دین کی طرف ہے۔ انہوں نے عبادت ایسے کوئی نہ کوئی سمت مقرر کر رکھی ہے جس کی طرف وہ منہ کر کے میں ہر تم سمت پرست نہ بنو۔ بلکہ اعمال صالح میں پیش قدمی کرو۔ تم خواہ کہیں بھی ہو رب اللہ کے اعمال کو دیکھیں بھی اپنی طرف کھینچ لینے والا ہے۔ یقیناً وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔
 عراقی۔ یہ تو بالکل صاف بات ہے۔ اس میں تو شمال جنوب مشرق و مغرب کا کہیں جھگڑا ہی نہیں رہنے دیا۔
 مسلم۔ صرف یہی نہیں۔ بلکہ جب مسلمانوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کی مغرب سمت کی طرف نماز پڑھنی شروع کی تو ان لوگوں نے خیال کر لیا کہ یہودیت یا مسیحیت کا تبدیل ہی قبول الہی ہے۔
 اب العزہ نے ان لوگوں کے ایسے خیال فاسد کا قلع قمع کر دیا۔ فوراً حکم دے دیا کہ

وَمَا اَنْتُمْ بِمُتَّبِعِيْهِمْ

کہ تم ان لوگوں کی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا فوراً چھوڑ دو۔ تاکہ ان کو معلوم ہو کہ تم سب پرست نہیں ہو۔ بلکہ خدا پرست ہو۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے اس حکم الہی کی تعمیل کی تو کیا ہو :-

سَيَقُوْلُ الْاَشْكٰكُ مِنْ اٰتِیِّنَ مَا وَلَّيْتُمْ عَنْ قِبَلَتِهِمْ

اَیُّوْكَانُوا عَلَیْہِمْ اَقْرَبُ اِلٰی الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۔ ۱۱۵

ان اشکوکوں نے اس پر یہ ستر مچا کر شروع کر دیا کہ دیکھو صاحب اتنی مدت سے تو ہمیں سامان ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے لئے رہے تھے۔ مگر اب انہوں نے سری طرف کو منہ کر لیا۔ انکو شاد و کہ مسلمان سمت پرست نہیں ہیں۔ بلکہ ان کو عیب دیکھو۔ یہ کہ مشرق و مغرب سب خدا کی ہی سمتیں ہیں۔ بنا بریں وہ محض حسبِ اپرست ہی ہیں۔

اعراقی۔ یہ سن کر خداوند پرست کیسے غصے سے نہ آیا۔ تو وہ بیان فرما دیا ہے۔
 مسلم۔ مگر وہ لوگ جو اسے آپ تو نبی رحمتی یا نبی تعلیم کے لئے بھیجے ہوئے

مسلمانوں پر قبہ یا سمت پرستی کا الزام لگا رہے ہیں۔ وہ اتنا نہیں۔ پتہ یہ کہ جب وہ زمین کو گول مانتے ہیں۔ تو گول چیز پر جو بھی نقطہ لگا دو وہی اس کا مرکز ہو اور وہ نکات سمت سے بالکل متعاً ہوں گے۔ اور کہ اس گول چیز پر جتنے بھی جانندہ ہوں گے۔ ان سب کا منہ ہر حالت میں اس مرکزی نقطہ کی طرف ہی رہے گا۔ اور کسی جاندار میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اس مرکزی نقطہ سے اپنے منہ کو کسی دوسری طرف کر سکے۔ ایسا کرنا ناممکن ہے۔ پس اس لئے زمین کا ہر ایک سمندر۔ اور ہر جگہ مسلم ہو خواہ غیر مسلم یہاں تک کہ درندہ پرند۔ چرند تک کا بھی منہ ہمیشہ در ہر حالت میں قبہ کی طرف ہی رہتا ہے۔ اور قبلہ جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ نکات سمت اور تحت و فوق سے قطعاً متعاً ہے۔ اور کہ وہ محض ایک مرکزی نقطہ ہے۔ اور بس کیا پتا قبہ کی حقیقت کو سمجھ گئے؟

ایغرائی میں خوب سمجھ گیا ہوں۔

مستلیم۔ اچھا تو اب آپ ان لوگوں کے اس اعتراض پر غور کریں کہ روزہ کا نہایت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور کہ وہ محض جسمانی صحت درست کر لیا ہی ایک ذریعہ ہے بہت اچھا صاحب۔ اگر روزہ رکھنے سے انسان کی صحت درست ہو جائے تو کھانا چاہئے۔ کہ اس نے ایک بڑی بیماری نعمت کو حاصل کر لیا۔ مگر جس طرح نماز کا ملحق جسم۔ دس۔ دماغ۔ اور روح کی اصلاح ہے۔ اسی طرح روزہ کا تعلق بھی جسم۔ دل۔ دماغ اور روح کے تزکیہ سے ہے۔ جس نیت سے روزہ رکھا جائے گا۔ اسی کے مطابق اس کا نتیجہ پائے گا۔ اگر جسم کی اصلاح مد نظر ہے تو طو بات فرمادے۔ کہ تمہیں جو نعمت اور گردن و دماغ کی اصلاح کیلئے ہے۔ تو بہتر روزہ رکھو۔ کہ کم ہے سے دماغ و روح کی اصلاح کیلئے۔ تو بخش مارو کہ درود۔ روح بقیہ محمود کی طرف پڑھیں۔

احقرانی۔ یہ بالکل نیا و درست ہے۔

مستلم۔ چھاتو آپ ب لوگوں کے ذرا اس عاتق میں پر غور کریں کہ مسلمان جو لوگوں قرآن
کرتے ہیں۔ قرآن پاک نے صاف طور پر اعلان کر دیا جو کہ سب امت کو دین "انور ذکاہ خن نبی
انہ گوشت بلبلہ تمہارے دونوں ایسے ہی گوشت ہے۔ کہ آیا تم دنیا یا دنیا کی نیا کر رہے

راستے میں قربان کر کے اپنے دل کی سیری محبت سے محروم رہتے ہو یا اسکو تکلیف دینا چاہتے ہو
 بنا کر جو حیوانوں کی قربانی نہیں بلکہ رب العزت نے تو سو من و سلم کی جان تک کا سودا
 چکا دیا ہے کہ اگر وہ اپنے سب سے بڑے شہید بن جائے تو سب کی بھلائی اور نجات فرمادے گا۔
 وَتَقُولُ ابْنُ تَقْتُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْ لَا تَكُنْ مِنَ الْخَائِيَاءِ الَّذِينَ لَا تُعْمِلُونَ - البقرہ ۱۷۷
 جو شخص اس لئے اپنے شہید ہو گیا کہ کوئی دوزخ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہے یا تم سب کی زندگی کی
 بھلائی کے لئے کیا جانو جب رب العزت نے سو من و سلم کی جان تک کو فی سبیل اللہ قربانی کے لئے
 مخصوص کر رکھا سو تو جانور و مکی کیا حقیقت! جانور و مکی تو مخصوص اس لئے کیا جاتی ہے
 تاکہ ان لوگوں کے لئے جو حیوان پرست ہیں یہ ایک قسم کا تازیانہ عبرت ہو اور انکو پہنچے
 ان میں جو نیکو وہ اپنا معبود یا محبوب سمجھتے ہیں۔ وہ وہی چھری سے قلعہ کئے جاسکتے ہیں
 انسانی یہ بالکل غلط ہے۔ اگر میں نیت نے اس بات پر زور دیا تو یہ لوگ ایسی قدر میں
 نہ کہ مسلمانوں کے خدا نے بھی قرآن شریف میں سب سے پہلے گائے کا ذکر کیا ہے پناہ
 ایک صلوہ قرآن پاک کی پہلی آیت گائے کے نام سے شروع ہوئی ہے۔ سورۃ البقرہ ۱۷۷۔ تو اسے میں ہی
 سلام۔ رینڈت صاحب نے گائے کے تقدس کی یہی دلیل دی ہے۔ تو اسے بہت ایک کلمہ
 کہ سورہ بقرہ میں گائے کی رسم کی تمنا میں کی تائید کی گئی ہے۔ ویسی تمنا میں تو مسلمان
 بن بھی گئے ہیں۔ چنانچہ اس تقدس کا رب العزت نے سورہ بقرہ میں فرمایا ہے۔
 وَادْعُوا إِلَىٰ مَنَاسِكِ اللَّهِ إِنَّهُنَّ كَلِمَاتٌ خَالِدَاتٌ فِي ذُرِّيَّتِكُمْ إِنَّ مَنَاسِكَ اللَّهِ قَوْلًا
 نَّكَرًا لِّعِبَادِهِمْ لَعَلَّكُمْ تَحْذَرُونَ - البقرہ ۱۷۷
 یہ دونوں سے اپنی قوم سے کہا کہ اگر میری قوم رب العزت کو کلمہ کہے کہ گائے کو قربان نہ
 کرو تو اس نے کہا کہ تو کیوں میرے دل میں اتنا جبرموسس نے کہا ہے کہ
 میں نے اسے گائے کی قربانی نہیں کرتا۔ اس نے کہا کہ اس کو مانا ہو کہ وہ ہے
 تَعَالَىٰ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ - البقرہ ۱۷۷
 اے وہ جس نے اسے گائے کی قربانی نہیں کرتا۔ اس نے کہا کہ اس کو مانا ہو کہ وہ ہے
 تَعَالَىٰ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ - البقرہ ۱۷۷
 اے وہ جس نے اسے گائے کی قربانی نہیں کرتا۔ اس نے کہا کہ اس کو مانا ہو کہ وہ ہے
 تَعَالَىٰ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ - البقرہ ۱۷۷

قَالُوا دَعْ لَنَا دَبَّكَ يَبْنَ لَنَا مَا لَوْ نَهَا قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ
صَفراءُ قَاتِعَةٌ لَكُمْ تَشْرَبُ الْغَطْرَيْنِ

ابا ان لوگوں نے یہ جنت کھڑی کی کہ ذرا اپنے رب سے تنہا اور پوچھ آؤ کہ اس گائے کا
رنگ کیسا ہے؟ موسیٰ نے کہا کہ رب العزۃ فرماتا ہے کہ وہ زعفرانی رنگ کی درشتی
گائے ہے۔ جو درشن کر نیوالوں کے دل کو باغ باغ کر دیتی ہے۔

قَالُوا دَعْ لَنَا دَبَّكَ يَبْنَ لَنَا مَا هِيَ إِنَّ ابْنًا تَشْبَهُ عَيْنَاؤُنَا مِنْ شَاءِ اللَّهِ
لَمْ تُدْنِ قَالَ إِنَّا يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ آذَنُهَا تُنَادِي بِصَوْتِهَا وَسَوَافُهَا

ابا ان لوگوں نے یہ پتہ دیا کہ ذرا اپنے رب سے تنہا اور پوچھ آؤ کہ وہ کونسی گائے ہے کہ عین عین
وہاں تو ہمارے ہاں ایک ساڈھی ہوئی ہے۔ خدا کہتا ہے کہ ساتھ نہیں بلکہ وہ یقیناً ساتھ
گائے ہی ہے۔ نہ تو اسکی ردن پر زمین جو تھے کیلئے کبھی جوار کہا گیا۔ نہ وہ کھیتی باڑی کی
دینے کیلئے رہٹ میں لگی گئی۔ بلکہ وہ کھلے بندوں چرتی چلتی پھرتی ہے۔ اور وہ بھی عین
یہ باغ۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ ہم اپنی رام گائے کو پکانے کے لئے جس قدر سے
بہانے تراشتے ہیں۔ وہ سب رائیگن جاتے ہیں۔ تو کہنے لگے۔

قَالُوا لَنْ نَجِدَ بِالنَّحْتِ فَذَبْحُوهُمْ وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ

اے موسیٰ! اب تو تو نے عین پتہ کی بات کہ دی۔ اب کیا تھا۔ ان لوگوں نے اس
درشتی گائے کو ذبح کر دیا۔ گو انکا دل تو نہیں چاہتا تھا۔ کہ اس کو ذبح کرتے۔
اعزانی۔ یہ بنی اسرائیل بھی بڑے کٹھن حتیٰ واقع ہوئے تھے۔ مگر جناب ابھی آپ نے
فرمایا تھا کہ جو شخص خدا کے راستہ میں ذبح کیا جاتا ہے۔ اسکو مردہ ست کہو کیونکہ وہ زندہ
رہتا ہے۔ تو کیا یہ باوجود خدا کے راستہ میں ذبح کئے جاتے ہیں؟ لہذا زندہ نہیں سمجھا جاتا ہے۔
مسلم اس سوال سے آپ کا کیا مطلب؟

اعزانی! میرا مطلب اس سے یہ ہے کہ اگرنا خود کو ذبح کر لیں۔ مری۔ خدا کے ہاں زندہ
رہتے ہوں تو پھر کسی شخص کو خدا کے ذبح کرنے پر آمادہ نہیں کرنا پائے گا۔ کیونکہ
گناہ اس پر چڑھ گیا۔ سچا خدا کے ذبح کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔

مسلم یہاں دیکھا کہ رب العزۃ فرماتا ہے۔

وَلَا تَحْسَبُ أَنَّ هَٰؤُلَاءِ لَمْ يَرَوْا اللَّهَ قَبْلَ هَٰذَا وَلَمْ يَلْمِزْهُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّهُمْ لَشَاعِرُونَ

نہیں ہے۔ اور کہ رب اعزہ کے حضور میں شاد و گد سب ایک ہیں۔ اس اجتماعی نماز کی ادائیگی میں نہ کسی قبر کی پرستش ہوتی ہے۔ نہ کسی پتھر کی عبادت۔ بلکہ کسی ایک بے نیاز و بے ہمتا مہبود کے حضور میں شاد و گد اسر سجدہ و سوتھیں۔ اعرافی۔ جزاک اللہ آپ نے میرے شکوک کا خوب زانو فرمادیا۔ مگر یہ جو مردہ کو جہنم کے پاؤں کا سوال ہے۔ اس کا جواب؟

مسلم۔ مردہ بدست زمرہ جس طرح بھی چاہو۔ اسکی مٹی کو ٹھکانے لگا دو۔ مگر اسکو جدید یا عریقہ نہایت لغویہ ہو وہ۔ فہنگا اور غیر قدرتی ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ مردہ کو جہنم میں جس قدر روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اسقدر روپاے میں نہیں لگتا۔ دبا بستے میں جس عزت اور اسر مہیشت اسکو ٹھکانے لگایا جاتا ہے۔ جہنم میں وہ احترام نہیں ہو سکتا۔ دبانے میں نہیں کی قوت جاذبہ اسکی تمام ریاضات کو اندر ہی اندر جذب کر کے اسکو ٹھکانے لگاتی ہے۔ جہنم میں اسکی مدد سے ہوا خراب ہوتی ہے۔ دبانے میں زمین کی زرخیزی میں مدد دیتی ہے۔ جہنم میں اللہ کے ذریعہ زمین زرخیز نہیں بلکہ شور یا بخر ہوتی ہے۔ دبانے میں بڈیوں کا چناؤ پھل و درخت وغیرہ زمین کا بڑو بجاتے ہیں۔ اور زمین زرخیز بجاتی ہے۔ مگر مردہ کو جہنم میں اس کی اندرونی تہہ ان قیمتی چیزوں سے محروم رہ جاتی ہے۔ مردہ کو دبا سے بہت بڑی بھاری بات قومی احساس کا زندہ رہنا اور نشوونما پانا ہے۔ جن قوموں میں مردہ کو دبانے کی رسم بہترین طریقہ میں موجود ہے۔ ان ہی قوموں میں قومی احساس بھی پابا ہے۔ اسلئے کہ ان کے مرحوم قومی ایڈرڈاں یا بزرگوں کی نشانی ہمیشہ ان کے سامنے موجود رہتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ زندگی کی حالتیں وہ بیدار تھیں۔ اور اب وہ قوم کے سامنے خوب کی باتیں سو رہے ہوتے ہیں۔ ایسے بزرگوں کی قبر پر سے جب گدرا جاتا ہے۔ تو ایک دفعہ وہی دلوں و درجوں یا رقت نبییت میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو کہ ان کی نسبت سے تھے۔ جبکہ وہ بزرگ اس قوم کے درمیان زندہ حالت میں دھن و نصرت بکارتے تھے۔ قومی جوش کو پیدا کرنے۔ اور قائم رکھنے کیلئے قبرستان ایک بہترین ذریعہ بلکہ علیٰ درجہ ہے۔ اسلئے برعکس جن قوموں میں مردہ کو بڑی طرح طریقہ جاری ہے۔ انہیں قومی احساس بھی چلبھاتے ہیں۔ اور وہ قوم مردہ بنتی چلی جاتی ہے۔ اسکی بڑی بھاری شاخیں ایک طرف تو یورپ کی اقوام اور مسلم قوم ہیں جو اپنے مرحوم بزرگوں کی لاش کو قبرستان میں محفوظ رکھتی ہیں۔

ان سے وقتاً فوقتاً جوش و خروش اور عینیت حاصل کرتی ہیں۔ دوسری طرف ہندو قوم جن کے بزرگوں کی کوئی انتہائی کلمہ اسے کاغذی حروف کے ان کے پاس موجود نہیں ہے۔ اور دونوں اقوام میں نوعی روح کی جو حالت ہے۔ اس کا فرق بین موجود ہے۔ کسی قومی لیڈر یا بزرگ کے کارناموں یا اسکے پیدا کردہ شریک پر پھرنے سے طبیعتیں وہ جوش و ولہ۔ انگ۔ رقت اور عینیت پیدا نہیں ہوتے جتنے کہ عرب و دست کیلئے نسلی قبیلے کے پاس جا کر کھڑا ہو جائے ہیں۔ اس کا یہ مطلب یہ ہے کہ قومی لیڈر ان کی یا بزرگوں کی قبریں قوم کے ہاتھ میں زندہ شریک بن جاتی ہیں۔ وہ قوم مر۔ در شریک ہے۔ جو اس زندہ شریک سے محروم ہو۔ مردہ کی جگہ نے میں بقا و غیر نقصانات میں۔ سب سے بہتر یہ نقصان اس زندہ قومی شریک کا ہل جانا ہے جس کو کوئی عقول اپنے قوم کو ارا نہیں سمجھتا۔ اس کی رٹا یہ سوال کہ قبرستانی۔ جس سے زمین زندہ دیکھنے کے کلکرونگے ہاتھ میں جی جاتی ہے۔ یہ خیال نہایت ہی کمزور ہے۔ اس لئے کہ مردہ کو دبا نیلے لئے ڈیڑھ گز میں سے زیادہ نہیں نکلی سکتے ہیں۔ اس تصور کیسے رکھ جانے کے لئے میں جس قدر دوسرے فوائد قوم کو پہنچتے ہیں وہ بہت زیادہ ہونے میں اور زمین اس قدر بڑی ہے۔ زمانہ قدیم سے یہ ریت لینی ہے۔ فرقہ اور امریکہ کے حصے میں میں دفن ہونے چلے آئے ہیں۔ یہ بھی دیکھ لی ہے۔ شادی بڑی ہے۔

حرفی۔ گزشتہ جی فرمائے تھے۔ کہ مردہ کو دبانے سے قبر پر تھی بتا رہی تھی۔ کوترتی ہوتی ہے۔

مسلم بہت خوب ہمارے ذریعہ شدت جی سے اتنا پوچھا ہوتا ہے۔ ہمارے تمام اہل اسلام میں یہ سوچی اور مسلمان تہذیب قوتیں اپنے مردوں کو زمین میں دفن کرتی ہیں۔ ان میں ایسا ہی ایسا نہیں ہے۔ گاہ کہ پھر ان کو چھتا ہے۔ ان کے لئے ایک گڑبگڑ ہے۔ وہ نہ جانتے ہیں۔ شاید وہ سہرا ڈھانچے کو پوچھتے ہیں۔ اس سے کوئی ہی ثابت ہوا کہ جو قوم مردوں کو سلاقی ہے۔ وہی پتھر پر تھی کہ اس سے وہ کوہ بنا نہیں سکتے۔ دبانے سے ہے۔

حرفی۔ یہ بہت چٹا ہے۔ بابا یہ ہندو نے کسی جگہ دیکھی ہے۔ ہاں ہاں۔ دیکھی ہے۔

مسلم میاں کسی مولوی یا پنڈت سے مت اجموعہ قرآن پاک کے احکام پر چپ چاپ
 عمل کئے جاؤ۔ ہاں اگر کوئی تمہارے عقائد یا تمہاری روش پر اعتراض کرے تو اس کا فخر و
 اعزائی بہت بہتر۔

کیا رصوین فصل

منتخب

مسلم میاں اعزائی! اسلام کے منعم جو ہماری آپس میں سق و گشتہ بدتی تھا
 بحر سے تم نے کیا نتیجہ نکالا۔ کہ اسلام کیا چیز ہے؟
 اعزائی جناب! میں نے تو اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام ایک دولفظی شریعت ہے
 مسلمان ہو کیا؟

اعزائی تزکیہ "ایمان و عمل"

مسلم شاہد! تم نے نہایت صحیح نتیجہ نکالا۔ مجھے تم سے یہی امید تھی کہ تم ایک نکتہ
 پر چلے ہو گے۔ فی الحقیقت قرآن مجید یا اسلام صرف ایک نقطہ تزکیہ کی تشریح و تفسیر
 وہ نکتہ نجات کہا جاتا ہے۔ اسکا دار و مدار بھی تزکیہ پر ہے۔ چنانچہ رب العزت نے فرمایا ہے
 قَدْ أَفْلَحَ مَنْ شَرَعَ لِنَفْسِهِ عَمَلًا - (الانفسی عمل جس نے تزکیہ کر لیا۔ وہ نجات پائے گا) تزکیہ اس ترکہ
 روح - تزکیہ اعمال - تزکیہ افعال - غرضیکہ ہر ایک ظاہری و باطنی حرکتیں تزکیہ
 تہواری باعث نجات ہے ایمان و عمل بھی تزکیہ کی کھمیں ہے ہی طریقہ میں شریعت سے تو گنا
 مراد دیتے ہو؟

اعزائی میں تو ایمان ہی سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید رب العزت کی کتاب پر ہے
 جو کچھ بھی ہو میں اسکی صداقت کا قائل ہوں۔

مسلم بہت ٹھیک۔ مگر کیا آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید کے کبھی دو حصے ہیں،
 اعزائی نہیں۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ قرآن مجید کے دو حصے کون سے ہیں؟

مستلم۔ دیکھئے رب العزۃ کا ارشاد ہے :-

ہو اُنڈی اُنڈی غلیظ کتاب مینہ آیات محکمات کھن آد الکتاب اندھا منشا بہت عمر
ایسواں اوہی ذات پاک جس نے تم پر قرآن مجید نازل کیا۔ اسکی یا سکا ایک حصہ محکم ہے۔ اور
وسر اکتب یہ جو حصہ محکم ت پستل ہے۔ وہی ام الکتاب ہے۔

و سرانجام به بر حصه محکمت پرتعلیم و دینی ام لکنت پیر -

عراقی محکمہ اوقاف و خزانہ کا ایسا مطلب ہے

مستند۔ ب۔ بغرة نو داس کی تشریح فرمائیں۔

استقامه رب مغزوة فوداس في تشریح فرماتا ہے۔

فَقَالَ الَّذِينَ فِي الْقَرْيَةِ مِمَّنْ زُفِعَ فِيهِمْ ذَرِّعُوا لَنَا كَمَا كُنْتُمْ تَدْعُو أَلَيْسَ لَنَا مُدَّةٌ أَوْ قِطْعٌ مِّنْ يَّوْمٍ
 ان لوگوں کے دو نہیں ٹیڑھ چاہیں جو وہ تو قشاہیات کی آدھیرین میں اس ارادے کے رہتے ہیں
 وہ اتنی ایسی تاویل کریں جس سے خواہ مخواہ فتنہ ساز دبر پامو۔

اس کے مضمون ہو گیا کہ قرآن پاک کی وہ آیات جنہیں داور نوواہی کا ایسے کہنے لفظ

میں کر لیا گیا ہو کہ جنگی دوسری کوئی تباہیوں میں بھی نہیں سکتی یا اور جنگی صداقت سے کوئی مسدود

غیر مسلم، عیسائی، سکھ، جہاں نہیں کر سکتا۔ وہ تو محکمات ہیں۔ شدا چوری نہ کرو۔ زمانہ کرو

یہ شہاب نہ پیو کسی کے حقوق کو تلف نہ کرو۔ فساد نہ کرو۔ جھوٹا نہ بولو۔ کلم نہ ڈالو۔

نہ وہ ایسے نواہی ہیں جن سے سسہ و غیہ سلام کوئی انحراف نہیں کرے گا۔ فہ کو مانو، ایسی

محب و تہ و۔ سچ بول، خفا، اعمال کرنا۔ ہاں، باپ کی اطاعت کرو۔ مسایہ سے

عجبت کرو کہ کین دیت میں وہ دوکان کی خبر لے جا کر دیکھ کر کوئی کہنا کہہاؤ نہ سگو کہو

کیہ : یار و نکوستان روستان تو کزید و مو بجو. دل کو - مرغ کو - روح کو فضا ہری و باہری

انہوں نے پاک رکھو، نہ کرو، جو بیڑوں، ہنڈی، علموں کے نیک سلوک ٹرو۔

نہایت سے محروم و محنت و مشاق میں رہ کر ہر روز اپنے گھر کے متعلق

۱۔ سب سے پہلی بات میری و ہنگامات ہیں۔ درمیان میں یہ کہ کتاب کے تالیف میں

ہاں دنیا کی گناہیں نہیں دوسری بات وہیں چوس رہیں ہیں۔

یہ خانہ خانی مصطفیٰ شہر نہیں ہو سکا۔ جس وقت عید امانی و صاحب کی طرف سے

اس میں حسبہ ہمیشہ عقلمندانہ تدبیر و تدبیر یا عامہ و قیاس کو دیکھ سکتے ہیں

کی بات سے نہیں۔ بلکہ دینی حکمت کو جس رائے سے ایسی مشابہت کا مستحق دینی و دنیوی

دو لکھ کے معاوضت سے ہر ستمیاری نہیں کہے کا حق زیادہ تر اپنے انصاف سے جوینے

حقیقی یا صحیح علم تو رب العزۃ کو ہی ہے۔ ہاں انسان بھی انکے متعلق غرض قدر کو دہراتا ہو تاہم
یہ ضروری نہیں کہ انسان جو کبھی غلطیوں انکے متعلق گھڑتا یا توہم کرتا ہو۔ وہ یقینی یا آذری
ہو۔ یا دنیا بھر کے انسانوں کو اس عقیدہ پر جمع کیا جاسکے۔ اور جو اس سے بیکار رہیں
انکو تباہ و برباد دینے سے نا بوجہ کر دیا جائے۔ ایسے امور کے متعلق جو لوگ فتنہ و فساد پرا
کرتے ہیں۔ رب العزۃ کے نزدیک وہ غلطی پر ہیں۔

اعراقی کے ایسے تشبیہات یا تصویروں کے متعلق ہمیں کوئی پہلو خستہ یا رکنا چاہئے۔
مسلم۔ اسکا جواب خود رب العزۃ نے ہی دیدیا ہے۔

فَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالْإِنسَانُ عَجْوُنٌ فِي الْفَعْلِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ

كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ (۱۱) عمران (۱۱)

ایسے تشبیہات کی صحیح حقیقت تو خدا ہی جانتا ہے مگر وہ جو اس علم یا صاحب عقل میں نہ ان
تشبیہات کے متعلق فکر کرتے ہوئے اخیر میں یہی ایمان رکھتے ہیں کہ باوجود ہماری گمانوں کے
آخر پر رب العزۃ کی باتیں ہیں۔ انکی حقیقت وہی جانتے ہیں۔ یہ ایسا فطری جواب ہے جو دنیا کے بڑے سے
بڑے اہل فکر و علم یا جو اپنی تحقیقات کے اپنی زندگی کے اخیر میں جیسے کیلئے مجبور ہوتا ہو۔

اعراقی۔ اس کا تو یہی مطلب ہو کہ ہمیں تشبیہات یا تصویروں میں بھی عقل و فکر سے کام لینی چاہیے
اجازت دی گئی۔

مسلم۔ اجازت تو ہے مگر نہیں کہا لیا کہ تشبیہات کے متعلق جو نتیجہ تم نے نکالا ہے۔ وہ آذری یا غرضی نہیں ہے
اور جو لوگ ہماری رائے سے اتفاق نہیں کرتے۔ وہ کافر و مرتد یا واجب القتل ہیں۔ تشبیہات
پر ایسا نفاذ نہ کرنے کی رب العزۃ نے اجازت نہیں دی۔

اعراقی۔ جس مجاہد نے یہ فرمایا کہ آپ شال کے ذریعہ اسکی یہ وضاحت کر دینا۔
مسلم۔ وہ اس کی بات میں ہے۔ تو کہ شروع میں وہاں معلومات تھے ہیں۔ کئی اشیا کے متعلق یہ کہا گیا کہ
کوئی خاص چیز ہے یا نہیں یا اسکا کوئی وجہ ہے کہ اس میں یہ وہ معلومات کی بنا پر یہ بات کہ
وہی صحیح ہے یا نہیں مثلاً آدمی میں ایک شخص الہی ہے۔ لہذا اس سے اس آدمی سے
جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول پر یہ کتاب نازل کی جو تمام مذاہب سے بالاتر ہے و سراسر
ماہر جو کہ یہ سچ ہے۔ آہم اور متعدد ان کے علم کا ان پر اسرار ہے۔ لہذا
ہر علم نہ کہا ہو۔ جس سے مراد انسانی علم ہے۔ یہ کہتا ہے کہ آہم سے مراد انسانی علم ہے۔

جھگڑا اگر ہے تو ایسے ہی، مور کے متعلق جو قش بہات ہیں، اور جنہیں اس سبب اجازت دیکھی ہے کہ وہ اپنے عقیدے کو فکر و قیاس، تدبیر و تفہیم سے کام لے کر اپنی رائے باقی رکھیں۔ آخری یا قطعی سمجھ کر مخالفوں کے ساتھ دنگ نہ سازے۔

اعترافی ہیں سمجھ گیا۔ آپ کا یہ سبب ہے کہ حدیثوں کی پیروی یا تنقید کی۔ اس قسم کے مسائل کے متعلق جو کچھ بھی لکھا گیا ہو، وہ محض شخصی رائے کا نہیں، اور نہ وہ جزو ایمان نہیں ہے، اور نہ انکی بنا پر مسلمانوں کا آپس میں دنگ نہ ساز دیا جائے۔ ان مسائل پر قطعاً اوقات ہے۔

مسلم باطل درست ہے قرآن پاک یا ما انزل اللہ کے سوا اے جو بھی انسانی کتاب ہو وہ محض انسانی رائے کے انوار کا مجموعہ ہے۔ اس کا غلط یا صحیح ہونا ہر زمانہ میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کر سکتا نہ ہی ہم مجبور ہیں یا مجبور کرنے والے بن جاتے ہیں۔ نہ انزل اللہ کے سوا اے ہم کسی دوسری انسانی کتاب کو بھی جزو ایمان بنائیں۔ یہ ہماری مرضی پر منحصر ہے کہ اگر ہم اسے کتب کو اپنے لئے مفید سمجھیں تو انکو جزو آ یا کھڑے لئے دستور عمل بنائیں اور اگر ہم غیر مفید سمجھیں تو انکو جزو آ یا کھڑا اٹھا کر کسی اونچی جگہ طاق یا امارتی بنادیں۔ کے قفل لگا دیں۔

اعترافی۔ جزاک اللہ۔ آپ نے ایک نہایت ہی متمتع بہ اشن مرتبہ کو میرے لئے نص دیا اب لائن باطل سائن ہو گئی۔ میں آپ کا نہایت مسنونہ شکور ہوں کہ آئیے میرے بہت سے شکوک کا زمرہ مالدیا میں لے آئے آپ کا بہت سا قیمتی وقت لیا۔ اب آپ مجھے اجازت دیں کہ میں ذرا اٹھ دوں۔

مسلم۔ آپ تشریف لے جائیں۔ مگر یہ العزۃ کی طرف ہے اس نہایت صاف اور روشن کلیہ کو ہر وقت اپنے مد نظر رکھنا۔

بَشَرٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ لَئِنْ شَاءَ لَنُفِثَنَّ فِيهِم مِّنْ شَيْءٍ مِّنْ دُونِ مَا يَشَاءُ لَئِنْ شَاءَ لَنُفِثَنَّ فِيهِم مِّنْ شَيْءٍ مِّنْ دُونِ مَا يَشَاءُ لَئِنْ شَاءَ لَنُفِثَنَّ فِيهِم مِّنْ شَيْءٍ مِّنْ دُونِ مَا يَشَاءُ

یونہی میں سے ہے۔ العزۃ کی طرف سے تعذروں، استکبار، کبر، اور کیا ہے۔ ان کی پرستی کر سکتے ہیں، مگر وہ خود کو کعبہ کے برابر نہ کر سکتے ہیں۔ ان میں سے انسانی طور پر کچھ بھی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ریلوے

۱۔ عالمگیر یہ اخبار حکیم یعقوب اور خواجہ محمد ضیاء اللہ صاحب کی زیر ادارت امرتسر سے دروزہ شائع ہوتا ہے۔ عالمگیر کا تازہ پرچہ اکالی نبر اکا یونٹی کے ختم ہونے کے برخلاف ایک زبردست پروٹسٹ ہے۔ جو کہ اکالیونکی طرف سے بعض دیہات میں مسلمان مردوں، درعورتوں کے برخلاف روارکھی جاتی ہیں۔ اکالیون کے متعلق اب تک ہمارے حسن ظن تھا کہ یہ ایک مرنحان مرنج گروہ ہے۔ جو اپنے مذہب کی خاطر قربانیاں کر رہا ہے۔ مگر عالمگیر میں اکالیونکی مسلمانوں کے برخلاف جو بد عنوانیوں کی طویل کہانی شائع ہوئی ہے۔ اگر اس میں پانچ فیصد ہی حقیقت ہے تو مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ گروہ سہلہم اور مسلمانوں کا بدترین دشمن ثابت ہو گا۔ اور کہ اکالیوں کے اس قسم کے منہ لم کے برخلاف مسلمانوں کو متفقہ طور پر آواز بلند کرنی چاہئے تاکہ اکالیوں کے ذمہ دار ریڈ رائن مظالم کی تحقیقات کر کے ان کا سد باب کر سکے۔ ائے مجبور ہوں مسلم ہر اید کو چاہئے کہ وہ عالمگیر میں شائع ہونے والے اس قسم کے مضامین کا بخور طمانہ کر کے ان کی صداقت کا پتہ لگا کر شہرت کا سد باب کر سکیں۔ کوشش فرمائیں۔ عالمگیر کا سالانہ چند پانچ روپیہ جو۔ اور اکالی نبر کی قیمت ۲ روپے ہے۔

۲۔ عالم ایک ہوازی سالانہ جرنل ادارت حکیم شہاب الدین صاحب امرتسر سے شائع ہوتا ہے۔ اس میں مسلمانین خود زودید سے پاک و خالص اسلامی بیروت میں ہوئے ہونے میں نو مبر کے پرچہ ہیں جسے تو جتنے بھی مضامین ہیں وہ بہت ہی اعلیٰ ہیں۔ مگر ارتداد کے مسئلہ پر ایڈیٹر صاحب نے جو مضامین شائع کر رکھے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ مسلمان مسکا بخور طمانہ فرمائیں اور جو لوگ کسی جگہ کو کسی درمی خداف کی بنا پر کافروں تکہدیتے ہیں وہ اپنی اس انحراف پر ذرا شرمائیں۔ ملک کو اس قسم کے اعلیٰ مایہ ناز سائنسی سمیت ضرورت ہے بلحاظ ملی نصابی پچھلی بھی عمدہ جو سارے قیمت پڑا۔

۳۔ ہزارستان ہزارستان کی مسلم اور غیر مسلم دنیا میں رد و فتنے بھی رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ ہزارستان جو زیر ادارت حکیم احمد شجاع صاحب بی۔ اے ماہو سے ماہ تصویر شائع ہوتا ہے اسے تمام ادبی رسالہ جات پر اپنی اپنی رائے اور طاقت و نفاست کے لحاظ سے گئے گئے سبقت لے گیا ہے۔ فقہ۔ کہانیاں، و سابق آموزن سائنہ جات تو دیگر ادبی رسائل میں بھی شائع ہوتے ہیں۔ اگر ان میں جو کتابیں و رسوئیانہ جھڈک دیکھنے میں آتی ہے۔ ہزارستان کے نسبت جات اس قسم کی تصنع اور سوئیت سے باطل پاک و صاف ہوتے ہیں۔ کاغذ و طباعت کے لحاظ سے بھی ہزارستان قابلِ داد و قابلِ دید ہے۔

سالانہ قیمت چھ روپیہ ہے۔

حنیف کا سلسلہ کتب

غازی محمود دھرمپال بی۔ اسکے۔ ایڈیٹر حنیف۔ لودھیہ

کتاب الاعتذار | یہ کتاب رسالہ حنیف کا پہلا پرچہ ہے۔ اس میں ایڈیٹر حنیف نے متعلق اسکی ذات پر لکھے گئے تھے۔ اس کتاب میں ہندو مسلم اتحاد کا بھی بہترین نسخہ تحریر کیا ہے۔ قیمت بارہ آنے۔

خجھر پورا | یہ کتاب رسالہ حنیف کا دوسرا پرچہ ہے۔ اس میں مذہب کے نام پر دنیا میں جو بدستور کیے گئے ہیں باب اور بیویوں کے قتل کے واقعات۔ ایک سیچی خاتون آغٹہ کی دردناک شہادت۔ پارسی مذہب کے ہائی کے عادات نہایت وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔ قابلہ یہ کتاب ہر قیمت ۲۔

لوکھن سوامی باند | اس کتاب میں آریہ سماج کے بانی اور ویدوں کے وداقتات کو قلمبند کیا گیا ہے۔ یہ کتاب رسالہ حنیف کا ڈبل پرچہ ہے۔ سبکی ضخامت ۱۱ صفحہ وزنی ۱۰۰ گرام

مکفر و اسلام | اس کتاب میں ملکرین اسلام کی طرف سے اسلام کے غلط فہمات لکھے جاتے۔ انکا ایک نہایت دلچسپ اور محققانہ پیرائہ میں ۱۰ باب دہائی ہے۔ اسلام کی حقانیت کے متعلق یہ ایک اور لاجواب کتاب ہے۔ قیمت ۱۲

مکفر و اسلام | حصہ دوم اسلام کے مختلف فرقوں میں جو خانہ جنگی ہو رہی ہے اور ایک دوسرے کے خلاف کئے گئے فتویٰ لکھا کر خارج از اسلام سمجھا جاتا ہے۔ دوسرے لوگوں میں غلو وغیرہ کے تعلق جس قدر جھگڑے یا اختلافات سوچو وہیں ان سب کا اس کتاب میں ڈھونڈ فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ بہت سارے

نہیں بلکہ کفر و کفر پر جو شخص اسکو پڑھ لے گا۔ اسپر کسی کا فرار کا کفر کا فتویٰ کوئی اثر نہیں کر سکتا۔ قیمت ۲۔

دیگر کتب | رسالہ حنیف میں ہر ماہ ایک صفحہ کی ایک مکمل کتاب شائع ہوتی ہے۔ اگر آپ اسکے مستقل خریدار بن جائیں تو آپکو ہر ایک کتاب کا محصول ڈاک ۱۰ میں ملے گی بصورت دیگر آپ کو فی کتاب ۲ روپے محصول ڈاک ۱۰ دے کر پورے پورے حنیف کا سالانہ جرنل ملے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاَشْفِقُ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرٰهٖمَ
عَلٰی کُلِّ ذٰلِکَ

طہ

جلد دوم جنوری ۱۹۲۵ء نمبر ۱

الحمد لله
الطہ

ایڈیٹر غازی محمد مرپال بی اے

لکھنؤ

کام کی باتیں

۱۔ حنیف ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو لدھیانہ سے شائع ہوتا ہے۔
 ۲۔ حنیف کی سالانہ قیمت چھ روپے ششماہی ہے۔ ممالک غیر انگلینڈ کی ہر چھ ماہی ۲ روپے۔
 ۳۔ حنیف کا معمولی حجم ایک سو صفحہ یا ہوا رہے۔ مگر اس میں کمی بیشی بھی ممکن ہو۔
 ۴۔ حنیف کا ہر ایک پرچہ دوسرے پرچے سے مختلف ہوگا۔ نمونہ دیکھنے والی زیادہ سے زیادہ فیصلہ کرنا غلط فیصلہ ہے۔

۵۔ قیمت بذریعہ منی آرڈر آنے پر پرچہ فوراً جاری کر دیا جاتا ہے۔ مگر وی۔ پی کی صورت میں جب تک وی۔ پی کا روپیہ وصول نہ ہو۔ پرچہ جاری نہیں ہوگا۔
 ۶۔ کسی ایسے منی آرڈر یا وی۔ پی کی رقم کے لئے جو ڈاک خانہ کی غفلت کی وجہ سے حنیف کے دفتر میں نہ پہنچے۔ ایڈیٹر جواب دہ نہیں ہوگا۔
 ۷۔ حنیف کا ہر ایک پرچہ ایڈیٹر کی زیر نگرانی ڈاک خانہ میں ڈالا جاتا ہے۔ اگر کوئی کو وقت پر نہ ملے تو وہ اپنے ڈاک خانہ میں شکایت کریں۔

۸۔ کسی مہینہ کی بند رہ تارخ تک کر کے پرچہ نہ ملے اور وہ دفتر حنیف میں نہ آئے۔ تو اسکے صحیح ہو سکی صورتیں دس روپے پیسہ بچا جاسکتا ہو۔ وہ تاریخ کے بعد شکایت کی سہولت نہیں ہے۔
 ۹۔ ایسے خط کا جسکے جواب کیلئے جوابی کارڈ یا کٹ نہ آیا گیا ہو کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔
 ۱۰۔ حنیف میں کسی قسم کا ادویہ کا اشتہار ڈری سے بڑی اجرت پر نہیں چھپے گا۔ دیگر اشیاہ اشہار بہ اجرت دس روپے یا ہوا منی صفحہ حسب کتابت و بشرطیکہ ایڈیٹر کو یہ یقین دلا یا جائے کہ جن اشیاہ کا اشتہار ہے ان میں کسی قسم کی دھوکہ بازی نہیں ہے۔
 ۱۱۔ اگر حنیف میں کسی اشتہار دہندہ کے برخلاف کسی خریدار کی کوئی شکایت ملے تو وہ اس کے پاس بھیج دیا جائے گا۔ اگر وہ وہ سفتہ کے اندر اندر خریدار کی تسلی نہیں کرتا تو شکایت کو درج رسالہ کر دیا جائے گا۔

۱۲۔ اشتہار کی قیمت اشتہار کے سواہ یا اشتہار کی کتابت شدہ کاپی کے ساتھ ہونی چاہئے۔
 ۱۳۔ ایڈیٹر

پوری ۱۹۲۵ء

ضرورت ہے

مردت ہے، اس بات کی کہ حنیف کا دائرہ اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع کیا جائے
حنیف نے اپنے لئے جو محاذ پسند کیا ہے۔ وہ صوبہ ترین ہے۔ اس محاذ پر کھڑے رہنا اور حکمرانوں
نہیں اور پھر ایک یقینی فتح کی امید کامل بھی رکھنا تاہم ایزدی کا ایک معمولی سا کرشمہ ہے
حنیف کا مقصد مدعا تو یہی ہے۔ کہ فطرۃ اللہ۔ دینِ حکیم۔ ملتِ حنیف یا دینِ اسلام کے
سہ جس قدر بھی ادا م باطلہ ہیں۔ انکو بیخ و بن سے کھاڑ ڈالا جائے۔ قارئین
ایم کو چاہئے۔ کہ وہ اس کے جملہ مضامین کا بہ نظرِ نقم مطالعہ فرمایا کریں۔ اور اگر ایک
ان میں کسی قسم کا سترہ اصر پیدا ہو تو وہ اسکو پیش کیا کریں کہ جس کا یہ کہہ کر نہ
جانتے کہ مضامین چہ نکمہ یہ ہے۔ فرقہ کے مخالف ہیں۔ اس لئے میں اس کو پتہ نہ
نہیں کرتا۔ مگر ضروری ہے حنیف فرقہ بندی ہی کو توڑا جاتا ہے۔ اس کو
ہیں، کوئی خاص فرقہ کی رعایت کیونکر کر سکتا ہے۔ گزشتہ ماہ میں دو حضرات نے
اپنی شہماہی کے ختم ہونے پر اسی نذر کی بنا پر حنیف سے عید کی
کہہ لی۔ کہ اس میں ان کے عقیدہ کی تائید نہیں۔ حالانکہ ان کا عہدہ ممبر
بمسزۃ کے کلام پاک کے سنائی ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ
ہیں گے۔ میں حنیف کے لئے غائب ہے۔ وہ ان دو خدائی بگہول کو پور
رہنے سے روکتی ہیں۔ بلکہ وہ وہیں احباب کو اپنے ساتھ شامل رکھنے کے
کا دیرینہ ارادہ رکھنے میں کامیاب ہوں گے۔ ایڈیٹر

مسلم یا ال اسلام

حنیف کا مقصد و مدعا مسلمانوں کو فرقہ بندی کے ذریعہ سے کھار سلوانا ہے۔
بنانا جو حنیف کے قارئین کرام میں سے سب سے پہلے اس صدمہ پر ہنس کر کہنے
آل سون میں سے یہ ممتاز صاحب اس میدان میں لگے ہیں جن کو
اپنے گرامی نامہ میں مختصر یہ فرماتے ہیں :-

مکرمی غازی صاحب - السلام علیکم

یوں تو میں شروع سے ہی آپ کی تحریر و تقریر کا عاشق ہوں۔ اگر ہمارے
حنیف میں نہ آپ نے کہاں ہی کیا ہے میں تو اس سلسلہ کا عاشق بن گیا ہوں۔
چھٹی سان سیکرانا ہی۔ دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ میں اس کو پورا کرنا نہ
کر دیتا ہوں۔ اور پھر ایک، تاکہ دی ہجر کے مدد سے اپنے دل میں رہ سکے۔
ماہ کے بعد اسکی صورت و لہریں دکھائی دینی ہو۔ چنے، قحی اسلام کی تیلی کی تیلی ہو۔
کیا ہے، گو پہلے بھی اس فرقہ بندی کے بھڑکے دست میرا دل جھٹکا ہو۔
آپ کو ہر ایک قسم کی فرقہ بندی سے آزاد سمجھتا تھا یا حنیف کی دھند اسکی جڑ میں سے
تعلیم کے بعد تو میں ان فرقہ بندیوں کے سخت مخالف ہو گیا ہوں۔ آپ نوٹ کریں کہ
ہندوستان میں سب سے پہلے میں آپ کی تیلی پر صبا کرتا ہوں۔ یہ تو یہی حال ہے
سے پہلے کسی نے اس تعلیم کو قبول نہیں کیا ہوگا۔ خداوند کریم آپ کی کستہ شریف سے
ورنہ تمام مسلمان اس تعلیم پر عمل پیر ہوں۔ آپ صدمہ کی سب سے بڑی علامت ہے۔
میں سید کرتا ہوں کہ آپ اس نظام کو جاری رکھیں گے۔ نکلے ہو خداوند کریم سنانا،
کھولنے کی توفیق ملے۔ اور وہ آپ کے ارشادات کو سمجھ جائیں۔ ایک دوسرے کی مثال
مستوجب کرتا ہوں وہ ذات پات کی جس طرح ہندوؤں میں اتنا پتہ ہے۔
اس طرح مسلمانوں میں ذات پات کا اثر کیا ہوگا۔ آپ خود سے ظاہر کرنا
کہ جو مسلمان ہندی قوم سے ہیں انہیں ایک ہی ذات، رگوت قبول میں رہنا چاہیے۔
ہر کہ ہندوؤں میں گور کے پوتے ہیں۔ وہی حالت یہاں بھی ہو۔ اول و سدا ذات پات سے
ہندوؤں سے آزاد ہو کر دوسرے اگر اسکا شوق ہی ہو تو سب سے پہلے یہ نہیں کر

لبیدہ راگرہ سے تشریف فرمائے ہیں :-

میں پکا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے حلیف کے تازہ پرچہ میں قادیانی بحث کے بارے میں مجھے دستاویز نصیحت فرمائی ہے۔ میں اس پر غور و غماز کروں گا کہ اس پہلو میں میں کو کون سا نتیجہ دینا چاہئے۔ مگر پتہ تر اس کے کہ میں اس بات پر بحث کروں میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آیا آپ ایک ایسی نقطہ و کتابت کہلئے جو دس سال تک فریقین کی بیڑ سے باہر رہنے میں ہے۔ تیار ہیں یا نہیں؟ میں آپ کو یہ بھی اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں زندہ رہا ہوں۔ برہما کی سہائی کھدائی تبلیغ و اشاعت کا اچھا سچ ہوں۔ اندریں صورت آپ کا شوق۔ اس کیسے کے بہت باقاعدہ نمائندہ کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کریں گے جس سے کہ آپ بہت اہمیت میں ہیں۔ یہ بھی آپ کو اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں شروع جنوری سے دہلی سے ایٹا سواری بیگزین جاری کر رہا ہوں۔ جو کہ بمبئی اور دہلی صلیب کا بیڑہ انڈیا میں ایک ہی پرچہ کے لئے اپنی زندگی کا مختصر سامان عنایت فرما دیجئے۔ آپ کا حصہ و حق حتمی ہے۔

جواب شہری میں آپ کے معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کا خط پڑھا تو میرے نزدیک مذہب کا کوئی مسئلہ صبر و تحمل میں نہیں رکھا جاسکتا۔ یہ ثابت کہ میں تو اپنے عقیدہ کو بھی صبر و تحمل میں رکھنا پسند نہیں کرتا۔ آپ مجھے جو کچھ بھی لکھنا چاہیں وہ علی الاعلان کہیں۔ بابو کے تعلق میں اپنے حسن عقیدت اور محبت کا کلمہ مذہب میں ذکر کیا ہے کیونکہ جہانگیر نے بانی تحریک کا مسلحہ کیا جو میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کا نہور دینے کا علم و حیا نہ ہو۔ پھوٹ و شاق کو دور کرنے کے لئے ہوا۔ یہ بھی کہیں میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ آپ اپنے مجمع شن کو نظر انداز کر کے قادیانیوں کے ساتھ ایسا فضول آواز نہ پھرتے کیوں تضحیح و قیامت کر رہے ہیں۔ کیا آپ کی جماعت اس بات پر غور کرنے کے لئے تیار ہے کہ آیا کوہاں یا بہاؤ کی بنیائے مسلم یا اہل اسلام کہلائیے کیوں نہ کہ یہ بصورت دیگر آپ کی جماعت یہ بتا سکتی ہے کہ وہ کونسی حد اقل پر جسکی تعلیم آں بیدار نے نہ دی ہو۔ درس کہی کو آپ کی جماعت پورا کر رہی ہو؟ تاکہ میں بھی اس پر غور کر سکوں۔

مجھے امید ہے کہ آپ میرے سوال کا جواب بذریعہ اخبار دینگے + دامت بركاتہ۔

وہم کریم الہی شکر عطا کا عظم

چھوٹا چاہتے ہیں ایسے تمام حضرات کو جواب دیتا ہوں کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ان کو دینا سکوں۔ جو کہو۔ وہ سب سنے پیش کر رہا ہوں۔ گزشتہ ماہ اندور سے سڑا کر ہاں پہنچا۔ صحت بخش لے چکے تھے بعد مجھے سچی تم کا شکریہ ادا کیا کہ میں اپنے تمام خیال و اطفال کے ہمراہ آپ کے پاس آنا اور رہنا چاہتا ہوں۔ میں نے تم کو دیا۔ اس پر سردار صاحب موصوف لکھتے ہیں:-

خداوی سبحانہ۔ آپ کا کرپا پتر بچاؤ پر بکریوں کو از حد خوشی اور اہل سرت و فصل کی۔ دیکھئے آپ کا اور میرا مکتبہ مختلف معلوم ہوتا ہو۔ درحقیقت ایک ہی ہے۔ مذہب کے ہر نہیں ہوں۔ مذہب ہر ایک شے پر حاوی ہے۔ میں سائنس سے مذہب کو ریفارم کرنا چاہتا ہوں۔ اور آپ قرآن و دلیل برہان اور اپنی داغ و بلی شاعرت سے مگر ذرا کر پار کے مجھے اپنے ویشن کرنے کی جازت اودیں۔ پھر جو کہ ذرا آپ ہر سے لے کر شے۔ اگر وہ مجھے دینا۔ ہاتھ میں سے قبول کر دینگے۔ میں بھی تو آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنے کے لئے آؤنگا۔ کام کا طریقہ یہ ہوگا۔ آپ کی طرف کا حرقہ معلوم ہوگا۔ آپ کے دست و پا۔ اگر یہی معلومات سے سائنس ہوگا۔ آپ کی توجہ مجھے جازت دیدیں میں اس قدر کے شوق آپ کے مل کر۔ اقلیت حاصل کر رہا ہوں اور میرا دیگر سب سے بارے میں بھی میں یہ سب کی حیثیت میں آپ کے پرلو میں نہ ہونگے۔ پھر اقبال ہو کہ آپ ضرور اس تمام کو سننا۔ وہاں تک بڑے آدمی کے نام کوئی بزم یا گنہ نہیں ہے۔ میں صرف کا سنگہ کی سیدر ضرور ہوگا جو اپنی مرضی ہو اس میں نہ ہوتا۔ یہ کہ ساتھ قبول ہوگا۔ آپ کو ایک خدمت کا کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ میں نے دور دورہ سے تحصیل ہے میں کسب کا ہوں سے کہ تم دور اور کھٹکٹ ہو۔ تم پر دور دورہ لایا جا دیکھا میں ضرور تیار ہوں کہ ہر سے لے کر دور دورہ مذہب جاور۔ صرف سول تھا تو کہ یہ میں خود آریٹھ ویشن کر سکتا ہوں۔ اگر جازت ملی تو ضرور خدمت ہو کر رہا ہوں گا۔ آپ کا دس کہ ہوں پھر نہ در پھر۔

جو بہ مکتبی سردار صاحب نہیں بڑا آدمی نہیں ہوں۔ نہ ہی میرے پاس کوئی۔

بہ راز کی سبک میں تمہارے پاس ہوں میرے پاس صرف ایک ہی چیز ہے۔ دور وہ

معدمت۔ میں نہیں کر رہا ہوں۔ یہی تمام عمر سائنس کے بطن میں گزری

میری تمام عمر مذہب کے معادلات میں رہی اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام میں امن و
 اور سامنے اسلام ہی سہی کہ سامنے اس بنیاد پر مشتمل ہو جس کے تحت بنیاد
 میں یہی علم پاس سب سے پہلی نعمت تھی جو ہمارے شائق تھی صرف سے ہمارے
 خدا مجھ کو ملی تھی۔ درحقیقت وہ فرشتہ پر فوقیت سے لئے تھے اگر آپ نے
 میں امن کو سمجھ لیا ہے تو اسلام کا سمجھنا آپ کے لئے مشکل نہیں ہو گا۔ میں آپ کو
 پہنچانے سے نہیں دوں گا مگر مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ فی الحال کفر و کفر
 کے حامی مضامین کا مطالعہ کرتے جائیں۔ جو کچھ مدت تک حقیقت کے ذریعہ ثابت
 ہو سکتے ہیں۔ اگر ان مضامین کا مطالعہ کریں گے بعد آپ یہ دیکھیں گے کہ کون سا
 ہو سکتے ہیں۔ تو بھلا امداد آپ نے تشریف لے آنا۔ (ایڈیشن)

پیغام صلح کی سنگدلی
 مذہبی تعصب یا تلذذی کا گراں پیکہ لوگوں کی دھند
 کرتے دیکھ جاتے ہیں۔ تو بڑا افسوس ہوتا ہے کہ اس کی اصلاحی پارٹی تعصبیانہ رویہ
 جتنی بھی جاتی ہے مگر اس پارٹی کے اخبار پیغام صلح کا مطالعہ کرنے والے مضمون ہوتا ہے
 کہ جو تعلیمیافتہ ہونے کے احمدیوں سے یہ لڑائی فرقہ بھی کتنا سنگدل واقع ہو
 جس نے حنیف کے گزشتہ پرچہ میں باقی فرقہ کے ہیڈ رول کو جو سلطنت فارس میں یہ قس
 اپنے عقائد کی بنا پر قتل کے لئے شہیدانِ خدا دیا یا نہ دیا تھا۔ امر سے بڑا
 اخبار "تنظیم" نے میرے اس نوٹ کو لفظ بہ لفظ نقل کر دیا۔ مگر کسی سہولت سے
 و ضلع ایڈیٹر نے حنیف کا حوالہ نہ دیا۔ اس نوٹ کو پڑھنا پیغام صلح تنظیم پر
 ہوا کہ ہاں ہاں تم نے باہیوں کے مفتونوں کو شہید صادق کیوں لکھ دیا یہ قتل
 کفر کیا۔ بہتر یہ کہ اس کی فوراً تردید کرو۔ مگر تنظیم نے پیغام صلح کو کوئی جواب نہیں
 اور اس کو جواب دینا بھی نہیں چاہئے تھا۔ کیونکہ اسکی ذمہ داری مذہب پر عاید ہوتی ہے
 نہ کہ تنظیم پر کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ نعمت اللہ خان نامی کابل میں سنگسار کیا
 اور اس کو حنیف کے کاموں میں علاقہ قتل عام میں لگے۔ اور اس قتل کے برخلاف
 حنیف کے کاموں میں نہایت زبردست الفاظ میں پڑھ لکھا جا رہا ہے۔ اور پیغام صلح
 بھی اس کو نقل کر دے مگر جب اسی قتل کے برخلاف جو فارس کی سلطنت کا قتل

اصدق کی نماز کو ام نسرہ مودق شن، اللہ کے دفتر میں نہ گنسیپٹ کے جا میں۔ صری
 دوستو! تم نے دلہنہ ان، در نیو یارک میں اسلام کا جھنڈا اٹھایا ہی کیا، ہاں ایسا ہی
 فاسد خیالات کی اشاعت تو نہیں رہے ہو؟

الحسنہ ایک اور لطیفہ

حضرت کے گشت پر چہ میں ہاں بیت و اہل قرآن کے
 متعلق جو نوٹ دیا گیا تھا، اسکا حل کر کے امرتہ
 اخبار میں پیش کیے یہ بدعت تراشی جو کہ میں نے نئی نماز کا اعلان کیا ہے۔ سلف اسلام میں نے
 تو کسی نئی نماز کا اعلان نہیں کیا۔ بلکہ نئی نماز پر روشنی ڈالی ہے جس کا رب العزۃ نے اپنے
 حکم پاک میں جو بچہ ذکر کیا ہے۔ اسی بانی نماز میں اگر نیامین یا جہت و بدعت پہ کی تو
 تو ان لوگوں نے جنہوں نے آمین و رفع یدین کے تحفہ کے کھڑے رہے غنہ و سنا
 برپا کر رکھا ہے۔ رب العزۃ کی نماز میں اس قسم کا کوئی تحفہ نہیں ہے۔ تحریر کر دیا ہے تو میں ضرر باب
 تم، امام نبویہ میں تہا ہے مجھے نماز پڑھو گا تم ایک دفعہ آمین کہو تو میں دس دفعہ کہے کیسے تیار
 ہوں۔ تم ایک دفعہ رفع یدین کرو میں دس دفعہ کر دوں گا نہیں کر دے گے تو میں نہیں کر دوں گا۔ تم
 عقیدہ کچھ ہی ہو۔ مگر میں تمہارے پیچھے نماز پڑھاؤں گا۔ اس لئے کہ میں تمہارے طریقہ نماز کو اہل قرآن
 سببتا جس کی حیل امام کے ہاتھ میں ہوئی ہے امام اپنا تو نماز اپنی۔ ابام غیر تو نماز بے غیر۔ میری نماز
 امام کے آئین کہتے یا نہ کہتے۔ امام کے ہاتھ ملانے یا ٹانگ، سب سے جلدی نہیں ہوئی کہ میں
 نماز ضائع ہو جائیگی۔ ذرا۔۔۔ چو کہس فی نماز کچا دجھا گا۔ دیکھو کہ میں نماز میں اللہ سے
 تم اس جہل اند کوئی نماز کہتے ہو؟ حالانکہ یہ وہ چیز ہے جس کی رب العزۃ نے حلیہ میں
 اور جس کی قسم کا جھنڈا اٹھایا ہے۔ میں ملتا۔ اس لئے کہ یہ رب العزۃ کی نماز ہے
 اس کو کیل نہ تھو۔ ذرا سوچو۔ بھڑکنا ہے۔ اس لئے کہ تمہارا من سب باجہ رشت
 یا اہل فقہ۔ یا اہل قرآن نہیں ہے بلکہ اہل اسلام ہیں کی رشت سے کسی طرح
 ٹک نہیں سکتے ہو۔ اگر کچا پڑتے ہو۔ تو صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ اور وہ یہ کہ تم اپنے
 آپ کو اہل حدیث کہنا چھوڑ دو۔ اور اسلام پر جاؤ۔ اس لئے کہ اہل حدیث تمہارا حق
 تراشید نام تو بیکہ اسلام با لعرۃ کا دیا ساری رشتہ تو میں تمہارا نو ذر شیعہ نام اچھا ہے یا رب اللہ کا نام
 حیدر تو یہ کہتے ہو کہ تمہاری کی اتباع کرتے ہو یہی نئی ہے یہ بات کہ میں اہل حدیث ہوں تمہاری محمدی
 کہنا نا۔ فسوس خدا تو ایک طرف بنی نے ہی تمہارا نام کی تائید نہیں کی پھر تمہاری حدیث کیسے بند

بارہویں فصل

پچھیدہ سوال

اعزازی۔ السلام علیکم

اسلام۔ وعلیکم السلام۔ کہئے! اتنے دن کہاں کہاں کی سیر کی؟

اعزازی۔ جناب اسے تو کیا کرنی تھی۔ دسمبر کا ہیڈنہ تھا۔ چاروں طرف سیاسی اور مذہبی

جلسوں کی بھرمار رہی۔ ان ہی میں میں بھی سرگرداں رہا۔

اسلام۔ تو کیا کانگریس یا خلافت کے جلسے میں شریعت لے گئے تھے؟

اعزازی۔ سیاسی معاملات سے تو مجھے چنداں دلچسپی نہیں ہے میں تو مذہبی جلسوں کو تامل

کرتا تھا۔ تو کیا آپ کسی انجمن کے جلسے میں جا گئے تھے؟

اعزازی۔ ایک نہیں بلکہ بیسیوں جلسوں میں گیا۔ مگر پشیمان اور مایوس ہو کر ہی آیا۔

اسلام۔ یہ کیسی کی وجہ کیا تھی؟

اعزازی۔ وہی آپس کی تھکاوٹ تھی اور لٹریچر بازی۔

اسلام۔ لٹریچر بازی کیسے کیا تھو؟

اعزازی۔ یہی بتاؤں؟

اسلام۔ ہاں، مجھے درحالیہ اب سے ہی شہرہ کیوں مرگتا ہے؟

اعزازی۔ مغرب و انڈیا میں مرگتا کھڑا اور پتہ نہ لگتا۔ لیکن اب یہ شہرہ مرگتا ہے۔

اسلام۔ تاہم رشتہ کے نفرت پر و قریب کھڑا رہتا ہے۔ یہی مرگتا ہے۔

اعزازی۔ قمار بازی کی مرست کرنی تو کھڑا ہے۔ ذرا مہر بکا رہتا ہے۔

اسلام۔ تو کھڑا ہے۔ یہ گالیوں سے تو کھڑا ہے۔ مگر کوئی ٹھٹھا اب سے مرگتا ہے۔

اعزازی۔ کھڑک جانا ہے۔

مستعمل۔ اس آخری فقرہ کا کیا مطلب ؟

اعترافی۔ سن لیجئے ہمیں ایک جیسے ہیں موجود تھا۔ ایک ہی حسب بلکہ کتب قرآن
کہتے تھے۔ وہ فرقہ فرما رہے تھے۔ وغیرہ کیا تھا؟ منقول۔ اہل حدیثوں بتیوں وغیرہ کی
ان تمام کتب پر جو قرآن مجید کے عدد و دائرے نزدیک قابل شدہ مافی ہائی یہ کتاب کر
رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے کہ اسلام پر جو بقدر معتبر و صحت غیر مسلموں کی طرف سے
ہوتے ہیں۔ وہ ان سنی لوگوں کی ایسی ہی کتب کی بن پر جو تھے ہیں۔ ان تمام فرقوں کے
قابل فعل کی بنیاد قرآن مجید پر نہیں بلکہ حدیث و فقہ پر جو جو ہے۔ یہ مسئلہ بھی قرآن
و قابل اعتبار نہیں۔ وہ بڑے شہ و حد سے فی سماء لوتکا حدیث بگاڑ رہے تھے۔
میں ایک کوئے سے ایک نوجوان بول اٹھا۔

نوجوان۔ مولانا آپ تمام اہل سنت کو گرا رہے ہیں۔ اگر آپ ایسے ہی اہل سنت ہیں
تو پھر ہمارے پنا علیہ لڑھکیا کیجئے۔ آپ کے سونگ تو پھر کیا ہو سینگے اور یہ ہے۔
اہل تشہران۔

سو بیت کیوں صاحبزادے نے سنیوں کا سونگ جو رہا ہے؟

نوجوان۔ یہ سنیوں کی تو اپنے دین یا ملی میں لڑ پھوڑی ہیں۔ مگر سنی اہل سنت
میں کئی ہیں۔ قرآن مجید کے اہل ایسا ہی کہ مجھے کچھ پتا تھا۔ وہ سنیوں
مولانا یہ اہل ایسا ہی تھے۔ ان کی ذیل میں دیکھو۔ ان کے
کائنات مجید سے ثبوت و ثبوت ہوا۔ ذرا غور سے سوچو حسب خداونداریہ۔ ان کے
کو پھر کیا کرنا ہوگی جو کہ وہ کراہے گی۔ ان کی حریت ہے۔ تو مولانا صاحبزادے
کس بیخ میں تو ہیں؟ ان کے بارے میں اس وقت تک غائب اور ان کے بارے میں
پہلے تو کہہ رہے تھے۔ اور یہ حال وہ ایک چھتے کو معبود بنا کے بیٹھتے ہیں۔ ان کے
سے سنیوں کی لڑائی کی داری و ان کے بارے میں مولانا کہتے ہیں کہ یہ سنیوں کی
کیونکہ ان کے دین کو کبھی ان کے بارے میں پتا نہ تھا۔ ان کے بارے میں وہ یہ کہ
ان کے بارے میں ان کے بارے میں سنیوں کے بارے میں ان کے بارے میں
ان کے بارے میں ان کے بارے میں ان کے بارے میں ان کے بارے میں
ان کے بارے میں ان کے بارے میں ان کے بارے میں ان کے بارے میں

میں نے قریب رات کو جب کہ بیٹھ رہا تھا تو میری آنکھیں چا سکی۔

میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟ میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟

میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟ میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟

میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟ میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟

میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟ میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟

میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟ میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟

میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟ میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟

میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟ میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟

میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟ میں نے سوچا کہ اس وقت میں کون سا کام کر رہا ہوں؟

۴۵۰. ۵۰ خلد استعاره با پاپ بنیاد بر سر سینه اسب و طاقانها و شمشیر پتروش و ۱۳۹۹ و ۱۳۹۸

جو اپنی اس جگہ کو چھوڑ گئے۔

سید و کلمات خیر، رکاس، قیام، جے فقیر، رافضی، رحیمہ

۴۰. کوچه‌های کهنه، ایوانها و پیراهنهای رنگی در آنجا

[illegible]

... ..

تو خود را بگویند بنیاد انگیخته در خود و در جهان

کے لئے جو کہ اس کے لئے ہے

نورانی شکرمار سے ملنے کے بعد ازو کو پھینک دیا۔

— 100 —

یہاں آکر پہلے کھانا کھا دیتے تھے اور پھر

$\frac{1}{2} \left(\frac{1}{2} + \frac{1}{2} \right) = 1$

...and the ...

1. 2. 3. 4. 5. 6. 7. 8. 9. 10. 11. 12. 13. 14. 15. 16. 17. 18. 19. 20. 21. 22. 23. 24. 25. 26. 27. 28. 29. 30. 31. 32. 33. 34. 35. 36. 37. 38. 39. 40. 41. 42. 43. 44. 45. 46. 47. 48. 49. 50. 51. 52. 53. 54. 55. 56. 57. 58. 59. 60. 61. 62. 63. 64. 65. 66. 67. 68. 69. 70. 71. 72. 73. 74. 75. 76. 77. 78. 79. 80. 81. 82. 83. 84. 85. 86. 87. 88. 89. 90. 91. 92. 93. 94. 95. 96. 97. 98. 99. 100. 101. 102. 103. 104. 105. 106. 107. 108. 109. 110. 111. 112. 113. 114. 115. 116. 117. 118. 119. 120. 121. 122. 123. 124. 125. 126. 127. 128. 129. 130. 131. 132. 133. 134. 135. 136. 137. 138. 139. 140. 141. 142. 143. 144. 145. 146. 147. 148. 149. 150. 151. 152. 153. 154. 155. 156. 157. 158. 159. 160. 161. 162. 163. 164. 165. 166. 167. 168. 169. 170. 171. 172. 173. 174. 175. 176. 177. 178. 179. 180. 181. 182. 183. 184. 185. 186. 187. 188. 189. 190. 191. 192. 193. 194. 195. 196. 197. 198. 199. 200. 201. 202. 203. 204. 205. 206. 207. 208. 209. 210. 211. 212. 213. 214. 215. 216. 217. 218. 219. 220. 221. 222. 223. 224. 225. 226. 227. 228. 229. 230. 231. 232. 233. 234. 235. 236. 237. 238. 239. 240. 241. 242. 243. 244. 245. 246. 247. 248. 249. 250. 251. 252. 253. 254. 255. 256. 257. 258. 259. 260. 261. 262. 263. 264. 265. 266. 267. 268. 269. 270. 271. 272. 273. 274. 275. 276. 277. 278. 279. 280. 281. 282. 283. 284. 285. 286. 287. 288. 289. 290. 291. 292. 293. 294. 295. 296. 297. 298. 299. 300. 301. 302. 303. 304. 305. 306. 307. 308. 309. 310. 311. 312. 313. 314. 315. 316. 317. 318. 319. 320. 321. 322. 323. 324. 325. 326. 327. 328. 329. 330. 331. 332. 333. 334. 335. 336. 337. 338. 339. 340. 341. 342. 343. 344. 345. 346. 347. 348. 349. 350. 351. 352. 353. 354. 355. 356. 357. 358. 359. 360. 361. 362. 363. 364. 365. 366. 367. 368. 369. 370. 371. 372. 373. 374. 375. 376. 377. 378. 379. 380. 381. 382. 383. 384. 385. 386. 387. 388. 389. 390. 391. 392. 393. 394. 395. 396. 397. 398. 399. 400. 401. 402. 403. 404. 405. 406. 407. 408. 409. 410. 411. 412. 413. 414. 415. 416. 417. 418. 419. 420. 421. 422. 423. 424. 425. 426. 427. 428. 429. 430. 431. 432. 433. 434. 435. 436. 437. 438. 439. 440. 441. 442. 443. 444. 445. 446. 447. 448. 449. 450. 451. 452. 453. 454. 455. 456. 457. 458. 459. 460. 461. 462. 463. 464. 465. 466. 467. 468. 469. 470. 471. 472. 473. 474. 475. 476. 477. 478. 479. 480. 481. 482. 483. 484. 485. 486. 487. 488. 489. 490. 491. 492. 493. 494. 495. 496. 497. 498. 499. 500. 501. 502. 503. 504. 505. 506. 507. 508. 509. 510. 511. 512. 513. 514. 515. 516. 517. 518. 519. 520. 521. 522. 523. 524. 525. 526. 527. 528. 529. 530. 531. 532. 533. 534. 535. 536. 537. 538. 539. 540. 541. 542. 543. 544. 545. 546. 547. 548. 549. 550. 551. 552. 553. 554. 555. 556. 557. 558. 559. 560. 561. 562. 563. 564. 565. 566. 567. 568. 569. 570. 571. 572. 573. 574. 575. 576. 577. 578. 579. 580. 581. 582. 583. 584. 585. 586. 587. 588. 589. 590. 591. 592. 593. 594. 595. 596. 597. 598. 599. 600. 601. 602. 603. 604. 605. 606. 607. 608. 609. 610. 611. 612. 613. 614. 615. 616. 617. 618. 619. 620. 621. 622. 623. 624. 625. 626. 627. 628. 629. 630. 631. 632. 633. 634. 635. 636. 637. 638. 639. 640. 641. 642. 643. 644. 645. 646. 647. 648. 649. 650. 651. 652. 653. 654. 655. 656. 657. 658. 659. 660. 661. 662. 663. 664. 665. 666. 667. 668. 669. 670. 671. 672. 673. 674. 675. 676. 677. 678. 679. 680. 681. 682. 683. 684. 685. 686. 687. 688. 689. 690. 691. 692. 693. 694. 695. 696. 697. 698. 699. 700. 701. 702. 703. 704. 705. 706. 707. 708. 709. 710. 711. 712. 713. 714. 715. 716. 717. 718. 719. 720. 721. 722. 723. 724. 725. 726. 727. 728. 729. 730. 731. 732. 733. 734. 735. 736. 737. 738. 739. 740. 741. 742. 743. 744. 745. 746. 747. 748. 749. 750. 751. 752. 753. 754. 755. 756. 757. 758. 759. 760. 761. 762. 763. 764. 765. 766. 767. 768. 769. 770. 771. 772. 773. 774. 775. 776. 777. 778. 779. 780. 781. 782. 783. 784. 785. 786. 787. 788. 789. 790. 791. 792. 793. 794. 795. 796. 797. 798. 799. 800. 801. 802. 803. 804. 805. 806. 807. 808. 809. 810. 811. 812. 813. 814. 815. 816. 817. 818. 819. 820. 821. 822. 823. 824. 825. 826. 827. 828. 829. 830. 831. 832. 833. 834. 835. 836. 837. 838. 839. 840. 84

... ..

کتابخانه عمومی

...and the ...

مجلس ۱۲۸۸

میرزا محمد علی خان قزوینی

مجلس شورای ملی - تهران - ۱۳۰۵

(Faint handwritten notes)

[Faint handwritten notes at the bottom of the page]

بقیہ ص ۱۰۰

... ۱۳۰۰ ...

... ..

... ..

نوجوان اس کو بغیر یا پیکہ پیدا شدہ نہیں مانتے۔ جو مانتے ہیں وہ جھوٹے ہیں
 پادری صاحب۔ مسلمانوں کو فحاش کر کے، کیوں یہاں مسلمانوں کو ایک ہر نوجوان
 شک کہتا ہے؟

مسلمان بالکل جھوٹ کہتا ہے۔ یہ میٹھان ابھی ایک جگہ سے کھڑی ہو کر کہاں سے
 دور جہاں بھی کھڑی ہو کر کہاں سے کہتا ہے۔ نوجوان نے جب وہ بھی کہ سب مسلمان
 پادری صاحب کے طرفدار ہو گئے ہیں تو وہ پیکے سے وہاں سے کھسکا گیا
 اب تو پادری صاحب نے مسلمانوں کو خوب تر ڈاسے۔ اسے +
 مسلمان۔ وہ کیا؟

اعراقی۔ پادری صاحب نے باوجود مسلمان کے نطفہ سے نہیں بچا۔ اسی سے وہ خدا
 کو بدایا۔ وہ نہ علیحدہ دیا گیا۔ نہ قتل کیا گیا۔ بلکہ زندہ آسمان پر چڑھا گیا۔ یہ
 کہ قرآن مجید میں لکھا ہے اس نام کی نہیں سچ کے ہاتھ سے ہو کی جگہ تیار است
 کے قریب آسمان سے نازل فرمایا گیا۔ اور دشمن کے منارہ پر فرشتوں کے ہاتھ سے
 سنا نازل ہو گا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ ہر ایک وہ بچہ جو مرنے سے پہلے
 یہاں سے شیطان کے مس کیا جاتا ہے۔ مگر جو مرنے سے پہلے یہاں سے
 یہاں سے اس کو شیطان نے بھی مس نہیں کیا جیسا کہ احادیث و تفسیر میں لکھا ہے
 مسلمان۔ پادری صاحب نے تو بڑا خطرناک وعدہ کیا کہ کسی مسلمان نے ان
 باتوں کا جواب نہ دیا۔

اعراقی۔ جواب تو دیتا ہوں۔ پادری صاحب حدیث و تفسیر کی عبارت پر بکرا دیتے ہیں
 مسئلہ حجاز آپ نے کیا نتیجہ نکالا؟

اعراقی۔ شک کہ تو سیر سے دل میں بھی پھر ہوئے تھے۔ حج نہ ہو۔ تو میں ان
 آپ کے پاس آیا ہی اس نیت سے تھا کہ آپ سے پوچھوں۔ یہ کیا معاملہ ہے؟
 مسئلہ واقعی مسیح کی پیدائش اور موت مسلمانوں کی نظر میں بڑا عجیب و غریب
 مسلمان خود بھی ان باتوں پر مر رہے ہیں۔ ابھی اس پر غور کیا جا رہا ہے۔

اعراقی۔ بہت بہتر۔

تیرھویں فصل

مسیح کی معجزانہ پیدائش

مسلم۔ آؤ پہلے اس بات پر روشنی ڈالیں کہ مسیح کی عجیب و غریب پیدائش سچ ہے
 کے لئے باعث فخر و تراز ہو سکتی ہے یا نہیں؟
 اعرافی۔ مگر آپ اس پر اس پہلو سے روشنی ڈالیں گے۔
 مسلم۔ مذہبی اور تواریخی پہلو سے۔

اعرافی۔ بہت تر

مسلم۔ ہم اس کہانی کو انہیں سے ہی شروع کرتے ہیں۔ چنانچہ یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے
 کہ ابتدا میں کلمہ تھا۔ اور کلمہ خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلمہ خدا
 تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ یہی خدا تھا۔
 یوحنا یوحنا۔ اور کوناق چنے ہوئے نہ تھی جو انجیل میں لکھی ہوئی ہے۔
 اور زبان میں تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی سے یوحنا۔ اور زبان سے
 اسے نہ تھا۔ اور وہ زبان میں تھا۔ اور زبانوں نے اسے کہا۔ اور
 میں انہوں نے اسے بولے۔ اور اس نے اس میں کہا۔ اور اس نے
 فرمایا۔ اور انہوں نے اس کے نام پر بولے۔ اور انہوں نے
 نہ اسے نہ کہہ کی۔ اور اس سے نہ ہوئی۔ اور اس سے نہ
 سپید ہو سکیں۔ اور یہ کہ وہ اور وہ ہیں۔ اور یہ
 جبر پور ہو گئے ہمارے دربار میں۔ اور اس سے نہ ہو
 کہ اس کے کلمہ کے کہیں۔ اور اس سے نہ ہو۔ اور اس سے

یہ کلام ہوا ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا اور جو خدا تھا ۔ جس سے
 سب چیزیں موجود ہوئیں اور جس کے بغیر کوئی چیز نہ ہو لی ۔ اور جو جہان
 میں تھا اور جہان اسی سے موجود ہوا اور جو انہوں کے پاس تھا اور انہوں
 قبول کیا کیونکہ مجسم ہوا ۔ اور وہ کس شکل میں ہمارے درمیان رہا ۔ اس کے
 متعلق لوقا کی انجیل سکھاتا ہے ابتدا میں کہہ سکے ۔

پھر ایمل فرشتہ خدا کی طرف سے جلیل کے ایک شہر میں چہا
 نام ناصرت تھا ایک کنواری لڑکی کے پاس جس کا نام مریم تھا اور
 جسکی یوسف نامی دادو کی شہر کے آدمی سے منگنی ہو گئی تھی پھر کیا اس
 فرشتے نے مریم کے پاس اندر آکر کہا کہ اے پسندیدہ عورت خدا تیرے
 ساتھ ہے ۔ اور تجھ پر سلام ہو ۔ تو عورتوں میں مبارک ہے مگر مریم
 اس فرشتے کو دیکھ کر ڈر گئی ۔ اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے ۔
 تب فرشتے نے اس سے کہا کہ اے مریم است ڈر ۔ تو نے خدا کے
 حضور فضل پایا ۔ اور دیکھ تو حاملہ دگی اور یہ بیجیگی ۔ اور اسکا نام
 یسوع ہوگی ۔ تب مریم نے فرشتے سے کہا کہ یہ کیونکر ہوگا کیونکہ میں
 تو کسی مرد کو جانی نہیں ہوں ۔ فرشتے نے جواب میں کہا کہ روح
 القدس تجھ پر تیرگی ۔ اور خدا تعالیٰ کی قدرت کا سایہ تجھ پر ہوگا ۔ تو قیام
 تو کی انجیل میں کلام ہے اس قسم کو ذرا مختلف پیرائے میں لیں یاں کیا گیا ہے ۔

یہ انجیل کی پہلی کتب اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی
 منگنی ہو ۔ خدا کے ساتھ ہوئی ۔ تو ان کے اکٹھا ہونے سے پہلے وہ
 روح القدس خدا حاملہ پائی تھی ۔ تب اس کے شوہر یوسف نے جو بہت بار
 تھا ۔ نہ چاہا کہ اسے شہر کرے ۔ اس نے ارادہ کیا کہ اسے
 پیکے سے چھوڑے ۔ وہ ان باتوں کی سمجھ میں ہی تھا کہ وہ
 ایک فرشتے نے خواب میں اس پر یہ خبر دے کے کہا ۔ اے یوسف
 بن داؤد تو اپنی جوہر مریم کو اپنے دل مانے سے رست ڈر
 کیونکہ وہیچ اس کے رحم میں ہے ۔ وہ روح القدس سے ہے وہ

میں جینگی اور تو اس کا نام یسوع رکھے گا۔ کیونکہ وہ اپنے لوگوں کو ان کے
گنہگاروں سے بچائے گا۔ یہ سب کچھ ہوا تاکہ جو خداوند نے بنی کی
مصرفت کیا تھا پورا ہو کہ وہ بکسو ایک کنواری حاملہ ہوگی۔ اور بیٹا
جینگی۔ اور اس کا نام عمونوایل رکھینگے جس کا ترجمہ یہ ہے خدا
ہم سے ساتھ۔ تب یوسف نے سوئے سے اٹھا چھپا کہ خداوند کے
فرشتے نے اسے فرمایا تھا کیا اور اپنی عورت کو اپنے یہاں لے آیا۔
پھر اس کو نہ جانا جب تک کہ وہ اپنا پلوٹا بیٹا نہ بنی۔ اور اس نے
اس کا نام یسوع رکھا۔ مٹی پر بیٹا۔

مشرق کی بنییل میں کلام یا خدا کے جسم کے متعلق اس قسم کے کسی قطعہ کا ذکر
نہیں کیا گیا۔ بلکہ صرف اسی پر اکتفا کی گئی ہے کہ۔

یسوع نے ناصرت جلیل سے آکر یہاں میں نوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا
اور جو وہی وہ پانی سے ہر آیا۔ اس نے آسمان کو کہہ دیا۔ ورنہ کو نبوت
کی بات خدا اپنے اوپر اترتے دیکھا۔ اور آسمان سے ایک آواز آیا
کہ تو میرا عزیز بیٹا ہے جس سے میں راضی ہوں۔ اور روح اُسے فی امان
بنایا۔ میں سگنی۔ اور وہ وہاں بیابان میں چالیس دن تک رہا۔
شیطان سے آزمایا گیا۔ اور بھل کے نبیوں کے ساتھ رہتا تھا۔ اور
فرشتے اس کی خدمت کرتے تھے۔ "مشرق پر یہ ہے۔"

یسوع کے ساتھ روح القدس کا جو نجات دہن بیان کرتا ہے۔ وہ اس نجات
کے باطل ہوا ہے۔ جو حق یہ بتاتا ہے کہ روح القدس نے جان کیا ہے۔ اس کے مسیح کی
روح القدس کے ساتھ شخص کا تعلق ہے۔ کہ بعد کو بیان کیا ہے۔
مالی پر ہدایت کے متعلق مرقس نے ہوائی لفظ مسیح نے جو اس
کے ذہن کے بڑے مفصل ہیں۔

"پھر وہ وہاں سے روانہ ہوا اور اپنے وطن میں آیا۔ اور
شہر وہاں کے پیچھے ہوئے جیسے بہت کا دن ہوا۔ وہاں وہ اپنے
کرنے لگا۔ اور یہاں سے شکاریان ہوا۔ کہ وہاں سے

کہاں سے پائیں۔۔۔ اور یہ کیا حکمت ہے۔ جو اسے ملی۔ کہ ایسی
کرامات اس کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ کیا یہ مریم کا بیٹا نہیں
ہے۔ اور عیسیٰ اور یوحنا اور یہوواہ۔ و شمعون کا بیٹا نہیں۔
اور کیا اس کی بہنیں ہمارے پاس یہاں نہیں ہیں۔ اور انہوں نے
اس سے ٹھوکر کھائی۔ تب یسوع نے انہیں کہا۔ نبی پھر ت نہیں ہے
مگر اپنے وطن میں۔ اور اپنے کنبہ اور اپنے گھر میں۔ اور وہ کوئی
معجزہ وہاں نہ دکھلا سکا۔ سو اس کے کہ قصور جیسے بیمار و نہر ہا قدرہ کے
انہیں چنگا کیا۔ اور اس نے ان کی بے ایمانی سے تعجب کیا۔ اور اس
پاس کے گاؤں میں دعا کرتا پھر ا۔۔۔ مرقس ۶: ۶

مرقس کے مذکورہ بالا غلطی سے جو کہ اس نے گاؤں کے لوگوں کے منہ
میں ڈالے ہیں۔ اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ وہ لوگ جو مسیح کی یہ پیشکش
والدین اور اسکے دوسرے بہائی بہنوں سے بخوبی واقف تھے۔ مسیح کی پیشکش
کے ساتھ کوئی فوق العادت واقعہ جوڑنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ بلکہ وہ اس کو
اس کے دوسرے بہائی بہنوں کی طرح "بڑھئی کا بیٹا" ہی سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ
انہوں نے اس کی حکمت کی باتوں کو سن کر حیرانی سے اس بات کا اظہار کیا۔
اس نے یہ باتیں کہاں سے پائیں؟ کیونکہ ان کے خیال کے مطابق یسوع نے اپنے
دوسرے بہائی بہنوں کی طرح ایک بڑھئی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ مرقس ۶: ۳
مسیح نے اپنے گاؤں والوں کی اس دہشت کو اٹکی ہے۔ یہاں سچا اور محبوب کیا ہے۔ یہ
درحقیقت ہے۔ یہاں کی بات تھی۔ یا یہ ایک ایسا اظہار تھا۔ جو مسیح کی عظمت
بزرگی کو تسلیم کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔ اگر بغور دیکھا جاوے۔ تو گاؤں والوں کے
سیدھے سادے مناظر میں ایک عظیم الشان صداقت پوشیب دہی جو ان کی عظمت
اور بزرگی پر ہر لگائی تھی۔ کیونکہ اگر یوحنا کے قول کے مطابق یہ مان لیا جاوے۔
تو یہ بزم ہو کر مسیح کی شکل میں ظاہر ہوا تو اس میں خدایا مسیح کی عظمت
بزرگی یہی ہوئی۔ اگر خدا نے بزم ہو کر حکمت کی باتیں سنائیں۔ تو اس میں اس کی بزرگی میں کیا فناء
ہو گیا جبکہ وہ پہلے ہی عظیم عظمت ہے۔ اگر خدا نے بزم ہو کر انہوں کو بتایا ہے۔

وہ ایسا کرنا پسند کرتا ہو۔ ہمارے ایمان و علم میں جو کہ ہم اس کے متعلق رکھتے ہیں
 شک و شبہ نہیں ہو گا۔ بلکہ یہ ہائل ممکن ہے کہ اس کے اپنے جسم سے ہم پر اسکی
 بعض ایسی کمزوریوں کا انکشاف ہو جائے۔ جو کہ عام انسانوں میں دیکھی جاتی ہیں اور
 یہ انکشاف اس کے متعلق ہمارے ایمان کو کم کرنے یا ہمیں اس کے متعلق بائبل پر
 ایمان بنانے کا موجب ہو۔ غالباً اس صورت میں خدا کو ہمارے سب ایمانی برائیوں کے
 کی جاسے اپنے جسم پر تعجب کرنا یا انڈوس کرنا پڑے گا۔ اس سے کہ ہم جو یہ سمجھتے
 ہی اس کی صفات کاملہ کے قیام تھے۔ اور اس کو اپنا بابت و زندہ انسان کے
 لئے ہم ہو کر ہمارے سامنے آنا۔ اور اپنے وطن میں۔ اپنے منہجے اور اپنے
 میں ہیئت ہونا ہمارے یہ خیالات اس صورت میں ہوں گے۔ کہ ہم اس بات کو سمجھ
 کر نیکے سے مجبور کئے جائیں کہ خدا ہی مسیح کی شکل میں ایک عجیب و غریب طریقہ سے
 اگر ہم اس اعتقاد کی بجائے پیغمبر کی ہیں۔ کہ مسیح کی پیدائش عجیب و غریب طریقہ پر ہوئی تھی
 اور نہ ہی وہ خدا ہے۔ بلکہ وہ اپنے دوسرے بھائی بہنوں کی طرح ایک غریب
 مگر خدا ترس و خدا پرست بڑھئی کے خاندان میں پیدا ہوا تھا۔ اس نہایت ہی معمولی
 حالت میں پیدا ہو کر اس نے غیر معمولی کام کر کے دکھائے۔ تو ہمارے دین مسیح
 کے لئے از حد عظمت۔ جوت۔ اور اخلاص کا و یا موزون ہو جاتا ہے۔ اور خداوند
 مسیح کے سامنے ہی سر خم کر دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ بلکہ خداوند قدوس
 کی خلعت و جبروت کے سامنے بھی بے ہمت یا رستہ ہو جاتے ہیں۔ جو ایک کبے کو
 گھومتی چلی چلی میں پیدا کر کے اس قدر جلال بخشا ہے۔ کہ مشرق و مغرب کے بادشاہ
 اسکے نام پر سجدہ کیا کریں۔ اس صورت میں یہ بات کہ خدا نے مسیح کو ایک عادی حسی کے لئے
 پیدا کیا۔ مسیح کے لئے شہاد کا باعث نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس نے مسیح کی عظمت بڑھائی
 کا ثبوت ملتا ہے۔ جبکہ اس نے بڑھئی کے گھر میں پیدا ہو کر وہ کام کر کے دکھائے
 جو بادشاہ کے نعلوں میں پیدا ہونے والے بچے کر کے نہیں کیا سکتے۔ مسیح نے
 دنیا کے اس خیال کی بھی بڑائی سے کوئی ہو جاتی ہو۔ جو کسی شخص کو محض اس لئے عزت
 کی لئے دیتے گاہی کیونکہ کسی اور کی محرومی پیدا ہوا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ
 خیال کی سرکوبی سے دنیا میں انوث و مساوات کے مسئلے کے حل کرنے میں بھی

بعد ہی مدد مل سکتی تھی۔ اس کی پیدائش کا زمانہ ان معنوں میں ہر ایک ایسے
 شخص کے لئے جو کسی اور نے نہیں کیا ہو۔ ترقی کی طرف قدم اٹھانے میں مددگار ہو
 سکتا ہے۔ یہی گرتے ٹپکتے گئے کی پیدائش معجزانہ طریقہ پر ہوتی تھی۔ بہترین
 دوند نے جس وقت باوجود کہ وہ اپنے دوسرے بھائی بہنوں کی طرح پیدا نہیں ہوا تھا کہ
 بہت سے نئے نئے اس سے نئے جسم یا جسم کی بزرگی میں کوئی خاصہ نہیں ہوگا ہاں اس کی
 پہلی پسندیدہ دوسری صورت میں دنیا کے جن مجلسی سائنس کا حل ہونا ممکن تھا۔ یہاں
 بذاتِ عمل نوٹ کیا رہا۔ اور دنیا بدستور سابق ذات پات یا جنم کے گمراہیوں
 پرستوں کی نگہوں میں پیدا ہونے والے مگر قابل، شخص کو ہمیشہ نفرت کی نگاہ
 سے دیکھتی رہی۔ علاوہ انہیں مسیح کی سچائی پیدائش کا مسئلہ خارج کو بھی نیا نہیں تھا
 پر سنسنی مینے سے قاصر رہ گیا جبکہ یہ دیکھا جاوے گا کہ مسیح بن ایک ایسی ہی نہیں تھی
 نہ مجرم تھا۔ بلکہ خدا جسم یا روح القدس کے ذریعہ معجزانہ طور پر پیدا ہونے والے
 کائنات سے نجات دہندگان کا نام تو ریخ میں موجود ہے۔ جن کے لئے مسیح کی طرف
 سے بڑی پیدائش کی کہانیاں سنی جاتی ہیں۔ روح القدس کے ذریعہ پیدا ہونے
 والے انسان نے انسانی کے جسم وغیرہ میں مسیح ماوراء پرستی کا مدعو ہوں کے
 بارے میں اپنی تمام مصلحت کے ایک ناقابلِ التنازع حقیقت کو دیکھا جس کو دنیا کا نجات
 دہندہ ہر کچھ ثابت کرتا۔ عشت مشعل پر چائے گا۔ بطور انتہائی کے جس پر خود خاص ہو
 سکتا بھی ایسی ہی ہے۔ گریس اس بات پر کوئی غور نہیں ہے کہ وہ کون سا ہو پر
 اس بات سے پیدا ہو رہا تھا۔ اس لئے کہ شیشیالی مذہبی تہذیبیں بتاتی تھیں
 کہ شیشیالیوں میں روح القدس یہ عجوانہ طریقہ پر پیدا ہونے کی کہانیاں اس قدر ثابت
 ہو چکی ہیں کہ جو وہاں کے کلمے دماغ پر نہایت مزیدار ہو رہے تھے۔ ان کے
 بارے میں کہ ایسی ہی کے ہی سرسبز ملک مندوستان میں پیدا ہونے والے تھے۔ ان
 کو کہہ سکتے ہیں کہ شیشیالیوں کے تعلق اس کے پہلو میں نے کئی دیکھیں۔ ان کے
 کہیں سے کہ نہیں ہے۔ کوہ تہذیب کو پیدائش معنوں میں انسان کی جن معنوں میں
 اس سے متعلق ہے۔ اس کو کہہ سکتے ہیں کہ انسانی دنیا میں اس سے اس کے
 ساتھ ہی کوہ تہذیب کے وہ اس کو انسانی انسان سمجھا جاتا ہے کہ اس کے

بلندی تک پہنچا دیں۔ چنانچہ آجکل جتنی کتابیں ہم اس بہانہ کی پیروی میں شائع ہو رہی ہیں۔ ان سب میں کم بیش یہ کہانی پائی جاتی ہے کہ گوتم بدھ کی مہر بیش میں سنانی باپ کا ہا تھا نہیں تھا۔ بلکہ انکی پیدائش ایک بالکل نرا سے طریقے سے ہوئی تھی وہ یہ کہ گوتم بدھ کی ماما جانا یا دیوی نے ایک دفعہ ثوب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک سفید ہاتھی ترا ہے۔ ہاتھی نے اپنا سونڈ اٹھا کر مایا دیوی کو سوار کر لیا۔ اور جانا جاتا وہ اس کے دائیں پہلو سے اس کے رحم میں داخل ہوا۔ یہ سفید ہاتھی عمل میں آندس تھا جو کہ بقول ایک چینی بدھ مشنری توپن ہنگ کے کنویری مایا کے رحم میں فحش حالت میں داخل ہوا۔ اس روح القدس سے عامہ ہونے پر مایا دیوی کا چہرہ و جوارح پاک ہو گیا۔ اور اس کا رحم اس قدر سٹا و شفقت بن گیا کہ راجہ آندس کو گوتم بدھ ہر سے اس میں لینا ہوا۔ ورنہ بدن بڑھتا ہوا دیکھ جاسکتا تھا۔ باقی بتاتی ہے کہ جس وقت مسیح کی پیدائش ہوئی تھی اس وقت آسمانی دیوتاؤں نے انکی کائنات گمانے تھے یہی بات بدھ کی پیدائش کے تعلق بیان کی جاتی ہے۔ بدھ بدھ و پریم کی شہور کتاب میں وہ بھی بتاتی ہیں کہ بدھ کی پیدائش کے وقت راجہ آندس کو سنسنی ہوئی۔ دریا ندی۔ نمائے۔ کوہ و شجر و ہند میں آکر ٹپتے تھے۔ اور اس نے سب کو اسے انسا نکو سبارک و دیا کیا کہ خوش ہو کیونکہ انسان کو اس سے دیکھ کر بہت خوشی دینے والی پیدائش ہو گی۔ بدھ وغیرہ بعد ازاں یہ بات پختہ و پختہ ہوئی کہ بدھ کی پیدائش سورتیاں بنائی گئی ہیں۔ ان میں بعض بعض سورتوں میں اس میں کو دیکھا یا گیا ہے۔ چنانچہ ماہور کے عجیب گھر میں، ی نظار سے کو ظاہر کرنے والی پختہ کی ایک تصویر مورت ہے جس میں وہ تھا بدھ آندس بن کے بیٹھے ہیں۔ دیوتاؤں اور دیوتاؤں سے اس کو گویا ہے ہونے میں اس کے کھلے ہیں چھوٹی کے ڈرنال سے میں اور خوشی من رہے ہیں کہ سنسن کو اس کے ہاتھوں سے بدھ پیدائش دیا میں آگیا ہے۔

ہمارے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بدھ مشنریوں نے بدھ بدھ کے لئے بدھ آندس کی ضرورت کو محسوس کیا تو کہاں کیا؟ ان سے اس میں بدھ بدھ کہاں ہے؟ اس شے کو نکال کر دیکھتے ہیں سرگردان میں اس کی نہ

انسانی آل کشتوں سے پاک تصور کرنے اور ان کی پیدائش کے لئے بھی کوئی نئی
 سی کہانی گھڑنے پر مجبور ہو سکے۔ بدھ مت والوں نے گوتم بدھ کی مائیں مایا کی
 ایامِ حمل کی وہی حالت بیان کی ہے۔ جو کہ پرائوں نے سری کرشن کی مائیں مایا کی
 لئے تعلق بتائی ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے۔ کہ شاید بھگوت اور
 شیو پر ان بدھ کی پیدائش کے بعد لکھے گئے ہیں۔ لیکن یہ کہ پرائوں کی کہانی
 بدھ مت والوں کی گھڑنت ہو لیکن ان کے متنازعے میں جب ہم بھگوت مائیں
 نظر مارتے ہیں۔ جو ہر صورت بدھ کی پیدائش سے پہلے کی تصنیف ہے۔ اور
 وہ بھی ہمیں سری کرشن کے ادھار دھارن کرنے کی خبر دیتی ہے۔ تو ہمارے
 اس اعتراض کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اور ہم اس بات کو مانتے
 کے لئے مجبور ہوتے ہیں۔ کہ بدھ مت والوں نے پیدائش بدھ کا مسلح
 سری کرشن کی معجزانہ پیدائش سے حاصل کیا۔

ایشیا ٹک سری سچ کی جلد دہم کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سب سے
 پہلے یورپین سیاح جو ہندوستان کے انتہائے جنوب میں اس مہاری ٹک
 پہنچا تھا۔ وہ وہاں نے باشندوں کے خیالات کو جان کر حیران ہو گیا۔ اس نے
 دیکھا کہ وہ لوگ مائیں مایا کو اپنا نجات دہندہ تصور کرتے ہیں۔ اور مانتے
 ہیں کہ مائیں مایا کی پیدائش ایک کنواری لڑکی کے پیٹ سے ہو رہی تھی۔
 اور وہ شوجی مہاراج کا ادھار تھا۔

ابلیسیام میں بھی اسی قسم کی کہانی مشہور تھی۔ ان کا خداوند خداوند
 دہندہ بھی ایک کنواری لڑکی کے پیٹ سے ہی پیدا شدہ تصور کیا جاتا تھا۔ اس
 کا نام قادم تھا۔ وہ بتاتے ہیں کہ قادم کی مائیں مایا بھی بائبل کنواری ہی تھی کہ سو
 الہام ہوا۔ کہ تیرے لالے ایک بچہ پیدا ہو گا۔ جو کہ دنیا کو کلیف سے رانی دیگا
 اس الہام کو پا کر لڑکی شہر کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں گھس گئی اور آسمانی قادم
 یارم القدس کے آنے کی انتظار ہی کرنے لگی۔ ایک دن جب وہ وہاں
 پہنچا تو وہاں بھی قادم کی کنواری لڑکی کی کنواری لڑکی کی کنواری لڑکی
 میں داخل ہوا۔ اور وہ عام ہو گئی۔ حالانکہ یہ ایک بدھ کی مائیں

عدتے میں چلی گئی۔ وہاں ایک جھیل کے کنارے پر اس کے ہاں روح القدس نے جنم لیا۔ اس آسمانی بچہ کا استقبال کرنے کے لئے جھیل کے اندر سے ایک کنول کا پھول نکلا۔ ماما نے بچے کو اس کنول کے پھول میں لٹا دیا۔ ٹرکا بڑھتا رہا۔ بڑا ہو کر اس نے عجیب و غریب معجزے دکھائے۔ اور عظمت کا ثبوت دیا۔

پیام کے ساتھ لگتا ہوا چین کا ملک ہے۔ چائے ذرا چین والوں میں ہی رونج القدس کے ذریعہ پیدا شدہ کا ملاحظہ کیجئے۔ ڈوئین میں صاحب اپنی مشہور کتاب ہسٹری آف کرستینٹیٹی یا تواریخ عیسائیت کی جلد اول صفحہ ۹۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ چینوں کے مشہور پیغمبر فوہی کی نسبت چینوں میں یہ روایت مشہور ہے۔ کہ وہ ایک کنواری لڑکی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ چین میں سب سے پہلے جانے والا ایک عیسائی پادری اس بات کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ کہ کنواری مریم کی طرح چینوں میں بھی ایک کنواری کی کہانی مشہور ہے۔ جس نے روح القدس کی مدد سے بچہ دیا تھا۔

مشہور تائن صاحب اپنی کتاب تواریخ چین میں لکھتے ہیں۔ کہ چینوں کے خیال کے مطابق فوہی سنہ ۶۸۳ برس پہلے پیدا ہوا تھا۔ جب اس کی ماما نے اس کو اپنے رحم میں دھارن کیا۔ تو اسی وقت قوس مسیح کا حلقہ اس کے ارد گرد محیط ہو گیا۔ لیکن مشہور تائن صاحب فوہی کی پیدائش کے متعلق ایک اور مشہور کہانی پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک ننہ تین کنواریاں آسمان سے زمین پر گئی۔ یا میں نہانے کے لئے آئیں۔ وہ بھی نہا ہی رہی تھیں۔ کہ اتنے میں ان کی نہانے کی پوشاک پر کنول کا ایک پھول پھیدا ہو گیا۔ اور اس کو پھل لگ گیا۔ وہ کنواری تین سال اس پھل کو دیکھ کر سخت متعجب ہوئیں۔ وہ نہیں جانتی تھیں۔ کہ بچہ اس پھل کا پھل کہاں سے نمودار ہو گیا۔ وہ پھول کو توڑنے سے باز رہیں۔ یا پھل کو کہانے سے جھجکئی تھیں۔ کہ اتنے میں ان سے ایک لڑکی نے اس پھل کو توڑ کر چکھ لیا۔ چکھنے کی دیر تھی۔ کہ وہ مرنے لگی۔ بعد ازاں

اس کے ایک رٹ کا پیدا ہوا۔ جس کا نام فوہی مشہور ہوا۔ یہ بڑا مشہور پیغمبر تھا کہ
اور مقنن تھا۔ اس کے علاوہ مشرق رنٹن صاحب ہیں ایک سپینی پیغمبر کی
کہانی سناتے ہیں جو کہ روح القدس کی مدد سے ایک کنواری کے پیٹ سے
پیدا شدہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نام ڈوکلین یا لاؤزی ہے۔ اس کی پیدائش
خاندان چو کے تیسرے سال یا سیچ سے ۶۰۲ برس پہلے ہوئی تھی۔ جیسے
بھاگوٹ گیتا میں سری کرشن جی کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ سے ہوں۔ اور کہ دنیا
میں اس وقت جنم لیتا ہوں۔ جب پاپ بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح ڈوکلین
پیغمبر کی بابت بھی یہی کہا جاتا ہے۔ کہ اُس نے دنیا کو دکھ سے نجات دینے
کے لئے ایک سیاہ فام مگر خوبصورت کنواری کے شکم سے جنم لیا۔ شخص
دل درجے کا موحّد تھا۔ اذمحض ایک خدا کی پرستش کیا کرتا تھا۔ جس کو
کہ وہ اپنی زبان میں تاتاؤ کہتا تھا۔ چنانچہ اس موحّد کے مقدس بت پاک ہیں
میں تاشی کے نام سے لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ علاوہ ان میں
کا دوسرا پیغمبر بنام فوہی بھی ایک کنواری کے پیٹ سے پیدا شدہ پیغمبر
کیا جاتا ہے۔ ایک اور سپینی پیغمبر اڈوکی کی بابت بھی اس قسم کی کہانی
ہے کہ روح القدس نے ایک کنواری رٹ کی کے سامنے اپنے پاؤں کے انگٹھوں
کا نشان لگا دیا۔ رٹ کی انگٹھوں کے ان نشانوں پر باہر چل پڑی۔ روح القدس
اس کو باہر لے گیا۔ باہر جا کر وہ عالمہ ہو گئی۔ اور باہر ہی رہی۔ آخر کار اس کے اُن
اڈوکی پیدا ہوا۔ جو کہ بعد ازاں بڑا مشہور و معروف آدمی بنا چین میں روح القدس کے
تمام بچوں میں سب سے زیادہ مشہور و معروف کا نفوشش ہے۔ یہ وہ خداوند
جس کو چینی لوگ شاہ بنے تاج کہتے ہیں۔ اس شخص کی تعلیم نے صرف چینیوں ہی کو رو بہ
نہیں بنایا۔ بلکہ اہل یورپ میں بھی تہلکہ مچا دیا۔ اگر یہ کہا جاوے کہ کانفوشش
کی تعلیم کے مطالعہ نے ہی اہل یورپ کو چین کی پرانی تواریخ جاننے کیلئے پتہ پ
کر دیا ہے۔ تو شاید سبب سے نہیں ہوگا۔ لیکن کانفوشش جیسا فلاسفر بھی جو عمر بھر
تک توہمات کے بر خلاف جنگ کرتا رہا بعد از مرگ اپنے تلمیذوں کے ہاتھ سے
اس رات سے محروم نہ رہ سکا۔ جو کہ دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کے حصے میں آئی

ہے یعنی ان کو بچانے کے جہانی باپ کی اولد ماننے کے دیوتا یا روح القدس
کامل قرار دیا گیا ہے

اب ذرا تھوڑی دیر کے لئے چین سے شکر فارس کی طرف آئیے۔ آپکو پتہ
لگے گا کہ پارسی مذہب کے بانی نہبانی زرتاشر یا زردشت کی پیدائش بھی بالکل نکلے
وہ نگ کی مانی گئی ہے۔ پارسیوں کی شہر کتاب دینکرت میں اس کا حال ایوں لکھا ہے
کہ آہرہ کے پاس سے ایک نو رہیں کو کہ فردا اسی یا روح القدس کہتے ہیں
نازل ہوا۔ وہ اس گھر میں آکر ٹھہرا۔ جہاں کہ زردشت کی ماما کا جنم ہونے والا
تھا۔ اس بڑا کی کا جنم ہوا۔ اس کی پندرہ برس کی عمر تھی کہ وہ نورس میں داخل
ہو گیا۔ اس سے اس کا چہرہ اتنا دمک تھا کہ اس کے ولیدین نے خیال کیا۔
کہ اس کو آسیب ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس نے آئمرن یا شیدھان کے کہنے سے اس
بڑا کی کو گھر سے نکال دیا۔ بڑا کی گھومتی گھومتی عراق کے علاقے میں آئی۔ وہاں پر شاسپ
سے اس کی شادی ہو گئی۔ مگر آہرمن جاننا تھا کہ اس بڑا کی سے وہ بچ پیدا ہو گا۔
جو نہیری بدشاہت کو تریب کرے گا۔ وہ بد وقت اس کی بدکشت کے درپے رہتا
تھا۔ اس بات کو دیکھ کر وہ دیوتاؤں بنام آہرمن دراشتوشت نے پریشاں
کو آہنی بکے قد کے برابر درخت ہوم دھوم کی ایک شاخ دی جس کے ٹہریے
کہ انہوں نے اپنے بچہ کی آہرمن کے ماتھے سے حفاظت کی۔ زردشت کے ہاں سے
میں نقد طلبان میں بتاتا ہے کہ وہ آہرمن کا بیٹا کہ عاتقا تھا۔ پارسیوں کے
نزدیک آہرمن دسب سے بڑا ہوتا یا خدا کا نام سے پس زردشت مسیح کی طرح
خداوند کا بیٹا یا بن اللہ مانا جاتا تھا۔ خود یہ نقدیون بھی جو کہ زردشت کو خدا کا بیٹا
کی خبر دینا ہے۔ خدا کا بیٹا ہونے کے جانے کی رسم سے نہ بچ سکا۔ سٹریٹو پیراپنی کتاب
یونان و سامنٹس میں بتاتے ہیں کہ نقدیون صاحب مسیح سے ۴۰۶ برس
پہلے یونان کے دارالخلافہ ایستنس میں پیدا ہوئے۔ انکی پیدائش کی مانی عمر ۱۲
سے ۱۵ سال کی ماں پرکیش کی سنکلی آہرمن سے سوتی۔ مگر پستراس کے کہیں ہوی
کہتے ہوں۔ وہ پتووسے حامد پالی گئی۔ آپلوپور نے یونانیوں کو روح القدس
جانتا تھا۔ اس دیوتا نے آہرمن کو خواب میں آکر حکم کیا کہ وہ ایک دیوتا کی شکل

کے رحم میں ہے۔ وہ میرزا ہے۔ تو اپنی منشیتر کے پاس مست جائیو۔ کیونکہ تجھے روح القدس کی عزت مانی چاہیے۔ افلاطون کہے ابن اسد یا خدا کا بیٹا ہونے کا خیال افلاطون کے مصری شاگردوں میں اس حد تک گھر کر چکا تھا کہ وہ موجودہ زمانہ کے عیسائیوں کی طرح اس شخص کو سخت حقارت اور غصے کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جو اس بہانی کو بیچ ماننے میں مائل کرتا تھا۔

ہندوؤں کی مشہور مذہبی کتاب ”مہا بھارت“ اس قسم کی کہانیوں سے بھری پڑی ہے۔ مہا بھارت کے آدمی پرپ میں لکھا ہے۔ کہ کنتی ابھی کنواری تھی۔ کہ اس نے دُر داسا رشی کی سیوا کی۔ رشی نے خوش ہو کر اس کو ایک منتر سکھا دیا کہ جس کے پڑھنے سے جس دیوتا کو بھی بلا کر منظر ہو۔ وہی دیوتا فوراً حاضر ہوگا۔ اور اگر آرزو دکھائی جاوے تو وہ فرشتہ یا دیوتا حسب پسند کا بھی عطا کر سکیگا چنانچہ اسی منتر کے ذریعہ کنتی نے دیوتا کو بلایا۔ اور دیوتا نے اس کو لڑکا دیا۔ جب تک نام نہ رکھا گیا۔ اسی منتر کے ذریعہ کنتی نے راجہ پانڈو کی اجازت سے ہم راج یا روح القدس کو بلایا۔ اور اس نے کنتی کو یہ منتر کی خوشخبری سنائی۔ کنتی نے فرشتہ یا دیوتا کا یہ پیغام راجہ پانڈو کو سنایا۔ مہا بھارت میں لکھا ہے کہ راجہ پانڈو اس خوشخبری کو سنکر بہت خوش ہوا۔ ساڑھے نو مہینے کے بعد دوپہر کے وقت سات سجدہ میں کنتی نے بچہ بنا جس کے نور سے تمام گھرمونز ہو گیا۔ اسی وقت آسمان سے ایک آواز آئی جو سب حاضرین نے سنی کہ یہ فرزند تمام فرزندوں اور آدمیوں سے زیادہ تربیکو کار ہوگا اس کا نام جد منتر ہوگا اور تینوں زمانوں کے لوگ اسکی خوبیوں کے گیت گائیں گے اور اس کو سراہیں گے۔ راجہ پانڈو اس فرزند کے پیدا ہونے سے نہایت خوش ہوا۔ اور مستحقوں اور محتاجوں کو بہت نصیحت دی بچہ ایک دفعہ راجہ نے کنتی سے کہا کہ ہم چھتری میں ایک فرزند ہیں کفایت نہیں کرتا۔ ایک مذہب چاہیے جو نہایت قوی زبردست پر زور اور شجاع ہو تو ایک اور فرزند جیسا کہ میں چاہتا ہوں میرے لئے حاصل کر کنتی خلوت میں گئی اور وہی منتر پڑھنے لگی دیوتا یا فرشتہ کو طلب کیا۔ دیوتا ایسے شخص کی صورت میں نمودار ہوا جو بہن پر سوار تھا اس نے کہا اے کنتی تو مجھ سے کیا چاہتی ہے کنتی نے قسم کر کے کہا کہ میں تجھ سے ایک فرزند

چاہتی ہوں جو نہایت قوی تر ہر دست شجاع دہر زور ہو، اور زور و قوت میں کوئی
 اس کا حریف نہ ہو۔ چنانچہ دیتا ہے اس کو ایسے ہی بچہ کی خوشخبری دی مدت معین
 کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ اسی وقت آسمان سے آواز آئی کہ یہ فرزند ایسا پر زور ہوگا
 کہ کوئی اس کا حریف نہ ہو سکیگا۔ راجہ پانڈو نے اس کا نام یوہیم رکھا۔ اسکی ولادت
 کے روز ایک امر عجیب و غریب وقوع میں آیا اور وہ یہ تھا کہ کشتی بچہ کو گود میں لیکر
 ایک جنگ سے پہلے نکلنے لگی۔ بچہ اس کی گود سے گر پڑا۔ بچے ایک پتھر تھا۔ یوہیم اس پتھر
 پر گر۔ پتھر بالکل ریزہ ریزہ ہو گیا، اور یوہیم کو کچھ آسیب نہ پہنچا۔ لوگ اس امر سے تعجب
 حیران ہو گئے۔ راجہ پانڈو نہایت خوش ہوا۔ کہ یہ میرا فرزند ایسا قوی دہر زور
 ہو کہ دنیا میں کوئی اس کا حریف نہ ہو سکیگا۔ جہاں بھارت جاتی ہے کہ پھر ایک روز
 راجہ پانڈو نے کشتی سے کہا کہ تیری برکت سے دو فرزند شایستہ حاصل ہوئے
 میری آرزو ہے کہ میرے لئے ایک ادبیشا حاصل کر کے جو شجاع و رحیم
 و تیر انداز اور نیک خصال ہو کہ کشتی نے پوچھا کہ ایسا فرزند کس سے حاصل ہو سکتا ہے
 ۔ جہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ دیوتاؤں میں اندر دیوتا سب سے بڑا دیوتا فرزند
 اسی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر اندر کو تو حاضر کر سکتی ہے تو اسے بل پھر راجہ
 پانڈو اور کشتی دونوں عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ راجہ پانڈو کا ایک
 سال تک یہ دھیرہ رہا کہ کس عبادت و ریاضت سے بیکر و عبادت تک ایک باؤں کے بل خاص
 پر عبادت کرتا کشتی ہی ایک سال تک اس زبرداری و ریاضت میں مشغول رہی۔ اس
 ریاضت کے بعد اندر راجہ پانڈو کو دکھائی دیا، اور کہا اسے راجہ قمر دینوں نے
 فرزند کی آرزو میں اس قسم کی ریاضت کی ہے میں تمہیں ایسا فرزند دیکھا کہ دنیا
 میں ایسا کوئی نہ ہوگا۔ وہ سب دشمنوں کو ملاک کر لیا اور دوست اس سے آسودہ
 ہو گئے۔ اندر یہ بات کہہ کر اندر سے غائب ہو گیا۔ راجہ پانڈو اسے سنی سے
 کہہ کر ہم نے جو ریاضت کی ہے اس کی برکت سے اندر مجھے دکھائی دیا۔ مجھے
 اشارت دی کہ ایسا بیٹا دیکھا کہ اس کے برابر دوسرا نہ ہوگا۔ اس کی رائی میں
 نہ پانڈو کی ورنہ عبادت و ریاضت و عبادت و ریاضت و عبادت و ریاضت و عبادت و ریاضت
 و عبادت و ریاضت و عبادت و ریاضت و عبادت و ریاضت و عبادت و ریاضت و عبادت و ریاضت

اندرو کو بلا اور اس سے فرزند حاصل کر گئی تھی۔ اثنان کو کے زرق برق کا لباس پہنا اور خوب بناؤ سنگار کر کے خلوت میں لگی اور منتر پڑھ کر اندرو کو بلایا اندر بھی نہایت پاکیزہ اور قبول صورت ہستی رکھ کر کے ظاہر ہوا اور کتنی کو ارجن کی پیدائش کی خبر دی۔ چنانچہ کتنی سنے مدت معین کے بعد پہنچا۔ اس وقت آسمان سے آدرا آئی کہ یہ فرزند ایسا ہوگا جیسا کہ کارتیرج ہوا تھا۔ اور زور و قوت میں بہادری کی مثل ہوگا۔ آدمیوں میں کوئی اس کا حریف نہ ہوگا۔ دشمنوں کو ہلاک و تباہ کرے گا تمام ہتھیار جو وہ ہتھیار ہیں اُنسے چھین لیگا۔ اور جس طرح دیوتاؤں نے ہتھیاروں کو استعمال کرتے ہیں وہ بھی کرے گا۔ جس طرح اندر سب پر غالب ہے یہ بھی غالب ہوگا۔ جہن میں باپ کا نام ردشن کرے گا تمام راجاؤں کو جو اس کے ہم عصر ہونے کے مغلوب و زبون کرے گا اور جگ کرے گا جس طرح پر سرام تمام چہتر دیوتا پر غالب آیا تھا یہ بھی سب پر غالب آدے گا۔

فرض ہما بھارت میں اس قسم کی معجزانہ پیدائش کی کہانیاں کثرت سے بھری پڑی ہیں۔ جن میں بڑے بڑے راجوں اور ہمارا جوں کو سونے دیوتا پندرہ دیوتا کی اولاد بتایا گیا ہے۔ نہ صرف راجوں ہمارا جوں کی پیدائش کو معجزانہ ماننے کی کوشش کی گئی ہے۔ بلکہ بعض مذہبی ہاتھوں کو بھی اسی جہنڈے کے لئے جانے کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض صورتوں میں یہ کوششیں بہت بعد سے طریقہ کی گئی ہے۔ مثلاً میں لاہور سے "شکوہ نکت" ایک پرچہ شائع ہوتا تھا۔ اس میں بگت بکیر جی کی پیدائش کو معجزانہ طریقہ پر ثابت کرنے کا جو مضمون تھا۔ اس کا خلاصہ مفصلہ ذیل ہے۔

"بناؤ میں ایک دشمنی رہا اور رہتا تھا۔ ایک بیوہ راجی ہنس کی ٹہلی سیدھا کرتے جا رہی تھی۔ ایک دن شاو سو جی کے دل میں خیال آیا کہ اس لڑکی کو لڑکا دے دوں۔ وہ پرسن ہو کر بوسے جا۔ تیرے لڑکا ہوگا۔ لڑکی بولی۔ میں پال دو سو اسوں۔ مجھے تو کسی پرش کا سنگ نہیں ہوا۔ میں سے لڑکا کیسے پیدا ہوگا؟ سو اس بات کو سن کر بڑا چکر مارا۔ آخر پالا۔ اب تو ہم لہو چکے۔ بھلا یہاں سے اٹھیں سے لڑکا پیدا ہوگا۔ یہ سب سب ہی لڑکی کا لڑکا ہو گیا۔ اور

چودھویں فصل

مست کی پیداوارش و اہل یورپ کے عقائد

نئی ایشیا میں پیدا ہو۔ چونکہ ایشیا میں شروع زمانہ سے بڑے آدمیوں
 لوہائی آلاتوں سے میراثا بہت کرنے لگے۔ لہذا انکی پیشہ پیش کو معجزانہ طریقہ پر
 دیوتاؤں یا سورج، ورنچاند وغیرہ کی طرف منسوب کرنے کا، متوجہ ہوتا ہے۔
 اس لئے کہا جاتا کہ کتبہ کتبہ کی پیداوارش کے لئے بھی ایشیا کے، ہی معجزانہ طریقہ
 کو منسوب کیا گیا۔ مگر اس بات کا کیا دعویٰ ہو سکتا ہے کہ معجزانہ پیداوارش کا یہ
 سلسلہ ایشیا کی سرزمین سے گذر کر یورپ کے ممالک میں بھی پیدا ہو نظر آتا ہے۔
 روہوت کہ سچ تک پہنچنے کے لئے ہم اپنے سامنے محسوس کر رہے ہیں۔
 ہستی کی وقت نما سچیں شہریوں کو اہل ہی اہل یورپ میں جا کر سامنے آئے،
 ہر ایک کو معلوم ہو کہ نہ اس جس طرح سے بڑے نام کی سند دی رہے
 کہ وہ بڑے شوق سے یورپ میں پہنچے تھے۔ وہ اہل یورپ کے لئے
 کوئی نئی بات نہ تھی۔ کیونکہ ان کے ان، اس سے پیشتر ہی ان کے اپنے راج کے
 یا دیگر بڑے کثرت سے بننے اور دو تھے۔ ہاں پچھلے شہری، ہاں رتی بات
 مارتے جو کہ سچ سے تھیں۔ ایک سو سال بعد، اس شہر پر وہاں گیا تھا وہ
 اس بات کو دیکھ کر سخت حیران ہوا وہ سچ کی معجزانہ پیداوارش کے اعتقاد کو چھوڑ
 ترسکا نہیں تھا۔ صرف اپنے دل کو تسلی و جے کیلئے یہ ہوا اٹھے کہ پہلے وہ
 نے جو خداوند کے بیٹے کے آنے کی خبر لوگوں کو پیشتر ہی سے دے چکی تھی
 خبر کو نہیں سنے تھے۔ یہی سن یہاں شہر ان کے یہ حال چلی کہ اس نے ہزاروں دھند

پادری بہمن کے اس جواب کو دیکھ کر جو کہ آج سے تقریباً تیار ہو رہا ہے
 پہلے شہنشاہ بدترین کہ یہ ایک تباہ کن انسان کو جو اس طرف پھرنے کے بغیر نہیں
 رہ سکتے کہ وہ کون سے خداوند خدا کے بیٹے تھے جس کی طرف پادری بہمن
 سوچتے تھے اشارہ کر کے یہ بات کہ یہ مسیح کو ایسا کہتے ہیں کہ وہ
 دوسروں کو دیکھا ہے۔ اس بات کے جاننے کے لئے ہمیں یونانیوں
 اور رومیوں کے دہائیوں پر سورما انسانوں کی تلاش کرنی چاہئے۔
 یہ کہنا چاہئے کہ ان یونان باہل، وہ ان کو کون سیوں میں جیسے ہر ایک دور
 جو پائی ٹریا ہو کے یا بالائی فوڈیگر وچ القدس کے بیٹے ماننے لگے۔ انہوں نے
 جیسٹن صاحب روح القدس کے پدر کے ان بیٹوں سے بندن میں سے
 ہماری نظر سے پڑے اس شور مچا ہوا ان پر پڑتی ہے جو کہ ہر کپولیس نے
 نام سے مشہور ہے۔ کتاب روحانی کوئی کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے
 کہ اہل روم اور یونانیوں نے عقیدے کے مطابق ہر کپولیس میں ان کی اپ
 کاڑ کا نہیں تھا۔ تو اس نے ان کی عیسیٰ کی لکھ دو سری عورتوں کی طرف ایک
 عورت تھی مہمان ہر کپولیس کی پیدا شیش زیوس دیوتا کے ذریعے مانی
 دیوتا۔ ان اندر کا گناہ مت دھما جاتا ہے۔ بین ان میں یونانیوں سے مشہور
 دیوتا کھاس کی بات یہ کہ ان مشہور ہے کہ تیستری کے بادشاہ سید جس کی بھی
 سیکلی کے پاس چھوٹا دیوتا ہوا۔ وہ اپنی روح اس میں پھونک گیا۔ اس
 سے بتا سید ہوا ہے۔ ہم یہاں پر یہ بھی متا دینا چاہتے ہیں کہ اس دی
 جگر والوں کی طرح یونانیوں کے دیوتا شراب کا دیوتا ہے۔ باتا تک
 دیر ہی پکڑا لے شراب نوشی سے پہلے پر بند مرد عورتوں کی پرستش
 با عیش و سرور میں۔ سب سے بڑا اس دیوتا کے دیوتا شراب پینے سے
 اس دیوتا کی سبکی دیکھوں گا وہی کہ ضروری تھے۔ یہ سب باتیں یہاں
 نے نے لکھی ہیں۔ اس کے تقریباً تمام رول ہیں۔ یہ وہی
 یہ وہی دیوتا کی بدولت ہے کہ یہاں بھی کمریزی زبان میں اس شخص کے لئے
 جو جسے زبان وہ شراب پیتا ہو کہ نے یونانی *Bacchalian*

یا دھری آف بکاس (Votary of Bacchus) ایسے بکاس دیوتا
 ہر سنت دیوتا کی کانٹھ دیکھتے ہیں کہ بکاس دیوتا میں یہ شراب کا دیوتا اپنی
 عانی نبی کی بابت یوں بیان کر رہا ہے کہ میں خداوند خدا یا دیوتا کو اس کا بیٹا قیسمت
 نے خدا میں پیدا ہو ہوں۔ مجھے میری ماں سیمل شاہ کیدس کی لڑکی نے
 ایک بقی نور کی مدد سے جنا اور بچائے دیوتا کے ایک انسان کا کافی بہم اختیار
 کیا۔ اور اس کے چشموں اور شستمن کے پانیوں پہنچا ہوں۔
 اس دیوتا کے متعلق مونت فیلن بتا ہے کہ وہ جس کی شاعر شریف
 تھے ہیں۔ اور جس کو پرانے زمانے کی یادگار میں خط ہر کر رہی ہیں۔ وہ
 جینے اور سیمل کا بیک بکاس ہے یہ دیوتاوں سے اس کی مراد ہی پرانے
 دیوتا سندروں کی بڑے سورتیاں میں۔ جو اس دیوتا کو خطا کر رہی ہیں۔
 اس سر دیوتا یونانیوں کا مشہور دیوتا ایم نہیں بھی روح القدس کی مدد سے ہی
 ہوا کہ جب جاتا تھا۔ گو اس کی ماں اشیاب شاہ ہر شیا کی لڑکی، یگر
 دوران کی طرح ایک فانی عورت تھی چرسی جس کی مثال کہ پادہ ہی جہنم
 نے فانی ایدرین کے ہمارے اپنے دعوے کی تصدیق میں عینی مسیح کے
 ہونے میں پٹن کی تھی۔ حضرت مریم کی مسیح ایک کنواری لڑکی تھی جس میں
 تانہ جو نہ شاہ ترگش کی بیٹی تھی سترش اپنی کتاب پتھین میں ہیں تانے
 جس کہ کو تو اور یونانیوں کا مشہور دیوتا مکر می ہو کہ فانی خدا کی جاتا ہے
 اور ایک کنواری لڑکی جاتا ہے کہ پٹ سے جو پتی دیوتا کی مدد سے
 دیوتا سیملین دیوتا کہ ایک باہر اس کی جاتا ہے سید شمس کی لڑکی
 جس کا نام دیوتا ہے۔ دیوتا شمس پیری کا باب بھی رتتہ کہ
 اس کی بھائی جاتا تھا۔ دیوتاوں کا مشہور دیوتا پو لو ہا
 دیوتا سندس جاتا تھا۔ اس کی پیدائش بھی ایک کنواری لڑکی در
 دیوتا کے مدد سے جانی جاتی تھی۔ لکھتے ہیں کہ جب پو لو ہا نے لگا
 دیوتا میں کنواری لڑکی لکھنا شہر سے ہر شکل میں جاتی ہیں۔ دیوتاوں
 کے درخت کے بچے اس بچے کو دیوتا کی طرح اس کے درخت

اور انیسویں بھی اسی جو پتی ٹر کے بیٹے پہلے سے جانتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ جو پتی ٹر بذات خود کیا مانا جاتا تھا۔ اس کے متعلق کتب میں سے ہمیں کتنا پتہ لگتا ہے کہ، ہل روم جو پتی ٹر کا وراثت رکھتا تھا۔ وہ اس کے بعد اس کے اولاد و آخرت کا تھا۔ نہ خالق زمین و آسمان مانتے تھے۔ گویا یاب شہر پر یہ دیوتا خداوند تھا۔ مشرق پر جس کا حوالہ ہم پہلے دے چکے ہیں۔
 ہیں کہ شہر پر روم کا بانی بانی رومس بھی۔ وراثت القدس کے پڑے ہیں۔ شہر کیا جاتا تھا۔ اس کی مال رہتی سلویا باہن کو۔ یہی اٹرنیٹی بھی۔ کہ وہ وراثت کی قدرت پر۔ وراثت القدس کی مدد سے اس کے وہ رومس ہیں جو اس نے اپنے نام پر روم کی بنیاد رکھی۔ رومس کے مرنے کے بعد اس کے وراثت یا جانشینوں میں اس کے متعلق جھگڑا ہو پڑا۔ اس جھگڑے کا فیصلہ ہونے سے پہلے سا کہ ٹرلٹن اپنی "ایٹرنل فرم" روم کے متعلق یہ بیان کرے ہیں کہ وراثت القدس سچی چلیں پر رومس نے سیدت آف روم کے سامنے اس بات کی کہ وہ رومس بعد از مرگہ مجھ سے ملے۔ اور اس نے مجھے بتایا کہ اب میں تو رومس کے نام سے دیوتاؤں میں رہتا ہوں۔ گویا یہی اصلی مسکن ہیں چلا تا ہوں۔ رومس کے بعد وہ روم کے بہت سے وہ شہنشاہ مثلاً جوڈیہ میں سیرکسٹس۔ یونان میں دیوتاؤں کی اولاد ہی مانیے جاتے ہیں۔ اب ذرا کتب میں دیکھ لیں کہ رومس میں چلے۔ اور اس معجزہ پر پیدائش کے سلسلہ کا ملاحظہ کیجئے۔ یہ سلسلہ سب سے پہلے سکندر اعظم کا نام آتا ہے۔ یونانیوں کے لئے لازمی اور محوری تھیں صورت میں وہ دیگر ہمدردوں کو جو پتی ٹر یا وراثت القدس کے پیشہ کشی کرتے۔ ہرگز نہ رکھتے تھے اس فہرست میں، اخل کرتے۔ مشرق پر اپنی کتاب برہمن اور سائنس میں اور سائنس میں اپنی تو یہ روم میں اس بات پر رومس کے ہیں کہ اہل یونان سکندر اعظم کو ان تمام شہنشاہات کے باعث جو کہ اس نے جہاں جہاں حاصل کیے۔ اور اس فیصلہ خداوند کے باعث، انسانی جانتا تھا۔ کہ وہ رومس کے لئے وراثت القدس کے لئے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ رومس کی طرف سے یہ وراثت تھی لیکن اس کا باپ جو پتی ٹر یا وراثت القدس کا پسر ہے۔

نہیں کہ اہل یونان کے اعتقاد کے مطابق سکندر ایک دفعہ جولی ٹرائین کے مندر کی
تصویر تارنے کے لئے گیا۔ یہ مندر یقیناً کے شکل میں واقع تھا۔ جب وہ وہاں پہنچا
تو اس مندر آلی کہ "اے سکندر! تو روح القدس کا بیٹا ہے" بعد ازاں سکندر
سے بارہا دل ظف فطوط اور پرہیزگار بات روانہ کئے۔ اور بتایا کہ میں جو پتر
میں کا بیٹا ہوں۔ سقراط نے اس مندر سے آسمانی کایوں پر مجاہد کیا تھا۔

قربان گاہ کو روشن کرو۔ اور خوشبو جھار سناؤ کہ خوش کرو۔ صحتور
کہ وہ سکندر کو انسان ہے۔ مگر تمہیں اس کی نظر الطاف حاصل کرنی چاہئے
یہ خداوند خدا ہے اس کو آسمان سے زمین پر بھیجا ہے۔ ویکسہ سکندر بادشاہ
خداوند خدا کی طرح زمین پر حکومت کرنے اور انصاف کے قوانین جاری کرنے
کے لئے آیا ہے۔

جب سکندر عظیم خداوند کا بیٹا ہو گیا۔ تو اس کا اثر اس کے جانشینوں
پر پڑنا چاہئے تھا۔ چنانچہ اس کا اثر پڑا۔ مثلاً اس کے ظہر پر سکندر کے
بورڈر نیل تھا ہی کو لیبرٹا۔ اس نسل سے سکندر انڈیا کو شرفی وفات میں
پڑی ہوئی۔ چنانچہ سکندر کی وفات کے بعد اس کا ملک اس شخص کے بیٹے
میں گیا۔ وہ وہاں کے محاصرہ میں طالبی لئے اس کے باشندوں کی یہی ناپوں
تھا۔ کہ وہ ملک کہ ان لوگوں نے زرہ شہزادہ کی اس کو ساری سوڈا بنات
نہ نہ نہ شروع کیا۔ اس وقت سے ہی نہ صرف سوڈا بنات و بندہ ہی
بد جانے لگا بلکہ اس کے ساتھ ہی اس کو خداوند خدا کا پہلا بیٹا ہونے
کا یہ بھی مل گیا۔

یونان کا مشہور فرد۔ فلکمون بھی روح القدس کا بیٹا ہی تھا۔ اس کا
بعد اس کے سکا کہ یہی ہے۔ یہی فیثا غورث کی نسبت شریعتی اپنی کتاب نگاہ
سکندر میں ہے۔ وہاں صنفہ اور اپرہ کہتے ہیں۔ کہ فیثا غورث کی پیدائش بیت سے
ہوئی تھی۔ تو اس کی ماں کا انسانی خداوند تھا۔ یہی کہ فیثا غورث
کی نسبت روح القدس کی مدد سے بھی جاتی ہے چنانچہ روح القدس نے
اس کے فرمائی باپ کو آراغہ کر دیا تھا کہ ہر سے گھر میں ہر ایک پرچہ پید ہوگا

جو کہ بنی نوع انسان کی خدمت بہا رہیگا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حایہ فیثا غورث نے
 اپنی پاکیزہ تعلیم سے بنی نوع انسان کی بڑی بھاری خدمت کی۔ لیکن حایہ فیثا غورث
 کے وہ برہنہ تھے۔ اُس کے مقلدوں نے بعد از مرگ دی توہمات اُس کے
 سرخو بہار میں روح القدس کا میثاق دیدیا۔ فیثا غورث کو بھی جاسٹہ
 دیکھئے۔ بقول مشرین سیح کی کہانی سے ملتی جلتی اسکی ویسپس کی کہانی سنئے اس
 شخص کے سیح کی طرح اپنی زندگی میں بڑے بڑے معجزے کر کے دکھائے ہیں
 اس کی بابت یہ مشہور ہے۔ کہ اس کی ماں کارولنس ابھی بالکل کنواری ہی تھی
 کہ وہ روح القدس سے حاملہ ہو گئی۔ اس بات سے اس کو سخت شرمندہ
 ہوئی۔ اپنے حمل کو چھپانے کے لئے مارے شرم کے وہ اپنے باپ کے
 سے بھاگ کر اپنی ڈار میں چلی گئی۔ ادھر لوگوں کو یہ خبر دی جا چکی تھی۔ بنی
 نوع انسان کو دکھوں سے نجات دینے والا اسکی ویسپس جلد ہی اپنی ڈار میں
 میں روح القدس کی مدد سے کنواری کارولنس کے ہاں جنم لینا وارے۔
 کارولنس شرمندہ تو تھی ہی۔ بچے کو جنم دے کر وہ ایک پہاڑ کے درہ چوڑ
 کر بھاگ آئی۔ ادھر رہتی تھیں ایک چرواہا اپنی ایک بگم شدہ بھیڑور کے
 تماش کر تا ہوا اس پہاڑ پر آنکھ دیکھتا کیا ہے۔ کہ ایک نوزائیدہ بچہ چہرہ
 پڑا ہے۔ وہ اس کو گود میں اٹھانے اور گھر لے جانے کے لئے آئے
 بچے کو ماتہ ہی لگایا تھا۔ کہ اس کے سر کے ارد گرد نورانی شعلے محیط ہو گئے۔ اس
 نے سمجھا۔ کہ یہ تو دیوتاؤں کا بچہ ہے۔ اس بات کا چاروں طرف چرچا ہو گیا۔
 لوگ دور دور سے اس غیر معمولی بچے کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ بڑے
 ہو کر اس شخص نے ایسے ایسے معجزے دکھائے کہ تمام یونان اور روم کے عہد
 منہ اور فیثا میں بھی سکی پستش ہونے لگی۔

معجزانہ پیدائش کا یہ سلسلہ صرف روم اور یونان تک ہی محدود نہیں بلکہ
 بلکہ یورپ کے تمام شمالی ممالک مثلاً نورٹھ۔ ڈنمارک۔ سویڈن۔ آئس لینڈ تک
 اس کا دائرہ وسیع تھا۔ ان شمالی ممالک کے لوگ اپنی زبان میں خداوند
 کو اوڈن کہتے تھے۔ اس اوڈن کا سب سے پہلا یا پہلا بچہ

تھی۔ Thor یہ لوگ اپنے تمام سورہ ماؤں یا بادشاہوں کو اسی اڈن کے لیے کھڑکچا کر کے تھے۔ چنانچہ ہلڈ جس کو کہ نور وے کے قدیم ونگ شہیرے اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے جس طرح کہ آجکل کے اہل فنیہ مسیح کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں عین مسیح کی طرح پیدا شدہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ یہی روح القدس یا اڈن دیوتا اس کا باپ مانا جاتا تھا۔ اڈن سرگاہ کی ماں بھی جاتی تھی۔ بعد میں جب وہ لوگ عیسائی ہو گئے تو انہوں نے اڈن کی جگہ نور وچ القدس اور کنواری فریگیائی جگہ کنواری مریم کو دیدی۔ گویا پرانے تخت پر نئے دعویہ اروں کو بٹھا دیا۔ یہ مسیح کے انسانیت پرانی بوتلوں میں نئی شراب "بھردی" اور اس طرح جو اعتقاد کو بدلے رکھتے تھے۔ اسی کو انہوں نے مسیحی ہو کر اب بھی تب یلٹے نام کے ساتھ قائم رکھا۔

مگر جس طرح مسیح سے پیشتر اس قسم کے لوگ موجود تھے۔ جو اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اسی طرح عین مسیح کے زمانے میں بھی "بھس" لوگ اس قسم کے موجود تھے۔ جو کہ روح القدس کی مدد سے پیدا ہونے کا دم بھرتے تھے چنانچہ ان میں سے ایک شخص ساموئل تھا۔ یہ شخص اپنی ترامات کے باعث ساموئل کہلاتا تھا۔ پینتیسویں سے پہلے یہ شخص روم میں پہنچا۔ وہاں اس نے ایسے ایسے لوگوں کو دیکھا جو روم میں کہنے لگے "یونان میں سے آیا ہے" وہ تو تاملات سے آئے۔ انہوں نے یہودیوں کی سورتوں کے ساتھ اس کی سورت کی جیسی سند میں کچھ جاننے کی جستجو کی مگر وہ نہ جانتا تھا کہ یہ مسیح کی بات اور تھا۔ یہاں سے اس شخص کی بابت تحریر کیا جاتا ہے۔ کہ اہل روم اس کو دیکھ کر اس کے راز کے اس کی جستجو کرتے تھے۔ چنانچہ وہ یہاں سے ہیریکل کے قریب پہنچا۔ اس شخص کے نام کا یہ کتبہ کندہ کیا گیا ہے۔

Simon . Deo . Sancto

میں کا مصاحب یہ ہے۔ ساموئل خدا کے بندہ ہے۔
یہ نوٹیں کندہ ہزاروں سال پہلے کی تھیں۔ یہ شخص مسیح سے

برس پہلے پیدا ہوا تھا۔ فلاناٹریس کے صفحہ ۵۰ پکھا ہے کہ روح القدس نے
 آپ کو نئیس کی ماں سے آکر کہا۔ کہ میں خود ہی تیرے گھر جنم لوں گا۔ روح القدس
 نے ایک عرصہ کے بعد اس لڑکی کے ماں کو یوں کہا۔ اور ان کے بچے کا نام
 بعد میں آپ کو نئیس مشہور ہوا۔ شیخ شخص بھی بڑا نڈی رہا۔ مراد اور کرمانی پتہ
 سمجھا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عجرا نام پیدا ہونے کے
 خیال نے یورپ میں بھی تقریباً ویسا ہی کام کیا ہے جیسا کہ اس نے ایشیا میں کیا تھا
 یورپ میں اس قسم کے بچے ایشیائی بچوں سے بھی زیادہ معلوم ہوتے ہیں بلکہ یورپ
 کے ملکوں میں تو بقول پادری مسٹن اس قسم کے بچوں کے ہنڈوں کے ہنڈل موجود
 تھے۔ جو کہ بقول صاحب موصوف لڑکوں کے کانوں میں اس غرض سے پھینک
 مار کر میدا کر دئے تھے کہ خداوند کے ہسی بیٹے کے بارے میں گڑ بڑ بچ جائے۔
 پادری مسٹن کا شیطان کے متعلق یہ خیال تھا کہ کیسا ہی مہنی دنانے والا ہو۔
 مگر اس میں شک نہیں کہ خداوند خدا کے اس قدر فرزندوں کی موجودگی
 میں سچ کو اس کا اکلوتا بیٹا تسلیم کر لینا ایک منصف مزاج شخص کے لئے
 سخت مشکل ہے جس صورت میں کہ اپنا بھر میں اس قدر انسان روح القدس کے
 فرزند یا بغیر باپ کے پیدا شدہ مانے جاتے ہیں۔ اس صورت میں اگر
 مسیحی لوگ سچ کو ابن لہندا مان کر اس کی بزرگی کے گیت گاتے اور اس
 کو اپنا نجات دہندہ تصور کرتے ہوں تو اس میں کوئی غیبی کی بات ہے۔
 جس پر نہ مسیحی اس قدر فخر کر رہے ہیں ؟

اعرائی۔ واقعی یہ ایک باہل معمولی سی بات ہے۔ اور کہ سیمیدوں کا اس پر
 غور و نامہ کرنا ان کی سخت غلطی ہے۔

مسلم۔ مگر ذرا اور آگے چلئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اذاتیہ کے دشمنوں
 اور عیسائیوں کے اندر بھی روح القدس کے فرزند بہت بڑی تعداد میں
 موجود ہیں۔

اعرائی۔ بہت خوب ! ذرا اس کو بھی واضح کر دیا جائے ۔

فصل پندرہویں

روح القدس یا معجزانہ پیدائش

سلسلہ افریقیہ میں

اُد ذرا تھوڑی دیر کے لئے ہم آبنائے سوینر کو عبور کر کے ایشیا کے ساتھ
 جکتے ہر اعظم افریقیہ میں چلیں۔ اس علاقہ کا وہ شمالی حصہ جو سرزمین ایشیا کے
 ساتھ مل کر کہا جاتا ہے کسی زمانے میں بڑی بھاری تہذیب کا مرکز رہ چکا ہے
 اس حصے سے ہماری مراد ملک مصر ہے۔ مصر نہ صرف اپنی پرانی تواریخ
 پر رکھتا ہے بلکہ ایسی کہانیاں اور ڈیپ ٹائپ ٹائپ بھی رکھتا ہے کہ
 ان کی یادگار میں بائبل کے صفحے کے صفحے بھرے پڑے ہیں۔ ہم چونکہ
 مسیحیت پر مبنی پہلو پر بحث کر رہے ہیں۔ اس لئے مصر کی مادی ترقی کو نظر انداز
 کرتے ہوئے ہم فقط یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ ایشیا اور یورپ
 کی تہذیب مصر بھی معجزانہ پیدائش کے کشوں سے خالی نہیں۔ لیکن مشرق میں
 کے کہ ہم اس سلسلہ کو شروع کریں۔ ہم نہایت ہی مختصر طور پر اہل مصر کے مذہبی
 عقائد پر نظر کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ہم ان عقائد پر آسانی سے روشنی ڈال
 سکیں۔ مذہبی نقطہ سے مصر کو ہندوستان کے شیعہ مذہبی جانشینی دیکھیں؟
 اس لئے کہ مذہب یا مہاتما کی جو جہازیں ہمارے سامنے ہیں۔ وہ کسی زمانے
 میں مصر میں تھیں۔ ذرا ہندوستان کے قدیم سندھوں یا ہندوؤں کے ہندوؤں
 کے دیکھئے۔ تو آپ کو بتائے گا کہ یہ دونوں دیوتاؤں کی تصویریں اور
 دیوتاؤں کی تشریحیں یہی ہیں۔ اور یہی ہیں۔ اور یہی ہیں۔ اور یہی ہیں۔

ہیں۔ کہیں ہنومان جی کھڑے ہیں۔ کہیں بھیروں اور کافی منہ کھوئے کھڑے ہیں۔ کہیں چتر بھی اور کہیں اشٹ بھی براہمان ہیں۔ کہیں برہما جی کنواں پہول پر لیٹے پڑے ہیں۔ کہیں دشنو جی ہمارا ج ہیں کہیں شو جی بیٹھے ہیں کہیں گندیش جی چارہ اٹھ کھوئے بیٹھے ہیں۔ کہیں سیٹلا مائی بہتے ہیں دام مائی کی ننگی تصویریں ہیں۔ کہیں مٹا کر جی ہمارا ج مندر میں لیٹے پڑے ہیں۔ شیدہ تمام مندر اسی قسم کے معبودوں سے بھرے پڑے نظر آئیں گے۔ رصہ کے چارے مندروں میں گھسنے پر ہو ہو ہی نظارہ نظر آتا ہے۔ کہیں مین دیونا کی تصویر ہو کہیں مات رکتن۔ نیت۔ منطو۔ شو۔ نوٹ۔ اسی۔ رس وغیرہ کی کہیں ستیت۔ ہوترس۔ قتا۔ سخت۔ طوم۔ پشت۔ آوک۔ تھا۔ تھ۔ انوتیس وغیرہ دیوتا ہیں۔ کہیں کھیم۔ اسس۔ نفس۔ آتھر۔ ہرماکس۔ نا۔ جس۔ پھٹ وغیرہ دیوتا کھڑے ہیں۔ کہیں سیمی بچہ۔ لغنت۔ شتو۔ چنتی وغیرہ دیوی دیوتا آسن لکائے بیٹھے ہیں۔ غرضیکہ سینکڑوں چھوٹے بڑا روں دیوی دیوتاؤں کی تصویریں مصری مندروں کی دیواروں پر نقش نظر آتی ہیں جتنی کہ صاحب اپنی کتاب این شٹ اپکٹ یا مصر قدیم میں مصریوں کے دیوتاؤں کی فہرست دیتے ہوئے قدرتا اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ پراسنے دیوتا کی پرست تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ بل مصری دیوتا کے مختلف ہاتھوں کا منظر سمجھتے تھے۔ ان میں سے کوئی روکشی کا دیوتا سمجھا کہ جب جاتا تھا۔ کوئی اندھیرے کا۔ کوئی آرام کا۔ کوئی دکھ کا۔ کوئی بچوں کا۔ کوئی زمین کا۔ کوئی جانوروں کا۔ کوئی بارش کا۔ غرضیکہ ہر ایک دیوتا ایک خاص عید کا منبر کہا جاتا تھا۔ لیکن پرانے مصری ان تمام دیوتاؤں پر ایک لاشانی عادت پالاشانی دیوتا کو حکمران خیال کرتے تھے۔ اس دیوتا کے مطیع ہی یہ کام دیتا ہے۔ فریض کو پورا کرتے تھے۔ مٹرا رانی سن صاحب کسی پرانی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے جو کہ ان کے نزدیک منہ کے پرؤتوں کے سوائے کسی دوسرے دیوتا کے نہیں تھی۔ اس دیوتا کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ وہ دیوتا دیوتا دیوتا و جدہ لا شریک نہ ہے۔ اور جب کی تمام لاشانات کا یہ کہ وہ دیوتا

نگاہ کسی سے چھ نہیں ہوا وہ ایسا بڑا ذات اور عظیم کرتا تھا ہے۔ وہ ازلی
 و ہدی ہے۔ اس لئے تمام چیزیں کو بنایا۔ مگر اس کی ہی نے نہیں بنایا۔
 پکتنی ہر ہی حد قست ہے۔ جو تدریم ضرور ہوں ہیں۔ جو دھکی مٹھرائیں
 صاحب پر اسنے مہر ہی شاعر ہوں کی نصیحتاں کی لہجہ میں عورتوں کا جواب دیتے
 ہئے اس ناشافی ہستی کی مع سوزی میں ہیں بتاتے ہیں کہ اُنکے نزدیک
 وہ پرماتما ہی ایسی ہستی کہ اس کی کوئی عورتی نہیں بنائی یا خلق۔ وہ تمام
 سے نہیں، پہنچا جاسکتا۔ وہ لامکاں ہے۔ کسی سے نہیں اس کی شکل
 نہیں اتاری جاسکتی۔ وہ کسی خاص مکان میں محدود نہیں کیا ہوا
 وہ بے نام ہے۔ وہ اوتار یا کجہم ہستیاں ہیں کرتا۔ اس کی عورتی بنانا
 حماقت ہے۔ وہ ازل سے ہے۔ وہ لازمان ہے۔ اس کے برابر
 کوئی دوسرا ہوتا نہیں ہے۔ اس کے اس کو جن نہیں کوئی باپ
 اس کو پیدا نہیں کیا۔ وہی وحدہ ماثر یکم ہے۔ وہ قائم و دائم
 تمام دیوی اور دیوتاؤں کا پیداکسندہ ہے وہی ہے۔ تمام ہر شے کو
 بنائے۔ وہ انہوں نے نہ صرف منظر قدرت کی ہی پرستش شروع کر دی۔
 بعد وہ تمام اس دنیا شاک کی پرستش کر سنے لگے۔ یہاں سے کہ
 ان کے سبھوں کی پرستش ہی شروع کر دی۔

ان کے سب سے بڑے سر پر ہوتا۔ کا نام اس سے ہے۔ اس
 نام دیوتاؤں کے ان لوگوں کے کہ اس کا نام ہے۔ ان کے
 ان کو بامی کے نشان کر بیٹے نہ میں نام پر بندہ ہی۔ اس
 خودت کو خاص نام بنایا۔ پھر وہ ہندو کے لئے
 بادشاہوں کی نصیحتیں کرتا۔ اس وقت اس کا نام دھرم
 اس سب کے سروں پر تاج سے چھتے تھے۔ اس کا نام
 ان کے میں۔ اس کے دیوی پرستی تھا۔ بادشاہوں کے لئے
 اس کے نور و نور کا سر ہے۔ اس کے لئے ہر شے
 کو مہر چھوڑنا پڑا تھا۔



فرعون مصر کا بت

نہا جاسکتا ہے کہ سانپ کا مصری بادشاہوں کے تاجوں پر وجود ہونا بعینہ وہی معنی رکھتا ہے۔ جو کہ شہنشاہ برطانیہ کلائن کے تاج پر شیر اور یونیکارن یا فلیورڈی لیس (Fleur-de-lis) کا موجود ہونا۔ یا سلطان ترکی کے جھنڈے پر ہلال کا ہونا یا ریاستہائے متحدہ کے علم پر عقاب کا ہونا یا بعض ہندوستانی ریاستوں کے سکوں پر گائے کا ہونا یا یونانی حکمرانوں کے سکوں پر چوٹی ٹرڈ وغیرہ کا ہونا وغیرہ۔ ایسے اس میں شک نہیں کہ ہر ایک تو دلچسپے لئے وہی نشانات مقرر کرتی ہے جو ان کی نظروں میں زیادہ مقدس یا طاقت و شجاعت کا مظہر ہو۔ اہل مصر نے سرب دیوتا کو خاص طاقت کا مظہر اس لئے بجا تھا کہ اس نے ان کے خیال کے مطابق ان کے مرد دیوتاؤں جیٹ اور اسیس کے درمیان جنگ کر کے سیت کو فتح دلائی تھی۔

یورپ کے شمالی ممالک کے قدیم باشندوں نے تو راج اندس کو

اَوُون (Oolon) کا نام پسند کر رکھا تھا۔ مگر اہل مصر اس کو اپنی زبان میں راء (Ra) اور تورس (Torus) کہتے تھے۔ جیسے یونانی اپنے بنیادوں کو چوٹی ٹرو وغیرہ دیوتاؤں کے بیٹے کہا کرتے تھے۔ اور خود ہونٹی ٹرو کو بھی اسی ٹرو سے دیوتا کا پلوٹھا بیٹا تصور کرتے تھے۔ اسی طرح مصر کے تمام بادشاہ اسی راء اور تورس کے بیٹے کہے جاتے تھے۔ خود یہ دیوتا یا بنیاد دیگر روح القدس بھی باطل انوکھے ڈھنگ پر پیدا شدہ مانے جاتے تھے۔ ستر بانوک صانع اپنی کتاب امی جیشین ہلیف (عقاید مصر) میں لکھتے ہیں۔ کہ تر دیوتا کا باپ نہیں تھا۔ اس کی پیدائش بھی دیگر انسانوں کی طرح نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ یہ دیوتا اپنی ماں کے پیلو سے پیدا ہوا تھا۔ اسی طرح تورس کی بہت کہا جاتا تھا کہ وہ کنواری آئی سس کے جن سے پیدا ہوا۔ اہل مصر اس کی پیدائش کو نظر استعجاب سے دیکھتے تھے۔ اور اس کو امین دیوتا کا بیٹا جیسے کہتے تھے۔ مصری سندروں میں اس دیوتا کی تصویریں ہیں۔ ان میں دکھایا گیا ہے کہ اسکی ماں آئی سس کو اپنی گود میں لئے بیٹھی ہے۔ جن لوگوں نے کبھی روسن کیتھولک جیسائیوں کے رُجوں میں حضرت مریم کی تصویر کو لٹکتے دیکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ حضرت مریم بھی اسی مصری کنواری کی طرح خداوند خدا سے اکلے تھے۔ اور پوٹے بیٹے مسیح کو گود میں لے کر بیٹھی ہوئی دکھائی گئی ہے۔ بچوں کی گود سے جہاں ہے۔ اور پیاری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔

ستر بانوک صانع نے مصر کے ایک سندریں تورس دیوتا کی تعریف میں ایک عبارت لکھی ہوئی دیکھی جس کا ترجمہ ہم اپنی زبان میں یوں کر سکتے ہیں۔

”اسے بدلہ لینے والا خداوند کے بیٹے۔ اسے بدلہ لینے والا
 سس۔ جس کو کہ اسی رس نے ناپ کر کیا ہے۔ جو دیوی آسس
 کے جن سے پیدا ہوا ہے۔“

صرف یہی نہیں۔ بلکہ اہل صحرا اپنے بادشاہوں کو بھی خداوند خدا
سمجھتے تھے۔ چند چمہ ایک مصری دربارہ بادشاہ کے حضور میں آکر یہ کہتا ہے
دیکھا جاتا تھا۔

”حضور آپ خداوند خدا ہیں۔ خدا نے اعظم میں۔ راویوتا کے
مبارک ہیں۔ میں حضور کے ہی طفیل سے زندہ ہوں۔ ایچی بادشاہ کے
دربار میں ہوں۔ اس کی نیکوئی لاکر یوں کہا کرتے تھے۔“

”آپ اپنے تمام کاموں میں رایا خدا و مر خدا کے برابر ہیں۔ آپ
کا دل جو تیار ہے۔ وہی پالیتا ہے۔ آپ یہ کہیں۔ کہ پھر میں سے پانی
نکل آئے تو آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے تھے ساتھ ہی پھر میں
سے پانی کے چھٹے جاری ہو جاتے ہیں۔ خداوند خدا یا ترا اپنے تمام فضل
ہیں آپ کی ہی طرح۔ خداوند پھر اپنی تخلیق میں آپ سے
مستجاب۔ آپ اپنے باپ کوہ کی زمرہ و تصویر میں۔ آپ کے تمام حرم
روزمرہ پور سے سوہنے ہیں۔“

صرف یہی نہیں تھا کہ بادشاہوں کو خداوند خدا اور خداوند خدا کے
بیٹے کہا جاتا تھا۔ بلکہ بعض اوقات مصریوں کے مختلف خداوند خداؤں
میسائیوں کے خداوند کی ہر خودی بہشتیہ یا رکھتے تھے۔ چنانچہ ہر
راتی سن ماسبت مصریوں کی اس بارہ سے یہ کہانی بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ
”وہیں یہ ہے۔ کہ جب خداوند آسمان پر حکومت کرتے کرتے قلمب کے
وآمنوں نے راوہ کیا کہ آسمان کی بجائے زمین پر چل کر حکومت کریں
پھر انہوں نے انسانی جسامت اختیار کر کے ملک مصر پر قبضہ کر لیا جب چار بار
انکو مست کر چکے۔ تو خداوند انہی رس اور قوم نے شمالی اور جنوبی مصر پر
اپنا آس رس بڑا فیاہن اور نیک تھا۔ اس نے اہل مصر کو اپنے بڑے علوم
فنون سکھائے۔ ان کو مذہب بنایا۔ اور طبیی باڑی کرنی سکھائی۔ گراسی رس
کا بڑا شہر و مذہب بڑا شہر۔ اس نے آس رس کو مارا۔ اس نے اہل مصر کو
اسکا ارٹ اور سکی اس۔ ایک صدوق میں بند کر کے۔ ریائے نیل میں اسی بار

یہ سند میں جاگری۔ اتنی برس کی بیوہ ہیں آئی سبس اور بھتیجی اپنے خاوند
 کی ریش کو تلاش کرنے کے لئے بائنگلیں۔ مگر کچھ پتہ نہ نکلا۔ آخر شام کے
 کنارے پر جہاں کہ سند کی بیروں نے اس کو پھینک دیا تھا یہ ریش
 پائی گئی۔ آئی سبس اپنے خاوند کی تلاش کو دفن کرنے کیلئے واپس ماری جی
 کہ سیت نے اسکو راستے میں ہی اس سے چھین لیا۔ اور اسکو چوڑے کڑوں میں
 کاٹا مختلف جگہوں میں پھینکا دیا۔ پھر آئی سبس ان ٹکڑوں کو دوبارہ تلاش کرنے
 کیلئے نکلی اور انکو تلاش کر کے پھر کی سرزمین میں دفن کیا۔ بعد ازاں اس نے
 بے ہوشی سے خاوند ہو کر اس کو بلایا۔ اور کہا۔ کہ اپنے باپ کا انتقام لو
 جو سبس نے سیت کو قید کر لیا۔ مگر آئی سبس کو رحم آیا۔ اور اس
 نے سیت کو چھوڑا دیا۔ اس سے ہو کر اس ایسا غما ہوا کہ اس نے
 اپنی ماں آئی سبس کا سر کاٹ دیا۔ لیکن قصاص دیوتا نے اس کے
 دل پر ایک گائے کا سر کاٹ رکھا دیا۔ ہو کر اس نے اپنے چچا سیت سے
 دوبارہ لڑائی کی۔ اور اس کو مار ڈالا۔

یہ اور اس قسم کی دوسری کہانیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصری
 دیوتا بھی بعض بندہ دیوتاؤں کی طرح آیس میں خوب لڑا کرتے تھے۔ اگر
 سبس نے آئی سبس کے منظر پر گائے کا سر کاٹ کر لگا دیا۔ تو بندوں
 کے ذہن میں اپنے بیٹے کے دھڑلے پڑتی تھیں۔ اس کا سر کاٹ کر اس کو گھسیٹنا
 سبس جہاں بندہ دیوتا خدا کے لئے چھپی تھی وہ شہرہ شہرہ
 ہوتی تھی۔ اس کی طرح سبس کے بت پرستوں سے اپنے بندہ
 خدا کے لئے تیار ہونے کی سچی سچی تہیہ کرنی پڑتی تھی۔ اس
 کے لئے سبس کے بندے بہت سے طریقے استعمال کرتے تھے۔ بعض
 لوگ سبس کی تہیہ کرنے کے لئے اس کے لئے کھانا لے کر
 آتے تھے۔ بعض لوگ اس کے لئے کھانا لے کر آتے تھے۔ بعض
 لوگ اس کے لئے کھانا لے کر آتے تھے۔ بعض لوگ اس کے لئے
 کھانا لے کر آتے تھے۔ بعض لوگ اس کے لئے کھانا لے کر
 آتے تھے۔ بعض لوگ اس کے لئے کھانا لے کر آتے تھے۔

شکل سے رکھی تھی۔ وہ یہ کہ مصر کے لوگ کسرتشس ہو کر آیا خداوند
 خدا کو ہر کہنے لگے۔ اس خداوند نے تمام دیوتاؤں کو جمع کیا۔ اور
 ان سے شورہ پوچھا۔ کہ انسانوں کو کیا سزا دینی چاہئے؟ سب نے
 ایک زبان ہو کر کہا۔ کہ بنی نوع انسان کا تختہ صحنہ تھی پر سے مٹا ڈالنا چاہئے
 یہ دنیا کا کام آکھرا ورنجیت دیوتاؤں کے سپرد ہوا۔ جنہوں نے انسانوں کو
 تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ اس کشت و خون کو دیکھ کر تمام انسانوں پر دہشت
 پھیلی۔ اپنے غضب ناک دیوتا کے غضب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے انہوں
 نے نہایت ہی لذیذ پھلوں کا رس بنچڑا۔ اور اس میں انسانوں کا خون
 ملا کر ایک مزیدار شراب بنائی۔ اس شراب سے انہوں نے سات ہزار
 ٹھنڈے بھرے۔ اور اپنے خداوند خدا کے سامنے پیش کئے۔ خداوند خدا
 اس خوش شراب کو پی کر بڑا ہی خوش ہوا۔ کچھ تھوڑی ہی شراب
 باقی رہ گئی وہ پھینک دی گئی۔ اس کے پھینکنے ہی ایک طوفان عظیم برپا
 ہو گیا۔ اور تمام مصر غرقاب ہو گیا۔ دوسرے دن آکھرا دیوتا انسانوں کو
 مارنے کے لئے باہر نکلا۔ مگر اس کو کوئی انسان نظر نہ آیا۔ چار طرف
 پانی ہی پانی تھا۔ اس نے تمام پانی کو پی لیا۔ اور بڑا خوش ہوا۔ دیکھا
 غیرہ کہانیوں کو نظر انداز کر کے ہم نفس غمنوں کی طرف توجہ ہرے
 تیں۔ اور بتاتے ہیں کہ جس وقت خدا دیوتا کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے اس
 کی تصویر تھیبیا کے بعض پرانے مندروں میں دیکھی جاتی ہے۔ یہاں نہ
 بالوں کی تہتات کے مطابق ایک مند میں اس دیوتا کی ستم کی
 تصویر بنائی گئی ہے۔ کہ وہ کنواری ملکہ طاطس کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے۔
 نہ سے اے ارج القدس کا بچہ جنم لے گا۔ اور وہ بادشاہ ہو گا۔ چنانچہ
 یہ لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام عتیہو آصفت رکھا گیا۔ تو ایسے میں
 یہ آصفت سوم کے نام سے مشہور ہے۔ مصر کا ایک وزیر و
 صوبہ دار تھا۔ جس کا نام بھی کنواری کے سیٹ سے ہی پڑا تھا۔
 یہ لڑکا زوردار تھا۔ جس کا نام بھی کنواری کے سیٹ سے ہی پڑا تھا۔
 یہ لڑکا زوردار تھا۔ جس کا نام بھی کنواری کے سیٹ سے ہی پڑا تھا۔

کہ وہ ترایا روح القدس کا بیٹا تھا۔ اس بادشاہ کے متعلق یہ بات سن کر
اپنی کتاب پر یسوع ابن شمعون نے اپنی چپٹ میں مصری سندوں کے کتبوں کا
حاصل لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ ایک کتبہ میں تراویوتا اپنے اکلوتے
راہی بسس سوم کو خا مہار کے یوں کہہ رہا ہے۔

”میں تیرا باپ ہوں۔ تیرے تمام اعضا کی پیدائش مجھ سے
ہی ہوئی ہے۔ میں نے تیری شکل کو سٹڈی خد کی شکل پر بنا یا ہے۔ میں
نے ہی تیری قابل تعظیم مائیکو خد کے بچے پیدا کیا ہے۔“ سو صرح مصر کا
شہور بادشاہ تھا تھتس اول بھی روح القدس کا بیٹا ہی نہیں کیا جاتا
تھا۔ تھتس کے معنوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تھا تھت دیوتا کا بیٹا
تھتس کیا جاتا تھا۔ جب یہ بادشاہ مر گیا۔ تو اس کی جگہ اس کا بیٹا تھا تھتس
ثانی مصر کے ملک کا بادشاہ ہوا۔ اس نے اپنی سگی بہن تھتسوت سے شادی
کر لی۔ اس زمانہ کے مصریوں بہن کے ساتھ زہیت کے تھتس کو
کچھ بری نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ تھتسوت نے اپنے بھائی یا بھانجے
اور اڈالا اور عثمان حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے چھوٹے
بھائی سے شادی کر لی۔ اور اپنے آپ کو منہ کے سب سے بڑے
نہر ترا اور تھتس کی بیٹی اور تھتسوتالی بیوی کہہ دئے تھے۔
اس کی دیکر گماہیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانے کا بعد ذکر
ہے۔ اس زمانے میں روح القدس نے ذریعہ یہ ہو کر ظاہر
ہوئے تھتس با اور یورپ پر ہی اپنا شعلہ جوئے ہوئے تھا۔ بلکہ فرانہ۔
اس وقت میں بھی جو کبھی تھتس کا مبادو مانوئے رہ چکا تھا۔
تھتس اب ساتھ لگتے ہیں اور یکہ کی پرائی تھتس پر بھی
نہر تھتس چاہتے۔

سو لکھویں فصل

روح القدس یا سبزا نپیدالیش

کا

سلسلہ امریکہ میں

ہم جانتے ہیں کہ اس وقت بھی امریکہ میں خداوند کے اکلے تے
 شے کے کیت گائے جا رہے ہیں۔ سچ سے تقریباً چھ سات سو برس پہلے
 بہت عرصہ پہلے تشریف لیا۔ امریکہ کے اصلی باشندے اس خداوند خدا کو
 کا نام بتا نہیں جانتے تھے۔ وہ اس وقت بھی زیادہ تر اس کے
 یوں کہتے آج تھے۔ ان کا خداوند روح القدس بعض طاقتوں میں
 سے تبادلی اور انسانی قریبی کی ہستہ عکس کرتا تھا۔ اور اس کے اب کی
 سب سے قریب انہوں نے کہنے پر مجبور نہیں کیا۔ وہ عام طور پر اس کی
 پرستش کرتے تھے۔ اسی کو وہ کرتا دھرتیا بازندہ خدا ہاتھ تھے۔ ان میں
 میں عقائد آؤں تھے۔ وہ سورج کی پرستش کو برا سمجھتے تھے چن چن کا رنگ
 کتاب کنڈیو ریو ریو *Comentarios reales* میں
 وشنسہ میں ان باتوں کا بڑی ذرا کیا گیا ہے۔ ابراہم نے امریکہ کی پہلی
 تاریخ پر لکھ دینے سے اس کتاب سے زیادہ وہی ہے۔ یہ کتاب اس
 وہ سے بھی زیادہ متبرک ہو جاتی ہے۔ کہ اس کا مصنف سنہ ۱۵۵۲ء میں
Garcilaso de la Vega ایک
 یہ سب سے پہلے کا زمانہ ہے۔ اس کی نالی پر وہ مشہور بادشاہ تھا
 کی تیرہویں تھی۔ کانوین لیو اس بات کا تذکرہ کرتا تھا کہ وہ شاہان

کی نسل میں سے ہے۔ اس کی ماں کو قدرتا اپنے آباؤ اجداد کی تواریخ مذہب
شایستگی کے بارے میں بہت کچھ زبان یا د تھا۔ اور اس نے اپنے بچے
کو وہ سب باتیں بتا دی تھیں۔ خدا صبر جبکہ وہ خود بھی ایک پڑھنی لکھی شہزادی
تھی چنانچہ عاریسی لیسوا اپنے آباؤ اجداد کے مذہبی خیالات کا ذکر کرتے ہوئے
شہزادہ انکا کو پاک پیانینوئی *Inca-tupac-upanque* کے
ہوتے میں لکھتا ہے۔ کہ وہ یہ دیکھا کہ لوگ سورج کو زندہ دیکھنا سمجھ رہے
ہیں۔ سنہشت کر رہے ہیں۔ انکے اس غلط عقیدے کا یوں کھنڈن کرنے لگے۔

”لوگ کہتے ہیں کہ سورج زندہ ہے اور وہی سب کام کرتا ہے۔ مگر ان کو حسیا
چاہئے۔ کہ جب کوئی شخص کوئی کام کیا کرتا ہے۔ تو وہ کرتے وقت اس کام کا
ہیز کے عین پاس ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ دنیا میں بہت سے کام اس وقت
ہوتے ہیں۔ جبکہ سورج غائب ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ
سورج ہر ایک کام کو نہیں کرتا۔ چنانچہ سورج نہ وہ چیز ہوتا۔ تو کیا وہ روز
کے لیے سفر سے عینک نہ جاتا۔ اگر وہ زندہ ہوتا۔ تو ہمارے ہی علم مکان
نہ اس روتا کر رہا ہوتا۔ تو وہ آکاش کے دوسرے شعبوں میں بھی
نہ جاتا ہوتا۔ ان میں کہہ بھی نہیں جاتا۔ سچ یہ ہے۔ کہ وہ ایک ہی چیز
نہ اس کو کام پر لگا دیا ہو۔ اور وہ اپنے سر رہا کرتے رہے۔ اس کو کہہ
ہو۔ ایک تہ کی طرح ہے۔ جس کو جس طرف تیرا نہ از چلا دیتا ہے۔ ہر اسی طرف
نہ جاتا ہے۔ ہر کی ہر مٹی کچھ بھی نہیں ہے۔

اس بیان میں حقائق ظاہر ہیں۔ کہ پڑھنے نے زمانے کے سہ مسائل
پر کچھ سوچ کر کھنڈن ایک حد تک کر دیا۔ اور کئی چیزیں حقیقت کے صحیح کام کر رہی ہیں۔
نہ اس نے اس کو وہ زندہ سمجھ کر نہیں پڑھتے تھے۔ تین چار دن کے گزرتے ہیں۔
پتہ دے دے اور کچھ باتیں دیکھ کر یہ ثابت ہو گیا۔

Ilca نام کا ایک ملک تھا۔ *Huayna-Capac* کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ صرف
نہ ہر سورج کے زندہ ہوتا ہونے کے ساتھ تھا۔ وہاں میں ہر ایک
نہ اس کو کہہ دیا۔ کہ اس کی طرف سے کچھ باتیں کہتی تھیں۔ کہ اس کے

ان کے وہم کو کچلنے کے لئے ایک دن جبکہ ٹرہشن منایا جا رہا تھا بادشاہ
 بیوٹا کی پک میدان میں کھڑا ہو کر سورج کی طرف دیکھنے لگ گیا۔ وہ اتنی دیر
 تک دیکھتا رہا کہ ایک بڑے بھاری پر دست نے ہیبت زدہ ہو کر ہاتھ
 سے کہا: آپ کا سورج دیوتا کی طرف اس طرح کست خیز اور بے عتیق سے اٹھیں
 اٹھا کر دیکھنا لوگوں میں سخت ہل چل مچا دے گا: بادشاہ نے اس پر دست
 کو جواب دیا: میں تم سے سوال پوچھتا ہوں تم مجھے ان کا جواب دو۔ کیا تم
 میں تمہارا بادشاہ ہوں کیا تم میں کوئی ایسا گستاخ اور نڈر شخص ہے
 جو مجھ سے یہ کہہ سکے کہ اٹھو اور ہماری خوشی کے لئے اتنا چکر لگاؤ؟ دوسرے
 کیا میرے تمام مالدار اور زبردست باجگزاروں میں سے کوئی ایسا نہرست
 سرور ہے۔ کہ میں اس کو کہوں کہ تم اسی وقت فوراً چلی۔ نہ صوبے
 کی طرف جاؤ۔ اور وہ نہ جائے؟ پر دست نے بادشاہ کی دونوں ہاتھوں کا
 جواب نفی میں دیا۔ اس پر بادشاہ نے فرمایا: میں تم سے کہتا ہوں کہ اس
 سورج سے بھی ایک زبردست خدا ہے۔ جو کہ اس سورج کو اپنا روزانہ
 پکار کھائے کے لئے حکم دیتا ہے۔ کہو کہ اگر یہی سورج خدا یا حاکم واحد ہوتا۔
 تو وہ اپنی مرضی سے بیچ بچ میں اس سفر کو چھوڑ بھی دیا کرتا۔ خواہ اس کو
 ترک سفر کی کوئی ضرورت بھی نہ ہوتی۔

اس قیام سے صاف جہاں ہے۔ کہ ایک کے میدان میں بادشاہ سورج
 پرست نہیں تھے۔ بلکہ وہ ایک زندہ خداوند کی ہستی کے قائل تھے۔ اور
 بہت معتدل انسان تھے۔ چنانچہ پیر کے بادشاہ اتکا بادشاہوں میں سے
 آخری بادشاہ تھا۔ یہ تمام باتیں کو جب پڑا تو نے یہ کہا کہ میں فی
 جو جاؤ۔ ورنہ تمہارا ملک تم سے چھین لیا جا دے گا۔ تو بادشاہ نے پیر
 کو جواب دیا۔ کہ میں جدی قانون کے مطابق اپنے ملک پر حکومت کرتا ہوں
 میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا۔ کہ ایک غیر ملک کا پادری کسی شخص کو اس کے
 اپنے ملک سے بے دخل کر دے۔ کیا حق رکھتا ہے۔ میں اپنا دین نہیں چھوڑ سکتا۔
 پیروں کے ساتھیوں نے بادشاہ کو صلیب دکھا کر کہا کہ اس پر ایمان لاؤ۔

بہشت میں جاؤ گے۔ اگھا لپہ جواب دیتا ہے: کیا میں، پنے زندہ معبود کو چھوڑ
 کر تمہاری سس مردہ چیز پر ایمان لے آؤں؟ میں دیکھتا ہوں کہ میرا خدا دھندلا
 ہے۔ مگر تمہاری صلیب مردہ ہے۔ بعد ازاں یہ معقول پسند بادشاہ پوچھتا ہے
 کہ تم نے یہ سب باتیں کہاں سے سیکھی ہیں؟ پڑ دری ولور و بائبل نکال کر جواب
 دیتا ہے کہ اس میں اسے بادشاہ کتاب خدا میں لپیٹا ہے کھول کر
 دیکھنا ہے۔ پھر اس کو کان سے نکالتا ہے مگر یہ جان کر کہ وہ یوٹائی نہیں ہے۔
 سن کو زمین پر رکھ دیتا ہے۔ اور سچی بولنے سے انکار کر دیتا ہے۔

لیکن اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ کیا امریکہ میں تو بہا پرستی بائبل
 نہیں تھی۔ تو ایسا بتاتی ہے۔ کہ وہاں تو بہا پرستی بھی تھی۔ اور وہ اسی قسم کی تھی
 جس قسم کی ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ دھندلا دیوتاؤں
 کو مانتے اور پوجتے تھے۔ ان میں سے کوئی سردی کا دیوتا تھا کوئی گرمی کا کوئی
 بارش کا۔ کوئی آندھی کا۔ کوئی فصلوں کا کوئی اولاد کا۔ مئے کہ مٹی، آواز کی
 زار پکانوپہ *Zarap-Canop* اور پاپا پکانوپہ *Papap-Canop*
 دیوتاؤں کے نام سے پرستش کرتے تھے۔ مٹی اور وہ تمام انانجی دیوتا
 بچتے تھے۔ وہ مانتے تھے کہ زمین کے اندر جتنا تر، نہ سب۔ اسے مانتے تھے
 کہ وہاں سے جہاں کی زمین کی زرخیزوں سے جگڑی ہوئی ہے۔ اس کا۔ مانتے تھے
 کہ صبح ہے۔ وہ اسکو رک گئے *aycaqaa* کے نام سے بولتے تھے۔ اس
 پر بہتہ والے باشندے گیلیلیں گھڑیوں اور رینڈکوں کی پرستش کیا کرتے
 تھے۔ گو امریکہ کے پیدا کردہ شاہوں میں سے کتنے ہی بادشاہ زندہ خدا کی
 پرستش کرتے تھے۔ مگر بہت۔ دیوی دیوتاؤں کو ہی نہ۔ وہ نہ مانتے تھے
 ان دیوتاؤں میں سے وہ مادی دوس کو بڑا جانتے تھے۔ ان کی پرستش
 میں گناہ بڑی تھی۔ تو دوسرے دیوتاؤں کا جرم نہ بنا کرتے تھے۔ اس میں
 کسی انسان کے گھر میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا نام اس کے گھر کے مطابق ہوتا
 ہے۔ وہ وہاں کے باشندوں کی پسند کرتا ہے۔ اس کے گھر کے
 کسی خاص نام میں محکم ہو کر گوارا کی لکیریں کندیاں بناتے ہیں۔ ان کے

کوٹ پیک کے نزدیک ایک بیوہ رٹ کی تھی جس کا نام کوٹ لین (Coat-Lene) تھا۔
 مگر ایک دن جبکہ وہ سو سو ج دیوتا کی پوجا کر لے کے سندر کو جا رہی تھی تو سو سو ج
 دیوتا ایک چھوٹے سے جانور شکر خورے کی شکل بنا کر اس کے راستے میں آ کر اسے
 رٹ کی نے اس کو بصورت تھی سی چیز کو اٹھا کر اپنے سینے سے نکال لیا تاکہ اس کو نہ
 میں بھو رچڑھا دے کے پیش کرے۔ مندر میں جا کر اس نے اس کو سینے سے
 باہر نکالنا چاہا۔ تو سو سو ج دیوتا غائب ہو گئے۔ مگر رٹ کی کو اپنی طبیعت بگڑتی ہوئی
 معلوم ہوئی۔ اس کو پتہ لگا کہ میں حاملہ ہو گئی ہوں۔ لوگوں نے اس کو مار ڈالنا
 چاہا۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس نے برا کام کیا تھا۔ مگر وہ بچہ جو رحم میں تھا
 جو سو سو ج دیوتا ہی تھا رحم کے اندر سے ہی جدا ہوا تھا۔

ماتا مست ڈرو۔ میں تم کو بچاؤں گا۔ تیری بڑی عزت ہوگی۔ دیکھو
 بڑی مانتا ہوگی۔ رٹ کی بچ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے ایک بچہ پیدا ہوا جسے
 نام یوزو پاکٹلی (Uzo-paktele) رکھا گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ایک
 دوسرے میں نیزہ تھا۔ اس نے اپنی ماں کے دشمنوں کی خوب خبر لی اور ان کے
 قتل کے ارشے دیے۔ آخر کار وہ آسمان کو واپس چلا گیا اور اپنی ماں کو
 بھی ساتھ ہی لے لیا۔

رٹ کنگس برادری کی کتاب یکسیکان اتھی کوئینیزر (Mecicane)

Antiquite میں روح القدس کی ایک کہانی اور بیان کرتے ہیں۔
 وہ یہ کہ کوامس کے امریکہ جانے سے پیشتر بل یکسیکو ایک نجات دہندہ کی خدمت
 کرتے تھے۔ وہ نجات دہندہ ان کے نزدیک ایک کناری رٹ کی کے بیٹے سے پیدا
 ہوا تھا۔ آسمان سے ایک فرشتے نے اس رٹ کی کو آکر زخمی کیا کہ اس سے اس
 نجات دہندہ کے ایک بچہ پیدا ہوگا چنانچہ اس مقصد کے لئے آسمان سے رٹ کی
 نازل ہوا۔ اور اس رٹ کی کے پاس آیا۔ اس رٹ کی کی والدین نے اس کو
 میں سے ایک کا نام زکٹلیق (Czechit lique) اور دوسرے کا نام سٹیکٹ
 Canati lique دو لون بنیں تو روح القدس کے بیٹے
 سٹیکٹ بنیں دہشت زدہ ہوئیں کہ اس کے رائے بگڑ چکے ہیں۔

نام ساشی قزل (Sachi-qezl) زندہ رہی۔ روح القدس سے
 یہ لڑکی حاملہ ہوئی۔ اور اُس کے ایک بچہ پیدا ہوا۔ جس کا نام فران
 کوئل (Quezalcoatl) رکھا گیا۔ یہ لڑکا بڑا مقدس سمجھا گیا۔ اس
 نے بڑے بڑے کرشمے دکھائے۔ اسی طرح یوکٹن کے باشندے
 میں بھی اسی قسم کی کہانی مشہور تھی۔ ان کے ہاں بھی کنواری سے لڑکی
 اقدس کی مدد سے ایک بچہ پیدا ہوا تھا جس کا نام زاما (Zoma)
 تھا۔ اس کا تراپی کتاب سرسنت سمیل میں بیان کرتے ہیں کہ کوئیل
 کے باشندوں میں ایک کہانی مشہور ہے۔ کہ اُن سے دیوتا سنے
 انسانی جسامت اختیار کیا۔ وہ ایک کنواری کے ہاں پیدا ہوا۔ وہ اپنے
 باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اور اُس کا نام بوکیکا (Bochica) تھا۔ سمیل
 نگار اگوا کے باشندے مانتے تھے۔ کہ اُن کے بڑے دیوتا نے اپنے
 بھوتے بیٹے کو جس کا نام تھیوٹ بلایہ (Theot-Bilake) زمین پر بھیجا تھا۔
 وہ بنی نوع کو تعلیم دے۔ اسی طرح پیرو کے باشندے کہتے تھے۔ کہ
 اُن کے بھائی رومی حالت کو ٹھیک کرنے کے لئے اپنے اکلوتے بیٹے
 کو کیپکن (Manco-capac) کو زمین پر بھیجا۔ اسی طرح گواتیمال کے باشندے
 میں یہ کہانی مشہور تھی۔ کہ اُن کے سدھار کے لئے خداوند نے
 اپنے اکلوتے بیٹے کو زمین پر بھیجا۔ برٹیل۔ فلوریڈا وغیرہ میں بھی اُن
 کہانی کہانیاں مشہور تھیں۔ وہاں کے بسے باشندوں کا خداوند
 اُس کوئل کی مانند سمجھا جاتا تھا۔ اس کا نام اسی Wasz خدا
 کے اُن کو بتایا۔ کہ دنیا میں ابتداء سے ایسا کچھ ہوا ہے۔ اور کچھ
 نہیں کہ وہ نہیں ہے۔ اُن کو روز سے رکنے کا ہے۔ اور اُن کو
 کی۔ کہ نسل بعد نسل میرے حکم کی پیروی کرتے رہنا۔ شرکاء
 کرتے ہیں کہ کچھ فورین کے باشندوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ وہ
 نیک کو مانتے ہیں جس کا نام انڈوں نے نیارگو (Viraguo)
 جوڑا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اُس خداوند کا ایک اہم بیٹا تھا جو

کو گنگاپا (Gangap) تھا۔ خداوند نے اپنے اکلوتے بیٹے کو زمیں
 پر بھیجا۔ اس نے ایک کنواری لڑکی کے ہاں جنم لیا۔ وہ لوگوں کو مذہب
 کی تعلیم دی۔ مگر انہوں نے اس کو مار ڈالا۔ اگرچہ وہ مر گیا۔ مگر پھر بھی وہ
 زندہ اور خواجہ صورت ہے۔ وہ ان کا اپنے باپ کے پاس شفیق ہے۔
 جن میں لوگوں میں اس قسم کے ایک اور بچے کی بہت سی مشہور ہے۔
 اس کا نام مٹی نور (Mazda) ہے۔ وہ ایک کنواری لڑکی کے
 بطن سے پیدا شدہ مانا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک تمام دنیا کا نجات
 دہندہ ہی مٹی تو ہے۔ الغرض عجیبہ پیدائش کا سلسلہ امریکہ میں بھی اس
 طرح پیدا ہوا تھا۔ کہ جس کو دیکھ کر عقل و نگ رہ جاتی ہے۔ اور ہم پاوری
 ہسٹن کے اس خیال کو بڑھانے کے لئے مجبور ہوتے ہیں۔ کہ پہلے سولوں
 نے خود خداوند کے بیٹے کے آنے کی خبر دے رکھی تھی۔ اس خبر کا شیطان
 نے بھی سن لیا۔ شیطان نے یہ چال چلی۔ کہ کافروں اور ملحدوں کے
 ارمیاں جا کر ان کے ستاروں کے اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ چنانکہ خداوند
 کا بیٹا پیدا ہونے والا ہے۔ اس سے تم پہلے ہے ہی خداوند کے بہت
 سے بیٹے بنا کر ان کے گیت گائے رکھو۔ تاکہ لوگ سمجھیں کہ خداوند کا یہ بیٹا
 کوئی نیا بیٹا نہیں۔ بلکہ جس سے پہلے اور بھی سینکڑوں ہی بیٹے ہوئے ہیں
 پس شیطان کا یہ جادو چل گیا اور گناہ بڑھ گئی۔
 مگر یہ وہی ہسٹن نے ایک مضحکہ خیز طریقہ پر اسسٹن کو اس
 کریم۔ مگر یہ اسسٹن کو کیونکر جان کرنا چاہئے۔ اسسٹن پر غور کرنے
 کی ضرورت ہے۔

آخر مٹی۔ تو پھر آپ نے اس مشکل کا کیا حل سوچا ہے؟
 اس کا جواب انہوں نے انہوں نے ہی دیا ہے۔

ستارِ جویِ فصل

مشکل کا حل

جب ہم اناجیل کی اندرونی مدد سے اور چرچ کی ابتداء کی نوا بجانے
اس معنی کو حل کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں پتہ لگتا ہے کہ یہی کی انہیں ہیں
ہے۔

اور ایسا ہوا کہ جب یسوع تیسری بار چکا تو وہ وہاں سے
روانہ ہوا۔ اور اپنے وطن میں اگر اس نے اپنے آپ کو دیکھا
میں انہیں ایسی تعلیم دی کہ وہ سے حیران ہوئے۔ درجہ لگے۔ کہ
ایسی نکتہ اور حیرت ہے اسے کہا ہے پائے کہ یہ بڑھتی کا بیٹا نہیں۔
اسکی ماں مریم نہیں کہلاتی اور اسے بھائی دینوب اور یوسف
اور شمعون اور یروواہ اور اسکی سب بہنیں بہادر سے ساتھ نہیں
ہیں پس اس نے یہ سب کچھ کہاں سے پایا؟

انجیل کی اس شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح اپنے والدین کا گھروں
میں ہی نہیں تھا۔ بلکہ اس کے چار بھائی، درکنی، جیمس، اور بھی تھے جو کہ اس
کے ساتھ ہر ایک بات میں شریک تھے۔ اعتراف یہ ہو سکتا ہے کہ یہاں پر غور و فکر
کی اہمیت کو ایک بڑی کیفیت منسوب کیا ہو کہ اس کا کہنا غلط ہو کہ اس
کے پاس یہ بیان ہے دیا جاتا ہے تو پھر شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

اس کے ماں باپ ہر برس عیدِ مسیح میں ہر شہر کو جاتے تھے۔ جب
وہ بارہ برس کا ہوا، اور اسے عید کے دستبر پر رٹا کہ اسے کہتے تھے
کہ کا یسوع ہر شہر میں رہ گیا۔ مگر یوسف اس کی ماں سے نہ جانا پڑا۔

یہ سمجھ کر وہ قافلہ میں ہے۔ ایک منزل آنکے نکل گئے اور اسے
 رشتہ داروں اور جان بچانوں میں ہر جگہ ڈھونڈا اور نہ پا کر اسکی
 تلاش ہر جگہ کرتے ہوئے یروشلم کو پھرے۔ اور ایسا ہوا کہ انہوں
 نے تین روز پہلے اسے یہاں میں بستادوں کے بیچ میں بیٹھے
 ہوئے اُنکی سنتے اور اُسے سوال کرتے پایا۔ اور سب جو اسکی
 سنتے تھے اسکی سمجھ اور اسکے جوابوں نے دنگ تھے تب اسے
 سے دبا دھک حیران ہوئے۔ اور اسکی ماں نے اس سے کہا
 کہ بیٹے! کس لئے تو نے ہم سے ایسا کیا؟ دیکھ تیرا باپ اور میں
 کڑھتے ہوئے تھے ڈھونڈتے تھے۔ لوقا ۱۲: ۱۹-۲۰

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یسوع مسیح معجزانہ طور پر روح القدس
 کی تابانی میں تھا۔ بلکہ جیسا کہ اسکی ماں کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ یوسف می
 تھا۔ یہ کہنا کہ یوسف کو مسیح کا باپ کہنے میں مریم نے غلط بیانی کی ہوگی
 یہ جنت مریم کے قول کے علاوہ انجیل دوسری جگہ کہتی ہے۔
 "اس وقت ماں باپ اس رشتے یسوع کو اندر لائے۔ تاکہ اسے
 شریعت کے دستور پر عمل کریں۔ لوقا ۱: ۲۶-۲۷"
 یہاں پر انجیل میں صاف طور پر یوسف کو بھی مسیح کا باپ کہا ہے
 دوسری جگہ پھر لکھا ہے۔

"اور اسکا باپ اور اسکی ماں ان باتوں پر جو اسکے حق میں کہی جاتی
 تھیں تعجب کرتے تھے۔ لوقا ۱: ۲۸ +

یہ بھی انجیل نے صاف الفاظ میں یوسف کو بھی مسیح کا باپ
 کہا ہے اور جگہ پر انجیل کہتی ہے۔

"اس لئے ماں باپ ہر مہینہ یسوع پر پرورش کیا کرتے تھے۔ لوقا ۲: ۴۰

اس میں پوری یوسف کو بھی مسیح کا باپ قرار دیتی ہے۔ ایک دہرہ پھر

وہ لکھا ہے کہ یسوع پر پرورش کیا اور اسکی ماں باپ کو جو لوقا ۲: ۴۰

میں پوری یسوع کو بھی مسیح کا باپ کہا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ

گر یوسف جسمانی معنوں میں مسیح کا باپ نہیں تھا تو انجیل نے اس کو کن معنوں میں مسیح کا باپ لکھا ہے؟ یہ کہنا کہ یوسف روحانی معنوں میں مسیح کا باپ کہنا گپ ہو گا۔ درست ثابت نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ روحانی معنوں میں مسیح کے باپ کے متعلق انجیل یہ شہادت دیتی ہے کہ:-

”کن دنوں میں نہ ماہو کہ یسوع نے گلیل کے ناصرت سے آکر
 برون میں یحییٰ سے پتہ لیا۔ اور جب وہ پانی سے گل کراد پر آیا
 تو فوراً اس نے ان دنوں کو بھٹے اور روح کو کہوڑ کی مانند اپنے
 اوپر اترتے دیکھا۔ اور دیکھو آسمان سے یہ آواز آئی:-
 کہ یہ میرا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں۔“ متی ۳: ۱۶
 یہاں مسیح کے روحانی باپ کا ذکر ہے نہ کہ جسمانی باپ کا۔ سی
 متی کی انجیل میں لکھا ہے:-

”اور یسوع پتہ لکھنے والی پانی کے پاس سے اتر گیا۔ اور دیکھو
 ان کے آسمان کھل گیا۔ اور سے خدا کی روح کو کہوڑ کی مانند بٹے
 اور اپنے اوپر اترتے دیکھا۔ اور دیکھو آسمان سے یہ آواز آئی کہ یہ
 میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں۔“ متی ۳: ۱۶
 یہاں یہی مسیح کا روحانی باپ خدا کا یا خدا کی روح کو کہوڑ کی شکل میں
 مسیح پر نازل ہوئی تھی۔ تسلیم نہ کیا جائے۔ اس طرح روح کی انجیل میں بتائی ہو کہ:-
 ”جس جگہ لوگوں نے یہودیہ لیا۔ اور یسوع بھی پیشہ پا کر۔ اور ایک
 رہا تھا تو رہا کہ آسمان کھل گیا۔ اور روح القدس جسمانی صورت میں
 ان کے مانند میں چلا اور آسمان سے یہ آواز آئی:-“ متی ۳: ۱۶

یہ بتاتا ہے کہ جس سے میں خوش ہوں۔ تو یہ ہے کہ
 ”یہاں سے اس روح القدس کو بتائی کہ روحانی باپ سے کہنا ہے کہ
 ”یہ روحانی باپ ہے۔“

یہاں سے روحانی باپ کے لئے مسیح کو کہنا ہے کہ
 ”یہ روحانی باپ ہے۔“

پہچاننا تھا۔ مگر جس نے مجھے پانی سے پتہ دینے کو بھیجا، اسی نے مجھے
 کہا کہ جس پر روح القدس کو اترے اور ٹھہرتے دیکھے۔ وہی
 روح القدس ہے پتہ دینے والا ہے۔ چنانچہ میں نے دیکھا
 اور گواہی دی کہ یہ خدا کا بیٹا ہے۔ ^{۱۳} ^{۱۴} ^{۱۵} ^{۱۶} ^{۱۷} ^{۱۸} ^{۱۹} ^{۲۰} ^{۲۱} ^{۲۲} ^{۲۳} ^{۲۴} ^{۲۵} ^{۲۶} ^{۲۷} ^{۲۸} ^{۲۹} ^{۳۰} ^{۳۱} ^{۳۲} ^{۳۳} ^{۳۴} ^{۳۵} ^{۳۶} ^{۳۷} ^{۳۸} ^{۳۹} ^{۴۰} ^{۴۱} ^{۴۲} ^{۴۳} ^{۴۴} ^{۴۵} ^{۴۶} ^{۴۷} ^{۴۸} ^{۴۹} ^{۵۰} ^{۵۱} ^{۵۲} ^{۵۳} ^{۵۴} ^{۵۵} ^{۵۶} ^{۵۷} ^{۵۸} ^{۵۹} ^{۶۰} ^{۶۱} ^{۶۲} ^{۶۳} ^{۶۴} ^{۶۵} ^{۶۶} ^{۶۷} ^{۶۸} ^{۶۹} ^{۷۰} ^{۷۱} ^{۷۲} ^{۷۳} ^{۷۴} ^{۷۵} ^{۷۶} ^{۷۷} ^{۷۸} ^{۷۹} ^{۸۰} ^{۸۱} ^{۸۲} ^{۸۳} ^{۸۴} ^{۸۵} ^{۸۶} ^{۸۷} ^{۸۸} ^{۸۹} ^{۹۰} ^{۹۱} ^{۹۲} ^{۹۳} ^{۹۴} ^{۹۵} ^{۹۶} ^{۹۷} ^{۹۸} ^{۹۹} ^{۱۰۰} ^{۱۰۱} ^{۱۰۲} ^{۱۰۳} ^{۱۰۴} ^{۱۰۵} ^{۱۰۶} ^{۱۰۷} ^{۱۰۸} ^{۱۰۹} ^{۱۱۰} ^{۱۱۱} ^{۱۱۲} ^{۱۱۳} ^{۱۱۴} ^{۱۱۵} ^{۱۱۶} ^{۱۱۷} ^{۱۱۸} ^{۱۱۹} ^{۱۲۰} ^{۱۲۱} ^{۱۲۲} ^{۱۲۳} ^{۱۲۴} ^{۱۲۵} ^{۱۲۶} ^{۱۲۷} ^{۱۲۸} ^{۱۲۹} ^{۱۳۰} ^{۱۳۱} ^{۱۳۲} ^{۱۳۳} ^{۱۳۴} ^{۱۳۵} ^{۱۳۶} ^{۱۳۷} ^{۱۳۸} ^{۱۳۹} ^{۱۴۰} ^{۱۴۱} ^{۱۴۲} ^{۱۴۳} ^{۱۴۴} ^{۱۴۵} ^{۱۴۶} ^{۱۴۷} ^{۱۴۸} ^{۱۴۹} ^{۱۵۰} ^{۱۵۱} ^{۱۵۲} ^{۱۵۳} ^{۱۵۴} ^{۱۵۵} ^{۱۵۶} ^{۱۵۷} ^{۱۵۸} ^{۱۵۹} ^{۱۶۰} ^{۱۶۱} ^{۱۶۲} ^{۱۶۳} ^{۱۶۴} ^{۱۶۵} ^{۱۶۶} ^{۱۶۷} ^{۱۶۸} ^{۱۶۹} ^{۱۷۰} ^{۱۷۱} ^{۱۷۲} ^{۱۷۳} ^{۱۷۴} ^{۱۷۵} ^{۱۷۶} ^{۱۷۷} ^{۱۷۸} ^{۱۷۹} ^{۱۸۰} ^{۱۸۱} ^{۱۸۲} ^{۱۸۳} ^{۱۸۴} ^{۱۸۵} ^{۱۸۶} ^{۱۸۷} ^{۱۸۸} ^{۱۸۹} ^{۱۹۰} ^{۱۹۱} ^{۱۹۲} ^{۱۹۳} ^{۱۹۴} ^{۱۹۵} ^{۱۹۶} ^{۱۹۷} ^{۱۹۸} ^{۱۹۹} ^{۲۰۰} ^{۲۰۱} ^{۲۰۲} ^{۲۰۳} ^{۲۰۴} ^{۲۰۵} ^{۲۰۶} ^{۲۰۷} ^{۲۰۸} ^{۲۰۹} ^{۲۱۰} ^{۲۱۱} ^{۲۱۲} ^{۲۱۳} ^{۲۱۴} ^{۲۱۵} ^{۲۱۶} ^{۲۱۷} ^{۲۱۸} ^{۲۱۹} ^{۲۲۰} ^{۲۲۱} ^{۲۲۲} ^{۲۲۳} ^{۲۲۴} ^{۲۲۵} ^{۲۲۶} ^{۲۲۷} ^{۲۲۸} ^{۲۲۹} ^{۲۳۰} ^{۲۳۱} ^{۲۳۲} ^{۲۳۳} ^{۲۳۴} ^{۲۳۵} ^{۲۳۶} ^{۲۳۷} ^{۲۳۸} ^{۲۳۹} ^{۲۴۰} ^{۲۴۱} ^{۲۴۲} ^{۲۴۳} ^{۲۴۴} ^{۲۴۵} ^{۲۴۶} ^{۲۴۷} ^{۲۴۸} ^{۲۴۹} ^{۲۵۰} ^{۲۵۱} ^{۲۵۲} ^{۲۵۳} ^{۲۵۴} ^{۲۵۵} ^{۲۵۶} ^{۲۵۷} ^{۲۵۸} ^{۲۵۹} ^{۲۶۰} ^{۲۶۱} ^{۲۶۲} ^{۲۶۳} ^{۲۶۴} ^{۲۶۵} ^{۲۶۶} ^{۲۶۷} ^{۲۶۸} ^{۲۶۹} ^{۲۷۰} ^{۲۷۱} ^{۲۷۲} ^{۲۷۳} ^{۲۷۴} ^{۲۷۵} ^{۲۷۶} ^{۲۷۷} ^{۲۷۸} ^{۲۷۹} ^{۲۸۰} ^{۲۸۱} ^{۲۸۲} ^{۲۸۳} ^{۲۸۴} ^{۲۸۵} ^{۲۸۶} ^{۲۸۷} ^{۲۸۸} ^{۲۸۹} ^{۲۹۰} ^{۲۹۱} ^{۲۹۲} ^{۲۹۳} ^{۲۹۴} ^{۲۹۵} ^{۲۹۶} ^{۲۹۷} ^{۲۹۸} ^{۲۹۹} ^{۳۰۰} ^{۳۰۱} ^{۳۰۲} ^{۳۰۳} ^{۳۰۴} ^{۳۰۵} ^{۳۰۶} ^{۳۰۷} ^{۳۰۸} ^{۳۰۹} ^{۳۱۰} ^{۳۱۱} ^{۳۱۲} ^{۳۱۳} ^{۳۱۴} ^{۳۱۵} ^{۳۱۶} ^{۳۱۷} ^{۳۱۸} ^{۳۱۹} ^{۳۲۰} ^{۳۲۱} ^{۳۲۲} ^{۳۲۳} ^{۳۲۴} ^{۳۲۵} ^{۳۲۶} ^{۳۲۷} ^{۳۲۸} ^{۳۲۹} ^{۳۳۰} ^{۳۳۱} ^{۳۳۲} ^{۳۳۳} ^{۳۳۴} ^{۳۳۵} ^{۳۳۶} ^{۳۳۷} ^{۳۳۸} ^{۳۳۹} ^{۳۴۰} ^{۳۴۱} ^{۳۴۲} ^{۳۴۳} ^{۳۴۴} ^{۳۴۵} ^{۳۴۶} ^{۳۴۷} ^{۳۴۸} ^{۳۴۹} ^{۳۵۰} ^{۳۵۱} ^{۳۵۲} ^{۳۵۳} ^{۳۵۴} ^{۳۵۵} ^{۳۵۶} ^{۳۵۷} ^{۳۵۸} ^{۳۵۹} ^{۳۶۰} ^{۳۶۱} ^{۳۶۲} ^{۳۶۳} ^{۳۶۴} ^{۳۶۵} ^{۳۶۶} ^{۳۶۷} ^{۳۶۸} ^{۳۶۹} ^{۳۷۰} ^{۳۷۱} ^{۳۷۲} ^{۳۷۳} ^{۳۷۴} ^{۳۷۵} ^{۳۷۶} ^{۳۷۷} ^{۳۷۸} ^{۳۷۹} ^{۳۸۰} ^{۳۸۱} ^{۳۸۲} ^{۳۸۳} ^{۳۸۴} ^{۳۸۵} ^{۳۸۶} ^{۳۸۷} ^{۳۸۸} ^{۳۸۹} ^{۳۹۰} ^{۳۹۱} ^{۳۹۲} ^{۳۹۳} ^{۳۹۴} ^{۳۹۵} ^{۳۹۶} ^{۳۹۷} ^{۳۹۸} ^{۳۹۹} ^{۴۰۰} ^{۴۰۱} ^{۴۰۲} ^{۴۰۳} ^{۴۰۴} ^{۴۰۵} ^{۴۰۶} ^{۴۰۷} ^{۴۰۸} ^{۴۰۹} ^{۴۱۰} ^{۴۱۱} ^{۴۱۲} ^{۴۱۳} ^{۴۱۴} ^{۴۱۵} ^{۴۱۶} ^{۴۱۷} ^{۴۱۸} ^{۴۱۹} ^{۴۲۰} ^{۴۲۱} ^{۴۲۲} ^{۴۲۳} ^{۴۲۴} ^{۴۲۵} ^{۴۲۶} ^{۴۲۷} ^{۴۲۸} ^{۴۲۹} ^{۴۳۰} ^{۴۳۱} ^{۴۳۲} ^{۴۳۳} ^{۴۳۴} ^{۴۳۵} ^{۴۳۶} ^{۴۳۷} ^{۴۳۸} ^{۴۳۹} ^{۴۴۰} ^{۴۴۱} ^{۴۴۲} ^{۴۴۳} ^{۴۴۴} ^{۴۴۵} ^{۴۴۶} ^{۴۴۷} ^{۴۴۸} ^{۴۴۹} ^{۴۵۰} ^{۴۵۱} ^{۴۵۲} ^{۴۵۳} ^{۴۵۴} ^{۴۵۵} ^{۴۵۶} ^{۴۵۷} ^{۴۵۸} ^{۴۵۹} ^{۴۶۰} ^{۴۶۱} ^{۴۶۲} ^{۴۶۳} ^{۴۶۴} ^{۴۶۵} ^{۴۶۶} ^{۴۶۷} ^{۴۶۸} ^{۴۶۹} ^{۴۷۰} ^{۴۷۱} ^{۴۷۲} ^{۴۷۳} ^{۴۷۴} ^{۴۷۵} ^{۴۷۶} ^{۴۷۷} ^{۴۷۸} ^{۴۷۹} ^{۴۸۰} ^{۴۸۱} ^{۴۸۲} ^{۴۸۳} ^{۴۸۴} ^{۴۸۵} ^{۴۸۶} ^{۴۸۷} ^{۴۸۸} ^{۴۸۹} ^{۴۹۰} ^{۴۹۱} ^{۴۹۲} ^{۴۹۳} ^{۴۹۴} ^{۴۹۵} ^{۴۹۶} ^{۴۹۷} ^{۴۹۸} ^{۴۹۹} ^{۵۰۰} ^{۵۰۱} ^{۵۰۲} ^{۵۰۳} ^{۵۰۴} ^{۵۰۵} ^{۵۰۶} ^{۵۰۷} ^{۵۰۸} ^{۵۰۹} ^{۵۱۰} ^{۵۱۱} ^{۵۱۲} ^{۵۱۳} ^{۵۱۴} ^{۵۱۵} ^{۵۱۶} ^{۵۱۷} ^{۵۱۸} ^{۵۱۹} ^{۵۲۰} ^{۵۲۱} ^{۵۲۲} ^{۵۲۳} ^{۵۲۴} ^{۵۲۵} ^{۵۲۶} ^{۵۲۷} ^{۵۲۸} ^{۵۲۹} ^{۵۳۰} ^{۵۳۱} ^{۵۳۲} ^{۵۳۳} ^{۵۳۴} ^{۵۳۵} ^{۵۳۶} ^{۵۳۷} ^{۵۳۸} ^{۵۳۹} ^{۵۴۰} ^{۵۴۱} ^{۵۴۲} ^{۵۴۳} ^{۵۴۴} ^{۵۴۵} ^{۵۴۶} ^{۵۴۷} ^{۵۴۸} ^{۵۴۹} ^{۵۵۰} ^{۵۵۱} ^{۵۵۲} ^{۵۵۳} ^{۵۵۴} ^{۵۵۵} ^{۵۵۶} ^{۵۵۷} ^{۵۵۸} ^{۵۵۹} ^{۵۶۰} ^{۵۶۱} ^{۵۶۲} ^{۵۶۳} ^{۵۶۴} ^{۵۶۵} ^{۵۶۶} ^{۵۶۷} ^{۵۶۸} ^{۵۶۹} ^{۵۷۰} ^{۵۷۱} ^{۵۷۲} ^{۵۷۳} ^{۵۷۴} ^{۵۷۵} ^{۵۷۶} ^{۵۷۷} ^{۵۷۸} ^{۵۷۹} ^{۵۸۰} ^{۵۸۱} ^{۵۸۲} ^{۵۸۳} ^{۵۸۴} ^{۵۸۵} ^{۵۸۶} ^{۵۸۷} ^{۵۸۸} ^{۵۸۹} ^{۵۹۰} ^{۵۹۱} ^{۵۹۲} ^{۵۹۳} ^{۵۹۴} ^{۵۹۵} ^{۵۹۶} ^{۵۹۷} ^{۵۹۸} ^{۵۹۹} ^{۶۰۰} ^{۶۰۱} ^{۶۰۲} ^{۶۰۳} ^{۶۰۴} ^{۶۰۵} ^{۶۰۶} ^{۶۰۷} ^{۶۰۸} ^{۶۰۹} ^{۶۱۰} ^{۶۱۱} ^{۶۱۲} ^{۶۱۳} ^{۶۱۴} ^{۶۱۵} ^{۶۱۶} ^{۶۱۷} ^{۶۱۸} ^{۶۱۹} ^{۶۲۰} ^{۶۲۱} ^{۶۲۲} ^{۶۲۳} ^{۶۲۴} ^{۶۲۵} ^{۶۲۶} ^{۶۲۷} ^{۶۲۸} ^{۶۲۹} ^{۶۳۰} ^{۶۳۱} ^{۶۳۲} ^{۶۳۳} ^{۶۳۴} ^{۶۳۵} ^{۶۳۶} ^{۶۳۷} ^{۶۳۸} ^{۶۳۹} ^{۶۴۰} ^{۶۴۱} ^{۶۴۲} ^{۶۴۳} ^{۶۴۴} ^{۶۴۵} ^{۶۴۶} ^{۶۴۷} ^{۶۴۸} ^{۶۴۹} ^{۶۵۰} ^{۶۵۱} ^{۶۵۲} ^{۶۵۳} ^{۶۵۴} ^{۶۵۵} ^{۶۵۶} ^{۶۵۷} ^{۶۵۸} ^{۶۵۹} ^{۶۶۰} ^{۶۶۱} ^{۶۶۲} ^{۶۶۳} ^{۶۶۴} ^{۶۶۵} ^{۶۶۶} ^{۶۶۷} ^{۶۶۸} ^{۶۶۹} ^{۶۷۰} ^{۶۷۱} ^{۶۷۲} ^{۶۷۳} ^{۶۷۴} ^{۶۷۵} ^{۶۷۶} ^{۶۷۷} ^{۶۷۸} ^{۶۷۹} ^{۶۸۰} ^{۶۸۱} ^{۶۸۲} ^{۶۸۳} ^{۶۸۴} ^{۶۸۵} ^{۶۸۶} ^{۶۸۷} ^{۶۸۸} ^{۶۸۹} ^{۶۹۰} ^{۶۹۱} ^{۶۹۲} ^{۶۹۳} ^{۶۹۴} ^{۶۹۵} ^{۶۹۶} ^{۶۹۷} ^{۶۹۸} ^{۶۹۹} ^{۷۰۰} ^{۷۰۱} ^{۷۰۲} ^{۷۰۳} ^{۷۰۴} ^{۷۰۵} ^{۷۰۶} ^{۷۰۷} ^{۷۰۸} ^{۷۰۹} ^{۷۱۰} ^{۷۱۱} ^{۷۱۲} ^{۷۱۳} ^{۷۱۴} ^{۷۱۵} ^{۷۱۶} ^{۷۱۷} ^{۷۱۸} ^{۷۱۹} ^{۷۲۰} ^{۷۲۱} ^{۷۲۲} ^{۷۲۳} ^{۷۲۴} ^{۷۲۵} ^{۷۲۶} ^{۷۲۷} ^{۷۲۸} ^{۷۲۹} ^{۷۳۰} ^{۷۳۱} ^{۷۳۲} ^{۷۳۳} ^{۷۳۴} ^{۷۳۵} ^{۷۳۶} ^{۷۳۷} ^{۷۳۸} ^{۷۳۹} ^{۷۴۰} ^{۷۴۱} ^{۷۴۲} ^{۷۴۳} ^{۷۴۴} ^{۷۴۵} ^{۷۴۶} ^{۷۴۷} ^{۷۴۸} ^{۷۴۹} ^{۷۵۰} ^{۷۵۱} ^{۷۵۲} ^{۷۵۳} ^{۷۵۴} ^{۷۵۵} ^{۷۵۶} ^{۷۵۷} ^{۷۵۸} ^{۷۵۹} ^{۷۶۰} ^{۷۶۱} ^{۷۶۲} ^{۷۶۳} ^{۷۶۴} ^{۷۶۵} ^{۷۶۶} ^{۷۶۷} ^{۷۶۸} ^{۷۶۹} ^{۷۷۰} ^{۷۷۱} ^{۷۷۲} ^{۷۷۳} ^{۷۷۴} ^{۷۷۵} ^{۷۷۶} ^{۷۷۷} ^{۷۷۸} ^{۷۷۹} ^{۷۸۰} ^{۷۸۱} ^{۷۸۲} ^{۷۸۳} ^{۷۸۴} ^{۷۸۵} ^{۷۸۶} ^{۷۸۷} ^{۷۸۸} ^{۷۸۹} ^{۷۹۰} ^{۷۹۱} ^{۷۹۲} ^{۷۹۳} ^{۷۹۴} ^{۷۹۵} ^{۷۹۶} ^{۷۹۷} ^{۷۹۸} ^{۷۹۹} ^{۸۰۰} ^{۸۰۱} ^{۸۰۲} ^{۸۰۳} ^{۸۰۴} ^{۸۰۵} ^{۸۰۶} ^{۸۰۷} ^{۸۰۸} ^{۸۰۹} ^{۸۱۰} ^{۸۱۱} ^{۸۱۲} ^{۸۱۳} ^{۸۱۴} ^{۸۱۵} ^{۸۱۶} ^{۸۱۷} ^{۸۱۸} ^{۸۱۹} ^{۸۲۰} ^{۸۲۱} ^{۸۲۲} ^{۸۲۳} ^{۸۲۴} ^{۸۲۵} ^{۸۲۶} ^{۸۲۷} ^{۸۲۸} ^{۸۲۹} ^{۸۳۰} ^{۸۳۱} ^{۸۳۲} ^{۸۳۳} ^{۸۳۴} ^{۸۳۵} ^{۸۳۶} ^{۸۳۷} ^{۸۳۸} ^{۸۳۹} ^{۸۴۰} ^{۸۴۱} ^{۸۴۲} ^{۸۴۳} ^{۸۴۴} ^{۸۴۵} ^{۸۴۶} ^{۸۴۷} ^{۸۴۸} ^{۸۴۹} ^{۸۵۰} ^{۸۵۱} ^{۸۵۲} ^{۸۵۳} ^{۸۵۴} ^{۸۵۵} ^{۸۵۶} ^{۸۵۷} ^{۸۵۸} ^{۸۵۹} ^{۸۶۰} ^{۸۶۱} ^{۸۶۲} ^{۸۶۳} ^{۸۶۴} ^{۸۶۵} ^{۸۶۶} ^{۸۶۷} ^{۸۶۸} ^{۸۶۹} ^{۸۷۰} ^{۸۷۱} ^{۸۷۲} ^{۸۷۳} ^{۸۷۴} ^{۸۷۵} ^{۸۷۶} ^{۸۷۷} ^{۸۷۸} ^{۸۷۹} ^{۸۸۰} ^{۸۸۱} ^{۸۸۲} ^{۸۸۳} ^{۸۸۴} ^{۸۸۵} ^{۸۸۶} ^{۸۸۷} ^{۸۸۸} ^{۸۸۹} ^{۸۹۰} ^{۸۹۱} ^{۸۹۲} ^{۸۹۳} ^{۸۹۴} ^{۸۹۵} ^{۸۹۶} ^{۸۹۷} ^{۸۹۸} ^{۸۹۹} ^{۹۰۰} ^{۹۰۱} ^{۹۰۲} ^{۹۰۳} ^{۹۰۴} ^{۹۰۵} ^{۹۰۶} ^{۹۰۷} ^{۹۰۸} ^{۹۰۹} ^{۹۱۰} ^{۹۱۱} ^{۹۱۲} ^{۹۱۳} ^{۹۱۴} ^{۹۱۵} ^{۹۱۶} ^{۹۱۷} ^{۹۱۸} ^{۹۱۹} ^{۹۲۰} ^{۹۲۱} ^{۹۲۲} ^{۹۲۳} ^{۹۲۴} ^{۹۲۵} ^{۹۲۶} ^{۹۲۷} ^{۹۲۸} ^{۹۲۹} ^{۹۳۰} ^{۹۳۱} ^{۹۳۲} ^{۹۳۳} ^{۹۳۴} ^{۹۳۵} ^{۹۳۶} ^{۹۳۷} ^{۹۳۸} ^{۹۳۹} ^{۹۴۰} ^{۹۴۱} ^{۹۴۲} ^{۹۴۳} ^{۹۴۴} ^{۹۴۵} ^{۹۴۶} ^{۹۴۷} ^{۹۴۸} ^{۹۴۹} ^{۹۵۰} ^{۹۵۱} ^{۹۵۲} ^{۹۵۳} ^{۹۵۴} ^{۹۵۵} ^{۹۵۶} ^{۹۵۷} ^{۹۵۸} ^{۹۵۹} ^{۹۶۰} ^{۹۶۱} ^{۹۶۲} ^{۹۶۳} ^{۹۶۴} ^{۹۶۵} ^{۹۶۶} ^{۹۶۷} ^{۹۶۸} ^{۹۶۹} ^{۹۷۰} ^{۹۷۱} ^{۹۷۲} ^{۹۷۳} ^{۹۷۴} ^{۹۷۵} ^{۹۷۶} ^{۹۷۷} ^{۹۷۸} ^{۹۷۹} ^{۹۸۰} ^{۹۸۱} ^{۹۸۲} ^{۹۸۳} ^{۹۸۴} ^{۹۸۵} ^{۹۸۶} ^{۹۸۷} ^{۹۸۸} ^{۹۸۹} ^{۹۹۰} ^{۹۹۱} ^{۹۹۲} ^{۹۹۳} ^{۹۹۴} ^{۹۹۵} ^{۹۹۶} ^{۹۹۷} ^{۹۹۸} ^{۹۹۹} ^{۱۰۰۰}

یوحنا کی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح کا روحانی باپ خدایا
 خدا کی روح تھی۔ نہ کہ یوسف۔ ان حواہات سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انجیل میں
 یوسف کو جو مسیح کا باپ کہا گیا ہے۔ وہ روحانی معنوں میں نہیں ہے۔ بلکہ یوسف کو
 مسیح کا باپ جسمانی معنوں میں کہا گیا ہے۔ اس بات کی شہادت کہ یوسف روحانی
 معنوں میں مسیح کا باپ تھا۔ اس نسب نامہ سے بھی ملتی ہے جو متی اور لوقا کی اناجیس
 میں مسیح کی بابت دیا گیا ہے۔ متی کی انجیل میں ابراہیم سے لیکر مسیح تک ۴۰ نسلیں
 دی گئی ہیں۔ لوقا کی انجیل میں ابراہیم سے لیکر مسیح تک ۵۰ نسلیں دی گئی ہیں۔ اگرچہ
 دونوں اناجیل میں ۴۰ نسلوں کا فرق ہے۔ مگر پھر بھی دونوں نسب ناموں میں
 مسیح کو یوسف کے ذریعہ واؤد کے خانہ ان میں شمار کیا گیا ہے۔ متی کی انجیل
 میں ابراہیم سے پشت شمار کر کے ہوئے آخر میں لکھا ہے۔

”منان سے یعقوب پیدا ہوا۔ یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ یہ اس

مرحلہ کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا۔ جو مسیح کہلاتا ہے۔ متی ۱: ۱۶

کہ یوسف کو سچ کا باپ روحانی معنوں میں نہیں کہا گیا جب انجیل کی دہری
اندرونی شہادت پر نظر ماری جاتی ہے تو یہ سادہ صاف ہو جاتا ہے کہ یوسف
کو جسمانی معنوں میں سچ کا باپ تسلیم کیا گیا ہے۔ لوقا کی انجیل میں اس بات
کی تصدیق میں ایک اور شہادت ملتی ہے۔ لکھا ہے کہ۔

”جیر، نیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس
کا نام ناصرہ تھا۔ ایک کنواری کے پاس پیدا کیا گیا جسکی داڑھی کے
گھرانے میں ایک مرد اپنے حق نام سے ہوئی تھی۔ اور اس کنواری کا
نام مریم تھا۔ اور فرشتے نے اس کے پاس اندر آ کر کہا۔ سلام ہو تجھ کو جس پر
فضل ہوا ہے۔ خداوند تیرے ساتھ ہے۔ وہ اس کا نام سے بہت گہری
اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام۔۔۔ فرشتے نے اس سے کہا اور مریم
خوف نہ کر کہ یہ خدا کی طرف سے تجھ پر نازل ہوا ہے۔ اور ایک تو۔۔۔
پرگی۔ اور بیٹا جنسی۔ اس کا نام یسوع رکھنا۔ وہ بزرگ ہو گا۔ اور
خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائیگا۔ اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا
نات استے دیگا۔ اور وہ یعقوب کے گھرانے پر آباد تاک بادشاہی کرے گا
اور اسکی بادشاہی کا اثر ہو گا۔ مریم نے فرشتے سے کہا کہ کیونکر۔۔۔ میں
حال میں کہ میں مرد سے واقف بھی نہیں۔ اور فرشتے نے جواب میں
اس سے کہا کہ روح اقدس تجھ پر نازل ہو گا۔ اور خدا تعالیٰ کی قوت
تجھ پر سایہ ڈالے گی۔ اور اس سبب سے وہ پاکیزہ جو پیدا ہو گی
خدا کا بیٹا کہلائیگا۔ اور وہ بکھیرتی رشتہ دار شہیج کہ بھی رہے
میں پیشا ہونیوالا ہو گا۔ اور اب اس کو جو بچہ کہلاتی تھی تپت ہو گا۔ وہ
جو خدا کی طرف سے ہو گا۔ وہ بزرگ نہ ہو گا۔ وہ بزرگ نہ ہو گا۔
میں نہ۔۔۔ نہ کی سنہ کی ہوں سر کے لئے میرے قول سے۔۔۔
یہ فرشتے اس کے پاس سے چلے گئے۔ اور وہ چلے گئے۔

یہ فرشتے اس کے پاس سے چلے گئے۔ اور وہ چلے گئے۔

یہ فرشتے اس کے پاس سے چلے گئے۔ اور وہ چلے گئے۔

نے اسکی رشتہ داری شیخ کی مثال دی ہے جو خاوند والی تھی مگر اس کے ہاں عرصہ سے
 کوئی بچہ نہیں ہوا تھا۔ شیخ کی شادی ذکر یا سے اور مریم کی شادی یوسف سے
 ہو چکی تھی۔ ایسی صورت میں فرشتہ کا مریم کے سامنے اس کی رشتہ داری شیخ کی
 مثال دینا اس بات کی تائید تھی کہ تیرے ہاں جو بیٹا ہو گا۔ وہ بھی شیخ کے بیٹے
 کی طرح قدرتی طریقہ پر ہو گا۔ ان تمام شہادتوں سے اس بات پر کافی روشنی پاتی
 ہے کہ یوسف شیخ کا جسمانی منسلک نہیں ہوا تھا۔ اناجیل کی اس اندرونی شہادت
 کے علاوہ جب ہم تواریخی شہادت پر نظر مارتے ہیں تو ہمیں شیخ کی عورت پر اپنی
 کے مسئلہ کو حل کرنے میں بڑی مدد مل جاتی ہے۔ شیخ کی موت کے بعد جب اس کے
 حواری اور رشتہ دار یروشلم میں جمع ہوئے تو سب نے اس کے نام سے شادی
 کا تہیہ کیا۔ یہ سب سے پہلی کونسل تھی۔ جو کہ عیسائیوں نے دین عیسائی کو پھیلانے
 کے لئے کی۔ اس کونسل میں طے شدہ باتوں کا دستخط کرنے کے لئے شیخ کے عیب
 پر وچار و نظر پھیل گئے۔ ان ابتدائی مقلدوں کو یہودی و گمراہی کی وجہ
 سے نصرانی یا ابلی نائیٹس کہتے تھے۔ کیونکہ شیخ خود ناصر تھا اور ان کی طرف منسوب
 کیا جاتا تھا۔ ابلی نائیٹس کے معنی غریب، ایزدوں کے نہیں۔ نصرانی کے لئے تیار
 پر شیخ ناصر کے جاتے تھے۔ شیخ کے بارے میں ان لوگوں کے اعتقاد تھے کہ
 سیدھے سادے تھے۔ چنانچہ پادری نے دیکھا کہ شیخ میں یہاں تک
 پیدا عیسائی موعظ تھا۔ نصرانیوں یا ابلی نائیٹس کو انکی تواریخ نکالتا ہوا بیان کرتا تو
 کہ ابلی نائیٹس لوگ بڑے غریب اور سکس المراج میں۔ ان کا عقائد اور رواج
 ایک بڑا سیدھا سادہ آدمی تھا۔ اس کی پیدائش بھی عام انسانوں کی سی
 مریم اور یوسف سے پیدا ہوا تھا۔ نصرانیوں یا ابلی نائیٹس لوگوں کو جو یہ مانتے
 تھے کہ شیخ دوسرے انسانوں کی طرح یوسف اور مریم سے پیدا ہوا تھا۔ ان لوگوں
 سے آئے ہوئے عیسائی لوگ ملحد اور صراحتاً روم کے عیسائی کا فوجتے تھے۔ یہاں
 جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ روم بصرہ اور یونان وغیرہ میں۔ یہ تو ان کی ہزار
 ہونے کا فخر عام طور پر برتری پر تھا۔ اب تو ان نصرانی ابلی نائیٹس کی ہر بات
 کو ان کے مجبور کیا۔ کہ وہ اس عقائد سے باز نہ جائیں۔ ان کے یہاں

تو یخ روم میں ان منکروں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کے
عہد تباہ کر دئے گئے۔ ان کی کتابیں جلا دی گئیں۔ اور ان کو انوارِ
اقسام کی اذیتیں دی گئی۔ وہ ہوگا مسیح کو عام آدمیوں کی طرح ایک نیک آدمی تصور
کرتے تھے۔ اور اس کو انسانوں سے بڑھ کر خدا کا مرتبہ دینے کے لئے تیار
نہیں تھے۔ اسرائیل کا یہ عقیدہ مدت تک جاری رہا۔ لہٰذا ڈنر صاحب فرماتے ہیں
کہ یہی تاثر ہے کہ۔ بتدنیٰ عیسائیوں میں ایک وقت یہی تباہ ہو گیا۔ پھر وہیں کہتے ہیں۔ دوسرے مسیحی ان
کو بھی کافروں کے نام سے پکارتے تھے۔ کارپوکرتشین لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جو کچھ
ہم کو مسیح کے حواریوں اور رسولوں نے بتایا ہے۔ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اور کہ
حواریوں اور رسولوں کے یہی اعتقادات تھے۔ جو کہ ہم دیکھتے ہیں۔ اور یہی سچی
باتیں ہیں۔ یہ صداقت و تسلیم تک جاری رہی۔ اور روم کے تیرہویں شب
و کٹر کے زمانے تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ مگر اُسے جانشین فرما کر
کے وقت اس وقت اس میں کئی رد و بدل اور مختلف تغیرات ہو گئے۔ چنانچہ پندرہویں
شعبان اور اس کے بعد وہی کا ذکر کرتا ہوا مسیح کے خداوند کا بیٹا ہونے سے
بارے میں ان لوگوں کے اعتقادات کا یوں بیان کرتا ہے۔

ان کا عقیدہ ہے۔ کہ ہمارے تمام بزرگ اور تار۔ ہر لوگ ہی رہے تھے
جو کثرت رکھتے ہیں۔ اور انہوں نے بدیہی ہی تیار کی۔ اور کہ اس کا عقیدہ
کی صداقت و کثرت کے زمانے تک جو کہ ہم نے نہیں دیکھا۔ اور کہ یہ لوگ تباہ
باری رہی۔ مگر یہ انہوں نے اس میں عجب حریف کر دی۔

کارپوکرتشین عیسائیوں کی طرح ایک دوسرے کے عیسائیوں کا بھی یہی اعتقاد تھا
کہ یہ توحید اس گروہ کو یہ نتیجہ دیکھنے گئے۔ اور ان کے بانی سیرنٹس کا یہ عقیدہ ہے۔
کہ مسیح یوسف اور مریم سے عام انسانوں کی طرح پیدا ہوئے تھے۔ مگر اس کا خیال تھا
کہ مسیح دوسرے انسانوں کی نسبت زیادہ پاک اور مقدس تھا۔

اسی طرح عیسائیت کے ابتدائی زمانے میں دانشمندانہ عیسائیوں کا ایک گروہ
وہی تھا۔ جو کہ عیسائیوں کے مختلف حصوں میں پیدا ہوا تھا۔ اس گروہ کا بھی یہی خیال تھا
کہ مسیح یوسف اور مریم سے پیدا ہوا۔ بلکہ اس کا باپ یوسف تھا۔ لہٰذا ڈنر صاحب فرماتے

ہیں کہ جب ان پرانے ٹائپ کے عیسائیوں نے ٹائپ کے عیسائیوں سے مقابلہ
ہوا تو بڑی گڑبڑ مچ گئی۔ اور بہت سے کشت و خون ہوئے۔ آخر نے ٹائپ
کے عیسائیوں کا پلہ بھاری رہا۔ اور ان کی بات چل گئی۔ پس مسیح
بجائے یوسف کا بیٹا کہلائیے روح القدس کا بیٹا ہی شہر ہو گیا۔ پانچویں صدی عیسوی
میں نہ صرف روح القدس کا بیٹا ہی کہلائے لگ گیا بلکہ تثلیث کے مسئلے نے بھی زور پکڑا اور
مسیح کو خدا کے درجے تک پہنچا کر باپ بیٹا روح القدس کا جھنڈا بلند کر دیا گیا۔

مذکورہ بالا مختصر سے بیان سے اتنا پتہ تو ضرور لگتا ہی کہ مسیح روح القدس کا بیٹا
ہونے سے منکر تھا۔ نہ صرف وہی بلکہ اسکی ماں۔ اس کے چواری۔ اس کے رسول غرضیکہ
اس کے تمام واقف کا یہاں تک کہ اسکی موت کے ڈھائی سو سال بعد تک عیسائی لوگ
بھی اسکو دوسرے انسانوں کی طرح جو یوسف اور مریم سے پیدا شدہ مانتے تھے۔ مگر اسکے
بند مسیح کی پیدائش کو معجزانہ رنگ دیا گیا۔ اور اسکی ایسی تفسیر کی گئی جو یوسف کو مسیح
کا جسمانی باپ قرار دینے کے منافی ہو۔ ناجیل کی اندرونی شہادت اور تواریخ
کی مدد سے مسیح کی پیدائش کے بارے میں ایک معقول پسند جس نتیجہ پر پہنچتا ہے
وہ یہی ہے کہ مسیح ہمارے طبع ہی پیدا ہوا تھا۔ اور کہ اس کی پیدائش کو معجزانہ مانتا ہے
اور پر روح القدس یا معجزانہ پیدائش کے سلسلہ کے ان تمام افراد کیلئے جن کا ذکر لیا
جا چکا ہے۔ دروازہ کھولنا ہے۔ ایسی صورت میں اگر ایک کیلئے تو دروازہ کھول دیا جائے
اور دوسروں کے لئے بند کر دیا جائے تو یہ بے انصافی ہوگی۔
انگریزی۔ بے شک یہ بے انصافی ہوگی۔

اٹھارھویں فصل

اکٹیویٹوں میں خدا کا بیٹا

آخری۔ مگر ایلو میں کچھ سمجھنا۔ خدا کا بیٹا کیا ہے۔ جس میں بھی تو کوئی جہ ہونی چاہئے۔

وغیرہ کے عوائی بھی ایزا دیکھے جائینگے۔ تاہم غور سے ملاحظہ فرمائیں، واجب
مضمون ختم کر دیں تو شکر کریں، کہ ہمارے خالق و مالک نے ہمارے اہل ایمان اس کلام پر
کیونکہ اس سے عینا فرمایا ہے۔ جسے میں پیشانی پر لکھ چکا ہوں اور اب پھر لکھنا ہوں +
قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ - اللَّهُ الصَّمَدُ - لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ - لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ -

(۱)۔ لوقا پہلے باپ میں ہے۔ کہ فرشتہ نے مریم کے سامنے جا کر کہا تھا +

۳۱۔ وریکھ تو حاملہ ہوگی۔ اور بیٹا جنم لے گا۔ اور اسکا نام یسوع رکھیگی +

۳۲۔ وہ بزرگ ہوگا۔ اور خدا کے لئے کامیاب ہوگا +

مستی میں ہے کہ یوسف جسکی منگنی مریم سے ہوئی تھی، کو خواب میں فرشتہ نے کہا تھا۔

اسے یوسف بن داؤد اپنی چور و مریم کو اپنے یہاں لے آنے سے مست ڈر کیونکہ جو

اس کے رحم میں ہے۔ سورۃ القدس سے ہے۔ (۱)۔

اور وہ بیٹا جنم لے گا۔ اور تو اس کا نام یسوع رکھیگی۔ (۲)۔

لوقا نے مریم سے فرشتہ کے کلام کا ذکر کیا ہے۔ مگر مستی میں اسکا ذکر نہیں +

موسیٰ اور یوحنا میں نہ وہ بیان ہے لوقا بیان کرتا ہے وہ بیان جسے مستی نے لکھا ہے۔

اسکے یہ غور کرنا ہوتا ہے کہ فرشتہ جس نے مریم اور یوسف سے باتیں کی ہیں۔ اسکے الفاظ کیا

ہیں۔ ان الفاظ میں دووں میں سے ہے کہ میں نے کہا اور اسکا نام یسوع رکھیگی +

یہ الفاظ تو یہ ہیں کہ میں نے کہا۔ اور اسکا نام یسوع رکھیگی +

کیا ہے۔ اور فرشتوں کی باتیں اس سے خاص ہیں +

اول تو جب چاہو گے اہل میں سے تین کچھ ذکر نہ کریں تو ایک کوہ کی شہادت خاصہ

جسکو وہ بہت ہی عجیب بات زیادہ بڑھاتا ہے، اس سے قبول کر نیکی لائق ہوتی ہے لیکن +

(۲)۔ اس پر بھی ہم لوقا کے الفاظ پر مزید غور کرنا چاہتے ہیں۔ لوقا کے الفاظ میں +

معدوہ خدا کا بیٹا کہلائیگا +

کیا ان الفاظ کے یہ سننے میں کہ مسیح خود فرمایا کہ مجھے خدا کا بیٹا کہو۔ یا اس

کے معنی یہ ہیں کہ لوگ ایسا کہنے لگ جائیں گے +

اگر کوئی شخص ان الفاظ کے پہلے سے بیان کرتا ہے۔ تو اسے چاروں کیوں

میں نہیں بھیجیں گے۔ بلکہ اس کی سی کو فرمایا ہو۔ کہ مجھے خدا کا بیٹا کہو +

یہی صورت دوم۔ کہ لوگ اسے کہنے لگے۔ یہ بیشک بہت لوگوں پر صادق
آتی ہے۔ مگر اس سے صاف ظاہر ہوتا کہ ایسا کہنا صرف لوگوں کا اپنا فعل ہوگا۔
(۲) دوسرے موقعہ جہاں مسیح کی بابت لفظ "خدا کا بیٹا" انجیل میں مستعمل ہوا ہے درج ذیل کیا جائے گا
متی ۳ اور یسوع مسیح کے جوں ہی پانی نے غسل کروا دیا اور دیکھو کہ اُس کے
اُسے آسمان کھل گیا۔ اُسے خدا کی روح کو کبوتر کی مانند اترنے اور اپنے اوپر اُترنے دیکھا۔
متی ۳ اور دیکھو کہ آسمان سے ایک آواز آئی۔ کہ "یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ جس سے میں
خوش ہوں۔" اب مرقس کو دیکھو۔

۳ اور جو نبی وہ پانی سے باہر آیا ہے۔ اس کا کھلا اور روح کو کبوتر کی مانند اپنے اوپر اُترنے دیکھا
اب لوقا کو دیکھو۔ ۳ اور ایسا ہوا کہ جب سب لوگ مسیح پر چلے گئے اور یسوع بھی
بچہ نہ پارتا دعا مانگ رہا تھا۔ آسمان کھل گیا۔

۴ اور روح قدس جسم کی صورت میں کبوتر کی طرح اس پر اُتری۔ جو یہ کہتی تھی
کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے۔ میں تجھ سے راضی ہوں۔

ہر سال اناجیل کے بیانیوں میں جو ضروری اختلاف ہیں ان پر غور فرمائیے۔

(۱) متی کے الفاظ "یہ میرا پیارا بیٹا" اور مرقس اور لوقا کے الفاظ "تو میرا پیارا بیٹا"
اور لوقا کے بیٹے ہیں۔ کہ آواز کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو بتلایا جائے کہ گرنے
قرس لوقا کا مطلب ہے کہ یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا بنانا تھا۔ یہ ہے کہ لوگ
نہیں جانتے تھے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ اس لیے آواز نے لوگوں کو بتلایا کہ یسوع لوقا کا مطلب
ہے کہ مسیح بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ آواز نے بتلایا کہ یسوع
(۲) متی اور مرقس بتلاتے ہیں کہ جو آواز آئی تھی وہ آسمان سے آئی
تھی۔ مگر لوقا بتلاتا ہے کہ یہ فقرہ خود روح القدس نے کہا تھا۔

متی اور مرقس کے بیان کے مطابق یہ بتلایا نہیں جاتا کہ آواز نے
کون کونسا معلوم ہوتا ہے کہ آواز جو آئی تھی وہ آسمان کی طرف سے آئی تھی۔
بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فقرہ کا کہنے والا روح قدس ہی ہے۔ یہ بتلایا
کہ یسوع مسیح کو بتلایا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ یہ بتلایا کہ یسوع
یہ بتلایا کہ یسوع مسیح کو بتلایا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ یہ بتلایا کہ یسوع

ایک کہتا ہے کہ کہوتر کی شکل دالی روح نے مسیح کو اپنا بیٹا کہا۔

ایک کہتا ہے یوحنا پسمہ دینے والے نے مسیح کو خدا کا بیٹا کہا +

حالانکہ یہ چاروں اس خاص وقت کا ذکر کرتے ہیں جس وقت کہ مسیح نے

ہیتمہ حاصل کیا تھا۔ یہ اختلاف غصہ و انتقام کی جھلیت کو ہی محو کر دیتا ہے +

(۳) تیسرے موقعہ جہاں خدا کا بیٹا استعمال ہو رہا ہے اس کا ذکر پیل متی ۱۶: ۱۶ اور لوقا ۹: ۳۵ میں موجود ہے

متی اور لوقا کے ان مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی آزمائش ابلیس نے کی تھی +

متی میں یہ لکھا ہے کہ ابلیس نے وہ قہر مسیح کو خدا کا بیٹا کہا۔ اور لوقا میں یہ کہ ایک دفعہ

دل تو یہ دیکھتا ہے کہ کیا مسیح اور ابلیس کی آزمائش کا وہ قہر ٹھیک ہر ایک دونوں

مذکورہ بالا مصنف تو کہتے ہیں۔ مگر مرقس اور یوحنا خدا موش میں یعنی اور اثبات کی طرف

براہ کئے گواہ ہیں۔ خیر متی اور لوقا کو صحیح دید لیکن نیا اس مقام سے کوئی شخص دلیل کچھ

سکتا ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ سیریز ویک تو نہیں۔ کیونکہ یہ قول ابلیس کا ہے۔ اور زیادہ

دلیل یہی ہے کہ جب مسیح نے ابلیس کو جواب دیا تو اس میں اپنے آپ کو اللہ بن بتلایا ہے۔

دیکھو متی ۲۷: ۴۰۔ اس لئے اس مقام سے جس خدا کا بیٹا کہنا صحیح نہ ہوا +

(۴) ایک اور موقعہ پر متی ۱۶: ۱۶ میں مسیح ہی کہ ایک نورانی بدلی نے اس پر سایہ کیا۔ درحقیقہ

اس بدل سے ایک اواز اس مضمون کی آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ اس سے پیش کش

ہوئی۔ تم اس علی گھوڑا اس قہر کو ذکر کرتے ہو۔ یوحنا کی کتابوں میں نہیں ہے۔

اس براہ مہربانی اس قہر میں بن آدم کا لفظ بھی لکھا ہے کہ بدلی نے تو خواہ

کچھ کہا۔ مگر مسیح کی زبان نہیں بدلی۔ وہ تو اپنے آپ کو ابن آدم ہی کہتا ہے۔ اب خواہ کوئی

بدلی کہ الفاظ گومان سے خواہ کوئی مسیح کے ہر حال میں اس شہادت میں بالکل اکیلے ہو +

(۵) متی اور یوحنا ۱۰: ۳۶ میں ذکر شدہ یسوع نے مسیح کو روح خدا کا بیٹا کہا تھا +

متی اور یوحنا کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ متی نے قہر کا ذکر کیا۔ وہ یوحنا نے

جس میں نہیں۔ اور یوحنا نے قہر کو درج کرتا ہے۔ وہ متی میں نہیں +

درانور سے پڑھو متی میں ہے تیرے دربار کے فیصلہ فیصلیوں اور ان میں کہ

نہاں دربار سے پڑھو کہ یہ کہتے ہیں کہ میں ہوں اور میں ہوں کون ہوں

یہ دربار میں ہوں کہ میں کہتا ہوں کہ میں کہتا ہوں کہ میں کہتا ہوں کہ میں کہتا ہوں

ایساں جیسے یہ وہ یا نہیں ہیں سے کوئی +

۱۰ اس نے کہا: پر تم کیا کہتے ہو کہ میں کون ہوں؟

۱۱ شمعون پطرس نے جواب میں کہا: تو مسیح زندہ خدا کا بیٹا ہے +

اور یوحنا میں ہے پہلے اس وقت سے اس کے شاگردوں میں سے پتھر سے اٹھے

یہ بگئے، اور بعد اس کے اس کے ساتھ نہ چلے +

۱۲ پطرس یسوع نے بارہوں کو کہا: کیا تم مجھے چاہتے ہو کہ چلے جاؤ +

۱۳ شمعون پطرس نے اسے جواب دیا: کہ: بے خداوند ہم کس کے پاس

جائیں۔ ہمیشہ کی زندگی کی باتیں تو تیرے پاس ہیں +

۱۴ اور جب تو بیان لائے ہیں اور جان گئے ہیں کہ تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے +

سیاق کلام سے نمایاں ہوتا ہے کہ وہ دونوں واقعہ جدا جدا ہیں پہلے اس واقعہ کا ذکر

مقرر تھا تو اس سے تمیز کیا جا چکا ہے۔ اور میں قلم کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اس سے بھی قیاس

نہیں لیں۔ ہاں یہ بھی قابل غور ہے کہ دونوں کتابوں والوں نے شمعون پطرس کا

یہ جواب دینا تھا ہے۔ باقی کیا رد و مضار دغا سوش رسے ہیں۔ کیلے پطرس کی شہادت

کیا وہ جگہ انہوں نے یہ ثابت کیا ہے مسیح کا تین دفعہ نکال دیا گیا ہے پہلے اس پر اعتراض

کی ضرورت نہیں تھی بلکہ یہ واضح ہے کہ یہ الفاظ اپنے ہیں کہ میں جو ابن آدم ہوں جیسا کہ

لکھتے ہیں۔ سکے ساتھ ہیں پطرس کے جواب کو بھی دیکھنا چاہئے ہیں جیسا کہ ہم سبھی

عامہ کو کوئی بات سمجھ جاسکتی ہے۔ یا اس کو یہ یاد دلا دینا چاہئے کہ یہی بنی سبب ہے +

ہیں یہ عقائد ہیں اب نہیں ہسکی بنیا پر مسیح کو خدا کا بیٹا کہنا جس سے اس کا حق ہو گیا +

۱۵ مکی پطرس نے کہا: سزا کا سننے سے اس سے کہا: میں تجھے زندہ خدا کی شہادت

ہوں کہ اگر تو مسیح خدا کا بیٹا ہے تو ہم سے کہہ +

۱۶ اس طرح تو پتھر میں ہونے کی وجہ سے گراؤ نہ دیا بیٹا تو اس پر سے اتر آ +

۱۷ مکی پطرس کا شمعون نے کہا: تو نے مجھے قریب ہے لیکن ان مقامات سے

وہاں نہیں حاصل کر سکتے کیونکہ ان مقامات پر جس نقطہ کے کہنے والے کوئی رہنا

نہیں ہیں بلکہ ان کے دشمن ہیں۔ یہی دشمن ہیں +

۱۸ مکی پطرس نے کہا: میں سب سے پہلے اس کے گھر پر آتی تھیں، اور

پکار کے کہتے ہیں کہ توحید کا بیٹا ہے ۔

وقتاً میں بھی ہو اور بہنوں میں سے شہین جد کر یہ کہنے لگے کہ تو مسیح خدا کا بیٹا ہو
ان قعات کا ذکر گوشتی اور یوحنا میں نہیں ہے تاہم قرآن اور لوقا کے حوالہ سے بھی اس مقام
سے یہ نہیں منہ سکتے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہو کیونکہ قرآن اور لوقا کہتے ہیں کہ نایاک و جس اور
شہین کی بات کہا کرتے تھے پس ہم نے باکو اپنے لئے کیوں نہیں بنائیں ؟ ریونکر نکوص بھی ٹھہر میں
(۸) یونٹ ہم کے ہاتھ سے معلوم ہوتا ہے کہ شخصی ایل نے بھی مسیح کہہ لیا تھا تو خدا کا بیٹا اسے سنا کا وہ شہر
تختی میں جہاں کہ پہلے معلوم ہوتا ہے مسیح کا پیسے سے ذرا وقت نہ تھا بلکہ وہ تعجب کرتا
تھا کہ نامرت سے بھی کوئی چیز اچھی نکل سکتی ہو مسیح نے تختی ایل کو آپ بدلا دیا کہ تو تھوڑی دیر
بچے درخت پیر کے پچے تھا اور تختی ایل نے اتنی بات مسیح کو خدا کا بیٹا کہہ دیا یہ تعریفی فقرہ بیسے
شخص کا نام ہوا جس کی تعینت دوست سے زیادہ کی نہیں اور ہمارے نزدیک تختی ایل سے یہ فقرہ
بھی یسائیوں میں پھیل گیا تھا فقرہ ناصر میں اچھی خبر اسے میں ہاتھ تھا وہ جس اس سے متاثر نہیں کیا تھا
۹ یونٹ میں جب کہ اسے جسے حد سے منحصر ہے ۔ درجہ ان میں بھی کہتے ہو کہ تو فقرہ بتا ہے ۔
کہ میں نے کہا : میں خدا کا بیٹا ہوں ۔

یہ فقرہ مسیح کا دیکھنا یہ ہے کہ حضرت مسیح جب کہ اپنے دشمنوں کے فقرہ کو کوٹ رہے تھے
نہیں کہتے ہیں ۔ اور بتا رہے ہیں کہ کفر کا راز اٹھے یہ کہل دیا جاتا ہے کہ مجھ سے فقرہ کا قیام کیا ہے ؟
پس بدورت ہاں اس فقرہ سے یہ انتہاں نہیں ہو سکتا کہ حضرت مسیح فی الواقع
یہ یسائیوں کا کہنے لگے ۔

اب دلائل سوسہ ہو کہ مسند تاریخ نے اپنی بات پر الفاظ غور و فکر رکھے اور رہبان سے
ادا کئے ہیں ۔ وہ یہ ہیں جسے خدا کے مخصوص کیا اور جہان میں کسی نہ یہ الفاظ فی وقت خدا
کی کے ہیں اور شجر میں پر لازم ہو کہ انہیں بیان لائے ۔ در حضرت مسیح کو یسائی کہتے ہیں یہاں
تس کے سبب کہ یہ ربطہ رازام کفر کے سے دشمن نہیں کہتے ہیں ۔
یونٹ پانچ میں مرتبہ عورت کا منورہ دین سے ۔ اس سے خدا کا کہے یقین ہے
خدا کا بیٹا جو دنیا میں ۔ دلائل تو یہی ہے ۔

یونٹ کے باب کو اگر پڑھ لیا جائے تو اس سے عیاں ہوتا ہے کہ عورت کا بیٹا فی حقیقت
تسا کے مسیح سے پہلے کیا کرتا تھا وہ ہوا جو مسیح کی برکت سے پیدا ہوا ہے ۔

کئے چار روز ہو چکے تھے۔ دیکھ کر سچ نے بہت لوگوں کے سامنے اعز رکوز زندہ کر دیا۔
یہ قصہ اپنی نوعیت میں بالکل عجیب ہے۔ درغوری تھا کہ سکی شہرت بینا بنی
ہوئی ہوتی۔ مگر مٹی مرقس لوقا میں اس قصہ کا ذکر تک نہیں۔

علی ہذا مرتھا کا بقول ہم نے یہ بوجھنا کے حوالے سے لکھا ہے۔ وہ بھی ہر
انہ جیل میں نہیں جڑیں لگو لگو بائیں کا ملہ ہے۔ وہ جلتے ہیں کہ انجیل یونان سے انجیل لوقا بعد
میں لکھی گئی ہے۔ اور لوقا نے اپنی انجیل کے لکھنے میں دو باتوں کا وعدہ کیا ہے۔

۱۔ الف سب واقعات کو سرے سے۔ ۲۔ د ب لکھ چھ طور پر دریافت کر کے لکھے۔
پس جب یہ تمام داستان ہی ہیں نہ ہیں تو صرف ایک فقرہ کا نہ ہو تو کچھ بھی
عجب انجیر نہ ہے۔ اس نے ثابت ہو گیا کہ مرتھا کے اس قول کی سچی۔ مرقس۔ لوقا تصدیق نہیں
کرتے اور موجودہ حوالہ سے سچ کو خدا کا بیٹا کہنا صرف ایک عورت کی تعریف کرنا ہے۔
مزید برآں یہ بھی غور طلب ہے کہ جو کچھ سچ نے مرتھا سے سوال کیا تھا کیا اس کا
جواب عتیق سوال کے مطابق تھا؟ یا نہیں۔ دیکھو۔

یوحنا ۱۱: ۲۷ سے اس نے کہا۔ قیامت اور زندگی میں ہی ہوں۔
ایمان نہ دے اگرچہ وہ مر گیا ہو تو بھی جیوگا۔

۱۱: ۲۷ اور جو کوئی جیتا ہے اور بچھڑا ایمان نہ دے کبھی نہ مرے گا۔
اس کے بعد ۱۱: ۲۷ میں مرتھا کا جواب تھا۔ اس نے کہا میں اسے نہ دے گا۔
خدا کا بیٹا سچ جو انبیاء میں آیا تھا۔ تو ہی ہے۔

حضرت سچ تو ایمان اور امانت کی بابت دریافت کرتے ہیں۔ وہ وہ
خود سچ کی بابت کی بابت جواب دیتی ہے۔

غرض اس مقام کے بعد سچ پر پوری سچ کو خدا کا بیٹا کہنا درست نہیں سمجھا۔

۱۱: ۲۷ یوحنا نے ایمان لکھا جو خدا کو کسی نے کبھی نہ دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں پرستے تھا۔
اکلوتا بیٹا جس میں یوحنا کی انجیل کی ختم ہے۔ کیونکہ مرقس لوقا میں کسی نے سچ کا
استعمال نہیں کیا یوحنا۔ تو یہ بھی اسکا استعمال کیا۔ یوحنا کو کسی نے نہیں دیکھا۔ ایک عورت نے یہ نہیں
انفاذ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے۔ اس کے معنی کرتے کہ سچ خدا کا اکلوتا
بیٹا جو خدا باپ کی گود میں ہے۔ بالکل صلیح دینا ہے۔ اس کے ان الفاظ کا سنو یہ کہ سچ

جو اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا۔ اور ابھی باپ کی گود میں ہی تھا۔ وہ خدا کو بتاتا تھا۔
اس سے حضرت مسیح کی تعریف پوری پوری نکلتی ہے۔ کہ بچپن ہی سے حضرت مسیح
لوگوں کو خدا کا عرفان بتلاتے تھے پس جس نے لوگوں سے سمجھیں وہ یہاں بالکل
نہیں جھٹکتے ہیں۔

دعا ۱۲۱ میں ہے۔ میرے باپ سے سب کچھ مجھے سونپا گیا۔ اور کوئی بیٹے
کو نہیں جانتا مگر باپ اور کوئی باپ کو نہیں جانتا۔ مگر بیٹا۔
موسٰی ۱۲ میں ہے۔ مگر انسان۔ اس گھڑی کی بابت سو باپ کے نہ تو
فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا۔

توفیق ۱۲ میں دی ہے۔ جو موسٰی ۱۲ میں ہم نے لکھا ہے۔
یوحنا ۱۱ میں ہے جس طرح باپ مرد کو اٹھاتا ہے یہاں جسے چاہے جلاتا ہے۔
یہ چار مقامات ہیں جن میں باپ اور بیٹا کا لفظ حضرت مسیح کی زبان پر مستقل ہونا
بیان ہوا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہودی جو حضرت مسیح پر کفر بکنے کا الزام لگایا
کرتے مسیح پر پتھر رسلنے کا موقعہ ڈھونڈا کرتے تھے یہی سمجھا کرتے تھے کہ یہاں بیٹا
کہہ کر ہے آپ کو خدا کا بیٹا کہا ہے ایکس غور کرو کہ یہاں بیٹا بطور رضاف کے
لکھا گیا ہے۔ اور اس کا سننا ایسا سوچا نہیں جاسکتا۔ سنا بالکل یہودی ہو گا۔ اگر ہم
اس لفظ بیٹا کا سننا ایسا خدا کو قرار دیں۔ چار مکہ حضرت مسیح کی عام صفت کے
موسٰی ۱۲ واپس آجوں بن انسان۔ انما یکا میث۔ آدم کا بیٹا۔ اب ڈو کہا کرتے تھے یا نہ وہ کہ انسان
با آدم یا دو ہیں کے ایک حرف سے صفت قرار دیں۔ تاکہ ہم یہودیوں کی سمجھ والے نہ ٹھہریں
جانب اور تاکہ ہم ہی الزام مسیح کو نہ لگائیں۔ جو اسکے دشمنوں نے اسے لگایا تھا۔

حقیقت الامر

یہ ہے کہ باپ بیٹا کا لفظ گر کہیں سہتمس موسیٰ سے تو بطور مجاز کے ہے۔ اور اس
سے اصل معنی لفظ کے جو لغت میں ہیں سبھی تقصیر نہیں۔
ہم اس پر پتھر لکھیں گے ذرا اعمال کو تو دیکھ لیں۔
اعمال میں ہے میں ایمان لاتا ہوں کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ ذرا ہم دیکھ

سے پڑھنا شروع کیجئے۔ تب پتہ لگ جائے گا کہ ایک خوب نے فیلبوس سے
بہتر کیا تھا۔ یہ مقولہ اس خوب کا ہے فیلبوس کی تعلیم نہیں +
اب کیا ہم ایک خوب کی سمجھ کو اپنا ایمان ٹھہرائیں گے؟

اعمال ۱۱ میں ذکر ہے کہ سوس منادی کرنے لگا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔
اور اسی باب کے ۱۲ و ۱۳ میں کو پڑھ لو کہ جو رؤس کے گرد بیٹھا۔ اور جو آواز
اس نے سنی تھی اس میں یہ تعلیم نہیں دی گئی تھی کہ وہ مسیح کو خدا کا بیٹا کہے +
۱۴ اور ۱۵ میں بھی پڑھ لیجئے۔ جو لوگ گونا گونا گئے رؤس سے روایا کے موافق
کی۔ اس میں بھی یہ تعلیم نہیں دی گئی۔ اب سوچنا چاہئے کہ سوس کو جب یہ تعلیم نہیں
دی گئی تھی تو اسے یہی حرف سے خود ہی ایک بات بنانے کا کیا اختیار تھا +
اعمال ۱۶ میں پور کا حوالہ دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ دوسرے رؤس میں یہ الفاظ ہیں +
تو میرا بیٹا ہے۔ آج تو مجھ سے پیدا ہوا +

اب زبور پڑھ لو۔ اسکے الفاظ یہ ہیں۔ تو میرا بیٹا ہے۔ میں آج کے دن تیرا بیٹا
جب غور کرو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ آج تو مجھ سے پیدا ہوا۔ اور الفاظ میں آج
کے دن تیرا باپ ہوا کے مفہیم اور اثر میں بڑا بھاری تفاوت معلوم ہو جائیگا۔
اب یہ قرار دینا ہے کہ ان الفاظ زبور کو کس کے حق میں کہیں۔ کتاب
اعمال کا لکھنے والا ان الفاظ کو یسوع کے حق میں کہتا ہے۔ مگر زبور ۲ باب کا
پورس میں طبع شروع ہوتا ہے +

میں شک کو آشکارا کروں گا کہ خداوند نے میرے حق میں فرمایا۔ تو یہ ایسا ہے
اب مقابلہ کرو۔ داؤد بنی کا اور اس کا جس نے کتاب اعمال بھی مقابلہ
کر دیا اور کتاب اعمال کا +

کیا ایسی حالت نہیں ہم کو مل سکتی کہ ایسے جھڑپے کی حالت میں ہم ایسے
کہ ان مول لفظوں کو عقیدہ و اور ایمان کی بنیاد بنائیں +

جب زبور میں صاف ہے کہ یہ فقرہ داؤد کے حق میں تھا تو ظاہر ہے کہ نام
مسیح سے ہماری تشریح کے پس اس طرح اگر کسی جگہ ایسا مقام نظر پڑے۔ جہاں اس
زور سے مذہبی نے مسیح کو اپنا بیٹا کہا ہو۔ تب اسے بھی یہی چاہئے +

لیکن اگر وہ دلی بات بھی اس خط کو حقیقت پر مبنی کر دیتے تب یہ
موت کا کہ داؤد کا بیٹا ہے کچھ بڑا بڑا +

اور سچ ابن داؤد ہے کچھ بڑا بڑا سنی و شیعہ وقت +

اس سچ خدا کا پوتا ہو نہ کہ خدا کا بیٹا +

تو مہینو کے کہ یہ نیا رشتہ کہاٹے محل آیا لیکن میری طرف سے نہیں بند

تہا بے در آپ کے عوی سے ایسا ہی نکلتا ہے +

اعمال کے بعد حواریوں کے خطوط کو لو

پولس اپنے خط میں جو رومیوں کے نام سے بہت ہے یہ دوجی آنے

کے بعد خدا کا بیٹا ثابت ہوا +

خوب یاد رکھو پولس نے عجیب بتایا کہ چاروں انیسویں میں جب اس

کہیں جس کسی نے سچ خدا کا بیٹا کہا تھا سو انکا ایسا کہن باطل وقت سے

پہلے تک کیونکہ سچ خدا کا بیٹا ہی اُنٹے کے بعد ثابت ہو تھا +

بہتر یہ کہ اب کوئی کہیں میں ستمال کئے گئے اُنٹے سے اسیں نہ پاتے +

میرے نزدیک تو بات یہ ہے کہ جب پولس کو یہ شکل نظر آیا کہ یہ کچھ مانی

شخص کو خدا کا بیٹا ہے تب اس نے یہ بہتہ سہا کہ اس کی جہانی پانہ کہ ایک

بدلے اور اس کی دوبارہ زندگی کی حالت کو ایک اور سے اس

کے الفاظ یہ ہیں +

یہ رومیوں اپنے بیٹے ہمارے خداوند مسوع مسیح کے حق میں جو

جسم کی نسبت و ذرا لی اس سے سو گھر سے اس رات فی نسبت خداوند سے

اس کے بھی اُنٹے کے کہ خدا کا بیٹا ثابت ہوا +

تاخرین خود ایک ایک کے پولس کے بیان میں کیا پتا چن ہے اور وہ

کس طرح مانتا ہے کہ مسیح بن اُنٹے سے پہلے مر گیا تھا خدا کا بیٹا

دوبارہ مستحب بھی یہی ہے وہ کہیں یاد رکھو کہ پولس نے کہا جس سے خط

میں مسوع خدا کا بیٹا تھا ہے اُنٹے سے پہلے ۱۹۰۰ وغیرہ وغیرہ وہ اسی سنی

میں ہے جو ہم رو میوں میں ہے +

لیکن پوس کے خط رو میوں والے کے فقرہ ہم کے ساتھ یوحنا کے
پہلے خط کے باب کو بھی پڑھ لو +

۱۔ اے پیارو۔ تم ہر ایک روح کو یقین نہ کرو۔ بلکہ روحوں کو آزمادہ وہ خط
کی طرف سے ہیں کہ نہیں کیونکہ بہت سے جھوٹے پیغمبر دنیا میں آئے ہیں +
۲۔ اسی سے خدا کی روح کو پہچانو۔ ہر ایک روح جو اقرار کرتی ہے کہ یسوع
مسیح جسم میں آیا ہے۔ اور وہ خدا کی طرف سے ہے +

۳۔ اور ہر ایک روح جو اقرار نہیں کرتی۔ کہ یسوع مسیح جسم میں آیا خدا کی طرف
سے نہیں یہی مسیح کے مخالف ہے +

ہم کو اندیشہ ہے کہ یہ حاکم اشارہ اس کی طرف ہے۔ یہ تو صاف معلوم
ہوتا ہے کہ وہ اپنے وقت کے کسی شخص پر ناراض ہے۔ اور اسکو جھوٹی روح
اور جھوٹا نبی کہتا ہے۔ اور یہ بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص میں جو یوحنا کے
نزدیک جھوٹا نبی ہے۔ اور یوحنا میں جھگڑا مسیح کی شخصیت بطور جسم یا غیر جسم کی بابت ہو
ممکن ہے کہ وہ کوئی اور شخص ہوگا۔ مگر اتنا تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم رو میوں میں
پوس پی نے ہم اور روح کے اعتبار سے دو حیثیتوں کا ذکر کیا ہے +

میرا مدعا صرف اتنا ہے کہ یہ مسئلہ اتنا پیچیدہ ہے۔ کہ دو حواری جس نے
حل نہیں کر سکے اور وہ یوحنا جو اپنے اس خط میں محبت پر پور زور دیتا ہے۔ وہ اپنے
زمانہ کے ایک جھوٹی روح یا جھوٹے نبی کا ذکر کر کے اس سے بچنے کی تلمیح دیتا ہے
تو ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ الفاخذ کا بیٹا استعمال کرنے میں ہم بالکل سیدھے رہیں
بھونڈے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اس غلطی کو چھوڑ دیا جائے +

انجیلوں میں بہت جگہ خدا کو باپ کہا گیا ہے۔ لیکن یہ بھی عجیب و غریب ہے۔
ہمیشہ یوحنا تب انہوں نے اس سے کہا ہم حرام سے پیدا نہیں بنے
ہمارا باپ ایک ہے۔ یعنی خدا +

ہم یسوع نے انہیں ہمارا خدا اتنا ہمارا باپ ہونا تو قہر سے عزیز جانتے +
ہم تم اپنے باپ شیتان سے ہو +

کوئی شخص شک نہ کرے گا۔ کہ خدا تمہارا باپ۔ اور اپنے باپ شیطان کے
الفاظ بالکل مجاز ہیں۔

علیٰ ذالہوس پہ گلیٹیوں میں کہتا ہے کہ وہ ہم کو ہمارے باپ خدا کی
مرضی کے مطابق اس خراب دنیا سے خلاصی بخشے۔

پولوس جبکہ خدا کو اپنے سب کا باپ کہتا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ
بچ کو بھی اپنا بیٹا بنلا رہا ہو۔ اور اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ باپ کا لفظ بالکل مجازی
استعمال ہوا ہو۔ اس استعمال کو مجاز سمجھانے کے لئے مسیحی ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴
و ۱۵ و ۱۶ اور لوقا ۱۱ میں باپ کے ساتھ سماں کا استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی
سمانی باپ کہا ہے۔ حق کے طالبوں اور حقیقت کے متلاشیوں کو رزق بہت جلد مجاز کو
چھوڑ دیں اور اس لفظ کو جس کے استعمال نے بہت لوگوں کو سرخ شرک میں ڈال دیا وہ بالکل ترک کریں
مگر اس بحث کو صحیح نہ سمجھیں۔ کہ یہ الفاظ یقینی معنی میں ہیں بلکہ لڑکیاں کہیں
نہ یہ اصل معنی ہی میں ہیں۔ تو آؤ۔ دیکھیں کہ یہ شرف اور بزرگی صرف حق ہی
کو حاصل ہے۔ یا کسی اور کو بھی ہے۔

استثنا ۱۱ پڑھو۔ تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو۔ اس فقرہ میں
لاکھوں بنی اسرائیل کو فرزند کہا گیا ہے۔

استثنا ۱۲ صرف آج رو۔ رزق بخشو گو تم خدا کے فرزند ہو۔ یہ کیا کیا
مستی چھ پڑھو۔ باپ رک نہیں وہ جو صبح کرنے والے میں۔ کہ خدا
کے فرزند کہہ دیں گے۔

لوقا ۱۱ میں ہے۔ اپنے دشمنوں کو پیار کرو۔ اور پھر باپ کی امید
نہ کے قرض دو تو تمہارا بعد لڑا ہو گا۔ اور تم خدا سے حق کے فرزند ہو گے۔
رومیوں شہ میں ہے۔ جتنے خدا کی مہریت سے جیتے ہیں۔ وہ
خدا کے مستند ہیں۔

گلدیوں پہ کیونکہ سب کے سب اس ایمان کے سبب جو یسوع
مسیح۔ خدا کے فرزند ہو۔

یوحنا ۱۲ دیکھو کہ حق محبت خدا نے ہم سے کی کہ خدا کے فرزند کہہ دیں۔

یونٹ ہے۔ اے پیارو ہم خدا کے فرزند ہیں۔ اور بنو زکریا نہیں ہوا کہ تم باکچہ ہو گئے
ان حوالہ جات سے نکلتا ہے کہ کھٹے کر ڈروں۔ یہاں شخص خدا کے فرزند نہیں +
شاید کوئی شخص سمجھے کہ مسیح کے لئے آسمانی باپ کا فرزند۔ یا زندہ۔ خدا
کا فرزند خاص طور پر کہا گیا ہے۔ اور کوئی شخص ان کے ساتھ اس شخصیت
میں نشان نہیں۔ مگر بسا بھینا ہی عہد سے +

کیونکہ اتنی چشم میں ہے۔ تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے فرزند بنو +
اور۔ وہیوں پہنچیں ہے اور ایسا ہو گا کہ جس عہد آئے کہ گیا کہ تم ہری
قوم ہیں ہو۔ سی عہد کے زندہ۔ خدا کے فرزند کہہ دیجئے +

ان سب عبارتوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت مسیح کیسے مر گئے
کوئی خاص نقطہ جو دوسرے کے لئے نہ ہو۔ باقی نہیں رہ جاتا ہے۔ اور اس
لئے بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم حضرت مسیح کو ان کی اعلیٰ شان کے درجہ بلند
میں اس نقطہ کا احاطہ نہ کریں جسے کر ڈروں شخص اپنے لئے بھی دیکھائی دے
سمجھتے ہیں جیسے مسیح کے لئے۔ غرض حضرت مسیح کی بہت اور مسیح کی عظمت و رتبہ
سے بڑی سنت ہی ہم کو مجبور کرتی ہے کہ ہم حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا نہ کہیں
بلکہ وہی کہیں جو مسیح نے اپنے لئے خود کہا۔ اور جو کتاب میں کسی دوسرے
کے واسطے نہیں کہا۔ یا دیکھنے پر کہ +

مسیح ہم پر جس عہد کے مخصوص ہے اور زبان میں بھی یونٹ ہے + نقطہ
دستور کے۔ اب آپ کا بیان کیا ہے؟

اگر اسی حضرت باپ سے پچھو گئے سے ترکیب میں تو جناب قاضی صاحب نے بنامہ
کے مقدمہ کا ایسا دیکھا کہ یہ دیکھ کر یہ پائے کہ کسی پادری کو وہ مارنے کی بال
نہیں ہوئی۔ مگر اب میں صرف اتنا عرض چاہتا ہوں۔ کہ تو ان مجید سے مسیح
علیہ السلام کو خیر باپ کے پیدا شدہ مانا ہے۔ اس میں کیا مصلحت ہے +
مسلم۔ اس پر بالکل بحث کی جاوے گی۔ کیونکہ آج وقت بہت ہو چکا ہو +
اگر اسی۔ بہت بستر تو میں کل جانہ خدا ست ہو جاوے گا +

انبیویں فصل

صدقہ مریم اور ابن مریم

اعترافی۔ السلام علیکم
 مستقیم۔ وعلیکم السلام! آپ تشریف لے آئے؟
 اعترافی۔ یہ سب وعدہ حاضر خدمت ہو گیا ہوں۔ میں بہت رات تک س
 بات پر غور کرتا رہا کہ اگر قرآن مجید۔ احادیث اور تفاسیر میں یہ لکھا ہے کہ
 مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ تو عیسائیوں کو تم کہا جواب دے سکتے ہیں؟
 مسلمان۔ احادیث یا تفاسیر میں تو مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا بھلا ہی لکھ ہو مگر قرآن
 مجید نے تو ہمیں اشارہ تک بھی نہیں کیا کہ مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوا تھا۔
 اعترافی۔ مگر تمام اسلامی دنیا میں تو یہی ڈھنڈورہ مٹ رہا ہو کہ مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوا تھا
 اور جو مسلمان اس کو بغیر باپ کے پیدا شدہ نہیں مانتے اس کے ایمان میں خلل ہے۔ اور اگر
 مسیح علیہ السلام کا کوئی باپ ہوتا تو اس کا نام قرآن مجید میں ضرور دیا جاتا۔
 مسلمان۔ سچی لوگوں کی طرح مسیح علیہ السلام کی پیدائش و موت پر ہمارے ایمان یہ
 سلام کا دار و مدار نہیں ہے۔ نہ ہی قرآن مجید انبیوں یا رسولوں کی بھرتی و نسب نامہ
 کہ وہ انکو بیان کرے۔ نہ ہی اس بات کو اہم سمجھتا ہو۔ اور تو رہا یہ کہ میں کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین تک کا قرآن مجید میں نام نہیں دیا گیا۔ حضرت موسیٰ
 اور نوح علیہ السلام جیسے بزرگوار و اہم اور صاحب شریفیہ خیرہ...
 کا بھی تو قرآن مجید میں نام نہیں دیا گیا۔ اس سوال صرف اتنا ہو کہ کیا تاریخ علیہ السلام
 ان ہونے طریقہ پر پیدا ہوئے تھے۔ یا عام انسانوں کی طرح؟ سوال اس قدر کہ سننے
 کے بعد فیصلہ کر دیا جائے کہ وہ عام انسانوں کی طرح پیدا ہوئے تھے۔
 اعترافی۔ یہی تو میں ثابت چاہتا ہوں کہ قرآن مجید نے انکو بیان کیا ہے۔

مسلم مسیح علیہ السلام کو اپنی پیدائش یا موت کے لحاظ سے دیگر رسولوں پر کسی قسم کی کوئی فوقیت نہیں دی گئی چنانچہ رب العزہ فرماتا ہے :

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
الرُّسُلُ وَأَمَّا صِدْقٌ كَانَتْ يَكْذِبُنَ الْفِتْيَانُ الْيَهُودُ

مسیح ابن مریم خدائے پاک رسول تھے۔ کن جیسے اور بھی بہت سے رسول آئے ہیں
پیشتر ہو چکے تھے مسیح کی والدہ پاک صدیقہ عورت تھیں۔ دونوں ہاں میں دوسرا ہاتھ لگائی
طرح ہایا یا بھی کرتے تھے۔ رب العزہ نے انبیاء و رسل کے متعلق جو قواعد و ضوابط قلم کر
رکھے تھے مسیح اسے مستثنیٰ نہیں تھے۔ نہ ہی رب العزہ کو ضرورت تھی کہ وہ مسیح علیہ السلام
کی خاطر اپنے قوانین میں کسی قسم کی تبدیلی کرتا۔ چنانچہ رب العزہ کا یہ فرمان ہے :-
لَسْتُ مَنَّ مِنْ أَرْسَلْتُ قَبْلِي مِنْ رُسُلِي وَلَا أَحْدٌ لِيَسْتَبْنِي خَلِيلًا
اسی اسرار ایل ۶۰

اسے محمد تجھ سے پہلے ہم نے بقدر رسول بھیجے۔ انکے لئے ایک ہی قاعدہ رہا ہے۔ وہ
تو اسی ہے جس سے میں نے توہم بدل نہیں رکھو گے۔ وہ ساری جگہ رب العزہ نے
قواعد و قوانین کے متعلق ارشاد فرماتا ہے :-

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِي التَّغْيِيرَ وَلَنْ تُجِدَ لِسُنَّتِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى تَحْوِيلًا
تو رب العزہ کے قوانین میں کسی قسم کی رد و بدل یا کسی قسم کا ایسا یا ترمیم نہیں ہو سکے گی
ایسی صورتوں میں اگر کوئی پادری مسیح علیہ السلام کی کوئی نصیحت ہمارے رسول کریم پر کرتا ہے
یہودیہ سے دیکھنا چاہئے تو وہ اپنی حیالت کا ثبوت دیکھا۔

اعرائی یہ تو بالکل ٹھیک و نگرینیر باپ کسی بچہ کو پیدا کر دینا بھی اسی کا قانون ہے۔
مسلم رب العزہ نے کائنات کی ابتدا میں پہلی چیز کا جوڑا جوڑا پیدا کر دیا۔ انکے بعد
اسکی جفتہ بھی مخلوقات ہوئی وہ ان ہی جوڑے کے مطابق ہوئی چنانچہ سکا ارشاد ہے :-
وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (الناریت ۳۰)

اور ہم نے ہر ایک چیز کا جوڑا جوڑا پیدا کر دیا کہ تم ان باتوں پر غور کرو۔ اس قانون کی وجہ سے
ہمیں مسیح علیہ السلام کی پیدائش بھی مرد و عورت کے جوڑے سے ہی ہونی چاہیگی۔
اعرائی ہر ایک چیز میں کو پانی مٹی ہوا۔ آب جلی وغیرہ یہ ان چیزیں بھی آتی ہیں انکے جوڑے

پر پیدا ہوا تھا۔ اس غلط ہے +

اعترافی۔ یہ لڑپا، نوکسی سی بات کہتے ہیں۔ کیونکہ میں نے تو آج تک جس مولوی سے بھی تعجب ہے۔ اس نے یہی جو ب دیا ہے۔ کہ حضرت، یہ صدیقہ حبیب، پیام مہواری سے پاکی غسل کر نیکی لئے پردہ میں نہیں تو انکے پاس خدا کا فرشتہ آیا، ورنہ اس نے صدیقہ کے دامن کو چھو دیا، اسی سے وہ حامد ہوئیں، ورنہ واحد میں ان کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا۔ پر پیدا ہونے کے ساتھ ہی لوگوں کو دغظ و نصیحت کرنے لگے۔

مسلم۔ یہ ان تمام کتب میں طبع جو صحیح بیان کی جا چکی ہیں، محض گھڑنت ہے۔ رباعہ کی کتاب اس قسم کے زطل و قافیہ نشے بالکل پاک ہے۔ ہاں مسیحیوں کے اس خیال باطل کی توثیق کیلئے کہ مسیح یا انکی والدہ نعوذ باللہ منہ ایا میں خداؤں میں سے ایک یا دو خدا تھیں۔ قرآن پاک میں مسیح کے روزہ کے ساتھ پیدا ہونے کا ذکر کر کے انکو اوسیت سے الگ کھڑا کر کے ضرور دکھایا ہو۔

اعترافی۔ یہی تو میں چاہتا ہوں کہ آپ ذرا ان باتوں کو سیر سے لئے کھول کر بیاں فرما دیں تا میں ان شکوک سے نجات پاؤں۔ چونکہ اس پادری کے دغظ سے میرے دل میں پیدا ہوئے ہیں + مسلم بہت بہتر و درست جانتے ہیں۔ پہلے حضرت مریم صدیقہ کی والدہ کی شہادت سنئے، صدیقہ کی والدہ اپنے عمر ان کی بیوی نے حمل کی حالت میں رب العزہ تمکے حضور یہ دعا کی۔
 رَبِّ اجْعَلْنِي نَدًا دَنًّا صَافِيًا بَطْنِي حَمْدًا، فَتَقْبَلُ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ (ال عمران - ۴)

اے میرے رب! میرے پیش میں جو بچہ ہو، اسکو تیری نذر کیا قطعی آزادانہ دینی خدمت کیلئے پس تو میری دعا کو قبول کر، یقیناً تو اپنے بندہ کی دعا کو سننے اور جاننے والا ہو۔ صدیقہ کی والدہ کو یہ خیال تھا کہ میرے ہاں نہ بچہ پیدا ہوگا اور میں اسکو دنیا کے کاروبار میں نہ لائے گی۔ مگر میں نے کام میں لگا دیا۔ اس زمانہ میں دین کی بڑی بہاری خدمت ہی ہوئی تھی۔ کہ وہ صورت میں بیٹھی تھی آسمانی نقل کرتے رہتے تھے۔ صحابہ خانہ کی ایجاد سے پیشتر وہ روپ بھر میں ایسے خداوندی نبی بھاری تھے وہ بابل و انابیل کے لئے نقل کرینے مصروف رہتی تھیں۔ انکو ظاہر ہوتا تھا کہ ان کی یاد میں کایس کی شکل میں بڑے بڑے آجکل کے دفتر کے کلرک یہ بڑے کلرک کی شکل میں باقی رہتی۔ ورنہ کلرک کا بابل نویسی کا صیغہ کا لہجہ ہو چکا ہے یہ

بائبل نویسوں کا کردہ چمکدہ اپنی ردی کے فکر سے قصاً آزاد ہو کر توتون اسی تحریر کے
 کام میں لگا رہتا تھا۔ اس لئے قرآن پاک میں اس دینی خدمت کے کریموں کیلئے
 لغز محرم کا استعمال کیا گیا جسکے لغز معنی آزاد کیا گیا ہیں۔ تحریر کے معنی ہی آزاد
 کرنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْتِیْنِ رَقَبَتَہٗ مُؤْمِنًا
 النَّسْلَ تَارَہُ جو شخص کسی مومن کو غلطی سے مار ڈالے تو اس کے عوض میں وہ ایک غلام کو آزاد
 کرے۔ اسی طرح قرآن مجید میں اکثر مقامات پر تحبیس رقبۃ یعنی غلام کو آزاد کرنا ذکر
 آیا جو جس طرح کلہی کا لفظ فی زمانہ کارک بکر رہ گیا۔ اسی طرح زمانہ سابقہ میں دنیا کے
 عذابی سے آزاد رہ کر صحف آسمانی کی خدمت کا ہو کام تھا۔ وہ تو چھ پر خانہ کی وجہ سے
 کا لعمہ ہو گیا۔ ہاں اسکی یاد میں محرم اور تحریر کے الفاظ باقی ہیں۔ صدیقہ کی والدہ
 نے بھی یہی خیال کر کے کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہو گا۔ اسکو دین کی خدمت کے لئے
 مخصوص کر دینے کا وعدہ کرتے ہوئے محرم کا لفظ استعمال کیا۔ مگر جب بجائے لڑکے
 لڑکی پیدا ہوئی تو صدیقہ کی والدہ نے رب العزۃ کے دربار میں شکایت کی:-
 قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ دُفِعْتُهَا اُنْثٰی وَاَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا دَضَعْتُ
 وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی

میرے پروردگار میرے ہاں تو یہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اور خدا بھی جانتا تھا کہ
 لڑکے ہاں یا پیدا ہو گا۔ اور لڑکا اور لڑکی دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اب صدیقہ کی
 والدہ کو فکر ہوئی کہ لڑکی کو کیا رہے۔ مگر وہ اپنے وعدہ کے مطابق لڑکی کو عہدہ کے
 خادموں کے پاس لگئی۔ صوبہ کے یہ خادم اسوقت حسب معمول صحف نویسی میں مشغول تھے
 جب لڑکی کا معائنہ ان کے سامنے پیش ہوا۔ تو انہوں نے
 یَلْقَوْنَ اَقْدَامَهُمْ اَتَتْهُمْ بِکِفْلٍ مَّزِیْنٍ وَّمَا کُنْتَ بِدَعْوَتِہِمْ اِذْ
 یَخْتَصِمُوْنَ۔ اَلْاَمْرُ اَنْہِمْ

قدیس ائمہ سید ملک دیں اور اس بات پر بحث کرنے لگے کہ لڑکی کو صوبہ میں
 قہر کیا جاوے یا نہ۔ رقبوں کیا جاوے تو وہ کس کی زیر نگرانی۔
 عدائی مگر میں نے تو ایک مولوی صاحب کو یہ قصہ بیان کرتے سنا تو کہ جب میرے
 صدیقہ کی پرورش کا سواں اٹھا۔ تو جتنے خدامان دین تھے۔ وہ دریا جا رہے تھے۔

کنار سے پر چلے گئے۔ اور انہوں نے دریا کے پانی میں اپنے اپنے قلم ڈال کر یہ
 فال ملی۔ کہ جس کا قلم دریا کی دھار کے اوپر کی طرف جاسے۔ وہی مرگ کا کفیل ہو چنانچہ
 باقی سب کے قلم یا تو پانی میں ڈوب گئے۔ یا بہاؤ کی سنت بہ گئے۔ مگر حضرت زکریا کا قلم
 دریا کے بہاؤ کی مخالف سمت میں اوپر کی طرف بڑے زور سے چڑھنے لگا جس سے
 مریم کی کفالت کے جھگڑے کا فیصلہ حضرت زکریا علیہ السلام کے حق میں ہو گیا۔
 مسلم۔ یہ محض جاہلانہ زلل قافٹے ہیں۔ قرآن پاک میں اس قسم کا کوئی یہود و نصاریٰ نہیں
 ہے۔ بلکہ یہ ایک معمولی سی بات تھی۔ کہ جب مریم صدیقہ کی والدہ یا والدین نے اس کی کو حرم
 میں لے گئے۔ تو جتنے صحف نویس تھے۔ وہ تحریر یا صحف نویسی کے کام کو چھوڑ کر اس طرف
 متوجہ ہو گئے۔ اور سوچنے لگے کہ رُک کی کو دینی خدمت کیلئے قبول کیا جاوے تو یہ نہ
 امر قبول کیا جاوے۔ تو اس کا کفیل کون ہو۔ نہ وہ دریا جار دین پر ہوا گئے۔ نہ
 سرکشوں کے قلم دریا میں چھوڑنے لگے وہ لوگ ایسے بے کار نہیں تھے جو یوں
 کھیل تماشہ کرتے۔ یہ بیکاری کا فتنل تو ہمارے مفسرین کے ہی ہاتھ لگا۔ کہ انہوں نے
 بات کا بٹلگر بنانے کے لئے مسیح علیہ السلام اور انکی والدہ صدیقہ کی ہر ایک حرکت
 کو جہزائے رنگ میں رنگ چھوڑا ہے۔ ہمارے ان ہی مفسرین کے سہارے یہی
 مناد اسلام اور مسلمانوں کے برخلاف اکثر کو دیکھنا نہ کرتے دیکھتے جاتے ہیں۔ ازبست
 کہ برہاست۔

اعترافی۔ میں سمجھ گیا۔ اب آپ آگے ارشاد فرمائیں۔
 مسلم۔ صدیقہ کی والدہ کا ہرگز پیشانہیں تھا۔ کہ انکی بچی عمر بھر کنوارنی رہت کیونکہ
 بطور دیندار اور پرہیزگاراں کے وہ انکی عمر بھر کنوار رہنے کے خطرات سے
 بچونی آگاہ تھی چنانچہ رُک کی کو دین کی خدمت کیلئے رب العزیز کے سپرد کرتے وقت اس
 نے یہ دعا کی۔

اِنِّیْ سَمِّیْتُہَا صَبْرًا اِنِّیْ اَعِیْذُہَا بِاَنْ تَزْدَرِیْتُہَا مِنْ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
 اے میرے پروردگار میں نے اپنی بچی کا نام مریم رکھا میں اپنی بچی کو اور اسکی والدہ
 کو شیطان کے تنگدوڑنے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ صدیقہ کی والدہ کے
 الفاظ سے صاف ہویدا ہو رہا ہے کہ وہ نہ صرف اپنی دودھ پیتی بچی کی خدمت و عفت

کی حفاظت کیلئے دعا مانگ رہی ہے۔ بلکہ وہ اس بچی سے ہونیوالی اولاد کی عصمت کے لئے بھی دعا کرتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیقہ کو صومعہ میں لیجانے کے وقت انکی والدہ کے دل میں اپنی دو بیٹی بچی کی شادی خانہ آبادی کا کس قدر زبردست خیال موجود تھا۔ اب یہ بچی خادمان دین کے زیر سایہ خدا کی حفاظت میں دن بدن بڑھ رہی ہے۔ چنانچہ رب العزۃ خبر دیتا ہے کہ:-

فَقَبِّلْهَا رَبُّهَا يَقْبُولُ حَسَنًا وَانْتَبِهَا نَبَاتًا حَسَنًا (ال عمران ۴۷)

صدیقہ کے رب نے صدیقہ کو احسن طریقہ پر قبول کیا اور بے عیب طریقہ پر ان کا نشوونما کر کے جو ان کر دیا۔ اب صدیقہ عمر کے ایسے حصے میں پہنچ چکی تھی جبکہ انکے اپنے دل میں یا انکے محققین کے دل میں صدیقہ کے متعلق امور خانہ داری کا خیال آنا غیر فطرتی نہیں تھا۔ چنانچہ رب العزۃ نے خانہ داری سے اس خیال کا نہایت ہی شستہ لفاظی میں یوں ذکر کیا ہے:-

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اِلٰهَكَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ
اسْمًا اَمْسِيْهُ عِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَآخِرَتِهٖ
وَمِنَ الْمُفَرِّقِيْنَ وَبَكَّلَهُمُ النَّاسُ فِى الْمَقْعَدِ وَكَلَفُوْا مِنْ اَصْحٰبِ

اس وقت خدا کے پاکیزہ بندوں نے مرم سے یہ کہا کہ اے مریم اللہ تعالیٰ تجھے اپنی طرف سے ایک خوشی کی بات سناتا ہے۔ یعنی عیسٰی کی پیدائش جو مریم کا بیٹا نہ ہوگا۔ وہ دنیا و آخرت میں صاحبِ وجہ و است ہوگا۔ اور وہ خدا کے مقربین میں سے ہوگا۔ اور بچپن اور جوانی میں ہی وہ لوگوں کو خدا کا کلمہ سنائیگا۔ وہ بیت نیک ہوگا۔ تو اس وقت جبکہ صدیقہ کے کان میں یہ لفاظی آئے گئے۔ وہ اپنے منہ کو فوراً سمجھ گئیں۔ کیونکہ بڑے بچے نہیں سمجھتیں۔ بلکہ جانتی تھیں کہ بچہ فی بیہائش کیسے قدرتی اسباب سے پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ صدیقہ نے اس خوشخبری کو شکرانہ و شکرانوں کے سرور آقا سے کہا:-

رَبِّ اَنْ يَّكُوْنَ لِىْ ذٰلِكَ وَفَعَلَ بِمِثْلِيْ بَشَرًا

اے میرے آقا۔ میرے اُن کیونکر بچہ ہوگا۔ درحقیقت نیک مجھے کسی مرد نے پیدا کیا بھی نہیں ہے۔ اُن پاک انسانوں کے سردار نے جواب دیا کہ:-

كَذَٰلِكَ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذْ يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔

تیر کہنا ٹھیک ہے مگر رب العزہ جب کسی بائکو منصفہ شہود پر لانا چاہتا ہے تو وہ اس کے جملہ اسباب
میں کر دیا کرتا ہے۔ اور اس کے ذرا سے اشارہ سے وہ بات ہو جایا کرتی ہے +
اعرائی۔ عجیب بات ہے کہ آپ ﷺ کا ترجمہ پاک انسان کرتے ہیں۔

مسلم۔ یہودیوں میں کاہنوں یا نبوت کرنے والوں کا جو گردہ تھا۔ وہ اکثر اسی قسم کی
پیشینگوئیاں کرتا رہتا تھا۔ چونکہ صومعہ میں بھی اسی قسم کے لوگ تھے۔ بنا بریں ہیئتہ
کی موجودگی میں ان کاہنوں کا صدیقہ کے متعلق ایسا گفتگو میں اس قسم کی پیشینگوئی
کا کر بیٹھنا کوئی معجزہ نہیں تھا۔ بلکہ معمولی سی بات تھی۔ اسی لئے ملائکہ کا ترجمہ
میں نے پاکیزہ انسان یا کاہنوں کی جماعت کیلئے ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں
ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں پاک انسان کے لئے ملک یا فرشتہ کا لفظ بھی استعمال
کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں یوسف علیہ السلام کے متعلق
انکی دیکھنے والی مستورات کے منہ سے یہ کلمات برآمد ہوئے۔

وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ۔ یوسف

اور وہ سب یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر پکارا اٹھیں۔ خدا شاہد ہے کہ یہ انسان نہیں ہے بلکہ
یہ تو یقیناً کوئی بڑا ہی بزرگ فرشتہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یوسف علیہ السلام اپنی پاکدامنی میں
ضرب الشل تھے۔ اور جب عورتوں نے انکو ہر ایک ابتلا میں پھنسانے سے باز رہا
انکو اپنی پاکدامنی میں سمندری چٹان کی طرح مضبوط دیکھا۔ تو وہ بول اٹھیں۔
کہ یہ انسان نہیں۔ بلکہ کوئی فرشتہ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک یا ملائکہ
کا لفظ پاک انسانوں کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسے میں ملائکہ کا ترجمہ پاک انسان بھی ہے +
اعرائی۔ مگر آپ نے رب کا ترجمہ آقا یا سردار کیسے کر لیا ہے۔

مسلم۔ یہودی خود سردار کاہن کے لئے رب کا ہی لفظ استعمال کرتے تھے۔ قرآن مجید
میں بھی اکثر مقامات پر رب کا لفظ استعمال ہوا ہے مثلاً ان وقتوں میں جو یہود
علیہ السلام کے ساتھ قید نہ میں بند تھے۔ یکم قیدی سے جو جلدی ہی رہا ہو جائیو ال
تھا۔ یوسف علیہ السلام نے قال لَبَدِي ظَنُّ أَنِّي نَاجٍ مِنْهُمْ أَذْكَى غَبْدًا يَدِي
کہا۔ کہ جب تو آزاد ہو جائے تو اپنے رب سے اپنے آقا کے پاس میرا بھی ذکر کر دینا۔

قرآن مجید صدیقہ کے: ان بچہ کی ولادت کا مفصل ذکر دوسرے موقع پر کرتا ہوں۔
خوشخبری اور اسکے نتیجہ تک پہنچنے کیلئے کتنا زمانہ گزر گیا اس کے متعلق کچھ نہیں
کہا جاسکتا۔ ان قرآن مجید کے اہل فاطمہ پر تہر کر رہے اثنائے عروہ و یثرب میں بچہ کی
پیدائش کے متعلق خوشخبری دینے والے ایک انسان ایک نئی شکل میں صدائے
پاس آتا ہے۔ تو اس وقت صدیقہ کی شادی ہو چکی تھی۔ اور انکا صومعہ سے
ملاقات کٹ چکا تھا۔ نگار کی رہائش ابھی تک خاوند کے بالکل لگائی۔ درودوں
سے نا آشنا نہیں۔ اسکے ساتھ ہی وہ اب صومعہ کے خادمان دین کے سامنے
بھی کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ لگ مکان میں سستی تھیں۔ چنانچہ بعد میں اس
حالت کا ذکر دوسری مرتبہ رجسٹر میں فرماتا ہے۔

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مَذْمُومِينَ إِذْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ
الْحَبْرَةَ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ الرُّوحَ فَكَفَّلَهُمْ سَبْعًا
بَشَرًا مِثْلِيًّا۔ (ص ۱۰۰ غ)

اور تم اس کتاب میں مریمہ صدیقہ کا صحیح صحیح واقعہ لوگوں کو سننا دو۔ یعنی جب مریمہ صدیقہ
پنے خاوند سے اب ایک سستی مکان میں رہتی تھیں۔ اور صدیقہ کے پاس
کی طرف سے یہ خوشخبری خلیہ لائی تو اس وقت اس نے اپنے یا باز بندہ اب صدیقہ کی
طرف بھیجا یہی پاک باز بندہ بنو۔ ون کے نام سے پکارا گیا ہے۔ صدیقہ کی اس شہر
تھا جس نے ابھی تک صدیقہ نا آشنا تھیں۔ اسکو ایک پرچوں جو ان کے پاس
میں اپنے سامنے کھڑے دیکھا کہ وہ انکو نہ پہچانتے تھے۔ سرسبز ہار پر
اِنَّ اَتَوْذِلَّا لَمْ يَحْضُرْ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا۔

اگر تو نیکو ہو تو میں تیرے خدا کی پناہ مانگوں ہوں صدیقہ کی من سہیلی کا کیا حال
شوہر نہایت غریب ہے۔ بتا ہے۔

اِنَّ اَنَارًا لَّيْ رَاقِبًا رَّحْبًا لَّيْ غَلَمًا زَكِيًّا۔ (ص ۱۰۱ غ)

بھٹے تیرے سامنے ہے۔ پانی سے تیار ہے۔ تجھے پاک نیاک فرزندوں
اور انکی پناہ سب سے اعلیٰ ہے۔ جو عارفانہ آج تک ان شخص نے اٹھانے
ترجمہ: صدیقہ کا خدا کا عارف ہے۔ یہی کہتے ہیں کہ ان کا سب

یہ یقہ کے گھر و سہیں

مسلم صدیقہ کے نام واسے تو صدیقہ کو سنی پیدائش سے ہی قبل خدا کے ہاں
نذر کر چکے تھے۔ اور صدیقہ بچپن سے ہی انگ رہتی تھیں۔ باتے سالوں کے
بعد خداوند ذات اقدس کا ترجمہ ہوا اور اس سے انگ رہنا مومن فصول پر
اعترافی۔ مگر اہل کا ترجمہ خداوند کس طرح کیا جاسکتا ہے میں نے مانا کہ یہی بوی
کو کہتے ہیں۔ کیا بویہ کا مذکر اہل خاندان کے سبوں میں مستعمل ہو سکتا ہے؟

مفسر۔ اہل مذکر و مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ مزید صریحی عورت نے
یوسف علیہ السلام پر الزام لگاتے ہوئے اپنے غما و دستہ سے کہا۔

لَا أُخْبِرُكَ بِمَا تَعْلَمُ أَرَادَ بِأَهْلِيَتْ سَوْءٌ دِي سَفْعٌ عَمٌ

جو شخص یہی بوی کے ساتھ بدکاری کا ادا دے۔ اسکی کیا سزا ہونی چاہئے؟ یہاں
آہ بوی کے معنوں میں استعمال ہوا جو مکرر ذرا نکتہ ذرا من اھل عیال میں اہل
خاندان کے سبوں میں مستعمل ہوا۔ جو اس میں زیادہ پیشانی ہونے کی ضرورت
نہیں۔ کیونکہ معاند بالکل صاف ہے۔

اعترافی بگڑا نہ میں تو یہ کہتے ہیں کہ حجاب ست مزید دہستہ ہو خداوند صدیقہ نے
نکاح خیرت کو شکر یامہ ہوا رہی ہے ہاں جو بیکہ بعد غفلت بچے لے کر باوجود
وہ پردہ کے پیچھے فرشتہ جات آدمی کی نظر میں نہ نہ لے سکے۔ یہ کہنا

مسلم۔ پچھلے لغویات سے تو ان پر پاب نہ کی تھی۔ یامہ ہوا۔ یہ وہ مکرر فرشتہ
ہاں وہ نہ لے سکے نہانے کا قیامت ہو۔ یہی وہ فرشتہ جس کا نام ہے جبرائیل
ہاں وہ ہر حال میں ہوا ہے۔ یہ صدیقہ کی نامی جو پہلی کی زبان سے

نہ لے سکے۔ یہ مصلحتی نہ لے سکے۔ انسانی زبان میں نہ لے سکے۔ یہ وہ فرشتہ
ہاں وہ نہ لے سکے۔ یہی وہ فرشتہ جس کا نام ہے جبرائیل
ہاں وہ ہر حال میں ہوا ہے۔ یہ صدیقہ کی نامی جو پہلی کی زبان سے

نہ لے سکے۔ یہ مصلحتی نہ لے سکے۔ انسانی زبان میں نہ لے سکے۔ یہ وہ فرشتہ
ہاں وہ نہ لے سکے۔ یہی وہ فرشتہ جس کا نام ہے جبرائیل
ہاں وہ ہر حال میں ہوا ہے۔ یہ صدیقہ کی نامی جو پہلی کی زبان سے

مانگتی ہوں۔ یہ کیا معاملہ ہے؟

مسلم۔ استفادہ لے کر یہ محض ہزلیات ہیں۔ جو ان مفسرین نے اپنی تفسیر میں بت کر دی ہیں۔ حالانکہ معاملہ بالکل معمولی سا ہے۔ مگر ان مفسرین نے اسکو فضول قصے کہا۔ انوکھے رنگ میں اہل سازنگ دیا ہے کہ اسیلیت ہی تم کر دی ہے۔ ذرا سوچو تو سہی کہ کب خدا کے فرشتہ کو جو ان عمت کی شکل میں صدیقہ کے پاس آئیکا وہی موقع رہ گیا تھا جبکہ وہ تنگی نہا رہی تھیں۔ یہ محض چھپائی کی باتیں ہیں۔ انکو ہرگز سچ نہیں ماننا چاہیے۔

اعرائی۔ میں سمجھا آپ اب آپ آگے ارشاد فرمائیے۔
مسلم۔ خوب صدیقہ کی سراسیمگی جو اپنے شوہر کو پہلی دفعہ یک لخت اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر ہوئی تھی۔ دور ہو گئی۔ تو اب دونوں میاں بیوی میں یوں بے تکلفی سے گفتگو ہونے لگی۔ صدیقہ نے کہا:-

اَنِّیْ یَکُوْنُ لِیْ غَلَمٌ وَّلَمْ یَّمْسَسْنِیْ بَشْرًا وَّلَمْ اَکُ بَغِیْنًا۔ (ص ۱۷۸)

صاحب! میرے ان کیسے بچہ ہو سکتا ہے۔ ورنہ لیکہ مجھے کسی مرد نے چھوا، تاکہ بھی نہیں دیں تو اس چار دیواری سے بھی کبھی باہر نہیں آئی۔

اعرائی۔ مفسرین تو بڑا تیز زبانا کارا در بدکار کرتے ہیں۔

مسلم۔ استفادہ لے کر کیا ایک عہدہ خاتون جسکو رب العزۃ نے دنیا بھر کی عورت پر شرف بخشا ہو۔ اپنے شوہر کے سامنے ایسے سوتیلے خیالات کا اظہار کر سکتی ہو؟ ہرگز نہیں۔ چنانکہ صدیقہ پر وہ نشیب بگھڑی۔ اور وہ اپنی چار دیواری سے باہر نہیں نکلتی تھیں جس سے کسی کو شبہ ہو سکے کہ شاید شادی کے بعد چپکے سے اپنے خاتمہ کے گھر آئی ہوگی۔ اس لئے صدیقہ نے اس تحریف سے شبہ کا بھی بھینٹا کے نہایت پائیزہ اشارہ سے زار نہ دیا۔ اس نہایت ہی پاکیزہ خیال کو شکر صدیقہ کا شوہر انھی تائید کرتا ہو کہ گذشتہ ایٹ یعنی جو آپ فرماتی ہیں وہ بجا و درست ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی وہ صدیقہ کو رب العزۃ کے نام پر یہ بات بھی سوچاتا ہے۔ کہ:-

قَالَ رَبِّیْ هُوَ عَلَیَّ هَیْنٌ۔ (ص ۱۷۹)

میرے پروردگار کا یہ ارشاد ہے۔ کہ ان تمام عذرات کو دور کر دینا میرے لئے بالکل آسان ہے۔ اور کہ جس بچہ کی بخارت دی جا چکی ہو۔ وہ ان عذرات کے دور ہو جانیکے بعد

یَتَبَيَّنُ أَيُّهُمَا كَرَّمَكَ رَبُّ الْعِزَّةِ لِنَجْدِكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّمَّنْ أَمَرَ الْمُقْضِي سَمْعَهُ
 ہمارے اس مولود مسعود کو دنیا جہان کے لئے باعثِ ہدایت و رحمت بنائے۔ اور رب العزۃ نے
 اس مولود مسعود کا منصفہ شہر پر آنا اہل ہجرت کا ہی۔ اور غور کیا مقام سے کہ میاں بہوی میں
 طرح بتدریج باہمی غلط فہمی دور ہو سکے بعد نہ تکلف شکوہ ہوتی ہو۔ ورنہ بنے بھٹکی آتہ۔
 فہم فی صورت پرچام ربانی اور شہادت یزدانی یعنی مولود مسعود و منصفہ شہر پر لا بکے لئے نہایت
 اسباب کے حق میں ایک سنجیدہ صورت اختیار کر لیتی ہو یہاں پہنچ کر ان امید نہایت
 ہی پاکیزہ اور لطیف پر ایہ میں اچھے۔ جو اس مضمون سے انگ کر لیتا ہو۔ اور نہایت
 ہو جائے۔ مگر میاں بہوی کی اس ملاقات کے نتیجہ کو وہ دنیا کے سامنے یوں پیش کرتا ہے
 فَمَلَّتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهَا مَكَانًا فَصَبَّاهُ غَدًا صدیقہ مریم اپنے شوہر سے حاملہ ہوئیں اور پھر
 وہ ان کے ساتھ ملک کے دور دراز حصے میں چلی گئیں۔ اس طرح صدیقہ کے اس سفر
 کا کہ میں نے نہ کسی مرد کو چھو۔ نہ میں اپنی چار دیواری سے کبھی باہر نکلی۔ رب العزہ نے
 علی جوہر پیدا کیا۔ وہ اپنے پاکیزہ و نڈ سے حاملہ ہوئیں۔ اور پھر علی بن حسین میں وہ اپنی
 چار دیواری یا شہر و ملک تک باہر نہ گئیں۔ ان جیسے تو بہت ہی کم کہ وہ اپنے خاندان و شہر
 ملک مصر میں چلی گئیں۔ کسی خاص ملک یا شہر کا نام نہیں بتا۔ بلکہ صرف اسی پر اکتفا کیا۔
 وہ دور دراز ملک میں چلی گئیں۔

اسرائیلی مفسرین دیتے ہیں کہ جب صدیقہ کو حمل ہو گیا۔ تو وہ مذمت کے واسطے مائیں میں
 چلی گئیں۔ وہ جو رد کے ایک جہت میں دیر زد سے کتاب ہو کر بیٹھ گئیں۔
 مسلم۔ یہ ان مفسرین کا محض یہودین سے کہ وہ اپنی خوش عقیدگی نہیں بلکہ یہاں
 صدیقہ کو یوں بکلوں میں تنہا رہا۔ پھر تھے کہ یہاں اس صورت میں کہ صدیقہ نے
 وہاں۔ اُن کے متعلق اور مسعود کے دیگر خادموں کی ایک جماعت شہر میں موجود تھی۔
 برسرِ خود صدیقہ کا ہمالیہ تشارف و ندائے سادہ۔ اسی صورت میں یہاں کہ صدیقہ نے ہلالِ حلوہ
 میں گھسی چپیں۔ محض بتان ہی۔ رب العزہ صدیقہ اور ان کے پیچھے جو سرسبز تھا۔ ب
 درغوظ جگہ مقرر کر رکھی تھی۔ صدیقہ اپنے خاندان کے ساتھ۔ بکے تشریف لگے۔
 وہاں ہی مولود مسعود پیدا ہوا۔ چنانچہ رشاد ہوتا ہے۔ وَاذْنِہُمَا لَیْ یُؤَدِّت
 قُلُوبَہُمَا بِالْمَوَدَّةِ نَوْنِ تَجَمُّعِہُمَا لَیْ یُؤَدِّتِہُمَا بِرَحْمَتِہُمَا

بحفاظت تمام رکھا۔ وہ شہ خوب تھا، اب تنہا سچ کی دولت کی بات سرایت کو مہم تو کی
 طرح دروزہ شہ اور وہ اس دروسے بیتاب ہو کر بولیں۔ یا اکتفی مثلاً قبل شہ و
 کنت نسیاً منسیاً۔ (ص ۱۴۸) اسے کاش میں سر دروزہ سے پہلے ہی پتہ نہ لگتی ہوئی
 اعرافی۔ مگر جناب! مفسرین تو یہ لکھتے ہیں کہ چونکہ صدیقہ ابھی انور کی تھیں اور نو بہن تھیں
 انکے ہاں یہ بڑا کامیاب ہوا۔ اس لئے وہ اسے ندامت کے یہ کہہ ہی تھیں کہ میں اتنے بڑے
 خاندان کی لڑکی۔ اور نہ کر یا حبیب بنی سیرامتولی شہر کے تمام مرد و زن مجھ سے واقف۔ یہ ہیں
 سب کو کیا سنہ کہا لگی۔ اس سے تو بہتر ہو کہ میں مر جاؤں۔ اور لوگوں کو میرا نام نہ لگائے۔ یہ سنہ
 مسلم یہ ان مفسرین کی جہالت ہو کہ وہ اس قسم کے چھوٹے قصے تراش کر صدیقہ مرید کے دامن کو
 آلودہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ حال صرف اتنا ہی ہے کہ صدیقہ دروزہ سے بلبل رہی تھیں، جب
 عام قاعدہ ہو کہ جب انسان کو ناقابلِ برداشت تکلیف ہوتی ہو تو وہ تو کو ترجیح دیتا ہے۔ یہ
 آخر عورت نہیں۔ دروزہ کو ناقابلِ برداشت پا کر انہوں نے وہی کلمات کہے جو آج بھی ہوتی
 کا بچہ جنتے وقت ستورات کے سہ سے اکثر کھاتے ہیں۔ در۔ جن باتوں کی طرف اشارہ
 اشارہ کیا ہے وہ محض لغو اور جھوٹ ہیں۔ حالانکہ اس قصہ میں مل کے وقت انسان نہ
 انکے پاس ہی موجود تھا۔ اور وہ اپنی جان شاربہ میوی کے اس درد و کرب کو سن کر
 فَنَادَهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَا تَحْزَنُ وَقَدْ مَعَلَّ زُجَّاجٌ تَحْتِهَا مَبْرُتًا۔ (ص ۱۴۸)
 مکان کے نیچے جسے سے انکو صراحت دلا، اس کی صراحت یہ تھی کہ وہ رب العزیز سے تکلیف لہو
 کر دیگا۔ اور اسکے بعد وہ دین دنیا کی خوشیوں سے نہیں رہا۔ مال کر دینا چاہتا تھا۔ یہ
 پیدا ہونے پر لاشی ماں سے جسکی تمام تکلیف تبدیل براحت و سہل رہیں ہو جانی ہو تو اس کی
 پیہ پیش کے بعد صدیقہ کی آنکھیں بھی شربت آئی۔ اور انہوں نے اپنے خاوند
 کی بہت میں آبلہ بود و باش رکھی عرصہ درز کے بعد وہ نئی شہر میں سپید مٹی میں جہاں
 سے وہ اپنے خاوند کے ساتھ دوسرے شہر میں گئیں جہاں پورا ارشاد ہوتا تھا۔
 قَاتِلَتْ بِهَا قَوْمَهُنَّ تَحْتَهَا رَحِمٌ عَزِيزٌ قَاتِلَتْ بِهَا قَوْمَهُنَّ تَحْتَهَا رَحِمٌ عَزِيزٌ قَاتِلَتْ بِهَا قَوْمَهُنَّ تَحْتَهَا رَحِمٌ عَزِيزٌ
 واپس آگئیں۔

اعرافی مگر مفسرین تو یہ کہتے ہیں کہ جب صدیقہ کے دروزہ ہوا۔ اور انہوں نے موت کہا۔
 کیا توحید علیہ السلام نے نئے پیٹ کے اندر سے ہی یہ آواز دی تھی کہ غم نہ کرو۔

اسلم یہ ان منسیرین کی کوتاہی نہ تھی کہ دھمکی سی بات کو بھی مجرمانہ شکل دے رہے ہیں۔
 خانہ کدہ در واقع یہی ہے کہ سیٹ کے اندر سے بچہ نے تسلی آمیز کلمات نہیں کہے تھے بلکہ
 یہ کلمات صدیقہ کے خاوند کی زبان سے نکالے گئے جسکے ساتھ صدیقہ اس شہر میں چلی گئی تھیں
 اور خاوند کا اپنی بیوی کو تسلی دینا بالکل قدرتی و فطرتی جذبہ تھا یہ کوئی مجرمانہ بات نہیں تھی
 عراقی۔ ہنگام ٹیک ہو۔ آپ آگے ارشاد فرمائیں۔

اسلم جب صدیقہ اپنے خاوند و ریک کے ساتھ اپنے شہر میں دوبارہ واپس آئیں تو انکی
 قوم کے صدیقہ کے یوں اپنے شہر کو چھوڑ کر باہر چلے جانے پر راضی کا اظہار کیا اور کہنے لگے۔
 مخرجہ حدثت تانیثا فتریا یا خت فھن مکان ابوک اص اسو و ما کانت اشد یقینا۔
 و مریم تو نے یہ کیا زالی رسم کالی۔ اسی مدت کی بہن تراباب تو ایسا بدعتی نہیں تھا۔ اور تیری
 یہ بھی یوں شہر سے باہر نہیں نکلتی تھی۔

عراقی جناب آپ نے یہ خوب بردہ پوشی شروع کی ہے۔ حالانکہ تمام دین جہان کے منسیرین یہ کہ
 ہستہ میں سب مریم اپنی قوم میں پس منی۔ تو ہل قوم مریم کی کودیں۔ کا بچہ دیگر
 یہ کہہ دیا کہ تو نے یہ ایسا کل کہلا دیا۔ تراباب و تیری ماں تو بدعتی نہیں تھے۔ مگر تو نے
 اپنے پن میں ہی یہ چیز کہاں سے پیدا کر لیا۔

اسلم۔ نعم ان منسیرین کو سنا کہیں جبکہ امر و نکر یہ سو کہ سو وقت صدیقہ نہ تو کنواری تھی نہ
 نہ ہی انوں نے کسی ناجائز و بدعت سے پہلیا نہ جبکہ اسکا خاوند بھی سا ما سال سے لے کے ہمراہ
 نہ تو مریم کو اگر صدیقہ کے برخلاف ثابت تھی تو یہ کہ وہ سر رکا بہن بنے اڑکی بہن کہہ کر
 دے جنت کے بغیر دوسرے ملک میں کیوں چلی گئی تھیں ضرورت نہیں تھی کہ صدیقہ
 اس زمانہ کا جو ب خودی نہیں جبکہ اسکا خاوند کے ساتھ موجود تھا۔ اور وہ اپنی بیوی کی
 ناز و ارادت سے باجینا چھ صدیقہ نے ہی شہرٹ دیکھا اپنے خاوند کے طرف ہی شاہ کیہ
 سے پوچھ لیا۔ یہ کہہ کہاں سے لے قوم نے اپنی مافست سے یہ جواب کہ صدیقہ اپنے
 یہاں صرف اشارہ کر رہی ہیں۔ چنانچہ قوم نے بولہ کر کہا تکف تکفیم من کان فی القہر
 و اسلم۔ نعم اس نام ان کے لئے کیا بولیں تو خود تندرین میں نے سنا ہے
 یہ طرف یہ کہ کہیں وہ کوئی سخت شہر نہ تھے۔ اس طرف وہ کچھ بھی کل
 بوجھ لکھ رہے تھے۔ ہمارا کہہ رہی ہیں کہ شہر ان تھیں تو اسکی غیبت و حریت نے جوش مارا۔

اور ان مشہور کمیٹی لوگوں کو بولوں جواب دیا :-

[illegible]

اعترافی خطبات اس کی پیشین گوئی کے متعلق اس تمام بیان کو سن کر جو نہ اپنے تواریخ صف اولیٰ در
مذہب سے دیا ہی۔ میری تو بالکل تسلی ہو گئی ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنی پیدائش کے لیے
ساکر رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر کوئی فوقیت حاصل نہیں تھی۔ اور نہ مسیح علیہ السلام کی پیدائش
وہ تمام نبیوں کی طرح میاں ہوئی کے ملاپ سے ہوتی تھی اور نہ مسیح نبی کا انکو بغیر باپ کے بہتہ سندہ
ماتن پر کے بت پرستوں کی تقلید ہو۔ جو کہ بحیثیت کے باپ میں بیٹے سے بیشتر اپنے بزرگوں یا دیوی
دیوتاؤں کو خدا کے فرزند مانتے تھے اور نہ مسیحوں کے اسی نام کے عقائد و ہر تہ کو ہمارے مفسرین نے
اپنی تفسیر کے ذریعہ مسلمانوں سے گھٹے کر دیا۔ یہ انکی سخت غلط فہمی تھی۔ خدا ہمیں اس سے بچائے
مگر اب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ اس بات پر بھی روشنی ڈالیں کہ آیا مسیح ابن مریم کے ساتھ چرچا
یہ زمین پر ہی دیگر انسانوں کی طرح مر گیا۔

مسئلہ ۱۰۰ سوال کا جواب پھر دیا عیاد نکجا۔ اب ذرا آرام کرو۔

اعراقی بہت نیرا پہا خدا خائفہ

رکھو سلام کا جو نہا حصہ بھی داخلہ فرمائیے جو سب جاچکا ہو، و حیف کے دوستی کے پرچمیں شیع ہو ہ

حقیقت کا سلسلہ کتب

زماڑی مودو ہرپال فی اسے ایڈیٹر حقیقت لودھیانہ

۱۔ کتاب رسالہ حقیقت کا پہلا پرچہ ہے اس میں ایڈیٹر حقیقت نے ان تمام باتوں

کے بارے میں بتایا ہے جو کفر اور غیروہ کئے تھے۔ اس کے بعد کتاب کا

دوسرا پرچہ ہے جس میں ایڈیٹر حقیقت نے ان تمام باتوں کے بارے میں

بتایا ہے جو کفر اور غیروہ کئے تھے۔ اس کے بعد کتاب کا

تیسرا پرچہ ہے جس میں ایڈیٹر حقیقت نے ان تمام باتوں کے بارے میں

بتایا ہے جو کفر اور غیروہ کئے تھے۔ اس کے بعد کتاب کا

چوتھا پرچہ ہے جس میں ایڈیٹر حقیقت نے ان تمام باتوں کے بارے میں

بتایا ہے جو کفر اور غیروہ کئے تھے۔ اس کے بعد کتاب کا

پنجمے پرچہ ہے جس میں ایڈیٹر حقیقت نے ان تمام باتوں کے بارے میں

بتایا ہے جو کفر اور غیروہ کئے تھے۔ اس کے بعد کتاب کا

ششمے پرچہ ہے جس میں ایڈیٹر حقیقت نے ان تمام باتوں کے بارے میں

بتایا ہے جو کفر اور غیروہ کئے تھے۔ اس کے بعد کتاب کا

ہفتمے پرچہ ہے جس میں ایڈیٹر حقیقت نے ان تمام باتوں کے بارے میں

بتایا ہے جو کفر اور غیروہ کئے تھے۔ اس کے بعد کتاب کا

آٹھمے پرچہ ہے جس میں ایڈیٹر حقیقت نے ان تمام باتوں کے بارے میں

بتایا ہے جو کفر اور غیروہ کئے تھے۔ اس کے بعد کتاب کا

نہمے پرچہ ہے جس میں ایڈیٹر حقیقت نے ان تمام باتوں کے بارے میں

بتایا ہے جو کفر اور غیروہ کئے تھے۔ اس کے بعد کتاب کا

دسواں پرچہ ہے جس میں ایڈیٹر حقیقت نے ان تمام باتوں کے بارے میں

حقیقت کا سلسلہ کتب

حَمْدًا لِلَّهِ قَاتِلِ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ
 نَدَامًا لِمَنْ كَفَرَ بَعْدَ مَا كَانُوا عَلَى صِفَتِهِ
 نَدَامًا لِمَنْ كَفَرَ بَعْدَ مَا كَانُوا عَلَى صِفَتِهِ

جلد

| | | |
|---------|-------------|--------|
| جلد دوم | فروری ۱۹۲۵ء | نمبر ۲ |
|---------|-------------|--------|

کلام حق

ایڈیٹر غازی محمود مرزا علی

لکھنؤ

قریب

کام کی باتیں

جینٹ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو۔ طبابت سے تعلق رکھتا ہے۔

۱۔ جینٹ کی سائنس حقیقت ہے۔ یہ شکاری پتے مہا کب جڑا، شکار میں پرچہ

۲۔ جینٹ کا معمولی بھاری پتھر یا بواں بھاری پتھر کی طرح ہے۔

۳۔ جینٹ کا ہر ایک پرچہ دوسرے پرچہ کے ساتھ ہو گا۔ نوٹ: یہ بات

فیصلہ کرنا خاصا قیاس ہے۔

۴۔ قیاس بنیادی اصول پر چھوڑا جاتا ہے۔ یہ بات

۵۔ جینٹ کی بلی کا رویہ وصول نہ ہو۔ یہ بات

۶۔ کسی بیشک کی زیادتی پہلی کی رقم سے جو اگلا نہ کی

جینٹ کے دفتر میں نہ پہنچے۔ انڈیا جواب وہ نہیں ہو گا۔

۷۔ جینٹ کا ہر ایک پرچہ ایڈیٹر کی زیر نگرانی لایا جاتا ہے۔

۸۔ وقت نہ سے تو وہ اپنے ڈکٹ میں شکایت آ رہی۔

۹۔ جینٹ کی دنیا میں اگر کسی کو چھوٹے درجہ

۱۰۔ جینٹ کی دنیا میں اگر کسی کو چھوٹے درجہ

۱۱۔ جینٹ کی دنیا میں اگر کسی کو چھوٹے درجہ

۱۲۔ جینٹ کی دنیا میں اگر کسی کو چھوٹے درجہ

۱۳۔ جینٹ کی دنیا میں اگر کسی کو چھوٹے درجہ

۱۴۔ جینٹ کی دنیا میں اگر کسی کو چھوٹے درجہ

۱۵۔ جینٹ کی دنیا میں اگر کسی کو چھوٹے درجہ

۱۶۔ جینٹ کی دنیا میں اگر کسی کو چھوٹے درجہ

۱۷۔ جینٹ کی دنیا میں اگر کسی کو چھوٹے درجہ

۱۸۔ جینٹ کی دنیا میں اگر کسی کو چھوٹے درجہ

ایڈیٹر

اکٹھا چھپکا۔ اور بذر رعبہ رجسٹری تمام خریداروں کے نام مانج یا ایریں کی کسی

حقیقت

فروری ۱۹۲۵ء

کفر توڑ کھیل

کہانی مشہور ہے کہ کسی شخص نے گائے بچہ کو دریا میں بہتا دیکھ کر سمجھا تھا کہ کھیل ہے۔ وہ اس کو پکڑنے کے لئے گیا۔ مگر بچہ نے اس کو دبوچ لیا۔ کنارہ دالوں نے جب دیکھا کہ ہمارا ساتھی ڈوب رہا ہے تو وہ پائے کیوں کر کھیل قابو نہیں آتا۔ تو چھوڑ کر چھے آؤ۔ وہ شخص دریا کی تہہ صحر میں سمجھو کہ حضرت! میں نے تو کھیل چھوڑ دیا ہے۔ مگر یہ کھیل مجھے نہیں چھوڑتا۔ کھیل کی کہانی صحیح ہو یا غلط۔ مگر میری کتاب کفر توڑ کی کہانی بائبل اس بل سے اتنی جتنی ہے جس نے جون ۱۹۲۳ء میں ناہوی میں چند کفر توڑ لیکچر دے بعض معزینہ نے سرکاری شکایت کی۔ اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہووے نے فوراً زیر دفعہ ۴۴ میہی نہیں بندی کہ تم کال دی۔ اسی پر بس نہیں بلکہ زیر دفعہ ۱۰۸ ایک سال کے لئے ۵۰ روپے کی دوشہنتیں اور ۵۰ سزائے کا ذاتی پتہ بن دیا گیا۔ ابھی ایک سال کی مدت باقی نہیں ہوئی تھی کہ سرکار نے زیر دفعہ ۴۴ رائفٹ کے متعلق قانون ۱۹۲۳ء کا ایک ایک کہ کفر توڑ وغیرہ کے جملہ مقوق سے سزا دے دیں۔ اس پر رقی وہی درجہ کے جلاؤ کے میں نے سرکار کے سب سے سخت طریقہ دست میں داخل فرمایا۔ اور یہ تھا اب کیا۔ اور میں ایک سال کی نظر بندی پوری کر بیٹھے لیکن میں ایک عدا غدا کر کے یہ ایک سال کا زمانہ یک نومبر ۱۹۲۳ء کو پورا ہوا تھا کہ گورنمنٹ کو خوب بچا دیا سندھ و دیگر شکایت پر از سر نو میری حفاظت کا فکر مای ہو۔ اپنا پتہ میں کہلئے یہ سنہ ۱۹۲۳ء

یہ بچہ وہ پھر اڑکا اظہار نہ کریں۔ ایسا پیش نہ کریں۔

کی دہپہر کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب لاہور کی عدالت سے پروانہ جاری ہوا۔
 کہ ٹکوا اٹھلا عید جاتی ہے کہ ہماری عدالت میں ۱۴ جنوری ۱۹۲۸ء کو ٹھیک دس بجے حاضر
 ہو جاؤ۔ یہ پروانہ مجھے ۴ جنوری ۱۹۲۸ء کو ملا میں سوچ رہا تھا کہ شاید سال کی تقریب
 میں سرکار کی طرف سے جتان بہادری کا خطاب ملا ہو گا۔ اسی کیلئے طلبی ہوئی ہے۔ ٹکھٹے
 گھڑیاں۔ دن اور رات بھران بھیب کی طرح کاٹھے۔ آٹھ گھنٹہ جنوری کی صبح کو لہجیاں
 اندھیرے ستیہی میل میں سوار ہو آٹھ بجے لاہور پہنچا۔ دوست احباب سے ملا یہیں دس بجے
 میں شرایمر سن صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کی عدالت میں حاضر ہو گیا۔ صاحب
 بہادر کی موٹر چہنی برآمدے کے سلسٹے آکر ٹھہری میں آگے بڑھا۔ اور عرض کیا میں
 حاضر ہوں جو حکم؟ صاحب بہادر نے فرمایا۔ دو بجے آؤ۔ بہت اچھا کہہ کر میں نے میاں
 عبدالرحیم صاحب میاں عبدالکریم صاحب کاردار کی سمیٹ میں ادھر آدھڑھل کر
 دو بجے آئے۔ دو بجے پھر صاحب بہادر کے پیش ہو ا۔ سلام لینے کے بعد صاحب ڈسٹرکٹ
 مجسٹریٹ بہادر نے ایک عجیب ادھنے عکراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہاری کتابیں
 بت شکن۔ کفر توڑ سر توڑ جڑ مارا بشک چھپ رہی ہیں۔ اور فروخت ہو رہی ہیں۔ سرکار
 کی حکمت آیا ہے کہ تم سے وہ پوچھی جاوے کہ کیوں نہ زیر دفعہ ۱۵۰۔ نف جو مقدمہ تمہارے
 برخلاف واپس سے میاں گیت تھادہ دو یا۔ جاری کیا باؤ سے صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ
 کے یہ الفاظ سن کر مجھے پتہ لگا۔ کہ یہ نہ انفرامبل کی پرفی کرنت سب سے بلو میں۔ صحت جو چھانبا
 میں نے اس کا جواب دیا میں نے سرکار کا کہنا تھا جو نہ کیا خدا کہ میں ان کا بولنا نہ چاہتا
 نہ دوست کو۔ نہ کسی کو کاپی رائٹ دوں گا میں۔ سپرٹا دے گا۔ ان دنوں پانچ میں نے اس
 کے بعد ان کو نہ فروخت کیا نہ چھپایا۔ نہ کسی کو کاپی رائٹ دوں گا میں نے اپنے حلیف
 کے پہلے پوچھے ہیں یہ اعلان بھی کرنا تھا کہ۔ دوسرے مسلمان اور کتب فروش باقی ان
 کو تو مٹی اشاعت بند کریں۔ اب اگر کوئی کتاب کو اپنی ذمہ داری پر چھاپے
 یا فروخت کرتا ہے تو اس کا جواب دہ میں نہیں ہو سکتا۔ اسپرڈ سٹرکٹ سب سے سب سے
 ہوا کہ تم اپنا تحریری بیان حل داخل کرو۔ پانچ تقریباً اسی مطلب کا تحریری بیان میں نے
 ۵ جنوری کو داخل کر دیا جس پر شیش نے اس بیان کو پڑھا۔ مفصلہ ذیل سوالات تھے۔
 سوال کیا کرتے ہو پوچھیں ان کتاب کو تو پوچھا یا؟ جواب ہرگز نہیں

سوال کیا تم نے دیوبند میں ان کتابوں کو چھپوایا؟ جواب۔ ہرگز نہیں۔

سوال۔ کیا نجات تک ایجنسی بخور کے ساتھ تھا یا تعلق ہے؟ جواب۔ ہرگز نہیں۔

سوال۔ تم نے ان لوگوں کو اپنی کتابیں چھاپنے سے منع کیوں نہیں کیا؟ جواب۔ جب ان کتابوں کے حقوق سرکار نے مجھ سے چھینے نہیں تھے اس وقت ہی دوسرے لوگ میری مرضی اور اجازت کے بغیر ان کتابوں کو چھاپنے لگ گئے تھے۔ اور میرے منع کرنے سے منع نہیں ہوئے تھے۔ مگر جب انکو یہ پتہ لگا کہ میں نے ان کتاب کے جملہ حقوق سے سرکار میں دست برداری داخل کر دی ہے تو انہوں نے بالکل ٹھٹھہ کرنا شروع کر دیا چنانچہ میں نے اپنے رسالہ حنیف میں اس بات کا ذکر بھی کر دیا ہے۔ اب جبکہ ان کتاب کیساتھ میرا کوئی تعلق ہی نہیں ہے تو کیسے کہ ان کے چھاپنے سے کیسے روک سکتا ہوں۔ اور میرے روکنے سے رنج و رک بھی کیوں کر سکتا ہے۔ ہاں اگر سرکار چاہے تو انکو روک سکتی ہے۔

سوال۔ سرکار انکو کیسے روک سکتی ہے؟ جواب۔ جس طرح مجھے روک سکتی ہے۔ اسی طرح ان کو بھی روک سکتی ہے۔ سوال۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص مصنف کی اجازت کے بغیر اس کی کسی کتاب کو چھاپے؟ جواب۔ مصنف کی اجازت کی تو کسی کو اس وقت ضرورت پڑ سکتی ہے جب کسی کتاب کے جملہ حقوق مصنف کے ہاتھ میں محفوظ ہوں۔ مگر میری ان زیر بحث کتاب کے جملہ حقوق اب میرے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ بلکہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہیں۔ اب یہ گورنمنٹ کا کام ہے کہ وہ ان لوگوں کو ان کتاب کے چھاپنے سے منع کر کے اپنے حقوق کی نگہداشت سے سیرے اس آخری جواب کو غلط فہم نہ ہو بلکہ صاحب نام ہوش ہوئے بقول دیوبند کے اہل دہلیہ کہ اچھا لیکن ہزار روپیہ کا ذاتی مجلہ اور ایک ہزار روپیہ کی ضمانت اس مطلب کی داخل کرنا کہ یہ بھی عدالت نہ آئے تو بلکہ اسے تو تم حاضر ہو جاؤ گے میں نے دل میں خیال کیا کہ عدالت کے جب بھی مجھ بلایا جائیگا حاضر ہوں گا۔ اور میں نے حاضر ہونے سے گریز نہیں کیا۔ بلکہ مجھ کو دیکھو کہ کیا میری ضمانت کیسی؟ جبکہ مجھ پر نہ کوئی مقدمہ ہے۔ نہ جرم اور پھر نہ ہی کی نہ کوئی تائید ہے۔ نہ دن۔ نہ ہفتہ۔ نہ مہینہ۔ نہ سال میں۔ نے تو پہلے ہی ردہ کیا کہ ضمانت دینے سے انکار کروں مگر پھر یہ خیال کر کے لاہور کے دربارہ ذرا بار کی یہ بھی ایک حشو کا نہ رہا ہے۔ چلو ہمارے اتنے بیروستان پہلے ہر داشت کئے ہیں۔ ایک چہرہ یہی ہے کہ لو چنانچہ میں نے ایک ہزار روپیہ کا ذاتی چیک اور ایک ہزار روپیہ کی ضمانت داخل کر دی

اور میں ۵ اجوزی کی شام کو بچہ میل میں وار ہو کر رات کے ایک بجے واپس آمد باہر آسما

پنجاب گورنمنٹ مجھے کتنا ہی پریشان کرے لیکن میں تو سرکار کو محبت کا دیوتا ہی کہوں گا مگر اس بابت کا کیا علاج کہ یونانی علم الامنہ

محبت کا دیوتا

کے ماہرین نے محبت کے دیوتا کی جو تصویر بنائی ہے۔ اس میں آنکھیں بند ہیں

اور انگریزی میں مثل شہور ہے کہ لوازلہ اسٹڈ یعنی محبت اندھی ہے۔ حیرت کی بات

ہے کہ میں تو کفر توڑ وغیرہ کتب کو نہ چھاپتا ہوں نہ فروخت کرتا ہوں مگر محبت کا دیوتا

سپر بھی اپنی محبت کو میرے برخلاف کم کر نیلے لئے تیار نہیں ہے۔ دوسرے طرف

محبت کے دیوتا کی پیار دیواری کے عین سامنے لاہوری میں ایسی ایسی کتب

ہزاروں کی تعداد میں شائع اور فروخت ہو رہی ہیں۔ جو از حد دل آزار و فتنہ

و شر کے پندے ہیں۔ اگر محبت کے دیوتا کو علم نہ ہو تو مجھے میں انکا نمونہ پیش کرتا

ہوں۔ لہذا دیوان چند نے اپنے پنجابی پریس لاہور میں پادری غلام مسیح کی کتاب

بنام تحقیق الاسلام شائع کی ہے جسکے چند فقرات نمونہ پیش کرتا ہوں۔ یاد رہے

لکھتے ہیں:-

حضرت محمد کی پاک لاش پورے تین برس تک پڑی رہی جبکہ آپ نے وفات

پائی تھی۔ اس عرصہ میں آپ کی لاش میں سخت بدبو اور سڑن پیدا ہو گئی

وہ ایسی حالت کو پہنچ گئی کہ وہ وہاں سے اٹھائی ہی نہ جاسکتی تھی۔ اس

کوئی اٹھاسکت ہوا پکا بستر مرگ تک تبدیل کر نیلے قابل نہ رہا تھا۔ آپ کو

چھ دنوں کی رات کو دفنانا ہوا لے پکار رہے تھے کہ ہم نے اپنے آپ کو

فراموش کر کے آپ کو دفن کیا تھا۔ اور ایسے دفن کیا تھا جس جگہ آپ

وفات پائی تھی۔ ہم خدا ترس دنیا سے پوچھتے ہیں کہ وہ خوف خدا کو

دل میں رکھتی ہوئی جواب دیوے۔ کہ حضرت محمد کی لاش کی کیوں ایسی

نوبت ہو گئی۔ یہی وہ بیویاں کہاں تھیں جنکے قصص و حکایت دنیا نے سنے

ہیں۔ آپ کے غلام و نوٹدیاں کہاں تھیں جنکی حکایات۔ اویوں نے بیان

کی ہیں آپکے بھائی، درویش، غارب کہاں تھے خصوصاً حضرت علیؑ، حضرت

فاطمہؑ، آپکی دوسری بیویاں اور انکے داماد کہاں تھے، آپکے پیارے بھائی

خصوصاً حضرت ابو بکر اور عمر و عثمان غنی کہاں تھے۔ اگر یہ سب سب حضرت محمد کی
لاش کی حفاظت کر رہے تھے۔ تو پھر ہمارے عزیز حضرت محمد کی لاش کیوں
اتنے دن رکھی گئی۔ کیوں پکی لاش کو سڑنے کی نوبت تک پہنچنے دیا گیا۔
تحقیق الاسلام ص ۳۰۴ مطبوعہ پنجابی پریس لاہور۔

رسول پاک کی لاش مبارک کے سڑنے وغیرہ کے بارے میں پادری صاحب نے
جو تحقیق کی ہے۔ وہ سی ضعیف و ناقص سے ناقص اسلامی کتاب سے
بھی اسکا ثبوت نہیں دے سکتے۔ اور نہ ہی وہ کسی اچھل سے ابھلا سا انکو پیش کر سکتے
کہ جسکا عقیدہ یہ ہو کہ رسول پاک کی لاش سڑ گئی تھی۔ وہ کونسا کلمہ گو ہے جو پادری صاحب
کے اس سراپا دل آزار کذب و بہتان کو پڑھے اور اسکا دل ٹکڑے ٹکڑے نہ ہونے
نکریا محبت کے دیوتا نے اس کتاب کو دیکھا؟ اگر دیکھا۔ تو اس نے کیا نوش لبیا؟
۲۔ پنجاب گورنمنٹ کا محبت کا دیوتا اسی مسیحی صنف اور ہندو پرشر کی اس کتاب کے غلط
ذیل فقرات کو بھی پڑھے۔

”حضرت محمد کی وفات ہوئی۔ آپ تیسرے دن زندہ نہ ہوئے۔ آپکو بھوکے تین دن
بعد دفن کیا گیا۔ پر آپ اکیلے دفن نہیں ہوئے۔ قرآن مجید بھی آپکے ساتھ گیا۔
اسلام مجیدی بھی آپکے ساتھ لیا۔ حضرت محمد کی قبر شریف پر زبان قرآن عربی کتبہ لکھا
رکھا۔ شاعر مجنون۔ نسبت منہ اسلا۔ انت مجنون۔ برہو شاعر۔ انت
مفتی۔ ساحر۔ کذاب۔ رجز۔ بقولہ۔ ہواؤن ہواؤن۔“

۲۔ قرآن مجیدی کی بدت کہہ۔ اساطیر الادلہ۔ افلہ ہفتی ان ہذا

الاسیچن یومشہد

ہم یہاں پر ذکر کرنا نہیں چاہتے مگر ہم حضرت محمد کی اور مدنی کی قبرستانوں
کتابت کیساتھ چھوڑنا چاہتے ہیں۔ اہل بعیرت حضرت محمد کی مدنی قبر کے کتبوں کو
پڑھتے۔ ہیں تحقیق الاسلام ص ۳۰۴

محبت کے۔ یہ تا کیا کتبے عالم سے کہ اس فاضل جمی مصنف نے۔ دنیا کے بہار کو
سب کو نیکہ آقا نامدار کی لاش مبارک کی تالیف و توبین کے بعد کس طرح اس
بیادامہ بیاد کی قبر پر شاعر مجنون مفتی ماحر کذاب۔ عور و میرہ کا لقب کندہ کیا ہے۔

اور کس طرح اس بھی فاضل نے قرآن پاک اور اسلام پاک کے زمین میں دفن ہو چکا
 اعلان کیا ہے؟ محبت کے دیوتا تیری معلومات کے ذرائع تو بہت وسیع ہیں۔ کیا
 تو نے اس کا کوئی نوٹس لیا؟ یا کیا تو انتہائی کر رہا ہے۔ کہ مسلمانوں میں شور و شر
 پیدا ہوا اور ان کے ریز دیوشن تیرے پاس پہنچیں تب تو اس مسیحی مصنف اور ہندو
 پرنٹر کی مشترکہ شرارت کا سد باب کرنے پر آمادہ ہو؟ محبت کے دیوتا! تیرے
 کان ہیں۔ اور تو شور کو خوب سنتا ہے۔ مگر انہوں سے کہ سدا انوکھے شہنائیاں
 زبان ہی نہیں دی۔ نہ وہ شور کی اہست کو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان کا زبردست
 زبردست پریس ہے پلیٹ فارم ہے۔ کونسلوں میں ان کے نمائندے موجود ہیں مگر
 غالباً وہ زبان کھولنا پسند نہیں کرتے!

محبت کے دیوتا! کیا تو نے اسی قسم کی کثرت سے چھپنے والی دوسری کتاب کے
 فقرات کا سلسلہ بھی کیا ہے؟

اور محمد صاحب کا چال چلن ان باتوں سے ظاہر ہی ہے۔ کیونکہ جو کئی عورتوں کو کھے
 وہ خدا کا عابد اور پیغمبر کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور جو ایک عورت کی طرف ایسے بے رحمی کے
 اور دوسری عورت کے تو وہ طرفدار ہو کر گنہگار کیوں نہیں ہو گا۔ اور جو کئی عورتوں
 سے بھی سیری نہ پا کر کنیزوں کے ساتھ پھنسنے۔ اس کے نزدیک شرم خوف۔ اور
 دھرم کیونکر ٹھیک سکتا ہے کسی نے کہا ہے کہ "کام۔ ماتر نام۔" پیغمبر نہ لجا
 یعنی جو زنی آدمی ہیں۔ انکو گناہ ہے ڈر یا شرم نہیں ہوتی۔ لہذا ابھی
 محمد صاحب کی بیویوں اور پیغمبر کے جھگڑے کا فیصلہ کرنے میں گو یا سرزنش
 ہے۔ اب صاحبان عقل غور کریں۔ کہ یہ قرآن عالم یا خدا کا بنایا ہوا ہے۔
 یا کسی بے علم طبیب کا جس آدمی کو ذرا سی عقل ہے وہ غور کر سکتا ہے کہ یہ
 خداوند کے کام میں یا اپنی مطاب برآری کے۔ ایسی ایسی باتوں سے ٹھیک
 ثابت ہوتا ہے کہ خدا کچھ نہیں کہتا، تاہم صرف موقع محل دیکھ کر اپنی مطلب
 برآری کے واسطے خدا کی طرف سے محمد صاحب کہہ دیتے ہیں۔ جو لوگ ان
 باتوں کو خدا ہی کی طرف سے کہتے ہیں۔ تو تم تو کیا سب عقلمند ہی کہیں گے کہ خدا
 کہتا ٹھہرا۔ گو یا محمد صاحب کے لئے بیویاں لائیوالاتانی ٹھہرائی

۱۲۵
 آر ووسٹیارتھ پر کاش مشبوعہ یونین سٹیم پریس ہو رہا ہے چارم تعدد جلد ۵۰۰ ہزار
 محبت کے دیوتا جس کتاب کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کے ۵۰۵ ہزار کے کئی
 ایڈیشن تو صرف اردو میں چھپے اور چھپ رہے ہیں۔ انگریزی۔ گورکھی۔ بھارتی اور
 ہندی میں اسکی اشاعت الگ ہو رہی ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ ہندوستان میں
 اسلام اور مسلمانوں کی جڑوں میں جو ڈائنامیٹ لگایا جا رہا ہے محبت کے دیوتا
 کیا تجھے اسکا علم نہیں ہے؟ کیا جس ملک میں اس کتاب کی ہر ایک زبان کے
 اندریوں کھلے بندوں اشاعت ہو رہی ہو۔ اس ملک میں کبھی بھی ہندو مسلم اتحاد
 قائم رہ سکتا ہے؟ محبت کے دیوتا! تو نے مجھے تو گرتا کیا۔ اور مجھ سے میری
 کتابوں کے جملہ حقوق چین سے نکلے۔ انھوں نے سنیارتھ پر کاش کے چودھویں
 باب کے متعلق جو مسلمانوں کے دلوں میں ناسور ڈال رہا ہے۔ اس کے چھاپنے اور فروخت
 کرنے والوں سے پوچھا تاکہ بھی نہیں ہے کہ وہ اس فتنہ و فساد کے بیج کو کیوں دن
 دہاڑے ملک کے ہر ایک کو نے میں بوریے ہیں محبت کے دیوتا! کیا ابھی وقت
 نہیں آیا کہ تو مسلمانوں کے رنجی دلوں پر رحم ٹھائے۔ اور اس شرارت کا سدباب کئے

فرندان اسلام بخو کریں

فرندان اسلام! میں نے آپ کے سامنے جن
 دو کتابوں کے اقتباسات پیش کئے ہیں آپ
 اسکا جو مطالعہ فرمائیں اور سوچیں کہ اگر ان کتب کا جواب دیا جاتا ہے تو گو رنٹ
 سمجھتی ہے کہ ہم ملک میں شویش پیدا کر رہے ہیں لیکن اگر یہ خاموش رہتے ہیں
 تو اسلام خطرہ میں پڑ رہا ہے۔ ایسی صورتیں کیا آپ بخاؤں نہیں سب کہ آپ اپنے پیش
 و ریلٹ فارم کے ذریعہ گو رنٹ کی بوجہ کو ان دنوں دل آزار کتب کی طرف
 کھینچیں۔ اور آپ کے نام نہ سے کوئی ایسا سبب کریں کہ گو رنٹ نے ان
 کتب کی اشاعت کو روکنے کیلئے کیا کارروائی کی؟ یا کہا اور ردائی کرنا چاہی
 ہے اس سے آپ کو گو رنٹ کی پوزیشن کا پتہ لگ جائیگا۔ اگر گو رنٹ ان ہر دو کتب
 کی اشاعت کو روک دے اور ان کے چھاپنے یا فروخت کرنے والوں کے برخلاف
 کوئی قانونی کارروائی کر نیکی سے آمادہ ہو جائے تو آپ کو گو رنٹ کا شکور
 ہونا چاہئے۔ ورنہ بصورت دیگر آپ کا فرض ہو گا کہ آپ اپنی دوسرے سبب طریقہ اختیار کریں

آریہ سماج کا سبک اور گورنمنٹ کو مخالطہ

آریہ سماج سبک
اور گورنمنٹ کو

مخالطہ دیتی ہے جبکہ وہ یہ کہتی ہے کہ ان کے مرد و بچہ ستیا رتھ پر کاش میں اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے متعلق جو دل آزاری کی گئی ہے۔ وہ آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند کے قلم سے ہے۔ اور کہ اس کی ذمہ دار آریہ سماج نہیں ہے۔ حالانکہ یہ شخص غلط ہے کیونکہ وہ ستیا رتھ پر کاش جو سوامی دیانند کی حیات میں مروج تھا۔ اور جو سب سے پہلی دفعہ ۱۸۷۵ء میں بنارس میں چھپا تھا۔ اور جس کا میں نے اردو میں بھی نقل و نقل ایک ایڈیشن ۱۸۹۱ء میں شائع کر دیا تھا۔ میں سلما نو کے متعلق یہ باب ہی ندارد ہے۔ اور جتنا کہ سوامی دیانند زندہ رہے ستیا رتھ پر کاش کا ایڈیشن ۱۸۷۵ء کا ایڈیشن ہی مروج رہا۔ مگر سوامی دیانند کے ۱۹۰۳ء میں مرنے کے بعد اس شرارت کا آغاز ہوا۔ جو مرد و بچہ ستیا رتھ پر کاش میں موجود ہے۔ پس اس باب کی اشاعت کی تاثر وہ واری آریہ سماج کے اراکین سے ہے۔ جو اس کو ہزاروں کی تعداد میں مختلف زبانوں میں چھپ کر اور ہندوستان میں پھیل کر آئندہ دنوں کا باعث بن رہے ہیں۔ اگر ہم دلیل کے طور پر یہ بیان لیں کہ یہ باب بھی سوامی دیانند کے قلم کا لکھا ہوا ہے تو سوامی دیانند کو کیونکر حق حاصل تھا کہ وہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کے متعلق نقد یا شائستہ۔ دل آزار اور تشدد کرتا۔ اور اگر اسے ایسا کیا تو اس شرارت کا زمانہ سوامی دیانند کی زندگی میں تھا ہی ہو جانا چاہئے تھا۔ نہ یہ کہ آریہ سماج اسے مزید بعد اس نقد و شرارت کا دائمی اہمارہ دار بنکر اس کی اشاعت کرتا۔ اور مسلمانوں کے نفی دلوں پر ہم پتھر کر ملک میں نقد و فساد کا باعث بننا رہتا پس ہر ایک کلمہ کو کا فرض ہے کہ وہ مرد و بچہ ستیا رتھ پر کاش کے چودھویں باب کے برخلاف نہیں اور پلٹ فارم اور کوشلہ کے ذریعہ صد اور احتجاج بلند کر کے گورنمنٹ کو بھڑکائے کہ وہ مرد و بچہ ستیا رتھ پر کاش کے چودھویں باب کو پانچویں کرے یا آریہ سماج کو اس کی اشاعت سے تائید نہ کرے۔ جسے آریہ سماج کہہ لے گا کہ ہمیں اور مسلم قوم مخالف رجحانات اعلیٰ ہند اس طائفہ کی توجہ کو مبذول فرما کر اسلام کی اور ہندو مسلم اتحاد کے خلیں بہترین خدمت سر انجام دینے کا خواب حاصل کریں گے اور جسے دل امید ہے کہ ہر ایک اٹنی دینہ ہندوستانی اور مخالف ہندوستانی کا ہندو سماج سبک سبک سبک اس میں بیان بد و بد میں مسلمانوں کا نہایت خلوص سے ساتھ دینگے۔ اینڈ سیٹس۔

میسویں فصل

عام تدبیر

اعزانی۔ السلام علیکم۔

مسلم۔ وعلیکم السلام۔ اس دفعہ تو آپ بہت دن غیر حاضر رہے معلوم ہوتا ہے۔
بشکوک کم پیدا ہوتے ہیں؟

اعزانی حضرت اچانک تو میں نے بھی کہ جلدی ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں
مگر پھر یہ سوچا کہ آپ کو بار بار تکلیف دینا مناسب نہیں۔ اس لئے میں نے
کچھ دن یوں ہی گزار دیے۔

مسلم۔ یوں ہی گھر پر دن گزارنے والے تو آپ ہیں نہیں کسی نہ کسی پے سادہ
توڑ باری ہی ہوگی۔

اعزانی ہاں سدا کہ آپ سچ فرماتے ہیں میں بکا تو نہیں رہا۔ دھندل سنا ہوا
دریچہ میں گھومتا رہا۔

مسلم۔ کس کس دخل میں گئے تھے۔

اعزانی میں تاک ان تو کریمان لئے نہ ہیں جانتے تھا۔ ہاں یہاں بھانویں
یوش بندوں کے مسئلہ شرادہ کی خوب کھلی آزار ہے تھے بہت سے مسلمان
تھی اس سے دھندلہ تھا کہ یہ پھر میں موجود تھے۔ جب یہ سب دھندلہ صاحب ہندوں
کے مسئلہ شرادہ کا مسئلہ لہجہ میں خاکہ کرتے تھے تو مسلمان خوب جھنجھکتے تھے
وہ شر جھنجھکتے تھے۔ مگر جب ان باتوں نے مسلمانوں پر ہر شے شروع کیا تو سب
ایک ایک کر کے وہاں سے کھسک گئے۔ ان میں وہی دن تھا۔

مسلم۔ کیوں؟ ہر سب سے دور ہو۔ سب سے دور ہوئے مسلمانوں پر کیا بھروسہ تھا
تھے۔ نورا سناؤ تو یہی۔

اعزانی۔ مجھے سادھو صاحب کا سارا لیکچر تو یاد نہیں۔ ہاں اتنا سا یاد ہے کہ سادھو صاحب نے ہندوؤں کی مرست کے بعد مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہمارے ہندو بھائی تو اپنے بزرگوں کے نام پر شرادھ کرتے وقت کھیر پوری۔ لڈو۔ جلیبی کڑا۔ وپرش دیکھتے ہیں۔ مگر اب ذرا ان میاں و گوں کے شرادھ کی حیثیت بھی سنو۔ ان کے ہاں جب کوئی مر جاتا ہو۔ تو یہ صفت ماتم بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اربعین دن کے بعد مرادھ کا شرادھ کرتے ہیں جس کو ان لوگوں کی اصطلاح میں نخل کہا جاتا ہے۔ نخل میں نہ تو کھیر پوری ہوتی ہے۔ نہ حلوا جلیبی ہوتے ہیں۔ مگر ہوتا کیا ہے، بھٹے ہوئے چنے۔ ذرا ان سے پوچھو تو سہی کہ میاں صاحب کسی بزرگ کا ساڑھ ستر سال کی عمر میں دیہانت راستقال ہوا تھا۔ تو اس وقت تو وہ سا گودا بند بھی نہیں کھا سکتا تھا۔ اب مرنے کے بعد اس کے نام پر چنے دیتے ہو۔ وہ چنے کیونکر جھانکے۔ مرنے وقت تو وہ دواٹک کا قطرہ نہیں پی سکتا تھا۔ اب تم جنوں جیسی ثقیل غذا اس کے نام پر تجویز کرتے ہو یہ تو بڑا ظلم ہے۔ اس سادھو نے ایسے انداز سے اس مضمون کو ادا کیا کہ جتنے سٹنے والے تھے سب سہنس رہے تھے۔ مگر سادھو صاحب کی زبان چینی کی طرح چل رہی تھی۔ اسی پس منظر کے وہ ذرا وراٹے لڑھے۔ اور فرمائے لگے کہ سندوؤں کے پتر لوگ تو سال بعد شرادھ کہانے آتے ہیں۔ مگر ہمارے میاں بھائیوں کے مزدوں کی ردھیں ہر جمعرات کو ان کے ہاں آجاتی ہیں۔ چنانچہ ہر دیندار مسلمان جمعرات کے دن ان روحوں کے لئے ضرور روٹی۔ یا کھیر یا پلاؤ پر ختم داتا ہے جس سے معدم ہوتا ہے۔ کہ اگلی دنیا میں بڑی قحط سالی ہے۔ نہ وہاں ان روحوں کو روٹی ملتی ہے۔ نہ کھیر۔ پلاؤ۔ ہندوؤں کے ہاں تو شرادھ کے دنوں میں برہمن لوگوں کی پیٹ پوچھا ہوتی ہے۔ مگر ان میاں لوگوں کے ہاں ہر جمعرات سنہ دن جد کے مہاجنی مردوں کو روٹی پہنچاتے ہیں۔ یہ اچھی کسر رٹی ہے۔ کھائیں میاں بھائی اور نام لیں۔ اسی سے سمجھ لو کہ جس بات کے ابتداء میں ہی بناوٹ ہے تو اس کی انتہائی ہوگی۔ دیکھو ان لوگوں کی اضعیف الاعتقاد ہی تو دیکھو۔ یہ کہتے ہیں کہ جب مردہ کو قبر میں رکھ کر چلے آتے ہیں تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ اور دوفرشتے اس سے سوال جواب

کرتے ہیں۔ اگر وہ سوالوں کا جواب ٹھیک دے دیتا ہے۔ تو وہ سکھ رہتا ہے۔
 اگر ٹھیک نہیں دیتا۔ تو فرشتے اس کو گزروں سے مارتے ہیں۔ اور وہ مردہ
 جہنم چلا جاتا ہے۔ بھلا اگر یہ صحیح ہو۔ تو پھر کیوں نہ قبر میں ایک طرف طاقی رکھ کر
 دیکھتے رہا کریں جب ہی مردہ زندہ ہو جائے۔ فوراً طاقی کے راستے اس کو باہر
 نکال لیا۔ ان سیاں لوگوں میں جو زیادہ دہی ہوتے ہیں۔ تو مردوں کی چھائی پر
 کوئی کتبہ بھی رکھ دیتے ہیں تاکہ وہ قبر میں زندہ ہو کر اسکو پڑھتا رہے۔ ذرا
 تم ان کے قبرستان میں جا کر تو دیکھو کہ قبروں کے اوپر پانی اور تاج بھی کہا
 ہوتا ہے۔ دیا بھی جلایا جاتا ہے۔ شاید اس لئے کہ رات کے وقت جب روح
 اُٹھ کر پانی پینے کے لئے آئے تو انہیں پھر سے میں راستہ نہ بھول
 جائے۔ ذرا اور سنو ان کے اُٹاں جو بڑے پیروں کی خانقاہیں ہیں۔ ان پر
 یہ سب لوگ پیر صاحب کے نام عرضیاں اور چٹیاں لکھ رکھتے ہیں۔ کہ اگر
 پیر جی میری فلان مراد پوری کر دیں۔ تو میں ان کے نام پر طیبہ کھدائوں گا۔ یا
 بکرا چڑھاؤں گا۔ بھلا پیر ہیں، اگر دوسروں کی مرادیں پوری کرنے کی طاقت
 ہو تو وہ آپ لاکھوں من مٹی کے نیچے سے کیوں نہ باہر نکل آئیں۔ غرضیکہ یہ سادھو
 ایسے بڑے طریقہ سے دل لگو کر رہا تھا کہ سننے والے ہنس رہے تھے
 تسلیم۔ مگر آپ یہ باتیں سن کر سنیں رہے تھے یا رو رہے تھے؟

اعترافی حضرت! میں تو نہ ہنستا تھا۔ نہ روتا۔ بلکہ نہایت توجہ سے سن رہا تھا۔ مگر
 دل میں خیال ضرور آ رہا تھا کہ اگر مسلمانوں کی زبان سے یہی داخل اسلام و جزو
 بہان ہیں۔ تو سادھو صاحب کے اعتراضوں کا جواب ضرور ہونا چاہئے۔
 مسلم خیال یہ باتیں نہ داخل اسلام میں۔ مگر جزو ایمان جن لوگوں کو مانا۔
 اس کی ہم سے علیحدگی اور بعد ازاں اس کی کستی کے شعلے کافی علم نہیں ہے۔ وہ
 وہ سننے کے توہمات میں پھنس رہے ہیں۔ یہ سادھو صاحب مسلمانوں کی حالت
 پر تو ہنس رہے تھے۔ مگر ان کے ان پیر جنہ یا داگوں کا جو سہلہ ہے۔ اگر
 اس کو بین کیا جاوے تو شاید سننے والوں کے پیٹ میں ہارے ہونے کے
 چھارہ ہی ہو جائے۔ مگر مذہبی آدمیوں کو اس قسم کے معاملات پر اس طرح

ہمسی دل لگی نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ نہایت متانت اور سنجیدگی سے گفتگو کرنی چاہئے۔

اعراف میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ آپ اس زندگی اور موت کے مسئلہ پر آج کچھ روشنی ڈالیں۔ آپ نے وعدہ بھی تو کیا تھا کہ آپ مسیح علیہ السلام کی زندگی یا موت کے متعلق میرے شکوک کا ازالہ فرمائیے۔ کیونکہ میرا ذاتی خیال تو یہی ہے کہ اگر واقعی مسیح علیہ السلام اب تک اپنے خاکی جسم کے ساتھ زندہ ہوں۔ اور انہوں نے اسی جسم کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آنا جو تو کیوں نہ ہم بجائے اسلام کے مسیحیت کو قبول کر لیں۔ جبکہ اسلام کے نبی علیہ السلام تو مسیحیوں کے قول کے مطابق مرچکے ہیں۔ اور ان کا یسوع مسیح زندہ ہے۔ کیونکہ مردہ نبی سے زندہ بنی ہر حالت میں واجب اتباع اور انجیل ہوتا ہے۔

مسلم مسیح کو مردہ یا زندہ مان کر بھی تو آپ مسلمان رہ سکتے ہیں۔ مسیحی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسیح علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کی طرح مسیح کو زندہ یا مردہ ماننا بھی تو ہمارے لئے جزو ایمان نہیں ہے۔ جب آپ مسیح کو چند ملتوں کی تناسیر کی بنا پر بغیر باپ کے پیدا شدہ مانتے تھے۔ تب بھی آپ مسلمان تھے۔ مگر اب جب کہ آپ نے ان کو انسانی باپ کے لطف سے پیدا شدہ تسلیم کیا ہے۔ تب بھی آپ مسلمان ہیں اسی طرح اگر آپ اسی قسم کی تناسیر کی بنا پر مسیح کو مجسم عنصری سماں پر مبنی ہوا اور قیامت کے قریب فرشتوں کے پروں پر سوار ہو کر ہشق کے نذر پر نزول فرمانے کا عقیدہ اختیار کر لیں۔ تو آپ کے اسلام میں کوئی خدشہ نہیں ہو گا۔ اگر آپ مسیح کو عام انسانوں کی طرح فوت شدہ اور ان کی ہڈیوں تک کو ریزہ ریزہ ہو کر زمین میں پوسٹ شدہ مان لیں تب بھی آپ کے ایمان یا اسلام میں کسی قسم کا نقص واقع نہیں ہو گا۔ بلکہ آپ جیسے پہلے مسلمان تھے۔ ویسے ہی اس دوسری صورت میں بھی مسلمان ہی رہیں گے۔ اس لئے کہ اسلام کی کتاب پاک قرآن مجید نے یہ تعلیم تو دی ہے کہ تم کسی نبی کی نبوت سے انکار مت کرو۔ بلکہ سب انبیاء پر ایمان ماؤ۔ مگر قرآن پاک نے یہ بھی کہیں اشارہ نہیں کیا۔ کہ اگر تم فلان نبی کو مردہ یا زندہ نہیں مانو گے تو تم مسلمان نہیں

بنامہ کافر ہو جاؤ گے +

اعرائی۔ مگر یہ جو مسلمانوں میں سچ کی حیات و موت کے متعلق اس قدر سر پھٹیل ہو رہے ہیں۔ اور کفر کے فتوے لگ رہے ہیں۔ آخر اسکی کچھ وجہ؛
مسلم اس کی وجہ سے نفسانیت۔ عت۔ و۔ جہالت۔ عدم تدبیر اور عدم تحقیقات
اعرائی۔ واقعی جب سچ کی حیات و موت ہمارے ایمان کا جزو نہیں ہے۔ تو پھر
اس کے بدلے پختہ، نسا و بر پاکرنا اور مسلمانوں کا باہمی کفر و ارتداد کے فتوے
لگانا بڑا ہی افسوسناک ہے +
مسلم۔ اس میں کچھ نہیں۔

اعرائی۔ کیا جناب نے کھوتہ پیر کی قبر کا واقعہ بھی سنا ہے؛ عدم تدبیر یا عدم تحقیقات
کب وہ بہترین نمونہ ہے +

مسلم میاں! یہ کھوتہ پیر کی قبر کا قصہ کیا بنا ہے؛
اعرائی۔ حضرت! یہ میرا اپنا چشم دید واقعہ ہے۔ اجازت ہو تو عرض کر دوں؛
مسلم۔ ضرور سناؤ۔

اعرائی۔ جن دنوں میں میں غیر مسلم تھا۔ میرا یہ قاعدہ تھا کہ گرمی کے موسم میں کسی
پہاڑ پر چلا جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جو میں ایک سرد پہاڑ پر موسم گرما گزارنے
کے لئے روانہ ہوا۔ تو مجھے بہت سا فریڈل کرنا پڑا۔ ایک دن میں پانی
شک پر چلا جا رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کا بدمعاشیہ ہے۔ برا بھلا کی مہلہ
لگ رہا ہے۔ ایک طرف قبر کئی اس پر سچ جھنڈا اڑ رہا تھا۔ ایک مجاہدوں
بیٹھا تھا۔ پہاڑی لوگ دھڑا دھڑا اس قبر پر چڑھاوا پڑھاتے اور مٹھا بیٹے
جار رہے تھے۔ میں نے ذرا آگے بڑھ کر پوچھا کہ یہ کس پیر کی قبر ہے
مجاہد نے مجھے ذرا تعلیم یافتہ سمجھ کر یہ کہہ کر ٹال دیا۔ کہ بابو جی! آپ کو اس
سے کیا مطلب۔ اپنا رستہ پاؤ۔ میرے دل میں اور بھی شک پیدا ہوا
کہ آخر یہ کیسا پیر ہے جس کا نام ملٹ بتانے سے پرہیز کیا جا رہا ہے۔ میں
نے ایک دیہاتی سے جو وہاں چڑھاوا چڑھا کر واپس جا رہا تھا پوچھا۔ کہ
میاں یہ کون سے پیر کی قبر ہے۔ دیہاتی نے نہایت سادہ لوحی سے جواب دیا۔ کہ یہ

ساں کھوتہ پیر کی دگر گاہ ہے۔ میں اس جواب کو سن کر پہلے سے بھی زیادہ حیران ہوا کہ یہ کھوتہ پیر کون تھا؟ ہر حین دریافت کیا۔ مگر کسی سے پتہ نہ چلا۔ جس سے پوچھتا۔ وہ یہی کہتا کہ ہمیں صرف اتنا ہی پتہ ہے۔ کہ یہ میاں کھوتہ پیر کی ڈیگاہ ہے۔ آخر اسی مجمع میں مجھے ایک شخص نظر آیا۔ جس کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کچھ تعلیم یافتہ ہے۔ میں اس کی طرف بڑھا۔ اور اس سے بھی وہی سوال کیا وہ شخص میرے سوال کو سن کر ہنس پڑا، ور کہنے لگا کہ بابو صاحب! آپ نے اس سے کیا پوچھا ہے؟ آپ جائیں۔ اپنا مسئلہ پکڑیں مگر میں لہجہ پر۔ آخر اس نے مجھے ذرا نصیب سے جا کر نہایت پر مذاق طریقہ پر یہ قصہ سنایا۔ کہ ایک کھار پن کھوتوں پر گہیوں لاوے اس کھانی پر سے اندر ملتا تھا۔ کہ مارے کان کے اس کا ایک کھوتہ یہاں پر گر کر مد گیا۔ یار لوگوں نے دیہاتی جاہلوں کو مونڈنے سے لے اسی قبہ اس کی قبر بنوا دی اور پرنسپل اگلا دیا۔ اور مشہور کر دیا۔ کہ رات کو کھوتہ پیر جی یہاں سمائے پیر جی کے مابین کا خطبہ شہو ہوا تو بوقت جوق آنے شروع ہوئے۔ چڑھا و ابھی چڑھنے لگا۔ چنانچہ آج بھی اسی کی یادگار میں سیلہ لگ رہا ہے۔ وہ صاحب جو مجھ و رہن کر بیٹھ رہے ہیں۔ وہ میرے ساتھی اور پتی دار ہیں۔ تب سال بعد تک ارد گرد کے پہاڑی لوگوں میں میاں کھوتہ پیر کی کہانیاں کا ذکر کرتے رہتے ہیں سال کے بعد سیلہ لگا دیتے ہیں۔ اس طرح سال چھ مہینے کے خرچ کے لئے والے بگڑا شکا۔ ور کچھ ٹکے مل جاتے ہیں۔ مزے سے کھتی ہے۔ میں نے اسے ہانی کو سزا قبہ لگا۔ مگر ساتھ ہی مجھے از حد افسوس بھی ہوا۔ کہ اس ملک میں کسی مسلمان کی آزادانہ تحقیقات کا وہ کس قدر کم ہے۔ اور کہ وہ ہر ایک مسلمان میں کورانہ تقلید کے کس قدر عامی ہیں۔

مسلمہ۔ ثبیری یہ کہانی و تقویٰ سمیت آموز ہے۔ جس ملک میں اس قدر صالت ہو وہاں گریس کی حیات و مہات کے مسئلہ پر سر پھٹل ہوں اور کفر و ارتداد کے فتوے لگیں۔ تو تعجب کی کوئی بات ہے۔

اعزانی۔ مگر اس کے متعلق کچھ تحقیقات تو ہونی چاہئے۔ تاکہ سچی پادری جو بعض ساڈیج مسلمانوں کو یہ کہہ رہا دیتے ہیں کہ ہمارا یسوع مسیح زندہ ہے۔ اور نہ ہارائیل

مر گیا۔ اور کہ تم مردہ رسول کو چھوڑ کر زندہ مسیح پر ایمان لاؤ۔ ان کا منہ تو بند کیا جاسکے۔

مسلم۔ مگر آپ اس کے متعلق کس طرح کی تحقیقات کرنا چاہتے ہیں؟

اعرائی۔ جس طرح بھی آپ پسند فرمائیں۔

مسلم۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کی تحقیقات مسیحی علماء اور مسیحی فلاسفہ کے ذریعہ کی جاوے۔ تو زیادہ اچھا ہے۔ تاکہ اس بات پر روشنی ڈالی جاسکے کہ اگر مسیح کو زندہ بنایا جاوے تو اس صورت میں ان لوگوں کے رسول کریم علیہ السلام پر کوئی نفیثت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ اس زندگی کو جو ہم بحسد و غریبہ کرتے ہیں۔ اس زندگی پر؟ اس جسم بے علیحدہ ہو کر ملتی ہے۔ کسی قسم کی کوئی نفیثہ نہیں ہے بلکہ جسمانیوں پر روحانیوں کو ہی نفیثات ہے۔

اعرائی۔ اس طرح تو یہ مضمون نہایت دستیاب ہو جائے گا۔ شاید میں اس کو تسانی سے سمجھ بھی نہ سکوں۔

مسلم۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ مضمون نہایت آسان اور عام فہم ہو گا۔ خاص کر جبکہ تم یورپ یا امریکہ کے مسیحی حکماء یا فلاسفہوں اور سائنسدانوں کی مدد سے اس کو حل کریتے تو مضمون درج بھی دلچسپ ہو جائیگا۔

اعرائی۔ بہت بہتر۔

مسلم۔ مگر آپ کو پہلے اس بات کو سمجھ لینا چاہئے کہ روح انسانی جسم میں دو ذرات خون کا نام نہیں ہے۔ نہ ہی وہ ایسی چیز ہے جو جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہو۔ اعرائی۔ مگر کیا ہی اچھا ہو۔ اگر اہل یورپ کی جن بات کو تسلیم کر لیں کہ روح انسانی جسم کے ساتھ پیدا ہوتی، ویسے کے ساتھ ہی فنا ہوتی ہے۔ تو تمہیں وہی فائدہ ہو جائے گا۔ اب قبر زندہ نہ ہو گا اور نہ اس کا کتاب یا سفر و جزا کا فائدہ بہشت کی تہ نہ ہو گا۔ اور اس اعتقاد کے ساتھ مسیح کے زندہ ہونے پر یاز جانے یا بعد غصری زمین پہنچ کر زندہ رہنے کے اعتقاد کا ان کو فائدہ ہو جائے گا۔ سامان میں مسیح کے آسمان پر چلے جانے یا وہاں سے آئے گئے تعلق اتنے جگہ سے نساو ہو رہے ہیں۔ وہ بھی مٹ جائیگے۔ جتنی جلد ہی

فیصلہ ہو جائے گا۔ یورپ اور امریکہ دسے روح کو کیمیاوی ترکیب مان کر
ان تمام مذہبی جھاڑوں سے آزاد ہو کر کیسے مزہ سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔
کیوں نہ اس بارے میں ان کی ہی تقلید کی جاوے؟

مستکم یہاں ہتھارا خیال بڑا محدود ہے۔ اس خیال کو تو حکما یورپ نے
تک کر دیا ہے۔ آؤ ذرا پہلے اسی بات پر غور کر لیں کہ روح کو جسم کے ساتھ ہی
فنا ہو جانے والی چیز مان کر کہیں ہم لوگ اسی دنیا میں جو روقم فسق و فجور اور
بدترین گناہوں کی بادشاہت قائم کرتے رہتے تو نہیں بن جائیں گے۔
کیونکہ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جاوے کہ روح ایک کیمیاوی فعل ہے جو کہ
چند عناصر کے متحمل ملاپ سے پیدا ہوتی اور ان عناصر کے اعتدال
کے ٹوٹنے پر ختم ہوتی ہے۔ اور کہ روح کے لئے کوئی مستقل نہیں ہے
تو مجھے اس بات کی مطلق ضرورت نہیں ہے کہ میں ایک انسانی جسم کو فانی
رکھوں جو کہ غلط محسوس ہو۔ اور جو بھوک پیاس اور بیماریوں کا شکار رہتا رہتا ہو
میں یا کہ جس جسم کو آہی و احد میں ختم کر ڈالوں گا۔ یا اگر میں اس کو ختم نہیں کرنا
تو میں نیکی اور بدی کے تمام خیالات کو بالائے طاقت رکھ کر ایک ویسویہ روح
کر دیکھوں کہ روح کا جسم کے ساتھ ہی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ کہ غلط اصول پر عمل
کر دھکا۔ میرے لئے نیکی نہیں رہے گی اور بدی بدی نہیں رہے گی۔ میں
نیکی کے لئے تکلیف برداشت کرنا اور بدی سے نفرت کرنا ایک قسم کی
خفاقت سمجھوں گا۔ میں دنیا کے ان تمام مذہبی رہنما مردوں۔ قدسیوں اور
روحانیوں پر اتنی ہونے کا فتنے لگا دوں گا چہنوں نے کہ کسی آئندہ
زندگی کے بھروسے پر تکالیف برداشت کریں۔ پچھانسی پڑ چڑھے۔ تلواریں
قتل ہوئے۔ یا آگ میں جلائے گئے۔ اور میں ان تمام بد معاشوں، ہونوں
قزاقوں۔ حراسکاروں۔ اور زنا کاروں کو عتہ مند۔ دور اندیش اور ہرگز
انسان تصور کروں گا۔ جو توفیق نہ تیرا اور دھار کے مقولہ پر کار بند ہو کر جب تک
زندہ رہے۔ ویسوی محفوظ اور لذات سے محفوظ ہوتے رہے۔ اگر وہ
جسم کے ساتھ فنا ہونے والی ہو تو ایک بازاری عورت ایک غصت مایہ

زیادہ نفع میں رہیگی۔ ایک ڈاکو اور قزاق کی زندگی دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے مذہب کے باقی کی زندگی سے جس نے کہ دوسروں کی بھلائی میں اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ زیادہ دوراندیشی کی زندگی تصور کی جائیگی۔ اس لئے کہ زندگی کی دو موجودہ جسم سے شروع ہو کر موجودہ جسم کے خاتمہ کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ اس دور میں جس نے نیکی کے لئے دکھا اٹھایا وہ احمق اور کو قبحہ اندیش تھا۔ اور وہ گھائٹے میں رہا۔ اور وہ جو ہر ایک جائز و ناجائز و بینے سے حیوانیت کے تمام تقاضاؤں سے آئندہ اٹھاتا رہا۔ وہ عقلمند اور دوراندیش تھا۔ اور وہ نفع میں رہا۔ اس لئے کہ ان کی زندگی کی دو ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ اور ان کی روح بھی اس دور کے ساتھ ہی ختم ہو گئی یہ ایک ایسا خوفناک نظارہ ہے۔ کہ جس کو سامنے لانے کے ساتھ ہی ہر باخدا انسان کانپ اٹھتا ہے۔ اور اس کو وہ تمام گمراہ لوگ جو روح کو ایک کیمیائی فعل مانتے اور جسم کے ساتھ ہی اس کا ختم ہو جانا تسلیم کرتے ہیں۔ ایک بدترین شکل میں نظر آتے ہیں۔ اس خطرناک خیال کی بچہ کنی کے لئے حکماء و پروفیسر نے بڑا زور مارا ہے۔ اور انہوں نے روح کی آئندہ زندگی کے متعلق بہایت کثرت سے کتب شائع کی ہیں جن میں سے تازہ تصنیف "پروفیسر آف مائٹ آف فرڈیننڈ" ہے۔ اس کتاب میں انڈین کے مشہور و معروف انڈویزی۔ سارہ ریویو آف ریویوز کے قابل ایڈیٹر مسٹر ڈیویو ٹی سٹیڈمرحوم نے اپنی زندگی میں ہی روح کے جسم سے علیحدہ ہو کر زندہ و قائم رہنے کے متعلق جو سنہنوائے لکھا تھا اس کا کچھ حصہ ہمیں افادہ ہے۔

اُس بات کے ثبوت میں کہ موت کی گھائی کے بعد انسان کی رہتی اسی طرح قیام رہتی ہے جس طرح کہ اس دنیا میں ہوتی ہے نہاب ہی صحیح صحیح تجربات و مشاہدات پیش کئے جاسکتے ہیں جو کہ سائنس کی سائنس کے عین مطابق آتے ہیں۔ سائیکل ریسیرچ سوسائٹی کے اس قسم کے تجربات اور مشاہدات نے روح کی آئندہ زندگی سے نکار کر رکھنے والے سب جیسے کٹر سائنس دان و ماہر رکھنے والے

اور مادہ پرست کے اعتقاد کو کبھی بیخ و بن سے اڑا دیا اور چور
چور کر دیا ہے۔ اب میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ کہ جب خاک
میں خاک ل جاتی ہے اور تمام عناصر الگ ہو جاتے ہیں۔ تو
روح اس صورت میں بھی قائم رہتی ہے۔ روح کی شخصیت اور
اس کے خواص کو ایک منٹ کے لئے بھی نقصان نہیں پہنچتا۔
..... باہر کا جسم یا ڈھانچہ تباہ ہو جاتا ہے۔ مگر روح
بدستور قائم رہتی ہے۔ اب ہم نے ہمیشہ اس کی تصدیق کی ہے
ایسا سا وہ ہوتا ہے کہ مادی سائنس ایک دفعہ از سر نو مذہب
کی اس حقیقت کو پائے ثبوت تک پہنچا منٹ اور اس کو تسلیم کرنے
کے لئے بصورت ایک روئندی کے مذہب کے سامنے جھک جائیگی
خواہ بصورت سائنس والوں کے ہم اس بات کو پسند کریں۔ یا نہ
سوال یہ ہے کہ صداقت کیا ہے؟ روح کی آئندہ زندگی کے
تسلیم کرنے میں کس وقت کی؟ کاکوئی نقصان آتا ہے۔ تو
اس کو نظر انداز کر کے ہونے سب سے بڑے فائدے کی چیز
یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ انسان کا اپنے خالق خداوند قدوس کے
ساتھ جو تعلق ہے۔ وہ اسی جسم کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ
خداوند قدوس انسان کی روح کے لئے ایک ابدی زمانہ
رکھتا ہے۔ تاکہ روح کو اپنا لطف و کرم سے بہرہ مند کر سکے۔

(صفحہ ۱۸۴)

مرحوم سٹرڈیمو۔ فی سٹیڈ نے ایسے حیرات فائنہا رستہ۔ عین کیا تھا
مگر بلور۔ ایک سائنسدان کے کہوں نے جو اہل انزال تجربے اور مشاہدے
کئے۔ ان سے وہ یقینی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ گئے۔ کہ روح کثیف جسم کو چھوڑ
کر لطیف جسم کے ساتھ موجود رہتی ہے۔ چنانچہ اس مسئلے کو انہوں نے جن
لفاظ میں حل کیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

”بغیر تار کے برقی پیغام۔ سانی اور بغیر تار کے ٹیلیفون میں بجلی کے جو

استعمال حال میں کئے گئے ہیں۔ وہ اگرچہ بذات خود کسی ہستی کی حقیقت یا اس کے مستقل طور پر قائم رہنے کے متعلق کچھ ثبوت نہیں کرتے تو بھی وہ اس بات کے یقینی ہیں کہ وہ ہمیں اس قابل بناتے ہیں کہ ہم موت کے بعد زندگی کے ثبوت کرنے میں جو مشکلات اور جو ممکنات ہیں انہیں واضح کر سکیں۔

اس مسئلہ کی بابت جس نے متعلق کہ ہم بحث کرنے والے ہیں ٹھیک ٹھیک خیال باندھنے کے لئے فرض کر لو کہ دوسری دنیا بھرا وقیانوس کی طرح ہے جیسا کہ کولبس کے زمانے سے پشتر ہمارے بزرگ اسے سمجھتے تھے۔ اس تشبیہ کو مکمل کرنے کے لئے یہ فرض کر لینا ضروری ہے کہ بھرا وقیانوس میں جہاز مشرق سے مغرب کی طرف سفر کر سکتے ہیں۔ اور کہ سمندر کی لہریں یا زبردست مشرقی ہوائیں ایسے تیز ہیں کہ یورپ سے امریکہ کی طرف جانے والا ساڑھے پانچ دنوں میں واپس نہیں آ سکتا۔ اس سے ہم ان مشکلات کا جن پر کہ میں بحث کرنے والے ہوں ایک سا وہ لیکن بالکل صاف خیال باندھنے کے قابل ہو سکیں گے۔

اگر کرسٹوفر کولبس امریکہ کو دریافت کرنے کے بعد بھرا وقیانوس کو عبور کر کے واپس پہنچنے کے ناقابل ہونا تو کچھ عرصے کے بعد یورپ نے یہ نتیجہ نکال لیا ہو گا کہ وہ اس بحرناپید کن میں نہا ہوا گیا ہے۔ اگر اسی وقت وہ مسافروں مغربی سفر اختیار کرتے اور کسی واپس نہ آتے تو یہ نتیجہ پہلے چین کی صورت قبول کر لیتا۔ جب کہ یہ سچ ہے کہ کرسٹوفر کولبس اور وہ لوگ کہ جنہوں نے اس کی پیروی کی ہوتی۔ زندگی کا اٹھ اٹھارہ برس ہونے اور بر اعظم امریکہ میں ایک نئی قوم کی بنیاد ڈال رہے ہوتے۔ مگر نہ ان کے لئے یہ ناممکن ہو جاتا کہ وہ اپنے پس ماندگان کو اپنی سستی کا یقین دلا سکیں۔ ایسی صورت میں امریکہ کی بابت یورپ کا یہ خیال ہوتا کہ وہ ایسی نامعلوم مسافت ہے کہ جہاں سے کوئی مسافر واپس نہیں آتا۔ اور ان کے دوست و رشتہ دار یہ ہرگز نہ بتا دے کہ وہ لوٹ کر آتے کہ اسے وہ چلے گئے اور بھی واپس نہیں آئیں گے۔

مگر یہ سب کچھ ہونے پہلے کولبس اور اس کے بعد آدمی اس کی دنیا میں

اپنی جنم بھومی کی نسبت بہتر حالت میں زندہ ہوتے +

ایسے حالات میں کیا واقعہ ہوا ہوتا؟ زیادہ اغلب یہی ہے کہ ان لوگوں کے دل بھی کہ جو کولمبس کی دانائی پر بہت ہی چکاچیتن رکھتے تھے۔ اپنے اس اعتبار میں ڈانواں ڈول ہو جاتے۔ اور اگر یہ اعتبار و بطل اثر نہ گیا ہوتا تو اس کی تہ میں شاید کوئی ایسی بات چاہے ہوتی کہ وقت فوقتاً رات کو خواب میں اس کے دوستوں نے اس کو ایک عجیب اور نئی دنیا میں زندہ اور اچھی حالت میں دیکھا ہوتا۔ لیکن ایسی باتوں پر یقین کرنے کی نسبت کچھ زیادہ وقعت نہ رکھتا۔ آؤ اب ہم اپنے آپ کو کولمبس کے زمانے سے اپنے موجودہ زمانہ میں لے آویں۔ مگر کچھ دیر کے لئے ہمیں فرض کرنا چاہئے کہ ہمارا وقتیاؤں کو مغرب سے مشرق کی طرف عبور کرنے میں پہلی جوتا ممکن حالت تھی وہ اب بھی جاری ہے لیکن کولمبس کے بعد کئی صدیوں کے اندر ان لوگوں کی تعداد جو مشرق سے مغرب کی طرف گئے تھے بہت بڑھ گئی ہے۔ اور انہوں نے براعظم امریکہ پر اپنی اعلیٰ طاقت اور تہذیب کے ساتھ ایک بڑی قوم بنالی ہے۔ اب ہماری طرح وہ تار برقی کو معلوم کرتے ہیں۔ اور ہماری طرح ٹیلیفون استعمال کرتے ہیں۔ کچھ عرصے کے بعد وہ بغیر تار کے برقی پیغام رسانی کا سول معلوم کرتے ہیں۔ اور دس پر عملدہ کہہ گئے ہیں۔ اور اس کے بعد بہتر کے ٹیلیفون کو مکمل کرتے ہیں +

نوار داپنے آپ کو داپس پہنچنے کے ناقابل پاکر فوراً کوشش کرے کہ پرانی دنیا کو اپنی بڑی مہمات کی خبر پہنچانے کے قابل ہونے کیلئے موجودہ سامعین کے تمام ذریعہ استعمال میں لاویں وہ بغیر تار کے پیغام رسانی کے استعمال کو مکمل کرنے اور پھیلائی کی کوشش کرے۔ تاکہ براعظم یورپ کے کنارے پر اپنے دوستوں تک یہہ خوشخبری پہنچانے کے قابل ہو سکیں شروع شروع میں اس طرف خبر حاصل کرنے کے کسی مقام کے نہ ہونے سے وہ ناکامیاب رہیں گے لیکن کچھ عرصہ کے بعد حسن اتفاق سے امریکہ سے ایک بد تار کا برقی پیغام کسی بحری ساحل کے مارکنی اسٹیشن پر

جہاں موجد بغیر تار برقی کا آلہ لگا ہو پکڑا جائے گا +

جب وہ پیغام آویگا۔ تو وہ کس طرح حاصل کیا جاوے گا۔ اغلباً یہ غیر مکمل بے معنی اور غلط ہر بل مطلب ہوگا۔ یہی شاق سحرہ کی طرف منسوب کیا جاوے گا یا ایک ایسا شکل۔ پیام سمجھا جاوے گا۔ جو یورپ کے کسی مقام سے کسی نے بھیجا ہو۔ اور اس طرح ایک لمبے عرصے تک خبر رسانی کی کوشش میں ناکامیابی رہی۔ کچھ وقفہ کے بعد کچھ مطلب رکھنے والا پیغام بھیجے گا۔ جواب دینے کی کوشش کی جاوے گی۔ لیکن جواب شاید نہیں پہنچ سکیں گے۔ جب کہ دوسری طرف کوئی اس پیغام کو حاصل کرنے کے لئے بھی موجود ہوگا۔ لیکن ہے کہ آلات کے کیل کا نئے درست نہ ہوں۔ یا پیغام ہی ایسے ٹوٹے پھوٹے ہوں کہ سمجھ میں آنے کے ناقابل ہوں۔ چند دلیر آدمی جن کا یہ اعتقاد خواہ وہ کیسا ہی روایت کی بنا پر یا دھرم ماسی کیوں نہ ہو کہ سمندر کے بہروں کے پرے ایک اور دنیا ہے کبھی بھی دوسرے نہیں ہوا تھا۔ تجربے کرتے جاوینگے اپنا وقت اور روپیہ ضائع کرتے جاوینگے اور سائنٹفک دنیا کے بہنی مچول بہتے جاوے گئے +

آخر کار بے تعداد ناکامیوں کے بعد یہ یقین ہے۔ کہ آخری تحقیقات کرنے والی مہم کا کپتان مندرجہ ذیل ضاف اور ٹھیک ٹھیک مطلب کو لئے ہوئے پیغام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

”طرف کپتان مسٹر استفال جہاز والا بنام فلان لندن“

ہم زندہ اور خیریت سے ہیں۔ ہم نے تیری دنیا معلوم کر لی ہے۔ جو زسٹوفر کو نہیں اور اس کے آدمیوں کی اولاد سے ہے +

بغیر تار کے ایسے پیغام کے پہنچنے سے کیا نتیجہ ہوگا۔ یہ اغلباً مہم کی روانگی کے اتنے سالوں کے بعد پہنچے گا کہ بہت راہیں کسی کو یاد بھی نہیں ہوگا کہ کپتان مسٹر کون تھا جب سابقہ کا مذاق ملے جاوینگے۔ اور اس جہاز اور اس کے کپتان کی بستی کا ثبوت مل جاوے گا۔ تو لوگ چونک اٹھیں گے اور بہت کچھ بحث مباحثہ ہوگا۔ نامعلوم ملک میں پہنچنے کے لئے زسٹوفر کوشش شروع

ہو جاوے گی۔ لیکن دنیا کے سیانے "آدمیوں کی بری تعداد اس پیغام کو عملی
تصور کریگی۔ اور سائنس دان ہونے کا دعویٰ کرنے والے لوگ اپنے
آپ کو پوری تسلی دینے کے لئے یہ ثابت کر دیں گے کہ ایسی کسی ہی دنیا کا موجود
ہونا اور کسی ایسے پیغام کا درست ہونا بالکل ناممکن ہے۔

لیکن کچھ عرصے کے بعد اور پیغام آویٹھے۔ جواب دیجئے، اور ان کا جواب
حاصل کرنے کا کوئی طریقہ معلوم کیا جاوے گا۔ آخر کار سائنس دان دنیا میں ثابت
کو قبول کرنے کے لئے جاگ اٹھیں گے۔ اس عجیبہ ورتقیر ہا نا قابل یقین بات
کا جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا تھا کہ بھلا وہ قبائوس سے پرے یاں، اور دنیا ہے
ور کہ اس کے باشندے بغیر تار کے برقی پیغام رسانی کے ذریعے یورپ
کے ساتھ خط و کتابت کر سکتے ہیں؟ پورا پورا ثبوت مل گیا ہے۔ اور تب
جن شکایت کا انہیں سامنا کرنا پڑا۔ وہ ٹیک وایسی ہی مشکلات
ہوئی ہیں۔ دوسری دنیا کے متعلق تحقیقات اور اس کا لوگوں کو یقین
کرانے میں سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن صبر استقامت قابل اور سمندر پار کھات
جانے کے کام کی روک ٹوک کے لئے کافی گنجائش رکھ کر کہیں سے آخر کار بر اعظم امریکا کی
موجودگی بہت منہور ہو رہی ہوگی۔ میسے بنیں یقین کرتا ہوں کہ دوسری دنیا کی
ہستی بہت جلد ہی تمام شک و شبہ و ریل بہودہ بتوں سے پسے قایم ہو نیوالی ہے۔
میں نے فی الواقع دیکھ لیا کہ یورپ کے کسی عقلمند و کار جہان کا طنز
ہے وہ۔ روح کو بیباور فعل نہیں مانتے بلکہ وہ نہایت بے سہری کے ساتھ اس بات
کی تائید میں ہیں کہ کسی طرح کو پتہ لگ جائے کہ جسم کی موت کے بعد روح کی کیا
حالت ہوتی ہے۔

اعراقی۔ و۔ تعنی یہ خیال تو نہایت مبارک ہے۔ اور ہمارے لئے تو خاصہ خوشی
دینے والا ہے۔ اس لئے کہ قرآن پاک نے ہمیں تو مفصل طور پر روح کی آئندہ
زندگی اور اس کی خوشیوں کی حقیقت کو کھول کر دکھایا ہے۔

مسلم۔ ان مسیحی فلاسفروں یا حکماء کے اقوال پیش کرنے سے میرا مطلب یہ ہے ہرگز
نہیں کہ اس کے ہمارے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ یا کوئی لفظ و کلام صحیح

تسلیم کر لیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ مطلب صرف اتنا ہے۔ کہ یہی دنیا باوجود اپنے علم و ہنر کے اس۔ دشمنی سے محروم ہے۔ جو کہ رب العزت نے قرآن پاک کے ذریعہ میں دہی ہے۔ آؤ ذرا ان لوگوں کی اس شکست کو تو دیکھ لیں۔ جو یہ بلا واسطہ طریقہ پر سلام کی روشنی کو حاصل کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔
اعترافی بہت بہتر۔

ایسیویں فصل

تجربات

وہی مسیحی فی فصل سنہ ۱۹۱۰ء لیٹ بیٹھ صاحب جن کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ انسان کی روح جسم سے الگ ہو کر نہ تو فنا ہو جاتی ہے۔ نہ ہی کسی دوسرے حیوان یا نباتات کی جون میں پس جاتی ہے۔ ہندو وہ اپنی انسانی شخصیت کے ساتھ قائم رہتی ہے۔ اپنے تجربات و مشاہدات کا بین الفاظ ذکر کرتے ہیں۔

اب میں اسکو چھوڑ کر براہ راست اس ثبوت کو بیان کرتا ہوں کہ جس نے نئے موت کے بعد بتی کے قائم رہنے کی صداقت کا یقین دلایا ہے میں یہ پہلے ہی بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ مجھے یہ طاقت حاصل ہے کہ جسے خود بخود ٹھکنے کا عطیہ کیا جاتا ہے اس سے یہی مراد یہ ہے۔ کہ اپنے دل کو ایک سو رنے کے بعد اپنی قدم کو ہا خد پر رکھ کر میرا تہہ و ور پٹے و دستوں کے پیغام لکھ سکتا ہے۔ خواہ وہ اس دنیا میں زندہ ہو جو وہوں خواہ اس دنیا کی اصلاح کے موافق وہ مچھنے ہوں اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایسے خود بخود پٹنے و اپنے پیغاموں کا کسی زندہ دوست کی طرف سے حاصل کیا گیا نامہ یہ ہے۔ کہ جس شخص کی طرف سے پیغام آتا ہے۔ اس سے ذکر کر کے ان کے

ٹھیک ہونے کی تصدیق کرتی ممکن ہے غلط فہمی سے بچنے کی خاطر میں یہہ ذکر کر دیتا ہوں کہ میری صورت میں پیغام بھیجنے والا شاید وناور ہی اس کے بھیجنے کی طرف سے باخیر ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ یہ معلوم کر کے کہ اس کے بے خبر دل نے وہ پیغام بھیجا تھا۔ حیران ہو جاتا ہے۔ اور ناراض ہو جاتا ہے۔ اس کی تشریح کرنے کے لئے میں ذیل میں ایک ایسے ہی تجربے کی بابت بیان کرتا ہوں۔ جو میرے تجربوں کی ابتدا میں ہی واقع ہوا تھا۔

میری ایک دوست لیڈی جو میرے ہاتھ کے ذریعے کتنے ہی فاصلے پر سے جیسے کہ وہ اپنے ہاتھ سے لکھ سکتی ہیں۔ اس سے زیادہ آزادانہ طور پر لکھ سکتی ہیں۔ لندن سے تقریباً ۳ میل کے فاصلے پر پریس میر نامی گاؤں میں چھٹی کا دن گزارنے کے لئے گئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ بدھوار کو اگر وہ واپس آگئیں تو وہ میرے ساتھ کہانا تیسرے پہر مایکی سووار کی شام کو ہیں یہ جانا چاہت تھا کہ آبادہ گاؤں سے چل پڑی ہیں یا نہیں؟ چنانچہ اپنی قلم کاغذ پر پھینک کر میں نے دماغی طور پر آٹنے دریافت کیا کہ آیا وہ لندن واپس پہنچ گئی ہیں۔ میرے ہاتھ نے مندرجہ ذیل عبارت لکھ دی :-

”میں بہت افسوس سے آپ کو یہ بتاتی ہوں کہ میرے ساتھ ایک بہت دردناک واقعہ پیش آیا ہے۔ کہ جس کا ذکر کرنے میں بھی مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ میں ۲۰۲ بعد دوپہر کو ہمیں میرے ایک سیکنڈ کلاس گاڑی میں جس میں دو عورتیں اور ایک مرد تھا روانہ ہوئی جب ریل گاڑی کو ڈرنک کے سٹیشن پر کھڑی ہوئی تو وہ دونوں عورتیں محاری سے بیٹھ گئیں اور میں اس آدمی کے ساتھ کیلی گاڑی میں رہ گئی۔ گاڑی کے روانہ ہونے کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آگیا۔ میں چوکس ہو گئی اور میں نے اس کو پیچھے دھکیلا۔ اس نے پیچھے ہٹنے سے انکار کیا۔ اور مجھے چومنے کی کوشش کی۔ میں غصہ میں آگئی یہاں تک کہ ہمارے درمیان کشمکش شروع ہو گئی۔ میں نے اس کا چھاتہ پکڑ لیا اور اسے مارا لیکن یہ ٹوٹ گیا۔ درجئے اس بات کا فکر ہو ہی رہا تھا کہ وہ مجھ پر قابو پالے گا۔ جبکہ گاڑی ٹل اسٹیشن پر پہنچنے سے

پہلے دیکھی ہوئی شروع ہو گئی اس نے خوف زدہ ہو کر مجھے چھوڑ دیا اور گاڑی کے پلیٹ فارم پر چھپنے سے پہلے ہی وہ کو دپڑا اور بھاگ گیا۔ میں بہت پریشان ہو گئی لیکن چھانہ میرے پاس تھا۔

میں نے اپنے سکرٹری کو ایک رقعہ دے کر بھیجا جس میں صرف "تذکرہ تھا کہ مجھے اس حادثہ کی بابت معلوم کر کے بہت افسوس ہے۔ اور میں نے سن۔ رجسٹرڈ افسانہ اور ڈیڑھا دے۔"

"تسلی رکھو اور اس آدمی کے چھانہ بدھوار کو اپنے ساتھ لاؤ۔"

اس پر اس ایڈی نے جواب میں کہیں "کہ مجھے بڑا افسوس ہے کہ آپ کو اس واقعہ کا علم ہے میں نے مصمما ارادہ کر لیا تھا کہ میں کسی کو نہیں بتاؤں گی جس کو ٹھانا ہوا چھانہ نے آؤں گی لیکن یہ میرا چھانہ تھا نہ کہ اس کا۔"

جب وہ بدھ کے روز سہ پہر کا کہنا کہانے کے لئے آئیں تو انہوں نے اس کہانی کی حریف تصدیق کر دی۔ "ٹھانا ہوا چھانہ کہلا یا جو کہ ان کا ایسا تھا۔ اور اس آدمی کا نہیں تھا۔ اس پیغام کے تحت میں یہ ایک فلسفی کس طرح واقع ہوئی۔ اس کا مجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔ شاید باقی کے سارے زبان کے صحیح ہونے کی تائید میں یہ واحد غلطی ہو گئی ہوگی جس پر چند دوسرے بے گزاری کی بابت جس میں بیڈنی مذکور سفر پر ہی تھیں کو خیال تھا نہ تھا اور ذرا بھی شک و شبہ نہ تھا کہ ان کے ساتھ ایسی مصیبت پیش آئی ہے۔"

میں یہ بتانا چاہتا ہوں اس وقت سے لے کر آج شہ پندرہ سال کے اندر میں اپنے بہت سے دوستوں سے اس قسم کے خود بخود پہنچنے والے پیغام حاصل کرتا رہا ہوں۔ ذرا جملہ ہی حاصل کرتا ہوں۔ ان میں سے بعض میں غلطیوں کی فی صحت اور زیادہ ہوتی ہے۔ مگر عموماً یہ سب پیغامات درست ہوتے ہیں کہ ان سے بہت حیرانی پیدا ہوتی ہے۔ ایسے دوستوں کے ساتھ جو بھی اس دنیا میں موجود ہیں۔ اور جو میرے ساتھ ہم رہ رہتے ہیں خود بخود پہلی تھی۔ دماغی خبر رسائی کا طریقہ میرے لئے ایسا ہی درست ہے جس کا کہنا کہ تاریکی یا کسی اور لمحہ اوقات کا جس کی ہر روز تصدیق ہوتی ہے ہو۔

ہونا درست ہے۔ اب دوسرا سوال یہ ہے کہ آیا زندہ آدمیوں کے پر
 خود بخود دماغی خبر رسائی کا طریقہ جو خشکی پر بلا تار کے برقی پیغام رسانی
 کے مشابہ ہے۔ ان لوگوں تک بھی بڑھایا جاسکتا ہے جو موت کے یا
 کو عبور کر چکے ہیں۔ اس موقع پر میں اپنا ہی تجربہ بیان کرتا ہوں :
 میری دودھ دست لیڈ بانٹھیں کہ جو آپس میں ایک دوسرے پر منہ
 کی طرح فدا تھیں جس معمول انہوں نے ایک دوسرے سے دیکھا تھا
 کہ جو کوئی پہلے مرے گا وہ دوسری کے پاس اپنے آپ کو تھام کر رکھے گا
 کہ ششش کی گلی۔ تادم موت کے بعد کی دنیا کی حد اقل ششش کی گلی چٹھہ
 ہو جائے۔ ان میں سے ایک جس کا کرسمس نام جو ایسا تھا احمد و پان کرخہ
 کے قتل کے عرصہ میں ہسٹن میں مرے چند ہفتے کے اندر اس نے اپنی دست
 لیڈ کی کوچنگا کو میں سوتے ہوئے جگایا۔ اور اپنے آپ کو اس کے بستر سے کپڑوں
 خواہر کیا۔ بیکہ وہ بہت ہی خوش دکھائی دیتی تھی۔ چن بست پپ چاپ نہ ہی
 رہنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ ملکی و شہر کی شکل میں تبدیل ہوئی۔ ہر
 آدھا گھنٹہ تک نیت میں رہی۔ چند ماہ کے بعد وہ لیڈ ہی نکلتی رہی
 پہلی آئی۔ وہ اور میں ایسٹ نوکیسل میں جو کہ انگلستان کے غرب کی طرف تھے
 ہے۔ چہرے سوئے گئے جب کہ جو سیاہ دوسری دفعہ واپس آئی۔ سلی و سٹ
 لیڈ ہی لڑی سوئی نہیں تھی۔ وہ چھٹی طرح بیدار تھی۔ اس نے پھر جو لیا وہ سنا
 صاف صاف دیکھا جیسا کہ اس کی زندگی میں دیکھا تھا۔ یان جو یان اس وقت
 بھی بول رہی تھی۔ اور اس کی شکل بیدار تھی۔ اس کی دوسری لیڈ نے
 جو لیا کہ دوسری دفعہ ملنے کا مجھ سے ذکر کیا۔ اور اس سے دریافت کیا کہ
 میں اس سے کوئی پیغام حاصل کر سکتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اس سے
 کروٹا اور دوسری صبح کو حاضری کہا نے سے یہ سے اپنے مرنے سے
 ہاتھ کے ذریعے ایک بہت پر مبنی پیغام لکھا گیا۔ جو مختصر لیکن بہت بڑا مطلب تھا
 میں نے پیغام بھیجے والے کی شناخت کا بہت پوچھا۔ میرے ہاتھ سے نام
 اس لیڈ کی کو لہو کہ اس بات کو یاد کرے جو میں نے اس کو کہی تھی۔

آخری دفعہ منروا سے ملی تھیں۔ میں نے اعتراض کیا کہ پیغام بے سنی سا ہے۔ میرے ہاتھ نے اسی بات پر قائم رہ کر کہا کہ وہ دوست لیڈی اس بات کو سمجھ چکی۔ میں اس پیغام کے پہلے وہ پن پر ایسا آذر وہ خاطر ہوا کہ بہت دیر تک میں نے اسکو پہنچانے سے انکار کیا۔ جب آخر کار میں نے وہ پیغام اس کی دوست لیڈی کو پہنچایا تو وہ پداٹھی۔ کہ کیا وہ حقیقت اس نے یہ سچ جی تب ضرور یہ گئے والی جو لیا ہی ہے۔ اور اس میں کچھ جی غلطی نہیں ہے۔ میں نے حیران ہو کر دریافت کیسے کہ منروا کے پاس کس طرح جاسکتی تھیں۔ تب اس نے جواب دیا کہ آپ اس کی بابت درحقیقت کچھ نہیں جانتے۔ جو لیا نے اپنی موت سے کچھ دن پہلے اس درو کا جو عورتوں کی اسپین پرنس کیس کی باقی تھی۔ وہ سب اپنا رانا نام منروا رکھا ہوا تھا۔ اور اس کو ایک بڑی تذکرہ تھا کہ جس پر منروا کی تصویر تھی۔ اس نے اس کے بعد اسے منروا کے راکس اور نام سے نہیں بلایا۔ اور جو پیغام کہ اس نے تھا اسے اس نے لکھا ہے جیسا وہی ہے۔ جو کہ اس نے مجھے آخری دفعہ دیا تھا۔ بعد منروا اور میں جو بیا کے بستر مرگ پر آخری سلام اور آخری ملاقات کے لئے آئی تھی۔

اس پیغام میں بھی ذرا سی غلطی ہو گئی تھی۔ منروا جو لیا کے پاس آئی تھی کہ جو لیا منروا کے پاس گئی تھی لیکن باقی کا پیغام درست تھا۔ تب میں نے تجویز کی کہ میں، وہ پیغام حاصل کرنے کی کوشش کیا۔ میری دوست لیڈی ایک بے بیڑ کے پاک سرے پر بیٹھ گئی اور میں دوسرے سرے پر بیٹھ رہا۔ چند ایسے سوالات کا جواب لکھ چکا تو میں نے جیلت بننے شروع ہونے کی تصدیق کے لئے ایک اور شہادت کے طور پر دریافت کیا کہ آیا وہ میرے ہاتھ کے ورے اپنی دوست لیڈی کو کسی ایسے ساڈی کے درستی سے جو ان دونوں کی زندگی سے تعلق رکھتا ہو۔ جس کا نام پہلے ہی میں نے یہ کہا اسی وقت مجھے جواب مل گیا۔ یہ بات نے یہ لکھا کہ اس نے دریافت کر لیا کہ وہ وہ تصدیق ہے جب کہ

ہم اکٹھی گھر جا رہی تھیں۔ اور وہ گر گئی تھی۔ اور اس کی ریڑھ کی ہڈی پر چوٹ
 آئی تھی۔ جیوں ہی کہ میں نے پیغام پڑھا۔ تو میں نے کہا۔ کہ اس بات سے کہی
 پوری ہو گئی ہے۔ کیونکہ مجھے بائبل پتہ نہیں تھا کہ تمہارے ساتھ کبھی یہ
 واقعہ پیش آیا ہے۔ میں نے یسوی دوسری مرتبہ نظر اٹھا کر دیکھا کہ میری
 دوست بہت حیران ہے۔ اس نے اعتراض کیا کہ جو یہاں میری زندگی
 میں مسری ریڑھ کی ہڈی کو کہنی چوٹ نہیں لگی۔ میں نے اپنے ہاتھ کو لہست
 درست کر کے منجانب کیا۔ کہ تم نے خوب گجڑ بچا دی ہے۔ میں نے تو ہزاروں
 تھوٹے چوٹے حادثات میں سے ایک کی بدبخت دریافت کیا تھا۔ جو تم
 دونوں کے پیچھے سے ہوا ہے۔ اور تم نے ایک حادثے کی بابت
 لکھا ہے۔ جو کہ کبھی واقعہ نہیں ہوا۔ میرے ہاتھ نے مستقل مزاجی سے
 لکھا کہ ہیں۔ سستی یہ ہوں۔ وہ بھول گئی ہے۔ میں نے بات کاٹ کے کہہ
 کہ اس طرح تو کوئی بڑی کہہ سکتا ہے۔ کیا تم یہ بات اسے یاد دلا سکتی ہو؟
 جو بدمذہبوں نے جو اب دیا کہ پھر بتاؤ یہ کب واقعہ ہوا تھا
 جواب ملا کہ سات سال ہوئے ہیں۔

یہ واقعہ کہاں ہوا تھا؟

سترہ واقعہ لینا نہیں ہیں۔

یہ کس طرح واقعہ ہوا تھا؟

بسمو کی شام کو وہاں میں دفتر سے گھر کی طرف جا رہی تھیں۔ زمین
 پر ریڑھ کی ہڈی ماری تھی۔ جب ہم سترہ چل کے گھر کے سامنے پہنچیں تو میری
 اس دوست لیڈی کا پاؤں چکنے پھر پکے عیسے پڑا۔ اور وہ گر گئیں۔
 ان کی پیٹھ پر چوٹ آئی۔

جب میں نے یہ سنا تو میری ہڈی میں پڑھے تو وہ دست لیڈی بول
 اٹھیں کہ اوہو۔ جو یہ تمہاری مراد اس واقعہ سے تھی۔ اب مجھے وہ اچھی
 طرح یاد ہے میں پیٹھ کے درد کے باعث دو یا تین دن تک بستر پر
 رہی تھی۔ لیکن مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ میری ریڑھ کی ہڈی کو چوٹ

آئی ہے +

مجھے سی طرح کی اور زیادہ مثالیں دینے کی چنداں ضرورت نہیں ہے
 میں طرح شروع کی ہوئی خطہ کتابت پندرہ سال سے زیادہ عرصے سے
 ہوتی رہی ہے جو ایسا کی بستی اور اس کی شناخت کی بابت کچھ بھی
 شک نہیں ہے۔ ٹھیک جس طرح کہ مجھے اپنی بیوی یا اپنی بہن کی بات
 کچھ شبہ نہیں ہے۔

اس مثال میں مرحوم مریم سے پہلے کئے ہوئے وعدہ کو پورا
 کرنے کی خاطر وہ باریک بینی شکل میں ظاہر ہوئی تھی۔ اس کے بعد پیغاموں
 کے لکھنے کا سلسلہ جاری ہو گیا جس کی تصدیق پہلے ایک گستاخ
 کرتی اے پیار ہے تمام سے ہوئی ہے کہ پیغامیہ وہ سب معلوم ہوتا تھا
 اور دوسرے ہی دست کو پوری شیخ کے ساتھ ایک ایسے واقعہ کی یاد دہانی
 سے ہوئی ہو کہ وہ بول چال تھی ان پیغاموں کے حاصل کرنے میں نہ
 میرے سوا کسی اور امید کا دخل نہیں تھا میرا ارادہ کہی بات کو غلط یا ہونو
 بن رہی پیش کرنے کا نہیں تھا جیسا کہ میرے مذکورہ بالا بیان سے ثبوت ملتا ہے
 کہ میں کافی ثبوت کا طلب تھا نہ کہ میں شیعہ الاعتقاد لیکن باتیں ٹیک دینے
 کی ہوتی ہیں آئیں جیسا کہ میں نے بیان کی ہیں۔ تب اگر میں نے ان کل پیغاموں
 کو حاصل کر کے ایسا محسوس کیا کہ میں حقیقت پر حایوں کے ساتھ خط
 کتابت کر رہا تھا تو یہ آپ اس سے متعجب ہو سکتے ہیں ؟

ان شخص میں بھی کہ جو میرے مذکورہ بالا بیان کی صداقت میں
 نامل رہی ہو جرات نہیں کریں گے۔ ایسے شخص موجود ہو سکتے جو یہ کہیں گے کہ
 اس سے تو صرف زندہ آدمیوں کے ساتھ دماغی خبر رسائی کی روشنی میں
 سلسلہ صحیح ثابت ہونے کے بعد اور کسی بات کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ میں
 بھی ان کے اس بیان کی صداقت کو تسلیم کرتا ہوں بشرطیکہ یہ بات بھی
 قبول کر لی جاوے کہ میں شخص کے اندرونی خیالات کا بغیر اس شخص
 کے اس بات سے خبردار ہونے کے بعد لگ سکتا ہے مندرجہ بیان میں پیغام

جینے والے کے دماغ کی بے خبری کی حالت میں وہ کچھ معلوم نہ کر سکتا ہے۔
 ہوش کی حالت میں فراموش ہو چکا تھا۔ انسان بے خبر و دل سے ذریعہ غیر
 ساقی ڈیلی میٹھی، کا عمل ہیں اس دنیا سے گزرتے ہوئے انسانوں سے
 یہ عمل کئے ہوئے پہنچا مول میں یقین کرنے کی طرف لیجاتا ہے لیکن اس دنیا
 سے گزری ہوئی روحوں سے بھی کسی قسم کے پیغام پہنچتے ہیں۔ کہ جن کے بارے
 میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس دنیا کے دماغ کے کھٹکے سے بے خبر یا ناخبر
 انسانوں کے ذریعہ ڈیلی میٹھی کے عمل سے ان مخلوق متعلق ہے۔

یہ وہ پیغام ہیں جو نہ صرف گذشتہ اور موجود واقعات کا پتہ دیتے ہیں
 بلکہ جن کے ذریعہ بعض اوقات زمانہ مستقبل میں ہونے والے واقعے یا
 واقعات کے بارے میں بھی پہلے سے خبر ملتی ہے۔

شبک اسکی دن جس دن مذکورہ بالا پینٹ مٹھوت کے مہر پہنچتا ہے
 پہنچا ہوا ہے ایک پیشین گوئی کی یا اسے پیشین گوئی کہیں وہ عمل ہو
 یا وہ بت کے ذریعے دوسرے دوست کو ایسے وعدے کے ریٹے باز
 رہنے کے لئے اطلاع تھی کہ جنہیں وہ پورا نہ کر سکیگا۔ کہو کہ وہ اس وقت تک
 بہترین برازیل کے قاصد پر ہو گا۔ میرے دوست بے اس اطلاع پر
 سوچا کہ یہ پتہ پورا رہا ہے۔ دونوں باریہ سے دوست نے اس پتہ پر
 سے وہاں لیکن میرے دوست کو جو وعدہ ہے کئے تھے۔ وقت کے لئے پرانے
 گئے۔ یہ کہہ سکتے تھے اس دور دراز جگہ میں جانا ضروری ہو گیا۔ اس کو دیا
 گئے۔ مرنے والا تھا جس کے بارے میں اس نے پیشین گوئی کی تھی۔

مکمل ہے اس واقعے کے بارے میں یہ اعتراض کیا جاوے کہ
 پیشین گوئی کے پورا ہونے میں اس پیشین گوئی کا کیا وینا ہی مدد ہے
 براستے خیر و نیل کے لئے اگر یہ مان لی گیا جاوے تو یہ اعتراض اس
 شہادت کے بارے میں نہیں کیا جاسکتا۔ جو کہ میں اب پیش کرنے لگا ہوں
 چند سال گزرنے کے بعد ہاں ایک بہت دماغ والی عید کی نوکری۔ لیکن اسکا
 بہت تھکوں اور ہم کو رہا۔ یہاں سال گزری میں اس سے

تک آگیا کہ میں اُسے برطرف کرنے کے بارے میں سفیدگی کے ساتھ
سوچنے لگا۔ اسی وقت جو لیا نے میرے ہاتھ کے ذریعہ لکھا "ای۔ ایم۔
کے رشتہ نرمی سے پیش آؤ۔ وہ اس سال کے اخیر تک ہمارے پاس
بچے باؤنگی" میں میرا فیصلہ چونا پڑا کیونکہ کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے
مجھے اس بیٹی کے مرنے کا گمان ہو سکتا تھا۔ اس پر مایوس ہوا۔ اس سے
کچھ ذکر کیا اور اُسے اپنے ہاں بدستور رہ رہتے دیا۔ یہ سب
میں یہ خبر یاد دلائی یا ۱۲ دوسرے شخصے کی ۴

فروری۔ پین۔ اپریل۔ اور مئی کے مہینوں میں جی۔ ڈی۔ سے
پھر یہ خبر آئی کہ وہ ہمارے ہاں آئے۔ تو میں نے اسے خط لکھا کہ بہت
میں یہ خط "ای۔ ایم۔ اس سال کے اخیر تک میری بیٹی کا بطور رہ رہتی ہے
لکھتے ہوئے دیکھ کر میں اسے ایک بے خبری سے دیکھ کر ہل گئی۔ یہ
میں اس کے اُسے پتہ میں اسٹروں کا ایک حصہ میں جا کر بیٹھ گئی۔ وہ
دیکھ کر کہ اس کو اس کو اس کے لئے لکھتے ہیں۔ اس کے لئے اس کے لئے
جب وہ یہ سب لکھ لکھ رہی تھی۔ میں نے اسے سنا۔ اس نے
میں نے اس کو دیکھا کہ وہ یہی ہے جیسی کہ آپ نے پیشہ کی تھی
میں نے یہی ہے جیسی کہ آپ نے پیشہ کی تھی۔ میں نے یہی ہے
سب سے پہلے اس کے لئے میں نے اس کو دیکھا۔ اس نے اس کے لئے
بوسہ دیا۔ یہ میرا سب سے بہتر دوست ہوئی۔ اس کے لئے کو سب
وہ ایسا دیکھ رہا تھا کہ وہ اس کی ۴

۴۔ اس وقت کے آخری دور میں میں اس کے لئے اس کے لئے
پہلے وہ یہ سب لکھ لکھ رہی تھی۔ میں نے یہی ہے
میں نے اس کو دیکھا کہ وہ یہی ہے جیسی کہ آپ نے پیشہ کی تھی
میں نے یہی ہے جیسی کہ آپ نے پیشہ کی تھی۔ میں نے یہی ہے
سب سے پہلے اس کے لئے میں نے اس کو دیکھا۔ اس نے اس کے لئے
بوسہ دیا۔ یہ میرا سب سے بہتر دوست ہوئی۔ اس کے لئے کو سب
وہ ایسا دیکھ رہا تھا کہ وہ اس کی ۴

میں اس کو روت بہیں سنتا کر عرس کے دن آئے۔ ای۔ ایم سمجھتا ہوا ہوتا۔
 لیکن سال گزر گیا۔ اور وہ زندہ رہی۔ میں نے جو بیا کو کہا۔ ای۔ ایم ابھی تک
 زندہ ہے۔ آپ غلطی پر تھیں جو بیا نے جواب دیا۔ میرے کہنے میں چنانچہ
 کی غلطی ہو سکتی ہے۔ لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے۔ وہ ٹھیک ہے +

جو بیا نے اتنا زور دیا کہ قریب میرے ہاتھ کے ذریعہ لکھا۔ آپ جب
 ای۔ ایم کو کل مٹنے جاؤ تو اس کو بدواع کہہ آنا۔ تمام ضروری تیاریاں تیار
 تم پھر اس کو اس دنیا میں نہیں دیکھو گے۔ میں اس سے ملنے گیا۔ اس
 کو بخار چڑھ ہوا تھا۔ بڑی صرح سے کھانسی ہوتی تھی وہ ایک ایسے اسپتال
 میں جانے کو تھی۔ جہاں بہتر طریقہ پر اس کی دیکھ بھال ہو سکے۔ جب تک میں
 اس کے پاس رہا وہ اپنے کام کے بارے میں جو کچھ کرنا چاہتی تھی
 اس کا ذکر کرتی رہی۔ جب میں نے اسے بدواع کہا تو میں نے نیپا لیا
 کہ آیا جس سے کیا اب بھی تو غلطی نہیں کہائی +

دو دن کے بعد مجھے بتا دیا کہ ای۔ ایم سخت بیمار ہوئی کی حالت
 میں چار نمرال پر ایک گھنٹہ کی سے گری درینچے مردہ پالی تھی۔ پچیس بلع
 کے دینے کے بعد بارہ گھنٹے اختتام سے ایک دو دن پہلے واقع ہوا +
 اس بیان کی نسبت انسل پنچ مول کے استاویزات سے ثابت
 ہو سکتی ہے جن پر میرے دو لکیر یوب کے دستخط ہیں جن کو میں نے
 جو بیا کے اس بارے میں نیپا لیا کا پتہ دیا تھا اور جن کو اس کے
 پوشیدہ رکھنے کا حکم تھا +

اس سے بہتر تہذیب گوئی اور عیب و نشان کیا ہو سکتی ہے یہ ایک
 دقت نہیں بلکہ ذراہ دقت تحریر میں آئی۔ تم اس کا چاہا۔ ہے پھر ہی باعث
 تصور کرو۔ لیکن سلی ٹرینی چاہیے وہ خبر یا باخبر انسانوں کے ذریعہ ہو۔
 اس کا باعث نہیں ہو سکتی +

اس ٹیڈی نے جس کا نام ای۔ ایم سے مخفی کیا گیا ہے۔ اویس کی
 خوفناک موت کا ذکر اور ہو چکا ہے۔ میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ مجھ سے

پہلے مری تو وہ میرے لئے چار کام کریں گی۔ وہ اپنی حیات میں میرے ہاتھ کے ذریعہ پیشہ لگتی رہی تھی اور اس نے وعدہ کیا تھا کہ اول وہ اگر ہو سکا تو وہ اپنے موت کے بعد کے حالات میرے ہاتھ کے ذریعہ تحریر کریں گی۔ دوسرے اگر ہو سکا تو وہ اپنے ایک یا دو دوستوں کو کہانی دیں گی۔ تیسرے وہ اپنی تصویر فوٹو کے ذریعہ کچھ ایسی لگی۔ اور چوتھے وہ کسی میڈم کے ذریعے میرے پاس پہنچا کر بھیجیں گی۔ جس پر کہ ایک دائرے میں کر اس کا نشان ہوگا۔

لیڈی ای۔ ایم نے اپنے پاروں وعدہ و نکو پورا کیا ہے۔

(۱) انہوں نے کئی بار میرے ہاتھ کے ذریعے لکھا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی ہی آسانی سے میرے ہاتھ کے ذریعے لکھ سکتی ہیں جیسے کہ وہ اس دنیا میں پہلے لکھا کرتی تھیں۔

(۲) وہ میرے دو دوستوں کو کہانی لے چکی ہیں جن میں سے ایک مرد ہے اور ایک عورت۔ وہ ایک دفعہ آدمیوں سے پُر کہانا کہانیوں کے کمرے میں نظر آئیں اور صرف اپنے دوستوں کو کہانی دیں۔ جنہوں نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے انہیں صاف طور پر دیکھا۔ ایک اور موقع پر وہ غلی میں عین دن کے وقت ظاہر ہوئیں۔ کچھ دیر تک چلتی کہانی دیں اور پھر گم ہو گئیں۔ ان کی شکل ان کی پہلی شکل سے اس قدر شباب تھی کہ یہ کہنا کہ کوئی اور جو دہو سکتا ہے بہت مشکل تھا۔

(۳) ان کی موت کے بعد کم از کم آدھی دہائی میں بارہا فوٹو لیا جا چکا ہے انکی تمام تصویریں بخوبی پہچانی جاسکتی ہیں۔ اور ان میں سے کوئی انکی حیات میں لی ہوئی کسی فوٹو کی نقل نہیں ہے۔

(۴) اب صرف ایسے پیغام کا ثبوت باقی رہتا تھا کہ جس پر دائرے میں کر اس کا نشان ہو۔ چند مہینوں تک مجھے ایسا کوئی پیغام نہ ملا۔ میں اس بارے میں تمام امید کو چھوڑنا ناہیب ایک دن ایک سیدم نے جو کہانا اسار ہاتھ پہلی دفعہ ہی کوشش کرنے سے یہ پیغام لکھا۔ وایم کو کہہ دو۔ کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے لئے مجھ پر الزام نہ لگائے میری

طاقت میں نہ تھا۔ کہ میں ایسا نہ کرتی۔ پھر اس پر دائرے کے اندر اس کا
 نشان کھینچ گیا۔ اس نشان سے میرے سوا اور کوئی طاقت نہ تھا۔ میں نے اس
 میٹیم کو چاہتا تھا۔ اور نہ ہی اس وقت جانے لگا۔ نہ ہی میرا کوئی ایسا دست
 و پاؤں تھا۔ جسے ای۔ ایم سے پیغام حاصل کرنے کی امید ہو +
 کیا یہ تعجب کی بات ہے۔ کہ ایسے تجربوں کے بعد مجھے روح کی طرف
 خبر پہنچے اور ان سے خبر حاصل کرنے کے امکان میں اس سے زیادہ شک
 نہیں ہے جسٹن کہ اس مضمون کو لاہور پرنٹنگ آفس کے ایڈیٹر تک
 پہنچانے میں رہتا ہے +

میں روحوں کے فوٹو کھینچنے کی طرف اشارہ کر چکا ہوں۔ میں اس
 بیان کی صداقت پر اعتراض کرنے والے کو بے ہتھیار کرنے کے لئے
 پہلے ہی یہ تسلیم کرتا ہوں کہ روحوں کے جھوٹے فوٹو کھینچنا جس قدر آسان
 ہے۔ اس قدر کوئی اور چیز آسان نہیں ہے۔ اور ایک ہوشیار شہیدہ باز نہایت
 محتاط ہے۔ محتاط آدمی کو دھوکا دے سکتا ہے لیکن پہلے سے خاص نشان
 کی ہونی چاہیے کہ جن کو میں خود ہی لے لیتا ہوں اور جن کو میں خود ہی کیمرو
 میں رکھ کر شیشے کا نہ کھولتا ہوں۔ اور جن میں خود ہی ڈیولپ کرتا ہوں
 اس قسم کے دھوکے میں نہ آنے سے مجھے قطعی طور پر پچاتی ہیں۔ مگر روحوں کے
 فوٹو کی صداقت میں میرا یقین اس سے بھی بہت زیادہ مضبوط و بنیاد پر قائم
 ہے۔ کیونکہ ایک تجربہ کرنے والا مان ہے۔ پھر بھی اپنی چوکی میں غلطی کر جائے
 روحوں کے فوٹو کی صداقت کا سب سے بڑا حکر ثبوت یہ ہے۔ کہ ایک
 ایسے مردہ انسان کی صفات ظہور سے پہچانی جائے۔ والی فوٹو ایک
 ایسے فوٹو گرافر سے کھینچ جاتی ہے۔ کہ جس کی ہستی سے وہ فوٹو گرافر باطل
 ناواقف ہو۔ اور کیمرو کے سامنے بیٹھے ہوئے انسان کو بھی اپنے آس
 پاس کوئی شکل دکھائی نہ دیتی ہو۔ میں نے ایسے فوٹو ایک دفعہ نہیں بلکہ
 بہت دفعہ لئے ہیں۔ میں یہاں ان میں سے ایک کا بیان کر دیتا۔ فوٹو گرافر
 جو روح کی تصویریں کھینچتا ہے۔ ایک ان پڑھ بہت بوڑھا آدمی ہے۔ اور ہم

لوگ ایک وقت میں اس کے اس کام میں بہت روک جئے ہوئے تھے۔
 وہ روجوں کو دیکھنے اور روجوں کی باتیں سننے کی طاقت بھی رکھتا ہے
 بڑے لوگوں کے ساتھ گزشتہ جنگ کے دنوں میں میں ایک دوست کے ساتھ
 فوٹو گرافر کو رہے تصویر اتروانے گیا تیں ابھی بیٹھا ہی تھا کہ اس
 بوڑھے آدمی نے کہا: "ایک دن مجھے بہت ڈر لگا تھا کیونکہ ایک بوڑھا بوڑ
 بندوق بنے ہوئے سوڈو لیور تصویر لینے کے کیمرے میں آیا۔ اسکی ہیبتناک
 شکل سے خوفزدہ ہو گیا تھا میں نے اسکو کہا: تم یہاں سے چلے جاؤ۔ کیونکہ
 میں بندوق تو نکوپن نہیں کرتا! اس پر وہ چل گیا لیکن آج اب وہ تھا سے
 ساتھ آیا ہے۔ اب اسکے پاس بندوق نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسکی ویسی
 ڈبڈاتی شکل ہے کیا وہ اتنا راجا و سنے؟

میں نے جواب دیا: "ہاں" اور پوچھا کہ تم اسکا فوٹو بھی کھینچ سکتے ہو؟
 بوڑھے آدمی نے جواب دیا: "میں ٹشیاں نہیں کہہ سکتا۔ میں
 کوشش کروں گا۔"

اس پر میں کیمروں کے آگے بیٹھ آیا۔ باقاعدہ لینس کا شیڈ لگا گیا
 نہ ہی نیچے اور نہ ہی میرے دوست کو اس کے میں فوٹو گرافر اور ہمارے
 سوائے کوئی شخص دکھائی دیتا تھا۔ بیشتر اس ہمارے فوٹو گرافر نے کیمروں
 سے پلیٹ نکالا۔ میں نے اس فوٹو گرافر سے پوچھا:
 "تم اس دن پورے کے ساتھ بولے تھے۔ کیا تم آج بھی اس
 کے ساتھ بات چیت کر سکتے ہو؟"

بورے آدمی نے کہا: "ان میں کوشش کر سکتے ہیں۔"

میں نے کہا: "اس کا نام پوچھو۔"

فوٹو گرافر داغی سوال پوچھنے اور اس کا جواب سننے کی طاقت

میں معلوم ہوا۔

پھر اس نے ہمارے کمرے میں میرا نام پائریٹ پوچھا ہے نہ

میں نے کہا۔ اسے پائریٹ پوچھا! میں فلیپ پوچھا تو میں پوچھا کہ

ہو تھا۔ اور بکت ہی اور ہوتا تھا ز جانتا ہوں۔ لیکن پائٹ ہوتا تو میں نے کبھی نہیں سنا۔“

بوڑھے آدمی نے پھر کہا: ”وہ اپنا نام ہی بتاتا ہے۔“
جب اس نے پٹ کو تیار کیا۔ تو میرے پیچھے ایک ہال دار لہا مضبوط آدمی دکھائی دیا جس کو ایک بوڑھا ایک موزک کہا جاسکتا تھا۔ میں نے اس وقت اور کچھ نہ کہا اور جنگ کے خاتمہ کی انتظار کی آخر کار جب مشہور جنرل ہوتا لنڈن میں پائے۔ تب میں نے پرانی اور بچ فری سٹیٹ کے وزیر اعظم سٹرنسٹر کے ذریعے انکے پاس یہ فوٹو بھیجا۔ دوسرے دن سٹرنسٹر ایک اور فری سٹیٹ کا ڈیلی گیٹ مجھ سے ملنے آیا۔
اس نے دریافت فرمایا: ”آپ نے یہ فوٹو جو آپ نے فٹچر کو دیا تھا کہاں سے حاصل کیا ہے؟“

میں نے جس طرح سے حاصل کیا تھا ٹھیک ٹھیک بتا دیا۔
اس نے سر ہلایا اور کہا: ”میں ایسی گپوں میں یقین نہیں رکھتا آپ ٹھیک بتائیں کہ آپ نے یہ فوٹو کہاں سے حاصل کیا تھا جس کا یہ فوٹو ہے۔ ویمن سٹیڈ کو نہیں جانتا تھا۔ اور کبھی انگلینڈ میں نہیں آیا۔“
میں نے جواب دیا کچھ ہی ہو۔ میں بتا چکا ہوں جس طرح سے میں نے اسے حاصل کیا اگر آپ کو پسند نہیں تو آپ مجھ پر یقین نہ کریں۔ لیکن آپ اس بارے میں اس قدر فکر مند کیوں ہیں؟

اس نے کہا: ”کیوں؟ کیونکہ وہ میرا تزدیک رشتہ دار تھا۔ اسکی تصویر میرے وطن میں میرے گھر میں لگتی ہے۔“
میں نے کہا: ”اے کیا وہ مر چکا ہے؟“

اس نے جواب دیا: ”کیمرے کے محاصرے میں یہ بوڑھوں کا پہلا کمانڈر تھا کہ جو مارا گیا۔“

میں نے پوچھا: ”اس کا نام کیا تھا؟“
اس نے بتایا: ”پائٹرس یوہنس ہوتا تھا۔ لیکن ہم اسے ہمیشہ پائٹ

ہو تھا بلایا کرتے تھے۔

یہ فوٹو اب تک میرے پاس ہے۔ حال میں ہی وہ اور فری سٹیٹ کے باشندوں نے اسے پہچانا ہے۔ جو کہ پائٹ ہو تھا سے اچھی طرح واقف تھے۔ کم از کم یہ واقعہ ایسا نہیں ہے جس کی ٹیلی میٹھی جواب دہی سکتی ہے۔ نہ ہی یہہ و حو کا کہا جاسکتا ہے۔ یہ صرف اتفاقاً تھا۔ کہ میں نے فوٹو گرافر سے اس روح کا نام دریافت کیا۔ جس قدر میں معلوم کر سکا ہوں۔ نہ ہی انگلینڈ میں ایسا کوئی شخص تھا۔ جو جانتا ہو کہ پائٹ ہو تھا کبھی ہوا تھا۔

جس چیز کی ضرورت ہے۔ وہ یہہ ہے۔ کہ وہ انسان جو موت کے بعد زندگی میں یقین نہیں رکھتے۔ وہ ایمان داری سے بتائیں کہ کس قسم کی شہادت پیش کرنے سے انہیں یقین آسکتا ہے۔ میں نے ان مضامین میں جو کچھ بتایا ہے وہ میرے خیال میں موت کے بعد زندگی کے قیام کی دل شہادت ہے۔ مذکورہ بالا تمام واقعات میرے ذاتی تجربے ہیں۔ انکی صداقت کا یقین میرے ناظرین کے لئے میری سچائی کی نسبت اُنکے اندازہ پر منحصر ہے یہ باتیں دراصل ایسے ہی وقوع ہیں آئیں جیسی کہ میں نے تحریر کی ہیں۔ فرض کرو۔ اگر یہ باتیں آپ کے سامنے وقوع میں آئیں تو آپ انہیں تسلیم کرنے سے انکار کرتے؟ کم از کم اس مضمون میں پوری سائنٹفک تجربہ کی بنا پر تحقیقات سے یہ امر صاف طور پر ثابت ہوگا ہے۔ کونسی اور شہادت۔ کس قسم کی شہادت۔ کن حالات میں شہادت یقین دلانے کے لئے چاہئے؟

میں یہہ نہیں کہتا کہ کسی دوسرے آدمی کی گواہی پر جلد ہی سے کسی بات کو تسلیم کر لینا چاہئے۔ یہ سچ ہے۔ کہ تمام انسان ٹھیک اسی طرح میڈیم نہیں جیسے کہ تمام ٹیلی فون ماز کوئی پیغام دہیتر کے خبر حاصل نہیں کر سکتے۔ میں اپنے آپ کو نوش قسمت سمجھتا ہوں۔ کہ میں بذات خود میڈیم ہوں۔ اس سے ایک وقت تو مل ہو جاتی ہے لیکن اس دنیا میں

ہیرت سے ایماندار میڈیم ہیں۔ شاید کچھ تبار سے اپنے کنبے میں ہوں
اگر تم انہیں معلوم کرنا چاہو +

اخیر میں یہ غرض ہے۔ کہ میں پچھلے پندرہ سال سے اپنے بچے
براہ راست شہادتوں کے ذریعے اس یقین پر پہنچا ہوں کہ موت
کے بعد انسانی وجود قائم رہتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ بات چیت
کی جاسکتی ہے۔ لیکن میں نے ہمیشہ کہا ہے کہ میں اس وقت تک
اس بات پر اپنا آخری یقین ظاہر کرنے کے لئے انتظار کروں گا جب
تک میرے اپنے کنبہ میں سے کوئی گزر نہیں جاتا +

بارہ مہینے گزرے کہ اسی دسمبر کے مہینے میں میرا سب سے
بڑا لڑکا جس کو میں نے اس امید کے ساتھ تربیت دی تھی کہ وہ میرے
بعد میرا جانشین ہو گا تینا تیس برس کی عمر میں فوت ہو گیا۔ میرے اور اس
کے درمیان سب سے زیادہ نزدیکی کا رشتہ تھا۔ کوئی مجھے جھوٹ موٹ
میرے پیارے لڑکے کی طرف سے پیغاموں کو بتا کر دھوکا نہیں دے سکتا +
اب بارہ مہینے گزر چکے ہیں۔ اس عرصہ میں تقریباً ہر ہفتہ میرے
لڑکے نے اپنے پیغاموں کے ذریعہ مجھے خوش کیا۔ اور ملی دی۔ اور
میں سوں کرتاسوں کہ وہ اب پہلے سے بھی زیادہ میرے نزدیک اور میرے
لئے عزیز بن گیا ہے۔ اس سے پہلے بارہ مہینے میں گھر سے باہر ملتا تھا۔
اس عرصہ میں مجھے اسکی طرف سے کم خبر ملی۔ بہ نسبت اس کے کہ پہلے
بارہ مہینے میں کہ جب سے وہ اس دنیا کو چھوڑ چکا ہے۔ میں نے اپنے
ہاتھ سے اسکے ساتھ خط و کتابت نہیں کی۔ میں اس سے استدراف
تھا کہ میں نے خیال کیا کہ جو کچھ میں لکھ دوں گا۔ وہ شاید گزشتہ زمانے میں
اسکے ساتھ میری بات چیت کی چیز گونج نہ ہو۔ اس نے میرے ساتھ دو کم
وائٹ شٹھون کے ذریعے خط و کتابت کی۔ اور وہ پچھلے سب اسکے
اپنے پال چلن اور طرز خیالات کی ویسی ہی صاف مہر رکھتے ہیں جیسے کہ آپ
دنیا میں اسے قیام کے دنوں میں میرے نام کے خط رکھتے تھے +

اس کے بعد میرے لئے، شب شک کی گنجائش نہیں رہی۔ میرے لئے مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ بیانی کی تصدیق ہو گئی ہے۔ اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ مجھے تمام دنیا کو کھلم کھلا یہ کہنے کا موقع مل گیا ہے کہ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میرے لئے اس بارے میں شک کرنا ناممکن ہے۔
 اعرافی۔ اس سچی فاضل کی مذکورہ بالا تحقیقات واقعی اس خیال کی سخت تردید کرتی ہے۔ کہ روح جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔
 مشکم۔ مگر ایک دوسرے سچی سائنس دان کے خیالات و مشاہدات کا بھی حال سنو!

بائیسویں فصل

مشاہدات

اعرافی۔ یہ سچی سائنسدان کون صاحب ہیں؟
 مشکم۔ یہ صاحب ایک بڑے اعلیٰ پایہ کے سائنس کے پروفیسر ہیں ان کا نام ہے۔ سر ولیم کرڈکس۔ سر ولیم کرڈکس کی آئندہ زندگی کے ثبوت میں اپنے مشاہدات کا بہرے الفاظ ذکر کرتے ہیں۔

میرے نزدیک باطل سائنس کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ان مشاہدات پر غور کریں جو کہ عام طور پر دیکھنے میں آتے ہیں۔ اور جن مشاہدات کی طرف پہلک کی وجہ استدلال کی ہوئی ہے۔ تاکہ وہ جان سکیں کہ آیا یہ مشاہدات حقیقت کسی اصلیت پر مبنی ہیں۔ یا محض ایک قسم کی شبہہ بازی ہے۔ مادی اشیا کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائے جانا۔ اور اس قسم کی آوازوں کا آنا کہ برقی طاقت سے پیدا شدہ آوازوں سے ملتی ہوں۔ اس قسم کے مشاہدات میں جنکی صداقت کا مجھے اسی طرح کامل طور پر یقین ہے۔ جس طرح کہ میں

کیمٹری کے ابتدائی اصولوں پر یقین رکھتا ہوں۔ میری تحقیقات سب کی
 سب سائنس کی بنیاد نہایت ہی ٹھیک پیمانہ پر رہی ہے۔ اور میں صاف
 الفاظ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرا ان مشاہدات میں یقین نہایت ہی
 کامل چھان بین کے بعد پختہ ہو گیا ہے۔ میں نے بطور ایک سائنسدان کے
 ایسی تحقیقات کی ہے جو معمولی آدمی نہیں کر سکتا۔ ایک سائنسدان علم و عقل
 کی بدولت شروع سے اخیر تک اپنے سامنے تجربات و مشاہدات کا ایک
 سلسلہ رکھتا ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جہاں ایک طرف ان مشاہدات
 میں خطرہ اور شبہ موجود ہے۔ وہاں دوسری طرف اس کو بالکل یقینی صحت
 بھی نظر آتی ہے۔ لیکن جہاں قدم قدم پر عجائبات نظر آ رہے ہوں وہاں اس
 کے لئے لازم ہوتا ہے کہ وہ ان کی صداقت کو جانچنے کے لئے زیادہ سے
 زیادہ اور سخت سے سخت تجربات کرے۔ اہل تحقیق کو ضرور اپنا کام کرنا
 چاہئے، خواہ انکا کام مقدار میں کتنا ہی تھوڑا کیوں نہ ہو۔ لیکن اس کام کا کافی
 معاوضہ مل جاتا ہے۔ تو اہل سائنس کو تسلی ملنی چاہئے۔ مگر عجائبات کی اس
 روحانی دنیا میں جسکی طرف کہ اہل سائنس اپنے قدم بڑھا رہے ہیں کیا اس
 سے بڑھکر کوئی حیرانی کی بات ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اپنے حواس خمسہ پر اعتبار
 نہ کر کے بہت سے دوسرے آلات کا بھی استعمال کرتے۔ تاکہ انکو کسی قسم کا
 شبہ نہ رہے۔ جن اہل سائنس کے سامنے یہ تجربات کئے جا رہے ہیں۔
 ان کی تعداد اگرچہ زیادہ نہیں ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ یہ مضمون
 فزیالوجی کا ایک معرکہ کا مضمون ہے۔ اور جب مشاہدات ہمارے دل
 میں ایک خاص یقین پیدا کر دیتے ہیں تو ہم ان کو روحانی ماننے کیلئے
 مجبور ہوتے ہیں۔ اس وقت تک میں نے جو مادی مشاہدات کئے ہیں۔ اسے
 میری عقل حیران ہے۔ اور مجھے ان کا کوئی حل نہیں سوچتا۔ یہی حالت روحانی
 اور مادی مشاہدات کی ہے جن سے کوئی نفا سفر انکار کرنے کی جرات نہیں
 کر سکتا۔ اسی طرح بہت سے ایسے واقعات کا سلسلہ ہے کہ جن کو بیان
 کرنے سے قلم قاصر ہے۔ لیکن ان باتوں کا ٹھیک ٹھیک کامیابی سے پتہ

لکھانیکے لئے فلاسفر کو آگے آنا چاہئے اور بغیر کسی قسم کے تعصب یا ضد کے تجربہ کرنا چاہئے۔ اور اس بارے میں اس کو ایسی ہی بے رحمی اور سرد مہری سے تحقیقات کرنی چاہئے۔ جیسے کہ اس کے سائنس کے آلات بے رحم چوتے ہیں۔ اس صورت میں اس کو یقین ہو جائے گا کہ جو واقعات اس کے سامنے ہو رہے ہیں۔ وہ خواہ اس کے نزدیک ممکن ہوں یا ناممکن لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ وہ ہو ضرور رہے ہیں۔ اس مسافر کی طرح جو کہ ایک دور دراز کے ملک میں تحقیقات کر رہا ہو۔ ایسا ملک جسکے عجائبات کی بابت اس نے دوسروں کی زبانی بہت کچھ سن رکھا ہو۔ میں چار سال سے اس روحانی عجائبات کی دنیا میں نہایت ہی سرگرمی اور سردردی سے تحقیقات کر رہا ہوں۔ اس بارے میں جو تجربات اور مشاہدات میں نے کئے ہیں۔ میں یہ شہادت دے سکتا ہوں۔ کہ اگرچہ وہ میرے پیشتر سے جیسے جوئے مادی سائنس کے اعتقادات کے برخلاف تھے لیکن اب بھی جب میں ان مشاہدات کو یاد کرتا ہوں تو میرے دل میں یہ تعصب پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ جو یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ تجربات و مشاہدات مادی سائنس کے اصولوں کے برخلاف ہیں۔ انکی یہ دلیل بالکل نامعقول معلوم ہوتی ہے۔ جبکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ یہ مشاہدات و تجربات سب کے سامنے کئے گئے۔ اور یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ دیکھنے والوں کے سب ہوش مارے گئے ہوں۔ جو یہ کہتا ہے۔ کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز ہے جسکو کہ نظر بندی یا غیوٹ الحواسی کے نام سے پکارا جاتا ہے جس کے ذریعہ تمام ارگرد کے دیکھنے والے ان میں ہاں ملاتے جاتے ہیں۔ نیز ایک ایک باہل حوا اور لچر خیال ہے میں اس قسم کی کسی نظر بندی کا قائل نہیں ہوں۔ سپر جوئلزم ایک قسم کا مذہب ہے جسکی صداقت کے ہزاروں کہیں قائل ہیں۔ بہت سی حالتوں میں وہ میٹیم یا معمول کو عام لوگوں کے سامنے نہیں لاتے۔ کیونکہ وہ ان روحانی واقعات کو اہل سائنس کے تجربات کا متعلق نہیں بنانے کو معیوب سمجھتے ہیں لیکن بطور ایک دوست کے مجھے یہ خاص استحقاق دیا گیا تھا۔ کہ میں ان روحانی واقعات کا مشاہدہ اور تجربہ کروں۔

درخواست پر خود میرے ہی گھر میں یہ واقعات دکھائے گئے۔ اور میں یہ شہادت دیتا ہوں کہ یہ کسی قسم کی شعبہ بازی نہیں تھی۔ کیونکہ میں نے اسکو سائنس کے ان تمام ممکن ذرائع سے جانچا۔ اور پڑتا ہوں کہ ان واقعات کی صداقت کو پانے کے لئے لازمی اور ضروری تھے۔ یہ واقعات دن کی روشنی میں کئے گئے جبکہ میڈیم کے علاوہ بہت سے دوسرے دوست بھی موجود تھے۔ میں نے ان واقعات کے متعلق جو کچھ تحقیقات کی ہے میں اس کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جو ثقیل کے کسی قسم کے آلات کے بغیر بھاری بھاری بوجھ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کئے جانے مختلف قسم کی اونچی اونچی آوازوں کا آنا جسموں کے بوجھ میں تبدیل ہونا میڈیم سے بہت فاصلہ پر اشیا کا خود بخود حرکت میں آنا۔ میز اور کرسی کا بغیر کسی انسانی سہارے کے سطح زمین سے بلند ہونا۔ انسانی جسم کا ہوا میں حلق ہونا۔ چھوٹی چھوٹی اشیا کا بغیر چھونے کے ادھر ادھر حرکت کرنا۔ روشن شکلوں کا خود آ ہونا۔ یا عقول کا دکھائی دینا۔ جو کہ یا تو خود بخود روشن تھے۔ یا روشنی میں دیکھے گئے۔ براہ راست لکھنا مختلف ردحوں کی شکل و صورت کا نظر آنا۔ یہ تمام واقعات اسی حالت میں ہوتے تھے۔ کہ یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ ان کو وقوع میں لانے والی کوئی عاقل ہستی ہے لیکن یہ کہنا کہ وہ ہستی کیا ہے ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ میں تجربات اور شہادت کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ عاقل ہستی نہ تو میڈیم تھا۔ نہ ہی کمرے میں موجود وہ اصحاب ہیں سے کوئی تھا۔ نہ ہی کمرے میں کسی انسان کا یہ فعل تھا۔

پروفیسر کروکس صاحب نے بہت سے ایسے واقعات بیان کئے ہیں۔ جو کہ مذکورہ بالا بیان کی تائید میں ہیں۔ اور نتیجہ نکالا ہے کہ یہ قسم واقعات کسی بیرونی عاقل ہستی کے فعل کا نتیجہ ہیں۔ یہاں پر ان کے ایک تجربہ کا ذکر کیا جاوے گا۔ جو کہ نہایت ہی عجیب و غریب ہے۔ اس کی سرخی سچ کی شکل ہے۔ پروفیسر کروکس صاحب کے گھر میں ایک میڈیم کو جس کا نام فوژن ٹنگ تھا۔ لے جایا گیا۔ اس ٹنگ ایک غیر معمولی میڈیم تھی۔ جو روح اس میں کام کر رہی تھی۔ اس کا نام کٹی ٹنگ تھا۔ کیٹی ٹنگ نے اپنے آپ کو

اور میں نے کیٹی اور میڈیم کو دیکھا لیکن بعض اوقات بند کمرے میں سولے
 میڈیم کے کوئی نہیں ہوتا تھا۔ اور کیٹی کی سفید پوشاک غائب ہو جاتی تھی۔ گزشتہ چھ
 ماہ سے مس لگ اکثر میرے گھر پر آتی رہی اور وہ بعض اوقات ایک ایک
 ہفتہ میرے پاس ٹھہرتی رہی۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا بنیر قفل کے بیگ
 ہوتا۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ جتنی دیر وہ میرے پاس ٹھہرتی ہے
 سیری بیوی میں اور گھر کے دوسرے تمام ممبر موجود رہتے ہیں۔ اور اسکو
 الگ کمرے میں بھی سونے نہیں دیا جاتا۔ جیسے حالات میں صاف ثابت
 ہوتا ہے کہ وہ کسی قسم کی بناوٹ کی تیاری نہیں کر سکتی۔ میں اپنی لائبریری
 کے کمرے کو اپنے ہاتھ سے آپ صاف کرتا اور اس کو تاریک کر دیتا ہوں۔
 جبکہ اس لگ لگنا کھانے کے بعد ہمارے ساتھ گفتگو میں مشغول ہوتی ہے۔
 اور ایک سنٹ کے لئے بھی ہماری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو سکتی چنانچہ
 وہ اسی حالت میں سب کے سامنے بند کمرے میں لائی جاتی ہے۔ اور اس کے
 کپڑے پر کمرے کا اندر سے قفل لگا دیا جاتا ہے۔ اور اس کی چابی میں اپنے
 پاس رکھتا ہوں۔ گھر کی روشنی بجھا دی جاتی ہے۔ اور مس لگ کو اندر سے
 میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تاریک کمرے میں داخل ہو کر مس لگ فرش پر بیٹ
 جاتی ہے۔ اور اس کا ذرا ایک کمر پر ہوتا ہے۔ اور وہ بیہوش ہو جاتی ہے۔ پتھر
 اتارتے وقت بیٹی نے بچہ ل کے پیروں پر ایک دو مثالہ ڈال دیا تاکہ اس پر روشنی
 گرے جس سے اس کی نیند ٹوٹ جائے۔ تو میں اکثر پرے سے بوسہ دیت
 تھا۔ اور ہم سب ساتھ یا آٹھ اصحاب جو کہ تاریک کمرے میں موجود ہوتے تھے
 مس لگ اور کیٹی کو برقی روشنی میں ایک ساتھ دیکھتے تھے۔ اس موقع پر
 میرا جوہر ہے۔ کہ وہ نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ وہ شمالی سمت سے آتا تھا۔
 فرق۔ بلکہ اس سگہ لگے اور یا تو اس نظر آتے تھے میڈیم کے اند باؤں پر اس
 رنے سے سوئے دیکھا جاتا ہے۔ میں نے ایک تصویر بنائی۔ اس کی انٹرویو
 میں تصویر لے کر اس کو لگ لگاتے تھے۔ اس کے ساتھ میں جاتا تھا۔ اس کو
 میں تصویر لے کر اس کو لگ لگاتے تھے۔ اس کے ساتھ میں جاتا تھا۔ اس کو

اتھ سے مکمل انتظام نہیں کرتا تھا۔ وہ تصویر نہیں لینے دیتی تھی۔ اس کا یہ اعتبار یہاں تک بڑھ گیا کہ اس نے مجھے اپنے ہر ایک شبہ کو حل کرنے کا موقع دیا۔ جو کہ کسی دوسرے طریقہ پر ناممکن تھا۔ وہ مجھے ہدایت کر دیتی تھی کہ حاضرین میں سے کس کس شخص کو کس کس جگہ بٹھانا چاہئے۔ ان بٹھا رہے ہیں سے ایک نہایت ہی دلچسپ تصویر وہ ہے۔ جن میں کہ میں کمیٹی کے پاس کھڑا ہوں۔ اس کے پاؤں نیچے ہیں اور وہ فرش پر کھڑی ہے۔ میں نے مس لک کو کمیٹی کی سی پوشاک پہنا کر اپنے پاس کھڑا کر لیا۔ اور ہم تینوں کی اسی کپڑے اور اسی روشنی میں تصویر اتاری گئی جس میں کہ باقی کی تصویریں اتاری گئیں تھیں۔ اس تصویر میں میری تصویر قد و قامت کے لحاظ سے مجھ سے ملتی جلتی ہے۔ مگر کمیٹی کا قد اس تصویر میں مس لک سے بہت بڑا نظر آتا ہے۔ اس کا چہرہ میڈیم کے چہرے سے بالکل مختلف ہے۔ اور وہ تو انکی تصویروں میں اور بھی بہت سے اختلافات ہیں۔ مگر کمیٹی کے نورانی چہرے کی خوبصورتی کو فوٹو گرافی کے ذریعے ظاہر نہیں کیا جاسکتا۔ فوٹو گرافی سے اس کے چہرے کا ڈھانچہ نظر آتا ہے۔ مگر اس سے اسکے چہرے کی نورانی پاکیزگی یا اس کے خوبصورت اعضا کی حرکات و سکنات کا جبکہ وہ اپنی زندگی کے خوشگوار لمحوں کا ذکر کر کے خوش ہوتی۔ یا ناخوشگوار لمحوں کا ذکر کر کے اندر وہ ہوتی ہے۔ کیونکہ تصویر اتاری جاسکتی ہے۔ خاص کر جبکہ وہ اپنی زندگی کے ان واقعات کا ذکر کرتی ہے۔ جو کہ ہندوستان میں اس کے قیام کے دنوں میں وقوع ہوئے تھے۔ کہیں بے بارے میں اس وقت بیان کرنے کے بعد اب میں ان اختلافات کا بیان کرنا بہت دل چاہتی ہوں۔ اور میرے مس لک کی نظروں میں دیکھنے گئے ہیں۔ سننا ہوں کہ کمیٹی، درس تک دو میلہ علاوہ چھتیس ہیں۔ مس لک کے چہرے پر بہت سے ایسے نشانات ہیں۔ جن کو کمیٹی کے چہرے پر نہیں ہیں۔ اس کے بال سیاہی مائل ملبورے ہیں۔ نگار کمیٹی کے سر کے بال آری رنگ سے ایک شام کو ہیں۔ نگار کمیٹی کی تہذیب پر ہوتا رکھا۔ اس کی تہذیب

تھی۔ مگر مس نکک کی نبض کی رفتار ۹۰ تھی۔ کیٹی کے دل کی رفتار مس نکک کے دل کی رفتار سے زیادہ باقاعدہ تھی۔ اسی طرح تجربہ کرنے پر کیٹی کے پھیپھڑے مس نکک کے پھیپھڑوں سے زیادہ توانا معلوم ہوئے کیونکہ جس وقت میں نے یہ تجربہ کیا۔ اس وقت مس نکک کو کھانسی کا مرض تھا۔ اور وہ زیر علاج تھی۔ جب کیٹی کے رخصت ہوئے کا وقت آیا تو میں نے اس کو آخری دفعہ دکھائی دینے کے لئے کہا۔ چنانچہ اس نے حاضرین میں سے سب کے ساتھ کلام کی۔ اور مجھے اس لئے مس نکک کی حفاظت کے بارے میں خاص ہدایت کی۔ ان ہدایات میں سے جو کہ شورٹ ہیمنڈ رائٹنگ سے لکھی گئی تھیں۔ میں مفصلہ ذیل کو یہاں پر نقل کرتا ہوں:-

مسٹر کر دس نے ان تجربات میں سے بہت عمدگی کا ثبوت دیا ہے۔ میں فلوریس کو اس کے ہاتھ میں سوپتی ہوں۔ تاکہ وہ اس کی احتیاط رکھے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ وہ اس جہرے میں پورا اترے گا۔ وہ کسی مصیبت کے وقت اس کی بھی نسبت بہتر مدد کر سکتا ہے۔

یہ کہہ کر کیٹی نے مجھ کو بند کمرے میں بلایا۔ پر وہ کو بند کر کے اس نے تھوڑی دیر تک مجھ سے گفتگو کی۔ اور پھر کمرے میں اس جگہ گئی جہاں پر کہ مس نکک بے ہوش پڑی تھی۔ اس پر جھک کر کیٹی نے اس کو چھوا۔ اور کہا:-

جاگو! فلوری۔ جاگو! اب میں جاتی ہوں۔

مس نکک جاگی۔ اور اس نے کیٹی سے زیادہ دیر تک ٹھہرنے کی درخواست کی۔ مگر کیٹی نے کہا: میری پیاری! اب میں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتی۔ کیونکہ میرا مقصد پورا ہو گیا۔ خدا آپ کو برکت دے۔ یہ کہہ کر وہ مس نکک سے کئی منٹ تک غائب نہ رہی۔ یہاں تک کہ مس نکک نے آوازوں نے اس کو بولنے سے بند کر دیا۔ میں کیٹی کی بدادب کے عجائب

مس لک کو سہارا دینے کے لئے آگے بڑھا۔ جو کہ فرش پر گرنے کو تھی میں
 نے ارد گرد دیکھا لیکن نورانی شکل کیٹی غائب ہو گئی۔ جب مس لک کو اچھی
 طرح ہوش آگیا تو روشنی کی گئی۔ اور اس کو باہر لایا گیا۔ میں نے مس لک
 کو ہر ایک امتحان کے اندر سے گزارا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس میں کسی قسم کا
 دھوکہ نہیں تھا۔ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ کسی قسم کا دھوکہ کرنا
 بھی چاہتی۔ تو اس کا فوراً پتہ لگ جاتا۔ کیونکہ وہ فطرتاً دھوکہ دہی سے
 پاک ہے۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ ایک ۱۵ سال کی سول میں پڑھنے
 والی لڑکی اس قسم کی مسلسل دھوکہ دہی کر سکتی ہو۔ اور اس کا پتہ
 نہ لگایا جاسکے۔ خاص کر اس صورت میں جب کہ وہ بہرہ وقت ان
 تمام آزمائشوں کے لئے تیار ہو۔ جو کہ ایک سائنسدان کر سکتا ہے۔
 اور وہ عمل سے پہلے یا بعد ہر ایک قسم کی تحقیقات یا تلاشی دینے کے
 لئے بالکل مستعد ہو۔ اور یہ تمام باتیں اس کے والدین کے گھر میں نہیں
 بلکہ میرے گھر میں واقع ہوتی ہوں اور اس کے والدین کو بھی یہ علم ہو
 کہ اس پر یہ تجربات کیے جا رہے ہیں۔ اور وہ ان تجربات میں شامل
 ہوں۔ اس تمام باتوں کی موجودگی میں یہ خیال کرنا کہ کیٹی کنگ کسی قسم کی
 جلد سانس یا بناوٹ تھی۔ انسانی عقل کو جواب دینا ہے میں یقیناً اس
 نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کیٹی کوئی دھوکہ نہیں تھی۔ بلکہ وہ فی الحقیقت روح تھی۔
 جو کہ حقیقت بسم کے ساتھ ظاہر ہونے کی طاقت رکھتی تھی +
 مستلزم۔ یہ وہ سرسرو ولیم کر وکس کے مذکورہ بالا تجربات و مشاہدات
 کا بیان پڑھ کر تمہارے دل میں کیا خیال پیدا ہوتا ہے +
 اعرافی۔ میرے دل میں یہ بات یقین کی حد تک پہنچ گئی ہے کہ
 جسم سے الگ ہو کر نہ روح فنا ہو جاتی ہے۔ نہ ہی وہ کتے۔ بلی۔ بندہ
 سوڑ یا گھاس پات کے جسم میں چلی جاتی ہے۔ جیسا کہ آریوں۔ یا
 ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔ بلکہ وہ اپنی انسانی شخصیت کے ساتھ قائم
 رہتی ہے +

مسلم: "تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ یہی قرآن مجید کی تعلیم ہے۔ مگر اس بار تمہارے دل پر زیادہ گہرے طور پر نقش کرنے کے لئے میں تمہارے سامنے ابھی اس مسئلہ کے اور بھی کئی پہلوؤں کو پیش کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے الفاظ میں نہیں۔ بلکہ یورپ اور امریکہ کے نہایت ہی مشہور و معروف فلاسفروں کے الفاظ میں پیش کروں گا۔ تاکہ تم کو اس بات کا کامل یقین ہو جائے۔ کہ جسم سے الگ ہو کر نہ تو روح فنا ہو جاتی ہے۔ نہ ہی وہ کسی حیوان یا گھاس پات اور کپڑے کوڑے کی جون میں چلی جاتی ہے اور کہ جس طرح روح کو کیمیائی فعل ماننے کا خیال نہایت ہی فاسد اور غلط ہے۔ اسی طرح ادانوں کا وہم بھی نامعقول وہم ہے۔"

اعرائی: میں نہایت ہی دلی توجہ کے ساتھ ان باتوں کو سن رہا ہوں کیونکہ اس سے سیری معلومات میں بڑا اضافہ ہو رہا ہے۔
مسلم: مگر ایک بات خوب یاد رکھو۔ یورپ اور امریکہ کے سائنسدان کچھ ہی کہتے پھرتے ہیں ان پر اندھا ایمان لانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ جن مسائل کو وہ آج حل کر رہے ہیں۔ ان کو قرآن پاک نے صدیوں پہلے سے حل کر چھوڑا ہے یہیں ان فلاسفروں اور سائنس دانوں کی دھڑ دھوپ کا ذرا دلچسپی سے مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ اسلام اور قرآن پاک کی تعلیم کی عظمت کا ہمیں بخوبی علم ہو سکے اور ہم جان سکیں۔ کہ رب العزۃ نے قرآن پاک کی شکل میں ہمیں آپ ایسی کامل و مکمل نعمت عطا کی ہے۔ کہ جس کے سامنے دنیا جہان کی کل نعمتیں ہیچ ہیں۔

اعرائی: آستا و صدقنا۔

مسلم: یہاں اعرافی کیا تم انڈر وینکس ڈیوس کے نام سے واقف ہو اعرافی: میں امریکہ کے مشہور و معروف انڈر وینکس ڈیوس کے نام سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ ایک اعلیٰ درجے کے فلاسفر سائنسدان

کا ذکر سنادل سے پسند کرتا ہوں۔

مسلم۔ سنو۔ انڈر ویکسن صاحب لکھتے ہیں:-

موت کے معنی سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ وہ ایک قسم کی تبدیلی ہے۔ تبدیلی سے مراد یہ نہیں ہے۔ کہ انسان کی شخصیت کسی دوسری شکل میں بدل جاتی ہے۔ بلکہ تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ روح بطور اصول کے ایک دوسرے جسم میں موجود رہتی ہے۔ جو کہ اس دنیا کا کثیف جسم نہیں ہوتا۔ بلکہ روحانی دنیا سے تعلق رکھنے والا لطیف جسم ہوتا ہے۔ اور وہ جسم اس دنیا کے تعلقات کی بجائے روحانی دنیا کے نہایت ہی خوبصورت اور خوش و خرم تعلقات سے محفوظ ہوتا ہے۔ یہ خیال مت کرو۔ کہ جسم کی موت کے ساتھ ہی روح کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یا موت کے بعد روح کسی غیر جنس کے قالب میں چل جاتی ہے۔ بلکہ موت کے بعد جو تبدیلی ہوتی ہے۔ وہ اتنی ہی ہوتی ہے جتنی کہ ایک غنیمت میں ہوتی ہے۔ جبکہ وہ پھوٹ کر پھول کی خوبصورت شکل میں آ جاتا ہے۔ پس موت روح کے لئے ایک معمولی چیز ہے۔ دوسرے الفاظ میں موت ایک بہتر دنیا اور بہترین تعلقات میں نیا جنم لینا ہے۔ اس قسم کی تبدیلیوں کی بہت سی مثالیں انجیل میں دیکھنے میں آتی ہیں۔ وہ یحییٰ بن حناوند قدس کا ایک رائیجیراہام ہے۔ ہر ایک چیز ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتی یا نیا جنم لیتی ہے۔ مگر یہ تبدیلی بہتری اور تکمیل کی طرف ہوتی ہے۔ اور ان تغیرات کا نام انسان نے موت رکھ دیا ہے۔ موت ایک دروازہ ہے۔ جو کہ ایک نئی مگر بہتر اور زیادہ مکمل حالت کی طرف ہلتا ہے۔ یہ دروازہ کھلتا ہے۔ جس میں سے گزر کر ایک پاکیزہ روح اس جسم سے الگ ہو کر ایک زیادہ روشن زیادہ خوبصورت اور زیادہ عظیم الشان دنیا میں جاتی ہے جس طرح ایک مٹی کی خوشگوار اور گہری نیند میں انسان کو کوئی دکھ محسوس نہیں ہوتا۔ اسی منہ ایک طبیعت موت کی حالت میں بھی اس کو کوئی دکھ محسوس نہیں ہوتا۔ بلکہ راحت ہوتی ہے۔ اس بات کی تصریح کے لئے میں اپنے اس مشاہدہ کا ذکر کرتا ہوں جس سے کہ موت کی جسمانی اور روحانی فساد سخی پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ایک مشاہدہ

پڑھیا عورت بیمار تھی۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا۔ تو میں خوش قسمتی سے جسم اور دماغ کے لحاظ سے اعلیٰ حالت میں تھا۔ اور میں ایک روحانی ہستی کی حالت میں روح کے جسم سے الگ ہونے کا مشاہدہ کر سکتا تھا۔

میں نے دیکھا۔ کہ کثیف یا مادی جسم روح کی ضرورتوں کو پورا کرنے سے عاجز تھا۔ مگر جسم کے اعضاء روح کو اپنے سے الگ ہونے کے راستے میں حائل تھے چنانچہ روح اور جسم بطور دوستوں کے ایک کو دوسرے ہمیشہ کے لئے الگ الگ کرنے والی تمام طاقتوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ یہہ کشاکش باوی النظر میں بہت تکلیف دہ معلوم ہوتی تھی لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ میں نے معلوم کیا۔ کہ جسم کی وہ حرکات کسی قسم کے دکھ یا تکلیف کی علامات نہیں تھیں۔ بلکہ وہ اس بات کی علامت تھیں۔ کہ روح جسم سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہونے کی تیاری کر رہی ہے۔ یک لحظہ کثیف جسم کے سر کے ارگرد ایک نہایت ہی لطیف۔ نرم لچکدار اور روشن حلقہ نمودار ہوا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ دماغ کے بالائی اور زہریں حصے بہت پھیل گئے ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا۔ کہ دماغ نے اپنے فعل کو ترک کر دیا ہے۔ اس کے بعد میں نے ملاحظہ کیا۔ کہ دماغ کے ان حصوں میں برقی اور مقناطیسی لہروں نے زیرین حصے میں سے نکل کر اپنا غلبہ پالیا یکسخت دماغ ایسا صاف اور نازک ہو گیا۔ کہ اس کی لطافت و نزاکت تندرستی کی حالت سے دس گنا زیادہ ہو گئی۔ موت کے لمحوں سے پہلے قدرتی طور پر دماغ کی ایسی ہی حالت ہوتی ہے۔ اس کے بعد موت کا فعل یا روح کا جسم سے الگ ہونے کا عمل مکمل طور پر شروع ہوا۔ دماغ نے جسم کے تمام اعضا کی برقی قوت مقناطیس۔ حرکت۔ زندگی اور جس کے تمام عناصر کو اپنے مختلف حصوں میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ اور سر نہایت ہی پر جلال ہو گیا۔ اور میں نے نہایت ہی غور سے اس بات کا مشاہدہ کیا۔ کہ جس قدر جسم کے زیرین حصے سیاہ اور ٹھنڈے ہوتے جاتے تھے۔ اسی قدر دماغ زیادہ ہلکا اور روشن ہوتا جاتا تھا۔ اب میں نے اس چکر اور روشن کر کے اندر میں

نے کہ سر کو گھیر رکھا تھا۔ میں نے ایک دوسرے سر کی مدھم سی شکل دیکھی
 لطیف سر کی یہ مدھم شکل زیادہ سے زیادہ صاف ہوتی چلی گئی۔ رنتہ رنتہ
 یہ اس قدر مکمل اور اس قدر روشن ہو گئی کہ میں اس پر شکلی باندھ کر دیکھنے
 کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ جب یہ لطیف سر کثیف سر کے اندر سے اس
 کے اوپر شکل اختیار کر رہا تھا۔ تو میں نے دیکھا کہ کثیف سر میں سے جو دوسرا
 لطیف عنصر خارج ہو رہا ہے۔ اس میں بڑی حرکت موجود ہے۔ لیکن جب
 لطیف سر مکمل صاف اور مکمل ہو گیا۔ تو یہ روشن عنصر آہستہ آہستہ باہر
 جس طرح لطیف سر بنا تھا۔ اسی طرح میں نے نہایت ہی سوز و نیت کی
 حالت میں گردن۔ کن۔ سوں۔ سینہ اور تمام لطیف جسم کو جتنے دیکھا۔ جو نقائص
 یا بعد اپنی مادی جسم میں موجود تھے۔ میں نے دیکھا کہ لطیف جسم میں وہ
 بالکل دور ہو گئے تھے۔ جب یہ لطیف روحانی جسم بن رہا تھا۔ تو میں صاف
 طور پر اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس حالت میں کثیف جسم کی بعض حرکات سے
 یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ تکلیف میں ہے۔ مگر یہ غلط تھا۔ دراصل یہ حرکات
 زندگی کے تمام عنصروں کے دماغ میں کھینچ آنے کی علامات تھیں۔ جو کہ بعد
 از ان لطیف جسم میں منتقل ہو گئے۔ جب روح کا لطیف جسم مکمل ہو گیا۔ تو یہ
 مادی جسم یا دماغ کے اوپر جو کہ اب مرجھا تھا۔ ایک زائد یہ قائم نہ بنا ہوا کھڑا
 تھا۔ لیکن پھر اس کے کہ روح کا یہ لطیف جسم کثیف جسم کے ساتھ اپنے تعلقات
 کو ہمیشہ کے لئے کاٹ لیتا۔ میں نے دیکھا کہ اس لطیف جسم کے پاؤں اور مردہ
 جسم کے سر کے درمیان ایک برقی طاقت کی لہر اپنا عمل کر رہی ہے۔ اس
 سے مجھے معلوم ہو گیا کہ جس کو موت کہا جاتا ہے۔ وہ دراصل جنم ہے۔ جو کہ
 روح ایک کثیف جسم سے لطیف جسم میں جنم لیتی ہے۔ اور کہ روح کے کثیف
 جسم کے بعد اس کو ایک ایسا خوبصورت اور لطیف جسم ملتا ہے۔ جو کہ
 زیادہ روشن اور خوشی دینے والا ہوتا ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ روح
 کا کثیف جسم سے الگ ہو کر لطیف جسم یا روحانی دنیا میں داخل ہوتا ہے۔
 ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ بچے کا ماں کے پیٹ سے موجودہ دنیا میں جنم لینا ہے

یہاں تک کہ جس طرح بچہ کی پیدائش کے وقت ماں اور بچے کے تعلق کو ظاہر کرنے والی "نال" موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح لطیف جسم اور کثیف جسم کے درمیان وہ نال موجود تھی۔ جو کہ دونوں جسموں کی علیحدگی سے چند منٹ پیشتر لطیف جسم کے پاؤں اور کثیف جسم کے سر کے درمیان موجود تھی۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ لطیف جسم کے کثیف جسم سے علیحدہ ہو جانے کے بہت قریبی ویر پہلے زندگی کی ایک برقی رد و مردہ جسم میں واپس چلی گئی۔ اور اس میں پھیل گئی۔ جس سے کہ وہ ہم یک نخت ستر جانے سے کچھ دیر تک محفوظ رہا۔ میں نے دیکھا کہ روح نے اپنے لطیف جسم کے ساتھ اپنے ارد گرد کے کرہ کو اپنے لئے موافق بنانا شروع کر دیا۔ اور ایک ایسی راحت محسوس کی۔ جو کہ روحانی دنیا سے تعلق رکھتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ جب اس کے عزیز و اقارب ایک مردہ جسم پر رہے تھے۔ تو روح فلا سفرانہ راحت کے ساتھ ان کے رونے دھونے میں کوئی دلچسپی نہیں لیتی تھی۔ اسے کاش تم ایک مردہ جسم کی طرف سے جو کہ تمہارے رونے دھونے کو نہیں سن سکتا۔ اپنی توجہ کو اس روح کی طرف نہ دو۔ اسے کاش تمہاری آنکھیں کھل سکیں۔ اور تم اس روح کو اپنے لطیف جسم کے ساتھ دیکھ سکو۔ جو کہ ایک لطیف شکل میں تمہارے درمیان موجود ہے۔ مگر جو کہ نہایت ہی خوش ہے۔ در پہلے سے زیادہ خوبصورت جسم رکھتی ہے۔ یہ تمام عمل ذہنی گھنٹہ میں مکمل ہو گیا لیکن یہ کوئی کلیہ قاعدہ نہیں ہے۔ کہ ہر ایک روح جسم سے الگ ہو کر اتنی ہی عرصہ میں اپنے لئے لطیف جسم کو حاصل کر سکتی ہے۔ اپنی جگہ یا پوزیشن کو بدلنے کی بجائے جس وقت اس کی مرگات کا جنو مطالعہ کرنا شروع کیا۔ ہاں ہی کہ وہ ارد گرد کے کرے کے ساتھ مانوس ہو گئی۔ وہ فوراً مردہ جسم کے سر کے نیچے اتر کر کمرے کے دروازے میں سے باہر چلی گئی۔ جو کہ بالکل کھلا چھوڑا گیا تھا۔ اور اس کے جانے کے زمانے میں کوئی رد کاوت نہیں تھی۔ یہ وہ بہار کا مہینہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ کمرے سے باہر نکلا کر کھلی ہوئی ہری چلی گئی ہے۔ میری خوشی اور راحت کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ جبکہ میں نے پہلی ہی ذریعہ

اس بات کا مشاہدہ کیا کہ جس ہوا کو ہم کثیف جسم کے ساتھ سانس لینے کے کام میں لاتے ہیں۔ روح اپنے لطیف جسم کے ساتھ اس ہوا میں قدم رکھتی ہوئی چل سکتی ہے۔ وہ اس کرہ ہوائی میں اسی طرح آرام اور آسانی سے چل رہی تھی جس طرح کہ ہم زمین پر چلتے ہیں۔ جوں ہی روح گھر سے باہر نکلی۔ میں نے دیکھا کہ اس کی دو پہیلی روحوں نے اس کا استقبال کیا اور تینوں نے ایک دوسرے کو پہچانتے کے بعد نہایت ہی خوشی اور تپاک سے ہماری زمین کے ارد گرد پھیلے ہوئے کرہ ہوائی میں بلند ہونا شروع کیا۔ وہ اس کرہ ہوائی میں ایسے قدرتی اور براہ راست طریقے پر چل رہی تھیں۔ جیسا کہ کوئی نہایت ہی آئندہ اور خوشی کے ساتھ ایک خوبصورت پہاڑ کی سیر کر رہا ہو۔ میں ان کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ میری نظر سے اس قدر دور ہو گئیں کہ میں نے ان کو پھر نہ دیکھا۔ اور میں اپنی معمولی حالت پر آگیا اور اس قدر زمین و آسمان کا فرق بجائے اس کے کہ میں اب اس نہایت ہی خوبصورت روح کو دیکھتا۔ میری نظر اب اس مردہ اور ٹھنڈے جسم کے کوئے پر پڑی جس میں سے کہ روح کی تیشی پر داز کر چکی تھی۔ وہ جن کی روحانی آنکھیں قفل چکی ہیں انکے لئے یہ انکشاف بہت دُرُندہ اور راحت دینے والے ہو گئے لیکن وہ جو ظاہر پرست اور مادہ پرست ہیں۔ وہ ان مشاہدات کو ایک مجذوب کی بڑے سمجھینگے۔ مادہ پرست لوگوں کو میں اتنا ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ میں روح کی جسم سے علیحدگی اور اس کے ایک لطیف جسم کے ساتھ قائم رہنے کے متعلق ان روحانی تجربات و مشاہدات کا قایل نہیں ہوں۔ بلکہ میں ایسی باتوں میں قانون قدرت اور دلیل کے سوائے کسی دوسری سند کو نہیں مانتا ہوں۔ بنا بریں روح کے غیر فانی ہونے کے متعلق میں انسانوں یا کتا بونگی تعلیم پر تکیہ نہیں لگاتا بلکہ میں قوانین قدرت اور اپنی ترقی یافتہ عقل پر بھروسہ کرتا ہوں۔ میں اس بات کو بطور ایمان بگنے مٹنے کیلئے تیار نہیں ہوں کہ چونکہ ہم حضرت مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس لئے روح بھی ایک غیر فانی چیز ہے۔ میں اس کو نا کافی سمجھتا ہوں۔ اور میں اس بات

کو بھی نامہ کافی سمجھتا ہوں۔ کہ چونکہ فلان مذہبی کتاب میں روح کے غیر فانی ہونے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس لئے وہ غیر فانی ہے میں ایسی باتوں کو محض فضول سمجھتا ہوں۔ کیونکہ میرے نزدیک وہ لوگ جو کتابوں یا انسانوں اور انکی تعلیم پر اپنا رکھتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کی ہرگز تسلی نہیں کر سکتے جو کہ قانون قدرت اور دلیل پر چلتے ہیں۔ اس پہلو میں میں اپنے ان تین نتائج کو بیان کر دینگا۔ جو کہ قدرت کے مطالعہ کے بعد میں نے اخذ کئے ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ آپکی تحقیقات اور دلیل کی طاقت کو ان نتائج پر غور کر نیکام موقع ملے گا۔ میں روح کو مفصلہ ذیل وجوہات کی بنا پر غیر فانی مانتا ہوں :-

اول۔ قدرت انسان کے جسم کی نشو و نما کا ایک ذریعہ ہے +

دوم۔ انسان کا جسم روح کی نشو و نما کا ذریعہ ہے +

سوم۔ کائنات کی دوسری چیز ذکی طرح روح بھی نشو و نما پاتی ہے تاکہ اپنی شخصیت کو ان کرات میں قائم رکھ سکے۔ جو کہ دائم ہیں +

ہر ایک روح میں ایسی قدرت موجود ہے کہ جس کی بنا پر وہ غیر فانی ہے۔ اور اس کی اس قدرت کو کوئی طاقت نیست و نابود یا مضرب نہیں

کر سکتی۔ یہ وہ مشاہدات ہیں جن سے دنیا بے خبر ہے۔ مگر یہ مشاہدات بالکل

صاف ہیں اور یہ انسان کی خوشی کو دوبالا کرنے والے ہیں۔ اخیر میں

میں یہ کہوں گا کہ موت کوئی ڈر کی چیز نہیں ہے۔ بشرطیکہ طبعی حالت میں واقع

ہو۔ اور کسی حادثہ سے نہ ہو۔ موت ایک ایسا رہنما ہے۔ جو کہ روح کو بہتر

سے بہتر اور شاندار سے شاندار تعلقات کی طرف لے جا رہا ہے۔ انسان

کی یہ سخت غلطی ہے۔ کہ وہ ایک روح کے اس زمین سے سفر کرنے

کی حالت پر روتے ہیں۔ کیونکہ یہ سفر اگرچہ بیرونی آنکھوں کے نزدیک

بہت رنجہ اور ناخوشگوار ہے۔ مگر روح کے لئے یہ راستہ نہایت ہی

خوشی اور غمبوسے پر ہے جس کی آنکھیں کھل چکی ہیں۔ اور جو ایک

ازلی صداقت کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑ چکے ہیں۔ انکے لئے رنج و غم نہیں ہے

اور انکے لئے موت موت نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک دائمی زندگی کے وارث ہیں +

مسلم میاں اعرافی انڈر جیکن ڈپوس کے مذکورہ بالا شرطہ کا معائنہ کر کے تم اپنے لئے کیا نتیجہ نکالتے ہو؟

اعرافی: میرے دل میں یہ سوال پیدا ہو رہا ہے۔ کہ رشح نے اپنے لئے جو لطیف جسم اختیار کیا۔ اور جس کو انڈر جیکن ڈپوس نے دیکھا آیا وہ جسم ان ہی مادی اجزاء کا مجموعہ تھا۔ یا کسی غیر مادی اجزاء کا؟
مسلم: تمہارا یہ سوال بہت ٹھیک سوال ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مادی اور غیر مادی کی ماہیت کو بھی سمجھ لو۔ اور تم کو پتہ لگ جائیگا۔ کہ کثیف اجسام لطیف اجسام کا ہی نتیجہ ہیں۔ اگر لطیف اجسام نہ ہوں۔ تو کثیف اجسام کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ میں متناصب سمجھتا ہوں کہ تمہارے سامنے اجسام کی کثافت یا رصافت کے بارے میں مشہور و معروف سائنسٹ سٹرکیملی فلیمورین کے بیان کو پیش کر دوں۔ صفا موصوف کثیف و لطیف اجسام کے مسئلہ کو بدیں الفاظ حل کرتے ہیں۔
نویا لو جسٹ میں بتاتے ہیں۔ کہ خیالات و مانع کا نتیجہ ہیں۔ اور رداغ کے بغیر کوئی خیال پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور کہ جب رداغ مرجاتا ہے تو ہمارا بھی کلی طور پر خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مگر یہ بات تجربات و مشاہدات کے خلاف ہونیکی وجہ سے غلط ہے ہیں اس بارے میں آزادانہ تحقیقات کی ضرورت ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ آزادانہ تحقیقات کو بہت ہی نظر سے دیکھا جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک چھوٹے سے چھوٹا رداغ بھی اپنے کچھ نہ کچھ پوشیدہ مجید رکھتا ہے جسکو کہ وہ آزادانہ تحقیقات سے ہوا لگانے سے ڈرتا ہے۔ مثلاً اگر میں یہ کہوں۔ کہ روح کی ابدیت جو کہ فلسفہ کے ذریعہ ثابت ہو چکی ہے چشم دید واقعات کی بنا پر بھی ثابت ہونے والی ہے۔ تو بہت سے شکی مزاج میری بات پر ہنسنے لگ جائیگے۔ ایسے لوگوں کو کوئی تحقیقات اور نئے تجربات سخت پریشان کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے یقینی خیالات میں کسی قسم کی تبدیلی کے خواہشمند نہیں دیکھے جاتے۔ انکے نزدیک بنی نوع انسان کی ترقی کی تواریخ محض علمی چیز ہے۔ ان کے نزدیک حقیقتوں کی تحقیقات اور وجد و فکری ایجادیں تمام ملی

تہم ایک قسم کے خوفناک جرم ہیں۔ جو کہ ان کے پہلے خیالات میں انقلاب پیدا کرتے ہیں۔ انکے نزدیک انسانی نسل شروع سے ایسی ہی چلی آئی ہے۔ جیسی کہ وہ آجکل دیکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تاری برقی۔ ریل ٹیلیفون وغیرہ شروع دنیا سے موجود چلی آتی ہیں لیکن وہ اپنی اس حالت کو مجبوراً سمجھتے ہیں جبکہ آنگے آبا و اجداد ننگ و صطرب یا بھیڑ ج پتھر پیٹھے ہوئے جنگلوں میں رہتے تھے۔ وہ بنی نوع انسان کی نئی جدوجہد کی کوئی داد دینے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کے علاوہ وہ وہ طبقہ بھی قابل غور ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ ہم کسی ایسی بات کو نہیں مان سکتے۔ جو کہ ہمارے حواس خمسہ سے ہم کو معلوم نہ ہو جائے۔ گزشتہ نصف صدی تک ایسے لوگوں کے خیالات کی حکومت کا دور دورہ رہا لیکن آج ہم کیا دیکھتے ہیں وہی حواس خمسہ جن پر ہم بھروسہ کرتے ہیں ہمیں سخت دھوکہ دیتے والے ثابت ہو چکے مثلاً ہم سورج، چاند اور ستاروں کو اپنے ارد گرد چکر لگاتا ہوا دیکھتے ہیں۔ مگر یہ بالکل غلط ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ زمین ساکن ہے لیکن یہی غلط ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ صبح کے وقت سورج مشرق میں طلوع ہوتے وقت ہم سے نیچے ہوتا ہے لیکن یہ غلط ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ فلان محسوس چیز کو چھو آ لیکن یہ غلط ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم بے گانے کی آواز سنی۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ رائے ذات خود بے آواز چیز ہے۔ بلکہ ہوا کی حرکت نے ایک بے آواز چیز کو ہم تک پہنچا دیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم روشنی میں خود بخود رنگین ہو دیکھتے ہیں لیکن دراصل یہ روشنی ہے۔ نہ کوئی رنگ۔ یہ تمام چیزیں ایضاً کی حرکات کے کرشمے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آگ میں جلنے سے ہمارے پاؤں کو دکھ ہوتا ہے مگر پاؤں دکھ محسوس نہیں کرتا بلکہ دکھ کا تعلق ہمارے دماغ سے ہے۔ ہم سردی اور گرمی کا نام لیتے ہیں مگر نہ سردی ہے۔ نہ گرمی۔ بلکہ حرکت کی کمی بیشی کا نام ہی سردی اور گرمی ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے حواس خمسہ ہم کو سخت دھوکہ دیتے ہیں۔ کیونکہ حواس خمسہ کا علم کچھ اور ہے۔ حقیقت کچھ اور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسانی معدومات کے پانچ دروازے ہیں۔ یعنی بینائی، شنوائی، ذائقہ، لمس اور سوئچمنٹ کی قوت۔ جب ان پانچ

دروازوں کے ذریعے ہیں اور گرد کی چیزوں کا ہی پتہ نہیں لگ سکتا۔ تو جو خیر
 اُسے دور کی ہیں۔ ان کا تو کیا ہی پتہ لگتا ہے۔ سو گھٹنا چکھنا اور چھوٹا تو بالکل نا
 مکمل دروازے ہیں۔ آنکھ اور کان کسی قدر اچھے ہیں۔ لیکن دراصل
 روشنی سے ہی ہم ارد گرد کی چیزوں کا علم حاصل کرتے ہیں۔ اور روشنی بذاتِ خود
 ہوا کے مسلسل حرکت کرنا نتیجہ ہے۔ اس طرح جو اس خدشہ کا علم اس چھوٹے
 سے جزیرے سے مشابہت رکھتا ہے۔ جو کہ ایک بے انتہا سمندر میں واقع
 ہو۔ جہاں پہ کہ جانی گئی اشیاء کی نسبت نہ جانی گئی اشیاء پر شمار گنا زیادہ
 ہوں۔ اس وقت تک جو تجربات و مشاہدات ہو چکے ہیں۔ اُسے یہ ثابت
 ہو چکا ہے۔ کہ کثیف دنیا کے علاوہ لطیف دنیا بھی موجود ہے۔ اور انسان
 کا کثیف جسم کس چیز سے بنا ہے۔ ایک اوسط درجے کے نوجوان آدمی کا
 وزن ۷۰ سیر ہوتا ہے۔ اس میں ۵۲ سیر پانی ہوتا ہے۔ جو کہ خون یا گوشت
 میں موجود ہوتا ہے۔ اب تم جسم کے مختلف رگ و ریشہ۔ ہڈی۔ گوشت۔ پوست
 کا معائنہ کرو۔ تم کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ سب کے سب عضلات آکسیجن
 نامیٹر جن۔ ہائڈروجن اور کاربانک ایسڈ گیس سے بنے ہوئے ہیں۔ پانی
 کیا ہے؟ وہ گیسوں یعنی آکسیجن اور ہائڈروجن کا ملاپ ہے۔ ہوا آکسیجن اور
 ہائڈروجن کا ملاپ ہے جس میں کہ کسی قدر رطوبت بھی شامل ہے۔ جو کہ بذاتِ
 خود ہائڈروجن میں آکسیجن ہے۔ اس طرح ہر کو معلوم ہو گیا۔ کہ ہمارا جسم حالتِ تبدیل
 ہر وہ گیسو کا مجموعہ ہے۔ پہلے خیال تھا کہ اس جسم کے اجزاء۔ سات سال
 کے اندر بالکل تبدیل ہو جاتے ہیں۔ مگر اب معلوم ہوا ہے۔ کہ سات
 سال نہیں۔ بلکہ پہلے ماہ میں تمام ذرات تبدیل ہو جاتے ہیں۔ آج سے
 تین ماہ پیشتر جو کہ گوشت۔ پوست کے ذرات موجودہ ذرات نہیں تھے
 تھے۔ بلکہ وہ دوسرے ذرات تھے۔ جو کہ تبدیل ہو گئے۔ ہمارے کندھے۔
 ہمارے پیر۔ ہمارے بازو اور ہاتھ اس لگاتار حرکت کر رہے ذرات
 سے بنے ہوئے ہیں۔ چو کہ ہر وقت بہت تازہ ہوتا ہے۔ یہ ایک شہاد ہے۔ جو کہ
 سے سب سے جلتا رہتا ہے۔ پانی کے وہ ذرات جو آج سے تین ماہ پیشتر

ہمارے جسم میں تھے۔ وہ آج ہمیشہ کے لئے اس جسم سے جدا ہو گئے۔ یہ تمام ذرات نچو شکل میں گیسے کا بلکہ ہوا کا مجموعہ ہیں۔ الغرض ہمارا موجودہ کیفیت جسم ایک طرح پر ہوا کا جسم ہے جس کے ذرات غیر پذیرا و پتھر کر رہے ہیں۔ ہمارے کہانے پینے کی تمام اشیاء مثلاً آلو گو بھی سبب ناشیاتی وغیرہ بھی علیٰ بذالغیاس ہوا کی متحد اشکال ہیں۔ وہ طاقت جس کو کہ روح کہا جاتا ہے وہ ہوا کے ان ذرات کو کہانے یا سانس کے ذریعے اپنے جسم کو بناتی ہے اور یہی جسم جو کہ ہوا کے ذرات کا نتیجہ ہے کیفیت جسم کہلاتا ہے۔ ہمارا یہ جسم خواہ کتنا بھی کثیف کیوں نہ ہو۔ مگر دراصل وہ ایتھر کے ذرات سے بنا ہے جنکو کہ روح ایک خاص قانون کے مطیع ایک باقاعدہ شکل میں ملاتی ہے۔ مگر روح ایک غیر مادی چیز ہے جس طرح وہ طاقت غیر مادی ہے۔ جو کہ کائنات کے مختلف ذرات کو ایک جسم کی ہم آہنگی میں باندھے ہوئے ہے۔ آج سے چند صدیاں پیشتر یہ خیال تھا کہ جسم کے جس حصے کو چوٹ پہنچتی ہے۔ وہی حصہ دکھ محسوس کرتا ہے مثلاً انگلی کے درد کی جگہ انگلی میں بتائی جاتی تھی بہت سے سادہ لوگ اور بچے اب بھی ایسا ہی مانتے ہیں لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ دکھ محسوس کر نیکی جگہ دماغ ہے۔ اگر ان چیزوں کا تعلق جو کہ انگلی اور دماغ کے درمیان میں کاٹ دیا جاوے تو خواہ انگلی کو جلا بھی ڈالو۔ کوئی دکھ محسوس نہیں ہوگا۔ فزیالوجی نے اس کو کھاتھ ثابت کر دیا ہے۔ فزیالوجی نے یہ بھی ثابت کر دیا۔ کہ دماغ اور جسم کے اعضاء کے درمیان خبر رسائی کی تاریخ اس قدر ہے کہ وہ ۲۸ میٹر فی سکنڈ کے حساب کی تیزی سے دماغ میں خبر پہنچتی ہے فزیالوجی نے دماغ کو دکھ سکھ محسوس کرنے کا مرکز ثابت کر دیا۔ لیکن فزیالوجی اس سے آگے نہ بڑھی۔ کیونکہ انگلی کی مانند اپنی کوئی دماغ نہ سمجھتے تھے نہیں ہے۔ دماغ کے تمام ذرات میں ایک بھی ذرہ ایسا نہیں ہے۔ جو کہ ہم کے دوسرے ذرات کی طرح بدلتا اور حرکت کرتا رہتا ہو۔ اگر دماغ کے ذرات کی حرکت مادیات تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ تو یہ موت کی علامت ہوگی۔ دماغ بھی جسم کے دوسرے حصوں کی طرح مادہ کے ٹکڑاں لہر پر تیار ہوا ہے۔

خیال کرنا کہ ہماری روح و دماغ کے ان ہی حرکت و تبدیلی پذیر ذرات کا نام ہے
سخت حماقت ہے۔ وہ روح جو کہ اپنی شخصیت کے ساتھ قائم ہے۔ اور وہ روح
جو ان اعمال کی ذرہ و اسی کو اس وقت بھی محسوس کرتی ہے۔ جو کہ اس نے
آج سے دس بارہ یا بیس پچیس سال پیشتر کئے تھے۔ جبکہ اس وقت کے جسم
کے تمام اعضا کے بلکہ خود دماغ کے اس وقت کے ذرات بھی کے تبدیل
ہو گئے ہیں۔ وہ فریالو جیٹ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ روح کوئی علیحدہ شخصیت
نہیں ہے۔ بلکہ وہ دماغ کا ہی نام ہے۔ وہ اپنے ان انگٹھ آباد اجداد کی
مانند ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ دکھ کی جگہ انگلی میں سو جو وہ ہے۔ گو وہ حقیقت سے
زیادہ دور نہیں رہتے ہیں لیکن جب وہ دماغ تک ہی پہنچ رہے ہوتے ہیں۔
اور دماغ کے ذرات کو ہی سب کچھ مان لیتے ہیں تو کہنا پڑتا ہے کہ وہ روح
کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اور ان کی یہ پولیشن اور بھی قابل انسوس
ہو جاتی ہے۔ جبکہ وہ یہ بھی جانتے ہوں کہ دکھ سکھ کا احساس اسی وقت
ہوتا ہے۔ جبکہ جسم کے ان ذرات میں کمی پیشی ہو۔ پس مذکورہ بالا بیان سے
سائنس کی بنا پر جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ وہ یہ ہیں:

اول۔ جس قدر یہ کثیف کائنات نظر آتی ہے۔ وہ دراصل ہیف کائنات
کا نتیجہ ہے۔ جو کہ غیر مرئی اجزاء ہیں۔

دوم۔ یہ غیر مرئی اجزاء ایک خاص طاقت کے ذریعہ باقاعدہ شکل
دیں لئے جاتے ہیں۔

سوم۔ یہ طاقت ایک لایہ شخصیت ہے۔ اور مادہ کا کثیف شوس
یا ہماری ہونا محض نسبتی صفات ہیں۔ وہ کوئی مستقل نہیں ہے۔ اور
جس کو ہم کثیف مادہ کہتے ہیں۔ وہ ان اثرات کے سوا کچھ نہیں ہے
جو کہ غیر مرئی ذرات کی لگاتار حرکت ہمارے جو اس خمہ پر ڈالتی ہے۔ اور
جب ہم سائنس کے ذریعہ اس مادہ کا پتہ لگاتے ہیں۔ تو یہ بالکل غائب ہو جاتا
ہے۔ قانون مطلق جو ہم پر حکومت کر رہا ہے۔ وہ ہماری روح کو اعلیٰ ہے اعلیٰ
منازل میں پہنچانے کا شخصی ہے۔ روح جس قدر کثیف اجسام سے انگ

ہو کر لطیف اجسام میں چلی جاتی ہے۔ اسی قدر وہ کثیف اجسام کے
دکھ سکے سے بالاتر ہو جاتی ہے۔

مسلم۔ تمہاں اعرافی امیں امید کرتا ہوں۔ کہ مذکورہ بالا بیان سے تمہارے
سوال کا جواب مل گیا ہے۔

اعرافی۔ بیشک میرے سوال کا جواب مل گیا۔ اور میں کثیف اولیٰ لطیف
اجسام کی فلاسفی کو اب بخوبی سمجھ گیا ہوں۔ اور میں اس بات کو بھی بخوبی
سمجھ گیا۔ کہ وہ چیز جس کو مادہ کہے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کی دائمی
ہستی کوئی نہیں ہے۔ اور کہ ہماری موجودہ زندگی جو مادیات پر انحصار
رکھتی ہے۔ اس زندگی کے سامنے یہی ہے جو موجودہ اجسام سے الگ ہو کر
لطیف و روحانی حالت میں ہمیں حاصل ہوتی ہے۔

مسلم۔ بہت ٹھیک۔ مگر ذرا ان باتوں کو ذہن میں رکھنا کیونکہ آگے چلکر ہمیں
ان سے بہت مدد ملے گی۔

تیسویں فصل

روح کی آئندہ زندگی

ایک اہم سوال کا جواب

مسلم۔ بیاں اعرافی۔ روح کی آئندہ زندگی کے متعلق تم نے بہت سے
تجربات و مشاہدات کا حال سنا۔ تب تم کو اس مضمون کا مریضا لہرنا چاہا
جو کہ مادی سائنس کے مشہور عالم پروفیسر الفریڈ رسل ولس نے روح
کی آئندہ زندگی کی نوعیت کے متعلق لکھا ہے۔ اور جو بدیں و غافلتیں

اس سول کا جواب کہ آیا جسم سے لگ ہو کر روح اپنی شخصیت
 کے ساتھ قیوم رہتی ہے۔ یا جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔ نہ صرف زمانہ سے
 بطور انگ اشخاص کے جائنا ضروری ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا سوال ہے کہ یہی
 جواب بنی نوع انسان کی آئندہ قسمت کا فیصلہ کن ثابت ہو گا۔ اگر تمام انسان
 یہ مانیں کہ موجود و زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے۔ ورنہ چونکہ دلپریہ
 نقش کہی جائے۔ کہ جو کچھ خوشی ہے وہ اس زمینی زندگی کے ساتھ ختم ہو جاتی
 ہے۔ تو میرے نزدیک بنی نوع انسانی کی حالت حث مایوسی بگشت ہوگی۔ بیونکہ
 اس صورت میں ان کے دل سے انصاف پسندی۔ حق پرستی۔ اور بے مصلحتی
 کا نور ہو جائے گی۔ اور ہر ایک ہو کے نیک۔ پختہ۔ انشکے۔ اور خود غرض انسان
 کے د میں یہ خواہش پیدا ہوگی کہ جہاں تک ہو سکے وہ اس زندگی کو
 مزے سے گزارنے کیلئے دوسروں کے تمام حقوق کو پامال کر دے۔ اس صورت
 میں انسانی نسل کی آئندہ ترقی کا وہ معیار جو کہ بعض فلاسفروں کی طرف
 سے ہمارے پیش کیا جاتا ہے پیٹت مجموعی انسانوں کے لئے کوئی شش کی پیر
 نہیں۔ یہ گمانی حکمران اس باگموان لیا جاوے کہ یہ تمام دنیا مع اس کے باشندوں
 کے ہمیشہ کیلئے باطل نیست و نابود ہو جائے والی ہے وہ خود سفر جو یہ منہری تعمیرات
 رہے ہیں کہ ہم کو دوسروں کی مہمانی کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ اس کی یہ
 تعلیم ان لوگوں کے لئے بالکل بے معنی ہو جائے گی جو روح کو جسم کے ساتھ
 فنا ہونا بیوہلی چیز سمجھ کر اس دنیا کے موجود و عیش و عشرت میں غرق ہیں
 یہ حال کہ جس طرح ہمارے آبا و اجداد نے ہماری بہتری چاہی تھی۔ اسی طرح
 ہمیں آئیو والی انسانوں کی بہتری کا خیالی نہیں۔ باطل فتنوں میں الیاں ہونا کا بدلہ
 ہر ایک شخص اپنی ہی خواہ غرضی میں مست ہو گا۔ ابھی یاد ہو اس ناہی تعلیم کے
 بدلہ ہمارے اخلاق پر اثر ڈالے ہوئے ہیں۔ خود غرضی کا رنج عالمگیر ہو رہا
 ہے لیکن اگر مذہبی تعلیم کے یہ نیاں شہادت بھی اترادے جائیں گے۔
 دنیا بھر میں و ہر یہ نیاں کی اور لوگوں کو آئندہ زندگی کا کوئی اعتقاد نہیں رہے۔
 تو اسکا لازمی نتیجہ جس کی روشنی اسکی جینس ہو گا۔ نہ دست کم زور و دھوکا و رٹا پیشے

اور مثالوں اور بہ کرداروں کی بے تحاشہ شہرت پڑتی، اور خود غرضی کا دنیا میں عالمگیر راج ہو جاتا۔ مگر خوشی کی بات ہے کہ دنیا میں ایسا جہنم نہیں ہے جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے۔ اس لئے کہ راج کا جہم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتا ہے۔ بالکل لغو اور جھوٹ ہے۔ اور اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ روح جسم سے الگ ہو کر بھی برقرار قائم و دائم رہتی ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے زور شور سے تجربات و مشاہدات کئے جا رہے ہیں۔

۴۔ خیالات کی موجودہ بیسیویں صدی میں بہت دیرپا تو بالکل مادہ پرست بنی ہوئی یا بہت سے خداؤں کو مان رہی ہو۔ یا ویدانتی ہو رہی ہو۔ ایسی بیدینی۔ احاد۔ دہریت اور مادہ پرستی کے سر پر موجودہ سپر چوکلرزم بطور آسمانی گوئی یا بھلی کے گرا ہے۔ اور اس نے اس تمام بیدینی۔ اتحاد اور دہریت کو چور چور کر کے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ دماغ کا ٹیٹ جسم کے بغیر بھی فعل کرتا رہتا ہے اور وقت بغیر مادی جسم کے بھی اپنا عمل کرتی ہے۔ اور اس پہلو میں آئے دن کے تجربات و مشاہدات ہر ایک طبقہ کے انسانوں مثلاً اہل سائنس۔ اہل عدالت اور اہل مذاہب کے دلچسپ رہنا مکہ جاتے چلے جا رہے ہیں۔ دنیا کی تواریخ میں موجود زمانہ نہایت ہی خطرناک مادہ پرستی کا زمانہ ہے۔ اور سائنسی دہریت اس بات پر غور کرتا ہے کہ وہ کسی ایسی بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ جو کہ مادی سائنس کے متناقض ہو۔ ایسی مادہ پرستی کی حالت میں سپر چوکلرزم بطور ایک ناخواندہ جہان کے آیا اور اس نے کہ تیس پچاس سال کے عرصہ میں اس خطرناک مادہ پرستی کو پر — دھکیل کر اپنے سے بگاڑ دیا۔ اب سپر چوکلرزم دنیا کے ہر ایک جہزب ملک میں پس رہا ہے۔ اس کے چرچہ و بیچ ہو رہے ہیں۔ اس کے کثرت سے اعتبار است جاری ہیں۔ اور یہ جہازیت جس کی سینکڑوں سائنسوں موجود ہیں اور انہوں نے ان سائنسوں کے ہر ذریعہ سے انسانی سوسائٹی کے تمام طبقوں کے لوگ بادشاہ بن گئے۔ مہملی مزدور دن تک سائنس علم ادب اور فلسفہ کے کاموں سے الگ رہا کرتا ہے۔ اب سپر چوکلرزم کے سامنے موجود ہیں۔ اور کثرت سے ایسے لوگ جو تہذیبیں سے سپر چوکلرزم کی طاقت نے انکو بے راستہ دکھایا۔ بڑے بڑے دہریوں بلکہ

بیدنیوں اور کٹر سے کٹر مادہ پرستوں کی بد اعتقادی کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دینا
 نے انکو اس بات کا قابل کر دیا۔ کہ موت کے بعد روح قائم و دائم رہتی ہے۔
 اور کہ موجودہ مادی دنیا کے علاوہ ایک روحانی دنیا بھی موجود ہے۔ میں
 نے سپر جوئلزم کا پینتیس سال تک نہایت ہی غور و خوض کے ساتھ مطالعہ کیا۔
 میں کہہ سکتا ہوں کہ آج تک ایک بھی ایسا شخص دیکھنے میں نہیں آیا جس
 نے ایک دفعہ سپر جوئلزم کی تواریخ اور اسکے لٹریچر کا کماحقہ مطالعہ کر لیا ہو۔ اور
 وہ ان روحانی تجربات و مشاہدات کا بھی مطالعہ کر چکا ہو۔ جو کہ سپر جوئلزم پیش
 کرتا ہے۔ اور اس کے بعد آسنے یہ کہنے کی جرأت کی ہو کہ یہ تمام محض بناوٹ اور جھلسازی
 ہے۔ بلکہ اسکو اس صداقت کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے۔ اور یہ بات رکھنا
 چاہئے کہ عام طور پر تعلیمیافتہ اور خاص کر سائنسٹک اصحاب سپر جوئلزم کا بخت
 مخالفت کی بنا پر ٹٹ لہہ کرتے آتے ہیں اور انکو یقین ہوتا ہے کہ یہ کوئی ایسی
 جھلسازی یا مکر و فریب ہو گا کہ وہ فوراً اسکو ہشت از پام کر دینگے مگر کامل
 تحقیقات کے بعد وہ یاسکی صداقت کو تسلیم کر نیکی لے مجبور ہو جائے ہیں۔ پینچ
 پرہ فیبر سپر جوئلزم ایک مشہور امریکن کمیٹی ہے۔ انریبل رابرٹ او مین جو کہ بہت
 بڑا عالم فلاسفر اور مادہ پرست تھا۔ اور شکر و کس جو کہ موجودہ زمانہ کا اپنی قسم کا
 کیبل کمیٹی ہے۔ اسی طرح بیسیوں ایسے عالم۔ فلاسفر سائنسدان اسی نسبت سے
 سپر جوئلزم کا مطالعہ کرنے لگے تھے تاکہ وہ اسکو ایک قسم کی جھلسازی ثابت کریں
 اور انہوں نے چند گھنٹے چند دن یا چند ہفتے تک مطالعہ کر کے جلدی سے نتیجہ نہیں
 نکال۔ وہ سالہا سال تک نہایت ہی صبر و استقدل کے ساتھ اسکی جانچ پڑتال
 کرتے رہے نتیجہ یہ ہوا کہ حبقہ روزیادہ انہوں نے اس بات کی تحقیقات کی۔
 اور ہر ایک قسم کے تجربات اور مشاہدات کی بنا پر انہوں نے اسکا پتہ لگایا۔
 اسی قدر وہ اس بات کے قابل ہوتے گئے کہ سپر جوئلزم ایک حقیقی سائنس
 ہے۔ جتنے ہم سے انکے ہو کر انسان کی روح فنا نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اپنی
 انسانی شخصیت کے ساتھ قائم و دائم رہتی ہے۔ بنا بریں انہوں نے اعلان
 کر دیا کہ سپر جوئلزم نہ تو کوئی جھلسازی ہے۔ نہ ہی کوئی فریب ہے۔ نہ ہی

یہ کسی قسم کی باطل پرستی ہے۔ بلکہ بہت عظیم الشان عالمگیر صداقت ہے۔
 ۳۔ ان تمام تجربات اور مشاہدات کو جو کہ اس پہلو میں کئے جا چکے ہیں۔ وہ
 حصول میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک توحسانی اور دوسرے مہلکی۔ ان دونوں
 قسم کے تجربات و مشاہدات میں دماغ کا عمل دیکھا جاتا ہے۔ پہلی قسم کے تجربات
 و مشاہدات میں ہم جسمانی باتوں کو لیتے ہیں۔ ان میں اس قسم کی آوازیں شامل
 ہیں۔ جو کہ معمولی دمک دمک سے لیکر ایک برسے بخاری جھوٹے کی آواز تک سنی
 گئی ہیں جبکہ ان آوازوں کا کانسو و ہلا تجربہ اور مشاہدہ کرنے والوں میں سے
 کوئی نہیں تھا اسکے بعد جسموں کے وزن میں کمی ہونیکا تجربہ تھا۔ جو کہ کسی
 دعوے کر کے دیکھا گیا۔ اسکے بعد بغیر نسانی ہاتھ کی مدد کے میز کرسی۔ درگاہے
 بجائے کے آلات کا ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ دینا بہت سب سے زیادہ عجیب
 یہ بات تھی کہ پھول اور پھل اور بعض صورتوں میں اور مختلف قسم کی پلر چھوٹی چٹی
 اشیاء دور دور کے فاصلے سے بغیر انسانی مدد کے لانی گئی تھیں۔ اس سے
 آگے بننے ایسے تجربات کئے۔ جو کہ تواریخ میں یاد رہینگے یعنی انسانی جسم کا ہوش
 معلق رہنا۔ اور اسکا اسی معلق ہونیکا حالت میں کچھ دور تک چلنا۔ اس سے بھی
 زیادہ عجیب تجربہ یہ تھا کہ بغیر انسانی ہاتھ کے کئی سیوں میں آگیں دی گئیں اور
 سر بہرہ مند وہ ہیں سے بغیر نفس پہنچ گئے۔ دیکھنا کیا آپ اور اسکا مشاہدہ
 بات کے نزدیک اندر سے اٹھو تو نوکدار گھبراہٹ سے ہاتھوں میں سے کوئی لپ
 درخ موعود نہیں تھا کہ میں سے انکو کسی ایک قدم سنی طریقہ پر نذر سلی
 یہ تمام تجربات نہایت ہی ہوشیارانہ اور انتہائی مددگاروں کے سامنے
 کئے گئے ہیں خود اپنی تکفول سے نہایت ذمہ دارانہ کی دیویش سے
 چھڑی دروہاں کو گزرتے دیکھیں۔ مگر جب پردہ ہائی دلو۔ کا لانا نہ کیا گیا
 تو اس میں کوئی سو۔ رخ نظر نہ آیا۔

ہم اسکے علاوہ ہمارے تجربات پر غور کرتے ہیں جو کہ جسم اور دماغ کا مشورہ
 نہایت جاسکتے ہیں مثلاً براہ راست لکھنا و انٹھکشی کرنا۔ یہ ایک ایسا تجربہ ہے کہ
 غالباً کوئی بھی اسکو کر سکتا ہے۔ یہ مختلف طریقوں میں دیکھ کر کب سے بدلنا چاہیے

کو بے کاغذات فرش پر پھینک دئے گئے۔ اور جب چند منٹ کے بعد انکو دیکھا گیا
 گیا تو وہ لکھے ہوئے تھے اسی طرح ناقابل گزر مکانات میں چھت کے فرش
 پر لکھا گیا۔ اس کے علاوہ بند سلیٹ پر بھی تحریر دیکھی گئی۔ حالانکہ سلیٹ
 بھرہ کرنے والے شخص کے سامنے یا اس کے ہاتھ کے نیچے پڑی رہی
 اس کے علاوہ چند ایسے مشاہدات بھی ہیں جن کو کہ موسیقی کے مشاہدات
 کہہ سکتے ہیں۔ سینے موسیقی کے آلات کو کیا جاتا ہے۔ جبکہ وہ آلات باطل
 کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ میں نے ایک موسیقی کے صنہ دق میں آکر موسیقی
 کو ایک خاص شخص کی درخواست پر خود بخود بجایا اور پھر بند ہو جاتے سن۔ ایک
 نہایت ہی عجیب و غریب مشاہدہ جس کو ہزاروں آدمیوں نے دیکھا یہ تھا۔
 کہ ایک اکتارہ ایک ہاتھ سے پکڑ رکھا گیا۔ اور دوسری دیکھائی دینے والے
 ہاتھ کی مدد سے بغیر جوتا تھا۔

۵۔ اس کے علاوہ کیمیکل مشاہدات بھی ہیں۔ ان میں سے ایک مشاہدہ آگ
 کے اثر سے محفوظ رہنے کا ہے۔ مسٹر ڈی۔ ڈی۔ ہوم جو چند سال ہوئے فوت
 ہو چکے ہیں۔ جو کہ ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے میڈیم تھے۔ ایک دھکتا ہوا
 کولہ ہاتھ میں پکڑ کر کمرہ کے اندر لئے پھرتے تھے۔ اور اپنی خاص طاقت کے
 ذریعہ وہ ایسے اشخاص کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ کہ جن کے ہاتھ میں وہ
 کولہ دے دیا جاتا تھا۔ اور اس سے اسکو کوئی گزند نہیں پہنچتا تھا۔ ایک
 دوسرا عجیب و غریب مشاہدہ روح کا اپنے ارد گرد کے مادہ سے جسم اختیار
 کر کے ظاہری شکل میں نمودار ہونا ہے۔ مسٹر کرکس نے ان مشاہدات کا تجربہ کیا
 اور ان کے نتائج کو شائع کر دیا۔ ان مشاہدات کا نہایت سنی سے امتحان کیا
 گیا۔ اور کئی ہفتوں تک امتحان کیا گیا۔ تصویریں اتاری گئیں۔ تو لاگیا۔ اور
 انکو ماپا گیا۔ اس نے اس بات کو جانچنے کے لئے ہر ایک ایسا امتحان
 کیا جو کہ ایک سائنسٹ کر سکتا ہے۔ اور اس نے آخر کار اعلان
 کر دیا۔ کہ یہ حقیقت بالکل سچی ہستیاں ہیں۔ اور روحی ہستیاں ہیں۔
 ان روحانی شخصیتوں کا اس سے بڑھکر ثبوت اور کیا مل سکتا ہے۔ کہ تم

ان کی تصویر اتار لو۔ وہ سرا عجیب و غریب مشاہدہ یہ ہے کہ یہ روحانی
 شخصیتیں بعض اوقات عارضی طور پر اپنے ارد گرد کے مادہ کو جمع کر کے
 ۱۔ بھیا منہ کی شکل ظاہر کرتی ہیں۔ ان ۱۔ نقوں کو آہتی ہوئی پیرافن میں بولا
 گیا۔ لیکن ان کو کوئی گزند نہ پہنچا۔ اب ان مشاہدات پر غور کرو۔ جو کہ خود
 بخود لکھنے کے ہارسے میں دیکھے گئے۔ یعنی ایک شخص اپنی مرضی کو دخل
 دینے کے بغیر لکھتا جاتا ہے۔ اور جو کچھ لکھ رہا ہے اس کا اس کو خود بھی
 علم نہیں ہوتا۔ اس قسم کی بے شمار تحریریں ہمارے مشاہدہ سے گزریں۔
 دوسری قسم کے مشاہدات روحوں کو دیکھنا اور ان سے کلام کرنا ہے۔
 جو اشخاص یہ طاقت رکھتے ہیں، وہ روحوں کی شکل و شباہت اور ان
 کے مطالب کو ایسے جملات الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ روحوں کے عزیز
 واقارب آسانی سے اس بات کا پتہ لگا سکتے ہیں کہ آیا وہ درست
 ہے۔ یا نہیں۔ بعض اوقات یہ اشخاص ایسی باتوں کا پتہ دیتے ہیں۔ جو
 بہت سے میلوں کے فاصلے پر واقع ہو رہی ہیں۔ اور وہ بعض اوقات
 روح کی مدد سے ایک ایسی زبان میں گفتگو کرنے لگ جاتے ہیں جس کو
 وہ ظن نہیں جانتے ہوتے۔ اس قسم کے تجربات اور مشاہدات ہر ایک
 طبقہ کے مرد اور عورت۔ نوجوان اور بوڑھوں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ
 میڈیم کی معرفت کئے جا چکے ہیں ان تجربات اور مشاہدات کا لایق سے
 لایق اہل سائنس نے امتحان کیا۔ اور ان کو درست پایا۔ ایسی صورت
 میں یہ کہنا کہ یہ کسی قسم کی دھوکہ بازی ہے۔ بالکل ناممکن امر ہے۔ یہ تجربات
 اور مشاہدات امریکہ۔ یورپ۔ اسٹریلیا۔ انگلینڈ۔ فرانس۔ چین۔ روس وغیرہ
 تمام ممالک میں کئے گئے۔ ان میں کہیں شخصی اختلاف دیکھا گیا۔ جو اس
 بات کی علامت ہے کہ وہ ایک ہی بات کی نقلیں نہیں تھیں۔ بلکہ اپنے
 قدرتی رنگ میں نمودار ہوتے تھے میڈیم خواہ مرد ہو۔ خواہ عورت۔ لڑکا
 ہو۔ خواہ لڑکی تعلیم یافتہ ہو۔ خواہ غیر تعلیم یافتہ ہو۔ ہندو ہو۔ خواہ غیر ہندو
 کا آدمی۔ تمام حالات میں ان تجربات اور مشاہدات کو درست پایا گیا۔ اس سے

ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ مشاہدات قدرتی تھے۔ اور کہ یہ اس قہقہہ کو ظاہر کرتے
 ہیں۔ جو کہ روح اور جسم کے درمیان ہے۔ یہ تجربات اور مشاہدات صاف طور
 انسانی روح کے بارے میں ہیں۔ جو کہ انسانی حرکات میں اور رد و مزہ کے
 خیالات کے ساتھ ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ان میں انسانی آواز کا۔ لکھنے
 اور نقش کرنے مطلق اور وسیل کے مطابق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس بات
 کے ثبوت میں کہ کسی متوفی شخص کی روح کو کیونکر اس کی روح سمجھا جاسکتا ہے۔
 کافی سے زیادہ شہادتیں موجود ہیں یہاں پر ایک مثال اپنے ذاتی
 تجربہ کی پیش کرتا ہوں۔ میرا ایک بھائی تھا۔ جس کے ساتھ میں نے ابتدائے عمر
 کے سات سال بسر کئے تھے۔ وہ چھپاس محل سے زیادہ کا عرصہ ہوا کہ فوت
 ہو گیا۔ میرے اس بھائی کا لنڈن میں ونیم مارٹن نامی ایک دوست تھا۔ میرے
 بھائی کا نام ولیم واس تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ میرے بھائی کے دوست کا نام
 ولیم تھا۔ کیونکہ وہ اس کو ہمیشہ مارٹن ہی کہتا تھا۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ علم نہیں
 تھا۔ ایک دن جبکہ میں واشنگٹن میں روٹھائیوں سے کلام کر رہا تھا۔ تو مجھے
 مفصلہ ذیل پیغام ملا۔

میں ولیم مارٹنوں میں اپنے پرانے دوست کے لئے لکھ رہا ہوں
 جس کا نام واس تھا۔ تاکہ تم کو یہ بتاؤں کہ وہ کسی دوسرے موقع پر تم سے ہم
 کلام ہو گا۔ میں اس بات کو یقینی طور پر جانتا ہوں کہ امریکہ میں میرے اور ایک
 دوسرے شخص کے سوا کسی کو یہ علم نہیں تھا کہ مارٹن میرے بھائی کا دوست
 تھا۔ اور کسی کو میرے بھائی کا علم نہیں تھا۔ مذہبی یہ علم تھا کہ وہ کیلے فورینا میں تھا
 تھا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ روح اپنی شخصیت کا بخوبی اظہار کر سکتی ہے۔
 سپرچارجم روح کے متعلق ایسے اجسام اور حالات کی واقفیت ہم پر چلتا ہے
 جس کو مادی سامنے قبول کرنے سے بچ سکتی ہے۔ سپرچارجم ہمیں بتاتا ہے کہ
 منہ پر مادہ کے قیود رہتا ہے۔ اور روح کثیف جسم سے الگ ہو کر قائم رہتی ہے
 اس سے اس بات کی کہ روح جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔ بڑے زور و
 طریقہ میں تردید ہو جاتی ہے۔ اس سے ایک نہایت ہی زبردست ثبوت اس بات

کامتا ہے کہ وہ جن کو ہم مردہ سمجھتے ہیں وہ بدستور زندہ ہیں۔ اور کہ ہمارے
ایسے عزیز واقارب ہمارے نزدیک ہی ہیں۔ اگرچہ ہم ان کو نہیں دیکھتے
اس سے روح کی آئندہ زندگی کا زبردست ثبوت ملتا ہے۔ جو کہ ایک بڑی
ہی اطمینان دینے والی چٹائی ہے۔ اس چٹائی کے بغیر بہت سے انسان شک
شبہات کا شکار ہو کر تباہ ہو رہے ہیں۔ +

مستلم۔ یہاں اعرافی! پروفیسر انڈرسل والٹ صاحب کے مذکورہ بالا
بیان کے تم کیا نتیجہ نکالتے ہو؟

اعرافی۔ میں تو اس سے یہی نتیجہ نکالتا ہوں کہ روح کی آئندہ زندگی اور پاک
روحوں کی آئندہ خوشبو کا رب العزت نے جو ذکر قرآن مجید میں کیا ہے وہ باطل
صحیح ہے۔

مستلم۔ یہ ٹھیک ہے۔ مگر کیا تم یہ نہیں سمجھتے کہ ہماری سوچ وہ زندگی کیسی ہے
اور اس کے مقابلہ پر وہ زندگی جو اس جسم سے علیحدہ ہو کر ملنے والی ہے۔ یا
ملتی ہے۔ وہ کیسی اعلیٰ اور سرور و راحت کی زندگی ہے۔ بشرطیکہ ہماری روح
اس دنیا کی آلائشوں میں پھنس کر اس قدر زخمی اور تپے جس نہ ہو جائے کہ وہ
اس دنیوی دنیا کی نعمتوں کو محسوس کرنے سے ہی عاری ہو جائے؟
اعرافی۔ یہ بہت واضح ہے۔

مستلم۔ اچھا تو پھر اب ہم بھی دنیا کے ان عالموں۔ فلاسفوں۔ اور سائنسدانوں
کی طرف سے اپنی توجہ کو ہٹا کر قرآن پاک کی طرف لاتے ہیں۔ تاکہ ہمیں ان مسائل
کے حل کرنا موقع مل سکے۔ جو آپ کی پریشانی اور گھبراہٹ کا باعث ہوئے تھے
اعرافی۔ حضرت! سچ تو یہ ہے کہ آپ اب خواہ مزید تکلیف اٹھائیں۔ یا نہ میرے
شکوہ کو تو اس تپید سے ہی حل ہو گئے۔

مستلم۔ وہ کیسے؟

اعرافی۔ میں نے یہ اگر مجسمہ سندھری زندہ بھی ہو تو وہ اس سماجی زندگی کے ساتھ
ہمارے رسول کریم کی روحانی زندگی پر کبھی تضایات نہیں پاسکتا۔ اس لئے کہ
سماجی زندگی روحانی زندگی سے ہر حالت میں کمتر و ادنیٰ ہے۔

مسلم۔ میاں! تم نے بہت بڑی چیلانگ مار دی۔ ابھی چند منٹ پیشتر تو یہ کہہ رہے تھے کہ اگر مسیح ابن مریم جسدِ عنصری زندہ ہو۔ تو ہم کیوں نہ مسیحی ہو جائیں۔ اس لئے کہ ایک فوت شدہ نبی کی نسبت زندہ نبی افضل علی ہو تا ہے لیکن اب تم مسیحی فاضلوں۔ فلاسفروں۔ اور مسیحی سائنسدانوں کے تجربات و مشاہدات کو منکر فوراً اس نتیجہ پر پہنچائے ہو کہ مسیح خواہ جسدِ عنصری زندہ بھی ہوں تو بھی وہ ہمارے رسول کریم کی روحانی زندگی پر فضیلت نہیں رکھ سکتے۔ اتنے بے صبر کیوں ہوتے ہو۔ ذرا قرآن پاک کی شہادت بھی تو سن لو۔

اعرانی۔ آپ قرآن پاک کی شہادت سنائیں یا نہ سنائیں۔ میں خوب سمجھ گیا کہ جو کچھ صحیح و سالم مان کے پیٹ سے پیدا ہو کر اس روشن و بہتر دنیا کے اندر آ گیا ہے۔ وہ اس پچھلے بد رجحانِ افضل ہے۔ جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہی قید پڑا ہے۔

مسلم۔ اس سے تمہارا کیا مطلب؟

اعرانی۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کے شکم سے طبعی عمر پاکر عالمِ ارواح میں داخل ہو چکے ہیں۔ جبکہ مسیح ابن مریم ابھی جسدِ عنصری خدا معلوم کہاں اس دنیا کے اندر پٹے میں۔ ایسی صورت میں ابن مریم کی مانی زندگی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر باعثِ فضیلت نہیں ہو سکتی جس پر کوئی مسیحی مناد ٹوٹتا مار کر مجھے ہٹا سکے۔ مسلمان۔ اتنی جامد ہی مت کرو۔ ذرا قرآن مجید کی شہادت سنو۔ رب العزّة فرماتا ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتٌ بَلْ أحياءٌ
وَلَا كِنٌ لَّا تَشْعُرُونَ۔ (دک۔ ۲۹) +

تم ان لوگوں کو جو خداوندِ قدوس کی راویں بنا ہو چکے ہیں۔ مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ تو زندہ موجود ہیں۔ لیکن تم اس بات کی حقیقت سے بے خبر ہو۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أحياءٌ
عِندَ رَبِّهِمْ يَنْدَرُونَ۔ (دک۔ ۲۹) +

تم ان لوگوں کو جو فنا فی سبیل اللہ ہو گئے ہیں۔ مردہ مت تصور کرو بلکہ وہ تو زندہ موجود ہیں اور خداوند قدوس کے ان زندگی کی خوراک پاتے ہیں +

ذَقَابْوَاءَ إِذْ آتَيْنَا عِظَامَكُمْ أَذْرُقَانًا ۚ تَالْمُبْعَثُونَ خَلْقًا

جَدِيدًا ۚ قُلْ كُونُوا حِجَارًا أَوْ حَرِيرًا أَوْ خَلْقًا مِمَّا

يَكْبُرُ أَفْضَلُ وَرَبُّكُمْ فَسِيقُوكُون مِّنْ يُعِيدُ تَأْقِلُ الذِّكْرُ

فَطَرَكُمْ أَتَلُمُوتُمْ ۚ فَسَيُنْخِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسُهُمْ وَ

يَقُولُونَ مَتَى هُوَ ۚ قُلْ عَسَى أَن يَكُونَ قَرِيبًا يَوْمَ يَدْعُوكُمْ

فَتُسْتَجَابُ لَهُمْ دَعْوَاهُمْ ۚ فَذَنبُوكُمْ أَن كُنتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ذُرِّيَّةً

وہ لوگ جو روح کو ایک کیسیانی فعل کا نتیجہ مانتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ روح جسم

کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس وقت ہماری ایک ایک

بڑی الگ الگ ہو جائیگی۔ اور ہم سٹرگل کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ کیا یہ ممکن

ہے۔ کہ اس صورت میں ہم ایک بالکل نئے جسم کے ساتھ قائم رہیں۔ ایسے

لوگوں کو شاد و۔ کہ خواہ تم پتھر اور لوہے کے ذروں بھی تبدیل ہو جاؤ۔ یا

تم اپنے آپ کو ایسی حالت میں پہنچا ہو ابھی مان لو۔ کہ جو تمہارے نزدیک

قطعی ناممکن ہے۔ تو یہی تمہاری شخصیت قائم رہے گی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو

ایسا لطیف جسم کون دیکھا۔ ان سے کہہ دو کہ جس خداوند قدوس نے تم کو

موجود و کثیف جسم دیا ہے۔ وہی تم کو ایک لطیف جسم کے ساتھ زندہ کرے گا

یہ سن کر وہ لا جواب ہو کر اپنے سر کو ہلا کر کہتے ہیں۔ کہ اچھا ہم نے مانا کہ ایسا

ہوگا۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ ایسا کب ہوگا۔ ان سے کہہ دو۔ کہ ممکن ہے ایسا

جلد ہی ہی ہو جائے نہش دن خداوند تعالیٰ تم کو اپنی طرف بلائے گا۔ تو تم

اس کی طرف جاؤ گے۔ اور تم خداوند قدوس کی تقدیس کرو گے۔ اور

خیال کر دے گے۔ کہ تم نے دنیا میں جو کثیف جسم کے ساتھ زندگی بسر کی تھی۔

وہ اس جسم کی زندگی کے مقابلہ میں بالکل پیچ تھی۔ اور نہایت تصویری مدت

کی تھی +

وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَوَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ

لَيْسَ الْحَيَوَانُ كَوَكَائِدَ الْعُلُتُونَ (السادہم غ)

اس دنیا کی جسمانی زندگی کیا ہے؟ یہ تو محض کھیل تماشہ ہے۔ اس دوسری دنیا کی جو زندگی ہے۔ وہ یقیناً دائمی زندگی ہے۔ کاش لوگ اس قیمت کو جانیں۔
وَمَا الْحَيَوَانُ إِلَّا نَسَاءُ الْأَكْبَبِ وَهَهُوَ ذَلِيلٌ أَرَا الْآخِرَةَ خَيْرٌ
لِلَّذِينَ يَنْفَقُونَ، أَفَلَا تَعْقِلُونَ، (الانعام غ)

اس دنیا کی جسمانی زندگی کچھ نہیں بلکہ وہ تو محض کھیل تماشہ ہے۔ اس دوسری دنیا کی جو زندگی ہے۔ وہ اس سے ہر طرف بہتر ہے۔ مگر کن لوگوں سے لئے ان کے لئے جو رب العزت کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اس فراسی بات کو بھی نہیں سمجھ سکتے؟

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَهَهُوَ ذَرِينَةٌ تَفَاضَتْ
بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ
الْكُفَّارَ نَبَاتٌ ثُمَّ يَمْحُجُ فَأَنَّهُ يَصْفِرَانَّهُ يَكُونُ حُصَامًا وَ
فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ إِنَّا وَاعِظُونَكَ مِنَ الَّذِينَ رَضُوا
وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعْنٌ لِّغُرُورِهِ سَيَأْتِيَهُمْ إِلَى مَغْفِرَةٍ
مِّن رَّبِّكَمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ
أَعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذَلِكَ فَضْلُ
اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

الحادیس غ

اے لوگو! ان ہول کرشن لو۔ اور خوب جان لو کہ تمہاری اس دنیا کی زندگی محض کھیل۔ تماشہ ہے۔ خطا پرستی پست تپست۔ آپس کی ڈینگ بازی ایک دوسرے کی نسبت مال و اولاد کی کثرت کے لئے مریضی کی علامت ہیں۔ یہ تمام جہ و جہاں ایسی ہی ہے جیسا کہ بارش سے گہاس پھوس اور اناج پیدا ہوتے ہیں۔ کاشتکار اپنی کھیتی باڑی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ جب اسکا اناج پک جاتا ہے۔ تو کیا حالت ہوتی ہے۔ وہی کھیتی جو ابھی سبز تھا و اب قحی۔ سوٹ کر کاٹا ہو جاتی ہے۔ آخر کار سیلوں کے پاؤں کے نیچے

ابن مریم کی فضیلت میں ہرگز ہرگز اضافہ نہیں کرتا۔ بلکہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جسد عنصری سے آزاد ہو کر رب العزت کے حضور میں روحانیوں میں جا شامل ہوئے مسیح پر ہر طرح فوقیت حاصل ہے اس لئے کہ ہمارے نبی کریم رب العزت کے فرمان کے مطابق مقامِ خود سے فائز المرام ہو چکے۔ جبکہ مسیح ابن مریم ابھی بجسد عنصری خدا معلوم کہاں پڑے ہیں؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح کی الوہیت کا عقیدہ ٹھنڈا فاسد ہے۔

مسلم۔ آپ نے بہت ٹھیک نتیجہ نکالا۔ واقعی اگر مسیح ابن مریم کو ابھی تک جسمانی قید و بند میں پڑا ہوا بان لیا جاوے تو یہ امر مسیح کی الوہیت کو توڑنے کے لئے بہترین حربہ ثابت ہوگا۔ اچھا تو ان باتوں کو خوب یاد رکھنا۔ آگے چل کر ہمیں ان سے بہت مدد ملے گی۔

اعرافی بہت بہتر۔

چوبیسویں فصل

مسیح کی حیات و موت

مسلم۔ کیا آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے۔ کہ بحیثیت کا دار و مدار کس بات پر ہے؟

اعرافی۔ میرا خیال ہے۔ کہ بحیثیت کا دار و مدار مسیح کی الوہیت اور کفارہ پر ہے۔

مسلم۔ بہت ٹھیک۔ مگر مسیح کی الوہیت کا حال تو آپ نے دیکھ لیا۔ اب ذرا کفارہ کے مسئلہ پر بھی غور کیجئے۔

اعرافی۔ براہِ سنہ پر شیخ اوقات کرنے سے کیا فائدہ؟

مسلم۔ یہ توضیح اوقات نہیں۔ بلکہ اس بات کا پتہ لگانے کے لئے کہ مسیح کا زندہ رہنا یا مقتول و مصلوب ہو جانا ان تمام باتوں میں سے کوئی صحیح مانی جاوے جس سے کفارہ کے مسئلہ پر غور کرنا آسان ہو جائے۔

اعترافی بہت بہتر۔ تو آپ ذرا اس پر روشنی ڈالیں۔

مسلم نہ یحییٰ کا سارا زور اس بات پر ہے کہ آدم نے گناہ کیا۔ اور دہی اس کی وجہ سے لعنتی ہوئی۔ اس لعنت کو دور کرنے کے لئے شروری کھا کہ خداوند خدا اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجتا۔ تاکہ وہ صلیب پر لعنت کی موت مر کر دنیا کے گناہوں کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھالے جاتا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

ای یقیناً اس نے ہماری مشقتیں اٹھالیں۔ اور ہمارے غموں کا بوجھ

اپنے اوپر چڑھایا۔ ہم نے اس کا یہ حال سمجھا۔ کہ وہ خدا کا ماما کوٹا اور ستا یا ہوا ہے۔ پر وہ ہمارے گناہوں کے سبب گھائل کیا گیا۔

اور ہماری بد کاریوں کے سبب کچلا گیا۔ اور ہماری ہی سلامتی کے لئے

اس پر سیاست ہوئی۔ تاکہ اس کے مار کھانے سے ہم چٹکے ہوں۔ ہم سب

پتیلوں کی مانند بھٹک گئے۔ ہم میں سے سب ایک راہ کو پھرا۔ پر خداوند نے

ہم سب کو بھٹکی بد کاری اس پر لا دوی۔ وہ تو نہایت تائب اور غمزدہ ہوا۔

تو بھی اس نے اپنا منہ نہ کھولا۔ وہ جیسے پرہیزگار بننے کے لئے جاتے۔ اور

جیسے بیٹھے اپنے بال کرتے لے کے آگے بے زبان ہے۔ اس طرح اس

نے اپنا منہ نہ کھولا۔ ابد ابد کے اور اس پر حکم کر کے وہ آتے بیٹے

پر کون اس کے زمانہ کا بیاں کرے گا کہ میں زندہ دئی زمین سے طرد ہوا

گیا۔ میری گدہ نے گناہوں کے سبب اس پر مار پڑی۔ اس کی قبر بھی

شریروں کے درمیان ٹھہرائی گئی تھی۔ پر وہ اپنے مرنے کے بعد دوستوں

کے ساتھ ہوا۔ کیونکہ اس نے کوئی جرح کاظم نہ کیا۔ اور اس کے بہت سے ہرے

تیل نہ تھے لیکن خداوند کو پس آیا۔ کہ اسے پٹھے۔ اس نے اسے زمین

کیا۔ جب اس کی جان گناہ کے لئے گدہ بنی ہوئی۔ تو اس نے اس کی

اور اس کی عمر ورنہ ہوگی۔۔۔۔ وہ انکی بدکاریاں اپنے اوپر اٹھالیگا۔۔۔ اس
نے اپنی بن موت کے لئے انڈیل دی اور وہ گنہگاروں کے درمیان شمار کیا
گیا۔ اور اس نے بہتوں کے گناہ اٹھائے۔ اور گنہگاروں کی شفاعت کی
یہ حیاہ بات۔ آیت ۴۰۔ ۴۱

۲۔ ابن آدم ان سے نہیں آیا۔ کہ خدا مست لے۔ بلکہ خدا مست کرے۔ اور
اپنی جان بہتیروں کے بدلہ میں فدیہ دے۔ تھی پڑ +
۳۔ جس طرح موسیٰ نے سناپ کو بیابان میں اونچے پر چڑھایا۔ اسی طرح خدا
سے کہ ابن آدم بھی اونچے پر چڑھایا جائے۔ تاکہ جو کوئی ایمان لائے
اس میں ہمیشہ کی زندگی پائے۔ یوحنا ۳۰

۴۔ دوسرے دن اس نے یسوع کو اپنی طرف آتے دیکھ کر کہہ دیکھو ایسے
خدا کا بڑا ہے۔ جو دنیا کا گناہ اٹھائے جاتا ہے۔ یوحنا ۳۱

۵۔ اے میرے بچے! ہم بائیس میں تہیں اس لئے لکھتا ہوں کہ تم گناہ نہ کرو۔
گر کوئی گناہ کرے تو باپ کے پاس ہمارا ایک مددگار موجود ہے یعنی یسوع
نجات دہندہ۔ اور وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ نہ صرف ہمارے
ہی گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی یحنا کا پہلا خط ۲

۶۔ اس مرضی کے سبب ہم یسوع مسیح کے جسم کے ایک ہی بار قربان
ہوئے وسیلے سے پاک ہو گئے ہیں۔ اور ہر ایک کا بن تو کھٹے
ہو کر ہو۔ ورنہ بدلت کرتا ہے۔ اور ایک ہی طرح کی قربانیاں بار بار نہ دیتا
ہے۔ جو ہرگز گناہوں کو دور نہیں کر سکتیں لیکن یہ شخص ہمیشہ کے لئے
ایک ہی قربانی گذرا مگر خدا کی وہی طرف جابھٹا اور اسی وقت
میں ہمیں ملے۔ کہ اس کے دشمن اس کے پاؤں کے لئے کی چوکی ہیں
کیونکہ اس نے ایک ہی قربانی چڑھانے سے ان کو ہمیشہ کے لئے کامل کیا
ہے۔ کیونکہ خداوند فانی ہے۔ ان کے گناہوں اور پیدہ ہوئے گناہوں کی
پاداش کر دے گا۔ اور جب انکی معافی ہوگی ہے۔ تو پھر گناہ کی قربانی
نہیں۔ ہی۔ غیرانہ دل ۳۰

جی اٹھنے والوں میں سے پہلوٹھا تاکہ سب باتوں میں اس کا اول درجہ ہو۔ چونکہ باپ کو پسند آیا کہ ساری محوری اس میں سکونت کرے۔ اور اس کے خون کے سبب جو صلیب پر بہا صلح کر کے سب چیزوں کا اسی کے وسیلے سے اپنے ساتھ میل کرے۔ خواہ وہ زمین کی ہوں خواہ آسمان کی۔ اور اس سے اس کے جسمانی بدن موت کے وسیلے سے تمہارا بھی میل کر لیا۔ جو پہلے خارج اور بڑے کا سوکے سبب دل سے دشمن تھے۔ تاکہ وہ تم کو بقدر سبب عیب اور بے الزام بنا کر اپنے سامنے حاضر کرے۔ **کلمیوں ۱۹۔ ۲۰۔**

۱۳۔ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا ہے تاکہ ہم اس کے سبب سے زندہ رہیں محبت اس میں نہیں کہ ہم نے خدا سے محبت کی۔ بلکہ اس میں ہے۔ کہ اس نے ہم سے محبت کی۔ اور ہمارے گناہوں کے کفارہ کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا۔ یوحنا ۱۔ ۱۱۔

۱۴۔ اگر خدا ہماری طرف ہے۔ تو کون ہمارا مخالف ہے جس نے اپنے بیٹے کو ہی دریغ نہ کیا بلکہ ہم سب کی خاطر اسے حوالہ کر دیا۔ مسیح یسوع وہ ہے۔ جو مر گیا۔ بلکہ مردوں میں سے جی اٹھا۔ اور خدا کی دہنی طرف ہے۔ اور ہماری شفاعت بھی کرتا ہے۔ وہیوں ۱۔ ۲۹۔

۱۵۔ اگر مسیح نہیں جی اٹھا تو ہماری میناوی بھی بے فائدہ ہے۔ اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ۔ بلکہ ہم خدا کے جھوٹے گواہ ٹھہرے۔ کیونکہ ہم نے خدا کی بابت یہ گواہی دی کہ اس نے مسیح کو جلا دیا۔ سالانہ نہیں جلا دیا۔ اور اگر مردے نہیں جی اٹھے۔ تو مسیح بھی نہیں جی اٹھا۔ اور اگر مسیح نہیں جی اٹھا تو تمہارا ایمان بے فائدہ ہے۔ تم اب تک اپنے گناہوں میں گرفتار ہو بلکہ جو مسیح میں سو گئے ہیں وہ بھی ہلاک ہوئے۔ اگر ہم صرف اسی زندگی میں مسیح میں امید رکھتے ہیں تو ہم سارے آدمیوں سے زیادہ پشیمانی ہیں۔ **اکرتھیوں ۱۴۔ ۱۵۔**

میاں اعراقی۔ تم نے دیکھا کہ تاجیل کا سارا زور اس بات پر بیچ ہوتا

کہ مسیح دنیا کے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر صلیب پر لعنت کی موت مر گیا۔ اور کہ اگر مسیح صلیب پر مر کر اور دنیا کے گناہوں کا کفارہ ہو کر مردوں میں سے جی نہیں اٹھا تو پلوں رسول کے الفاظ میں مسیحی دین باطل ہو جاتا ہے۔ مگر کفارہ کے لئے ضروری ہے کہ مسیح کو مقتول یا مصلوب مانا جاوے۔ اگر مسیح ابھی تک زندہ ہے۔ یا وہ طبعی موت نہیں مرا۔ تو کفارہ باطل ہو گیا۔ اب اگر اناجیل کی اس عقیدہ کے مقابلہ پر کوئی آسمانی کتاب یہ ثابت کر دے کہ مسیح مقتول یا مصلوب نہیں ہوا۔ تو تم مسیحیت کے تعلق کیا زائے قائم کر دو گے؟

اعرافی۔ اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ مسیح صلیب پر لعنت کی موت نہیں مرا۔ تو اس میں کیا شک ہے۔ کہ مسیحی دین مسیحی عقیدہ مسیحی ایمان پلوں رسول کے الفاظ میں از سر تاپا باطل ہے۔ بے فائدہ اور باعث ہلاکت ہو جاتا ہے۔ مسلم۔ بہت اچھا اب آپ ذرا قرآن پاک کا مطالعہ فرمائیں۔ رب العزۃ مسیح علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے۔

وَقَوْلُهُمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ذَلِكَ الَّذِينَ اِخْتَلَفُوا فِيهِ لَقِيَ شَكٍّ مِنْهُمْ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتَّبَاعُ الظَّنِّ وَمَا تَكَلَّوْا بِهِمْ اِلَّا بَعْضُ الَّذِي دَخَلَ اُذُنَهُمْ

اور اس کتاب کا یہ کہنا بھی محض کفر ہے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو جو خدا کا رسول تھا قتل کر ڈالا حالانکہ انہوں نے نہ کو قتل کیا۔ نہ صلیب پر پڑھا یا ڈالا۔ ان کے لئے باریک بینی سے اختلاف تھا۔ اور وہ لوگ جو مسیح علیہ السلام کے تابعین تھے ان کے لئے میں وہ اس کی طرف سے محض شک میں ہیں۔ ان کو ٹھیک بات کا تو یہ نہیں ہے۔ وہ اگلے سے کام لے رہے ہیں۔ یہ تو امر و انہ سے کہ جو ہرگز قتل نہیں کیا گیا۔ بلکہ رب العزۃ نے اس کو اپنے ہاں مغرب شہر بابا۔ در رب العزۃ قدرت و حکمت والا ہے۔

اعرافی۔ اس سے تو کوئی دین کے خلاف نہ ہو سکتا۔ بلکہ یہ دین سے اٹھتا

اس لئے کہ مسیح نہ قتل کیا گیا نہ صلیب پر مرا۔ تو وہ کفارہ کیسے ہوا؟
 مسلمان یہ باطل بھیبت ہے مسیح کے قتل ہونے یا ان کے صلیب دئے جانے
 کی قرآن پاک نے نہایت شد و مد سے تردید کی ہے۔ اس سے یہودیوں اور
 عیسائیوں دونوں پر اتمام حجت ہو گئی۔ کیونکہ یہودی تو یہ کہتے تھے کہ مسیح
 ابن مریم خود خدا کا بندہ تھا۔ اور جھوٹا نبی قتل کیا جاتا ہے۔ بنا برین مسیح
 بھی قتل کیا گیا۔ اور یہی یہ کہتے تھے کہ وہ ابن اللہ تھا۔ اور کہ وہ گنہگاروں
 کے لئے صلیب پر لعنت کی موت مر کر کفارہ ہوا۔ رب العزۃ نے ان دونوں کو
 مسیح ابن مریم کے متعلق یہ کفر بولنے سے منع کیا۔ اور صاف صاف فرما دیا کہ
 مسیح ابن مریم نہ تو ابن اللہ تھا۔ نہ ہی وہ جھوٹا نبی تھا۔ بلکہ وہ عبد اللہ اور
 رسول اللہ تھے خدا کا بندہ اور خدا کا سچا نبی تھا۔ اور کہ وہ نہ تو یہودیوں
 کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔ نہ ہی وہ مسیحیوں کے اعتقاد کے مطابق صلیب پر
 لعنت کی موت مر کر گنہگاروں کے لئے کفارہ ہو۔ نہ ہی وہ مرنے کے
 بعد اسی خاکی جسم کے ساتھ تین دن کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر نہ اٹھنے
 والے تھے ہاتھ جا چکا۔ رب العزۃ فرماتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے متعلق یہ سب
 ادسہ جیوں کے اس قسم کے خیالات مسیح ابن مریم کے پارے ہیں محض کفر ہیں
 میاں اعرافی: اب آپ پوچھیں رسول کے اس بیان کا دوبارہ طالع فرمائیے
 ”اگر مسیح نہیں ہی اٹھا۔ تو ہماری من دی بے فائدہ ہے۔ اور تمہارا
 ایمان ہی بے فائدہ ہے۔ بلکہ ہم خدا کے جھوٹے گواہ ٹھہریں گے۔ کیونکہ
 ہم نے خدا کی بابت یہ گواہی دی کہ اس نے مسیح کو جلا دیا۔ حالانکہ
 نہ یہ جلا دیا۔ نہ اگر مردے نہیں ہی اٹھتے۔ تو مسیح بھی نہیں ہی اٹھا
 اور اگر مسیح نہیں ہی اٹھا تو تمہارا ایمان بے فائدہ ہے۔ تو اب تمہیں
 چننے کا یہ ہے کہ تمہیں گرفتار ہو۔ بلکہ جو مسیح میں سو گئے ہیں وہ جس ملک
 میں ہیں۔ اگر ہم وہاں اسی زندگی میں مسیح میں امید رکھتے ہیں۔ تو ہم سب

آویں سے زیادہ بد نصیب ہیں۔ اگر تمہیں چاہیے

اعراف نے فرمایا کہ جب کہ رب العزۃ نے نہایت زور سے فرمایا ہے

ان لوگوں کو جو سچ کو این تہد مانتے تھے۔ خود ان کے اس پہنچنے سے نہ
 ہٹ کر ہوئے تھے۔ اس لئے کہ سچ سچ قتل میں ایسا کیا۔ یہ صلیب
 پر چھوڑا گیا۔ تو وہ مرنے کے تین دن بعد زندہ ہو سکے۔ اس پر بھی نہیں
 پھر وہ سمجھتا ہے کہ گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ مجھے تو آج پتہ لگا کہ یہ سچ
 لوگ سارے رسول کریم علیہ السلام اور ان کے قرآن پاک کو لغو و بابت
 کی بات چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید ہے تو سچ کے قتل و صلیب
 کی تہذیب کے گویا تکرار ہے۔ یہی عقیدہ دلہری سچ وین سندے، اس کے بعد
 اگر تاب یک ہفت سے اگر اجاڑ رہے تو غرض کہ
 مسلمان۔ جس سے شق ہے۔

آخری بات یہ کہ سوا اس کا جواب تو مجھے ہی لگتا ہے۔ مگر ان سے
 سوال کیا جا رہا ہے؟

مسلمان۔ یہاں اس کی طرف سے کچھ نہیں

اعمالی وہ کیا حال ہے کہ سوائے یہ کہتے ہیں کہ سچ کو
 یہ دونوں سے پہلے کہ سچ کو قتل میں لگا کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کے
 فتنے میں دشمنی کی جھڑپیں کرتے۔ تو پھر وہ پھر اس کے
 جہاں وہ ایک ہوجا میں جس کو یہودیوں نے قتل کر دیا۔ اس کے
 سخی سے کمانے کے لئے اس کے پاس نہ تھا۔ پھر وہ سچ کو
 سے ایک کہ سچ کو قتل نہیں سے دور رہا تاکہ اپنی قوم کو سچ پر نہ لگا
 دینے کی خبر سے۔ مگر یہ اسے اس یہودیوں کی جس میں ہوسچ کی سی بنا دی ہو
 نے بہا کی درجن کے چنانچہ کہوں سے اس کو یہودیوں پر لگا دیا۔ وہ سچ کو
 کہ وہ سچ کو قتل کر آدمیوں کا یہودیوں سے کہ وہ خوب باخبر ہیں کہ
 بہا کی سچ سے۔ تو یہ آدمی نہیں۔ بہا کی قوم میں مر رہے ہیں کہ وہ نہیں
 جانتے ہیں۔ ان کے انوں سے اس کی بہا کی قوم میں لگا دیا۔ وہ سچ کو
 کہ وہ سچ کو قتل کر آدمیوں سے اس کی بہا کی قوم میں لگا دیا۔ وہ سچ کو
 کہ وہ سچ کو قتل کر آدمیوں سے اس کی بہا کی قوم میں لگا دیا۔ وہ سچ کو

کیوں جناب! یہ کیسا گڑ بڑ بھالا ہے؟
 مسئلہ۔ میاں قرآن مجید میں تو اس قسم کی گڑ بڑ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ ممکن ہے
 لفظ تشبیہ سے یہ تمام کہانی اختراع کر لی گئی ہو۔ حالانکہ اسکے لئے قرآن پاک
 میں کوئی کنجائش نہیں ہے۔ اسلئے کہ رب العزۃ نے تشبیہ کی تفسیر کیلئے اسی
 آیت میں پے درپے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو اس بات کو واضح کر دیتے
 ہیں کہ تشبیہ سے مراد اختلاف شک۔ اتباع الظن ہے۔ اور یہ اس وقت
 ہوتا ہے جبکہ کسی امر کے متعلق انسان کو مذللہ ہو۔ یہ من علم یتکھا حہ علم نہ ہو۔
 چونکہ مسیح کی پیدائش اور موت کے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں میں اس قسم
 کے اختلافات شکوک اور اتباع الظن کی حالت تھی۔ اسلئے رب العزۃ نے مسیح
 کے متعلق ان تمام باتوں کے ازالہ کیلئے ایک ہی لفظ تشبیہ فرما کر پوزیشن صاف کر دی
 اس میں نہ مسیح کے آسمانی پیراؤں کا ذکر ہے۔ نہ متجزہ نہ کرامات نہ ہی مسیح علیہ السلام
 کی ہمارے نبی کریم پر کوئی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ چونکہ
 مسیح آسمانی پیراؤں کا تھا۔ اسلئے وہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام سے افضل تھا۔
 اعرافی۔ جزاک اللہ۔ میرا اطمینان ہو گیا۔ مگر مجھے یہاں پر ایک قصہ یاد آیا ہے۔
 اجازت ہو تو عرض کر دوں +

مسئلہ۔ اگر حسب موقع و بامعنی ہو۔ تو کچھ حرج نہیں۔ سنا دو مفسرین بھی تو اپنے
 من گھڑت تھے سنائی دیتے ہیں۔ تم بھی سنا دو۔
 اعرافی میں نے سنا ہے کہ ایک شہر کا نام اندھیرنگری تھا۔ جو ایک راجہ کے
 زیر فرمان تھا۔ اندھیرنگری کے راجہ نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ اُسکے راج میں
 ہر ایک چیز کے سیر کے چنانچہ کھی دودھ۔ کھانڈ شکر غرضیکہ ہر ایک چیز
 اندھیرنگری میں ٹکے سیر کرتی تھی کسی شاگرد نے اپنے اوستا سے کہا کہ حضرت!
 اگر اندھیرنگری میں چل سہیں تو بہر روز تماں کہا یا کریں۔ اوستا نے کہا کہ ہاں
 خیال نہ کرو۔ مگر شاگرد ہٹیل تھا۔ وہ اوستا کو اندھیرنگری میں لے ہی تو گیا۔ اوستا
 شاگرد کے سیر کا دودھ لگسی۔ بہانہ شکر کہانی کر خوب دے بن گئے۔ اتفاقاً راجہ
 نے کسی کمرے سے شخص کو پھانسی کا حکم دیا۔ جب اسکو پھانسی چڑھانے لئے تو

پھانسی کا پھندا بڑا نکلا۔ جلا دوں نے کہا حضور ملزم کی گردن پٹی ہے۔ اور
 پھانسی کا پھندا بڑا ہے فٹ نہیں پیٹتا۔ راجہ نے حکم دیا۔ اچھ کوئی موٹا سا
 آدمی لے آؤ۔ چنانچہ اندھیر نگری میں تلاش کرتے کرتے یہی دونوں استاد
 شاگرد موٹے دے بے ملے۔ دونوں کو پکڑ کر پھانسی کے تختے پر لیٹے۔ راجہ نے کہا
 ان میں سے ایک کو ٹکا دو۔ پہلے شاگرد کو ٹکانے لگے تو وہ رو دیا اور بولا۔ کہ
 اڈہتا جی بچاؤ۔ استاد جی کہنے لگے کہ بخت میں نے تو تمہیں منع کیا تھا کہ اندھیر
 نگری میں مت جاؤ۔ مگر تم نے نہ مانا۔ اب بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ ذرا
 کان میں سنلو۔ استاد نے شاگرد کے کان میں پھونک ماری۔ وہ سمجھ گیا۔ ادھر
 استاد نے جلا دوں کو کہا کہ پہلے مجھے پھانسی دو۔ شاگرد بولا نہیں پہلے مجھے ٹکاؤ۔
 استاد نے کہا۔ یہ کم بخت جھوٹا ہے۔ پہلے مجھے ہی ٹکاؤ۔ شاگرد نے کہا۔ کہ یہ
 استاد ہی بے پیر ہے۔ پہلے مجھے چلتا کرو۔ دونوں خوب کھم کھم ہو گئے۔ راجہ نے دیکھا
 کہ یہ عجیب امتی ہیں۔ ایک سے پہلے دوسرا پھانسی چڑھنا چاہتا ہے۔ اس نے دونوں کو
 بلایا۔ اور پوچھا یہ کیا معاملہ ہے۔ استاد نے کہا حضور بات صرف اتنی ہے کہ اس وقت
 پاؤں گھٹنے کے لئے آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور فرشتے استقبال کیلئے
 آگے ہیں۔ جو پہلے پھانسی پائیگا۔ وہ سیدھا بہشت میں جائیگا۔ اسلئے ہم دونوں لڑ
 رہے ہیں کہ اس موقع سے کون فائدہ اٹھائے۔ راجہ نے کہا تم دونوں پھانسی کے
 قتل نہیں ہو۔ ہٹ جاؤ۔ پہلے ہم پھانسی پکڑو۔ بہشت میں جائینگے۔ چنانچہ استاد شاگرد
 تو بچ گئے۔ اور اندھیر نگری کا راجہ پھانسی پر لٹک گیا۔ اور مر گیا۔
 مسلمان میاں! تم نے پیٹھ تو خوب ستیا۔ مگر اس کا موقع و محل؛
 اعرافی۔ حضور سنا آپ ذرا خیال تو فرمیں کہ یہودیوں کی طرف سے پھانسی تو مسیح کیلئے
 گاڑی جاوے۔ اور لٹک جائے اس یہودیوں کا ہی سردار۔ اور یہودی بھی گنہگار
 جسکے بارے میں مسیح نے کہا تھا۔ کہ تم ہاتھی ٹکھاتے ہو۔ اور بچھڑ جھانستے ہو۔ ایسی ذریعہ
 قوم کا سردار پھانسی پر لٹکا دیا جاتا۔ اور یہ قوم دن دہائے بھی اسکو پہچان نہ سکتی۔ یہ تو
 بڑا اندھیر ہے۔
 مسلمان کیا خوب!

اعراقی بننا ہے جسے کہ قرآن یک سہ ہوا تھا۔ اور دروغوں میں سے ہے۔
 یہ جیسا کہ پہلے بھی لکھا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ مگر عرض ہوتا ہے کہ آپ
 نے دفعہ اول میں دیش کا ترجمہ مقرب نہیں کیا کیسے کہ یہ نام نہایت نامور ہے۔
 کیا ترجمہ ہی کیا ہے کہ خائنوں کا بڑا ہندوستان کی آسمان پر آگیا ہے۔

مسلم قرآن پاک سے تو ہم ہر گز ہٹنے کا نہیں، سناؤ تاکہ وہ جانتا ہو
 زمین و آسمان میں کیا ہے۔ یہاں شروع ہے قرآن پاک سے جسے علیہ السلام
 نے تعین و دوسری باتیں تو یہی فرمایا ہے کہ دیکھو! اتنا ہی دیکھو تو وہ
 دیکھ رہے ہیں (ان میں سے) کہ یہ دیکھ رہے ہیں وہاں آگ ہے اور

تو زمین سے آگ ہے۔ دیکھو! دیکھو! دیکھو! دیکھو! دیکھو! دیکھو! دیکھو!
 کہیں آسمان پر ہی چلنا ہوا مانا جاوے۔ حالانکہ قرآن پاک نے فرمایا ہے کہ وہاں آگ ہے
 تمہاری شاہجہان سے بھی زیادہ زیادہ ہے۔ اور کہ جہاں ہمیں تو تین ہوتے ہیں۔

وہاں وہ خدا بھی ہوتا ہے۔ وہاں تو بائیں ہوتے ہوئے وہاں تو چپا خدا بھی ہوتا ہے
 جہاں سے آگ ہے۔ وہاں سے آگ ہے۔ وہاں سے آگ ہے۔ وہاں سے آگ ہے۔ وہاں سے آگ ہے۔

نہیں تھی کہ وہ آگ کو آگ نہیں کہتا۔ زمین پر نہیں کہتا۔ یہاں سے آگ ہے۔
 سے زمین کے چاروں طرف نہیں ہے۔ پھر آگوں کو زمین پر لوگوں نے کہہ دیا ہے۔
 زمین کو زمین سے ٹھکانا۔ ان کے پاس جو زمین ہے وہاں سے آگ ہے۔

جہاں سے آگ ہے۔ وہاں سے آگ ہے۔ قرآن پاک میں اسکا کہیں ذکر نہیں ہے۔ زمین
 کا ذکر ہے۔ بات صرف اتنی ہی ہے کہ یہودی مسیح علیہ السلام کہ جو شاہی شاہین
 واجب القتل کر دئے تھے۔ ان کی انکو بن اسد سمجھتے تھے۔ جو ان کے لئے عذاب

پرستش کی سات مرکز قرار ہو گیا۔ رب العزت نے ان دونوں قوموں کو نیکو کے بارے
 میں کفر بولتے ہوئے دیکھا کہ قرآن پاک کے ذریعہ فیصلہ کر دیا۔ کہ مسیح ابن مریم
 کا سچا بیٹا تھا۔ وہ قتل کیا گیا نہ صلیب پر چنپا لیا اور کہ اس بارے میں تو یہاں
 اویسی کا کہہ چکی ہے۔ وہ بعض غلط اور بے بنیاد ہے۔

اعراقی۔ مگر میں اب مسیح کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہئے؟
 مسلم یہی کہ وہ خدا کا سچا بیٹا تھا۔ اور کہ وہ نہ قتل کیا گیا۔ نہ صلیب پر لٹا گیا۔

اعرافی - نہ ہے کہ ایک گوسائیں جی اپنے دو چیلو کو منطق پڑھایا کرتے تھے دونوں
 چیلو آہیں میں خوب کٹا چھنی ہوتی تھی۔ ایک دن گوسائیں جی نے بڑے چیلے
 کو جینا جی سے پانی کی لٹیا لانے کے لئے بھیجا۔ اسکو دہاں ذرا دیر ہو گئی اس
 کی عدم موجودگی میں گوسائیں جی اپنے کاٹھکے تخت پر دراز ہو گئے۔ چیلے
 نے انکی ٹانگیں دہانی شرع کیں۔ گوسائیں جی نے بوکروٹ بدلی۔ تو دوسری
 ٹانگ پہلی ٹانگ پر رکھ لی۔ یہ دوسری ٹانگ بڑے چیلے کے حصے میں آیا کرتی
 تھی۔ چیلے نے جو دیکھا کہ بڑے چیلے کی ٹانگ اس کے حصے کی ٹانگ
 پر اچڑھی ہے۔ تو اس نے نہ آؤ دیکھا۔ نہ تاؤ۔ لکڑی اٹھا اس ٹانگ کو دو
 کوب کرنا شروع کر دیا۔ گوسائیں جی چیخ چلا رہے ہیں کلم بخت تو نے مجھے مارا
 اتنے میں بڑا چیلہ بھی جینا جی سے واپس آ گیا۔ اس نے جب دیکھا کہ اس
 کو بٹ نے میرے حصے کی ٹانگ کو کوٹا پیشا ہے۔ تو اس نے بھی بھٹک گھوٹنے
 کا ڈنڈا اٹھا گوسائیں جی کی دوسری ٹانگ کا کچھ مزکا لڈالا۔ گوسائیں جی چیخ
 رہے ہیں۔ مگر یہ منطق حضرات ایک نہیں سنتے اور دھڑا دھڑا گوسائیں جی کی
 ٹانگوں پر لٹھ برساتے جارہے ہیں اور اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ٹانگیں تو آخر ان
 کے گورہ جی کی ہی ہیں۔ آخر اڑدس پڑدس والوں نے ان احمقوں کو بھاپا کہ یہ
 کیا بزدلی ہے۔ جو تم کرو ہے ہو۔ گوسائیں جی کے یہ سعادتمند چیلے بٹ تو گئے۔
 مگر سوخت جہک گوسائیں جی عرصہ دراز کے لئے صاحب فراش ہو چکے تھے۔
 یہی حالت تھی ان سامانوں کی معلوم ہوتی ہے۔ جو مسیح کی زندگی اور موت
 کے متعلق آہیں میں لڑتے مرتے اور ایک دوسرے پر کفر و ارتداد اور قتل
 رجم کے فتوے نکال رہے ہیں۔

مسلم - یہاں اتم ٹھیک کہنے ہو۔ واقعی جب مسیح علیہ السلام کو زندہ یا فوت شد
 ماننا ہمارے لئے جزو ایمان نہیں ہے۔ تو اس مسئلہ پر ایک دوسرے کو کافرو
 مرتد قرار دینا بھی مسلمانوں کی سخت غلطی ہے۔

اعرافی - مگر اس میں مسلمانوں کا بھی کیا تصور ہے جبکہ تفسیروں میں مسیح کے متعلق
 اس قسم کے قصے کہانیاں پرانے مسہرین نے کثرت سے بھر رکھی ہیں۔

مسلم۔ مگر قرآن مجید نے یہ تو نہیں کہا کہ تم مفسرین کی تفسیر و تلوین جزو ایمان سمجھو اور انکو بلا چون و چرا صحیح تسلیم کر لو۔ خواہ تمہارے ایسا کرنے سے دشمنان اسلام کو تمہارے برخلاف خوردہ گیری کا اور اسلام پر تضحیک و استہزا کا بھی موقع کیوں نہ ملتا ہو۔

اعرائی حضرت! مجھے ایک کنکرسوامی کا قصہ یاد آگیا۔ جو ان لوگوں کی حالت سے بالکل ملت جلتا ہے۔ جو ہر ایک تفسیر کو بلا چون و چرا صحیح تسلیم کر کے جزو ایمان سمجھے بیٹھے ہیں۔ اجازت ہو تو میں عرض کر دوں۔

مسلم۔ میاں! اس طرح قصے سناتے جاؤ گے تو لوگ یہ کہہ اٹھیں گے کہ دیکھو! صاحب! مفسرین کے قصوں کو تو غلط بتا رہے ہیں۔ اور خود اپنے قصے گھڑتے چلتے جا رہے ہیں۔

اعرائی۔ مگر کیا وہ یہ نہیں سمجھ لینگے کہ جس طرح ہمارے قصے سن گھڑتے ہیں اسی طرح اکثر صورتوں میں مفسرین نے بھی قصہ تراشی سے کام لیا ہے جازمہ رب العزۃ کی کتاب میں مفسرین کے قصوں کا ہمیں اشارہ تک بھی نہیں ہے۔ مسلم۔ اچھا میاں! تم اپنا قصہ سن لو۔ کچھ ٹھکانے کی ہی کہو گے۔

اعرائی۔ حضرات! میں نے سنا ہے کہ کسی گاؤں میں ایک نابالغ عورت تھی۔ لوگ، کنکرسوامی کے نام سے پکارتے تھے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ سواسی جی نے اپنی کنیا میں دو فٹ گہرا آرا ہا کھدوایا تھا جس میں وہ سہ روز ایک کنکر ڈال دیا کرتے تھے۔ جب کہ فی دیہاتی اسے پوچھتا کہ سواسی جی کوئی مانی ہو تو وہ جھٹ گڑھے کے کنکر کنکر بتا دیتے کہ آج فلان تارخ سے۔ گاؤں میں تو میں تعلیم کا چرچا کہ تھا۔ اور وہ سوامی جی بچتے اعتقاد رکھتے تھے کہ بچہ سوامی جی فرماتے ہیں۔ وہ بالکل پتھر کی کنکر ہیں۔ گاؤں کے نزدیک ہی ایک بڑا تھر آباد تھا جہاں علم کا بڑا چرچا تھا۔ مگر گاؤں والے ایسے دھم توئی دیتے تھے کہ وہ اس شہر میں جا کر کوئی نئی بات سیکھنے یا جاننے کو سخت بہت سخت کہتے تھے۔ دیہاتی مدارس کے انپاٹھ نے کئی دفعہ کوشش کی کہ اس گاؤں کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے کوئی مدرسہ جاری کر دے مگر ان دنوں

ورڈز نہیں سوچتے کہ تغاسیر پر یوں اندھا ایمان لانے سے قرآن پاک اور ہمام
 کس قدر مفید ہے۔ اعتراض کر سکا سو فیق ملجاتا ہے۔
 مسئلہ۔ میاں! واقعی تم سچ کہتے ہو۔

اعرافی۔ مگر حضرت کیا آپ کو علم ہے کہ آج نے محدث میں ایک احمدی حافظہ نور علی صاحب
 کا بیچ کی حیات و ممات پر پیر ہو گیا؟
 مسئلہ۔ مجھے علم نہیں بیکچر کا۔ کت کیا رہا ہے؟

اعرافی۔ بس یہی چار بجے بعد از دوپہر
 مسئلہ۔ تو پھر چار تو اب بجے والے ہیں۔ کیا یہ پیر سننے کا شوق ہے؟
 اعرافی۔ دل تو چاہتا ہے کہ ذرا امن آؤں
 مسئلہ۔ جاؤ شوق ہے سنو۔ مگر دیکھنا کسی سے الجھنا نہ جانا۔
 اعرافی۔ آپ اطمینان فرمائیں۔ میں ہرگز کسی سے نہیں الجھوں گا۔
 مسئلہ۔ چپ! خدا کا نواب

فصل چوکسروں میں

احمدی اور غیر احمدی

اعرافی۔ السلام علیکم
 مسئلہ۔ علیہ السلام! یہ صاحب زعمیوں کے لکچر میں آپ شرابٹ دیا کرتے؟
 اعرافی۔ جی ہاں! حافظہ نور علی صاحب نے سچ کو بات شدہ ثابت کر لی تھی۔
 مسئلہ۔ یہ حافظہ نور علی صاحب کہاں میں؟
 اعرافی۔ یہ تو میں نہیں جانتا۔ مگر وہ ایک پرمیویمہ ور تارین آدمی ہیں۔ حافظہ صاحب
 نے بڑا مزہ اس پر دیا۔
 مسئلہ۔ تاکہ اپنے بیکچر کا وہ ٹریا کر لیں؟
 اعرافی۔ تو ہی سنو! خدا کا نواب

اعرائی جناب احمد صاحب نے پہلے تو سفر کی ٹکان کا ذکر کیا۔ اسکے بعد یہاں آئیں
 و جہ بیان فرمائی پھر انہوں نے فرمایا کہ مدت لی گئی ہے۔ تم میں ایسا گریہ نہ کرنا
 چاہئے۔ جو دعوت الی الحق کرتا رہے۔ فی زمانہ ایسا کرو۔ اتنی جہالت ہے کہ کوئی
 مدت مرزا غلام احمد صاحب نے خدا کی مدد و تیار یہ ہے۔ اسکے بعد جہالت صاحب نے
 مرزا صاحب کی پیشین گوئی کا بیان فرمایا۔ پندت بیکھرا م کے قتل کے بعد جہالت نے
 پیشین گوئی کی تھی۔ اسپر بڑے رد و ردیہ۔ اسکے بعد عبد اللہ آگاہ کے تعلق جوئے شریف کی تھی۔
 بڑا زور دیا۔ اسکے بعد عبد اللہ آگاہ کے تعلق پیشین گوئی کا ذکر کر کے بیس نہ پھر برس
 عیسائیوں پر برکتیں برساتے و بسماء تو وہاں سے گئے کہ یہ وگ ایسے عجیب و غریب تھیں
 کہ چنانچہ یہاں پہلے وہ علیہ وسلم کو فوت تھا۔ مگر سچ کے تعلق ہی کا کہہ
 سکتے کہ وہ ابھی تک زندہ ہے۔ اور اسکا پیر چلتا ہے۔ ہمارے سبھی کی پھر یہ دشمن سمجھ کر ہیں تو
 وہ ہمارے ذمہ کی خا رو نہیں جا کر چسپیں مگر سچ پر حملہ ہو تو مسلمان کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں
 فرستوئے پر و پیر چکر کا پیر اٹھالیا پسند توئی بڑی سبقت کی بات ہے۔ زور
 عیسائیوں کو دینے اور چروں غلبہ دیتے ہیں حالانکہ انہیں یہ بتی سچا کہ یوحنا کی
 یٹی۔ لیا سبقتی کہتا ہے صلیب پر دیا۔ مگر ہمارا یہ اعتقاد نہیں بلکہ یہ یہ کہتے ہیں۔
 سچ صلیب پر تو نہیں مانتا۔ لیکن ثبت ہے ان وہ یہ یوں کہے کہ ایک مردانہ
 سو بابت۔ یعنی ہوش۔ کیا تھا۔ یہودیوں نے اسکو دیکھ کر صلیب سے اتار دیا اور
 ایک قبر میں رکھ دیا۔ جب سچ کو ہوش آیا تو وہ اس مدد سے جوت رکے اور ان کو
 بوا شہید پڑھا۔ رستہ میں رہا وہاں ہی فوت ہوا چنانچہ سرنگر کے مدد خانہ میں ان
 مقبرہ بھی ہے یہ سارا حال تو دورج۔ یہی سیاح کی کتاب میں ہے جو چاہے دیکھے
 بعد اگر سچ سمجھتا ہے کیا کہتا تو وہ کیسے جاتا ہو کیسے نظر نہ آئے بعد چاروں طرف سے
 سانس لینے کے قبل یہ ہی نہیں ہے سچ ہے سانس کیسے لیا ہوگا۔ اور پھر تو اس سے
 وہ زندہ کیسے رہا۔ اگرچہ راک کہتا ہو کہ بختنا حاجت بھی کرتا ہوگا۔ اس لحاظ سے
 تو سچ نے سنا کہ بول۔ ہمارے بہت خراب کر رکھا ہوگا۔ پھر سکا بول و ہار سنا۔ انہیں
 نے۔ ہاں کوئی ہنگامی ہو گا یا نہیں۔ بس مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ سچ اپنے خاکی جسم کے
 آسمان پر چلا گیا۔ بالکل غلط ہے۔ اس سے پہلے ہی نوگوئے مسلمانوں نے یہاں سے

مسلمان مسیحی کے اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ اس کے بعد حافظ صاحب نے
قرآن مجید کی بہت سی آیات چڑھیں اور ان کے صحیح کی سوت پر اسد لال کیا۔ آخر میں
حافظ صاحب نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان کو میرے ایک پھر یہ کوئی اعتراض ہو تو کرے۔
مسلم۔ تو کیا کسی نے اعتراض کیا؟

عراقی ایک طرف سے ایک لہجے میں دیکھ کر بھی کہہ دیا کہ حافظ صاحب آپ مجھے پوچھ رہے ہیں
حافظ صاحب حضرت! میں ہینا بول جب آپ خود جانتے ہیں کہ میں آپ کو نہیں پوچھ سکتا
تو آپ کا سوال ہی بے ثبات ہے۔

مسلمان حافظ صاحب! میں آپ کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ یہ بھی آپ مجھے نہیں پوچھ سکتے
اگر آپ سوچتے ہیں کہ اس کی طرف سے جواب دینا سوجھ بوجھ سے نہیں آتا تو نہ
دیکھتے ہیں آپ کے کوئی آدمی کہ یہ کہتا ہے کہ اس کی طرف سے جواب دینا نظر سے نظر
سے اس پر بہت دیر لگتی ہے۔ وہ حافظ صاحب! یہ سب سچ ہے۔ ہر ایک کو اس سے
پہلے ڈاکٹر ہو کر کہہ چکا ہے کہ حافظ صاحب! میں آپ کو پوچھنا چاہتا ہوں۔ حافظ صاحب! بے ہوش ہو کر پوچھ
اگر کا حافظ صاحب! آپ کے پسینے بہ رہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ سب سچ ہے یا نہیں؟
حافظ صاحب! میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔

مسلمان حافظ صاحب! اگر آپ کا نام ہے پیسے وہ چھوٹا ٹکٹ ٹورک ہر روز لکھتا ہے اور ایک چھوٹا
بوسہ ہر روز دے کر کہتا ہے تو آپ ہماری کر کے ان میں کہہ دیا کہ یہ سب سچ ہے
میرے کہنے میں شک کا ریشہ اب اور پھر جمع ہو جائیگا؟

مسلمان حافظ صاحب! میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ حافظ صاحب! میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔
مسلمان حافظ صاحب! میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ حافظ صاحب! میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔

مسلمان حافظ صاحب! میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ حافظ صاحب! میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔
مسلمان حافظ صاحب! میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ حافظ صاحب! میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔
مسلمان حافظ صاحب! میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ حافظ صاحب! میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔
مسلمان حافظ صاحب! میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ حافظ صاحب! میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔

کھیلانے لگ گئے مگر رشتہ کے چھوٹے کیس تو ہی حافظ صاحب کے ایک دوسری چوٹ لگائی کہ حافظ صاحب آپ نے چالیس پچاس سال اوپر بڑا کی قلت کے باعث مسیح کے سانس لینے کی شکل کو بیان فرمایا ہے۔ ذرا اب فرمائی کر کے اتنا تو فرمادیں کہ مائے نکمہ میں بچے کے سانس لینے کیسے کیسا برقی ٹپکا ہوا ہوتا ہے یا کس راہ سے بچے تک ہوا جاتی ہے جس میں سانس سیکر وہ زندہ رہتا ہے۔ لڑکے کے اس جواب پر سہاؤں نے پھر تہمت لگایا۔ حافظ صاحب دڑھی کے بالوں میں انگلیاں ڈال کر سوچ ہی بہت سے کر ڈاں اس لڑکے کو کیا جواب دیں کہ تھے میں ایک نونے سے ایک غیر مذہبی نابینا حافظ پلا گئے۔ کہ میاں! میں نے بھی تو کچھ پوچھنا ہے یہ حافظ صاحب بھی بڑے لچم پیم تھے جو دس سالہ اس قوی بھلی دیوا ایک کوٹے میں سے سر بندہ کرتے دیکھ لو وہ سب سانس پڑے کہ کہ بے خواب برابر کی ٹکر ہوگی۔ کیونکہ میں کے انجن کی طرح آنکھیں دو ٹوٹتی نہ رہیں خوب بڑھیکے۔

مسلم۔ میاں! یہ غیر احمدی حافظ صاحب کو کہتے تھے؟

احمدی حضرت! میں تو انکو جانتا نہیں مگر عام لوگ انکو حافظ مانتے تھے۔

مسلم۔ پھر انکو کیا حافظ گاں صاحب نے بھی ٹکرا دی؟

اعترافی۔ بڑے زور سے۔ حافظ ممال نے حافظ احمدی صاحب کو یوں مخاطب کیا۔ اچھا

حافظ احمدی صاحب! میں آپ کا پیر ہوں تو نہیں ہوں مگر نہ یہ سبائی ضرور ہوں

پسے تو جیسے آپ آنکھوں سے منور ہیں۔ وہ بھی میں سمجھتا ہوں گو آپ کا امداد باری نور علی

ہے کہ مہموم توتا ہے کہ جس طرح عکس شہد نامہ نگار کا فوکسی نے اپنا نام باوجود اپنے نابینا ہونے

نفسی یہ نور علی کیسے غلطی کی۔ یہی طرح آپ مہموم نامہ نگار کو بے غیرت نہیں، خیرہ مکرر دوسری

غلطی کر رہے ہیں۔ کیا میں آپ کے اعتراض کا جواب دوں؟

احمدی علی۔ ضرور ایسے

حافظ ممال! آپ نے مسیح علیہ السلام کو زندہ دھارنے پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس شہید کو

مسلم۔ پیر اذیت کا موقع ملتا ہے کہ نہایت قوت ہو گیا۔ اور ہمارا مسیح زندہ ہے کیا آپ کو معلوم

نہیں ہے جیہٹک اس مہموم اعتراضات کا جواب دلی کے مولانا شاہ صاحب نے کیا دیا؟

نور علی۔ جیسے مسلمان نہیں۔

عامان۔ بڑا افسوس ہے کہ آپ اتنے بڑے لیچرار گریجویٹ کے مولینا شاہ صاحب
ریپوری صاحب کی گفتگو کا ہی پتہ نہیں ہے۔

انور علی۔ تو ہر بانی کر کے آپ بتا دیکھئے نہ۔

حافظ خاں۔ وہ صاحب امتیاز دو تونے آپ تو دیوان میں جا کر ہر روز غلام احمد کے
ورثیم پانا چاہتے ہیں مجھے۔ یہ اچھی رہی!

انور علی۔ چھ مضامین نہیں۔ خریم دونوں ہیں تو نہ یہ بانی رہی۔

حافظ خاں۔ مسکر کر، چھ تو پھر سنئے۔ ایک دن ایک پوری صاحب دلی کے مولینا
شاہ صاحب کے پاس کر کہنے لگے کہ شاہ صاحب میں نے آپ کے کچھ پوچھنا ہے مولینا
شاہ صاحب نے کہا بڑے شوق سے پوری صاحب بے پوچھ کہ نقل اسکو تسلیم کریں تو
کہ حضرت محمد صاحب معراج کیلئے اسکا پیر کیسے چڑھ گئے؟ مولینا شاہ صاحب فرمایا کہ
جس ٹیپھی کے ذریعہ حضرت مسیح صاحب اسسمن پر چڑھے تھے۔ اور

نہ او نہ کے وا بنے آتے جا بیٹھے تھے وہی ٹیپھی لگی ہوئی تھی اسی کے راستے
ہمارے حضرت صاحب بھی چڑھ گئے شاہ صاحب کا یہ جواب، ہاں شکریہ پوری صاحب خاصوش
ہو گئے۔ ذرا دیر کے بعد بولے کہ اچھا شاہ صاحب اسکو تو جانے دیجئے۔ مگر یہ فرمایا
کہ حضرت صاحب کو آپ شیعہ مانتے ہیں۔ مگر انہوں نے القادیانیوں کے درمیان
پنے تو اسوئی شفاعت رکھے نکو نکل ہو جسے کہیں یہی صاحب شاہ صاحب نے جواب دیا آپ
بھی فرماتے ہیں ہمارے حضرت صاحب القادیانیوں کے پاس اپنے نو سوئے چاؤ بیٹے
شعاعت ایسے کہ تھے۔ مگر القادیانیوں نے جواب دیا یاں! ہم اپنے نوا۔ وکی حدیث کرنے
آئے ہو۔ مگر انہوں نے پیرے اکھڑے بیٹے کو پھر شیعہ پڑھا دیا۔ اور وہی ایسی سچائی
پہنچا رہا کہ اسکا سر انہوں نے ذرا نہ کیا تب میں ان کو بتوئے کہ تم سے یہ کہو
بیٹے کو یہی سنا تو تمہارے نوا۔ وکی کیا روں۔ چنانچہ ہر روز حضرت صاحب القادیانیوں کے
دربار سے واپس لوٹا کرتے شاہ صاحب کا یہ جواب شکریہ پوری صاحب کو دے دیا گیا
موجبات انور علی صاحب پادریوں یا سنیوں کے طعن و تشنیع کو تو آپ جانے دیجئے۔ اگ
جو اب تو بڑا آسان ہے۔ ان پر فرمائیے کہ مسیح کے زندہ ہونے میں آپ کو کیا عذر ہے
انور علی۔ جانتے صاحب آپ نے ہی فرمایا۔ مگر آپ اتنے تو سوچیں کہ دنیا میں ان کی شخص

و ما نزلنا من قبله من شيء الا نوحينا اليك به و قد نزلنا من قبله من شيء الا نوحينا اليك به
 فی بحیرہ کے لئے۔ اسلام کی بحیرہ کے لئے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔
 الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ
 دِينًا (آیت ۳) آج تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر چکے و تمہارے
 دین کی اس نعمت کو تمہارے حق میں پورا کر دیا۔ اور تمہارے لئے اسی دین، اسلام کو
 پسند کیا۔ نہ صرف یہی بلکہ رب العزت نے ہمارے رسول کریم علیہ السلام و انبیاء کے لئے
 میں بھی فرمادیا ہے کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ
 وَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ (آیت ۴) اب محمد میرے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں نہ وہ
 تو خدا کے رسول ہیں و خاتم النبیین ہیں۔ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے بعد میں نہ کسی نبی کی ضرورت ہے نہ مسیح کی۔ اس لئے کہ رب عزوجل نے اپنا
 کامل و کمال کلام جو اپنے بندوں کو دینا تھا وہ قرآن مجید کی شکل میں دیا جائیگا۔ اور
 رب العزت نے ساری تصدیق کر دی کہ قرآن ہی کمال و مفصل کتاب، اور سلام ہی
 کمال و اتم دین ہے جو لوگ مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں۔ وہ جناب محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے شکر بننا بہت اہم و ضروری ہے کہ
 مانا ہے۔ اور مسیح ناصری کی آمد ثانی کے تحقق غلط اعتقاد و سامانوں میں
 حقیقت و حقیقت کا بگاڑ دینے ہوا ہے۔ اسی غلط عقیدہ کی آڑ میں گذشتہ تیرہ سو سال
 کے اندر دہائیوں لوگ مسیح موعود بنکر لاکھوں سادہ لوح مسلمانوں کو فرقہ بندیوں
 میں بٹھانے، مسلمانوں میں فتنہ و شر کا بازار گرم کر دیا باعث ہوئے۔ اور
 بتک بھی جو رستہ ہیں بگاڑ دیا۔ مسیح ناصری کی آمد ثانی کے مفہوم عقیدہ
 کو ترک نہیں کرتے۔ حالانکہ قرآن پاک میں اسکا کہیں بشارت کبھی نہیں ہے۔
 خدا میں اس کے بچانے۔ اور مسلمانوں کو اس غلط عقیدہ سے نجات دے +
 اعرافی۔ آمیں، حضرت! میں آپکا نہایت مستحق و شکر گزار ہوں کہ آپ مسیح علیہ السلام
 کی حیات و موت کا مسئلہ میرے لئے بوجہ احسن حل کر دیا۔ اور میرے شکوک کا زائل
 فرمادیا۔ کرا جازت ہو تو میں آپ سے اب ایک وہ ضروری مسائل اور دریافت کروں +
 مسلمان بچہ کہیں بھی عراقی۔ بہت بہتر +

ریلو پوز

۱۔ الفیض: یہ ماہوار رسالہ زیر ادارت مولینا نور احمد صاحب و مولینا محمد سلیمان صاحب
آبی سنے ام ترسے شایع ہوتا ہے۔ اسکے مضامین بہت اعلیٰ پایہ کے ہوتے ہیں
دھرم کے پرچہ میں اسلام کی صداقت کے عنوان سے ایک بہت عمدہ مضمون شایع ہوا ہے نبوت کے ۲۳
دعویداروں کا سلسلہ بھی عمدہ و تواریحی مضمون ہے۔ لکھائی چھپائی بھی بہت عمدہ ہوتی ہے۔ الفیض اس
بہت کا مستحق ہے کہ اعلیٰ درجہ کا تعلیمیافتہ طبقہ اسکی طرف متوجہ ہو۔ سالانہ قیمت تین روپیہ۔

۲۔ انفریش: یہ رسالہ ام ترسے زیر ادارت مولینا محمد علی صاحب ماہوار شایع ہوتا ہے۔
گوئی قریش کا بڑا دیرپا پرچہ ہے۔ مگر اس میں عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے متعلق بھی اچھے
اپنے مضامین ملتے رہتے ہیں۔ انفریش کو شکایت ہے کہ برادری نے اسکی کما حقہ سرپرستی نہیں کی
ایڈیٹر حفیظ انصاری اتنے برادر یوں کا قائل نہیں ہے۔ وہ انفریش کو بھی یہی مشورہ دینگا۔ کہ وہ برادری
کے جھگڑے کو ترک کر کے وسیع معنوں میں خدمت اسلام کریں۔ قیمت فی پرچہ ۲ روپے۔

۳۔ تذکرۃ الانصار: مولینا محمد شمس الحق صاحب نے اس کتاب میں پارچہ بانی اور پارچہ بانوں
کے متعلق عمدہ معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ انکا خیال ہے کہ وہ قوم جسکو جولا
کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ چونکہ اسکا تعلق ابوالیوب انصاری سے ہے۔ اسلئے اس قوم کا نام
انصاری۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ جس قدر نام اس قوم کے مشہور ہیں۔ اس قدر شاید ہی کسی
دوسری قوم کے ہوں۔ مؤمن۔ نور باف۔ بنفید باف۔ جولا۔ باقندہ۔ نساج۔ متو وایہ وغیرہ۔
قُلْ الْأَشْمَاءُ الْحُسْنٰی۔ چونکہ یہ قوم رُسے زمینی پھیلی ہوئی ہے۔ اسلئے ہر یکا ب ہوا میں اسکے نام
بھی الگ الگ ہیں۔ مگر اسکا نام سب جگہ ہی جو پیتے انسانوں کو دعوتی لشکر دینا۔ اور انکا
لشکر ہونا چاہیے۔ تذکرۃ الانصار کی قیمت ۱۲ روپے کا پتہ جمیعت الانصار علی گڑھ۔

۴۔ مقدس رسول: یہ کتاب مولینا شمس الدین صاحب ام ترسے کی تصنیف ہے۔ جو آری لکھی کتاب
میں نہیں گذری مگر مولینا نے اپنی کتاب میں آری لکھی نہ پڑھ کتاب میں ہے جو کتاب سات روپے ہیں اسلئے
معلوم ہوتا ہے کہ نگینا رسول کوئی نہایت ہی شہرہ انگیز کتاب تھی۔ مولینا ممدوح نے بہت شہرت اور سخی کیلئے یہ کتاب
جواب دیا اور لازمی جواب اس کتاب کیا ہے لکھائی چھپائی کا عمدہ نہایت عمدہ قیمت ۱۰ روپے کا پتہ مولینا

حنیف کا سلسلہ کتب

از

غازی محمود و صہریال بی۔ اے۔ ایڈیٹر حنیف۔ لودھیہ

کتاب الاعتذار - یہ کتاب رسالہ حنیف کا پہلا پرچہ ہے۔ اس میں ایڈیٹر حنیف نے ان

ذات پر لگائے گئے تھے۔ اس کتاب میں ہندو مسلم اتحاد کا بھی بہترین نسخہ تجویز کیا گیا ہے قیمت ۱۲ روپے

مختصر سید اور - یہ کتاب سادہ حنیف کا دوسرا پرچہ ہے۔ اس میں مسیحی کے نام پر دنیا میں جو دھوکے کی داستانیں

ہیں باب اور بابوں کے قتل کے واقعات۔ ایک مسیحی خاتون آغوش کی دردناک شہادت۔ پارسی مذہب کے

باقی کے حالات نہایت وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔ قابل دید کتاب ہے قیمت ۱۲ روپے

۳۔ لوٹھر سوامی یا نند - اس کتاب میں آریہ سماج کے بانی اور دیدہ دیکھے قابضین

کو قلمبند کیا گیا ہے۔ یہ کتاب سادہ حنیف کا ڈبل پرچہ ہے اس کی ضخامت ۲۴ صفحہ ہے قیمت ۱۲ روپے

۴۔ کفر و اسلام حصہ اول - اس کتاب میں شکرین اسلام کی طرف سے اسلام پر جس قسم کے اعتراضات کئے

جاتے ہیں۔ ان کا ایک نہایت دلچسپ اور حقیقت پر مبنی جواب دیا گیا ہے

اسلام کی حقانیت کے متعلق یہ ایک اور جواب کتاب ہے۔ قیمت بارہ روپے ۱۲ روپے

۵۔ کفر و اسلام حصہ دوم - اسلام کے مختلف فرقہ پرستی خاں خانی کی ہر ہی ہوا اور ایک دوسرے کفر و ارتداد کے قوس

جھگڑے یا اختلافات موجود ہیں ان سب کا اس کتاب میں دو ٹوک فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب نہیں ملے

کفر و اسلام حصہ سوم - مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق جس قدر اختلافات ہیں۔ ان پر تواریخ اور

اور مذہبی پہلو سے سیر کن بحث کی گئی ہے۔ قیمت بارہ روپے ۱۲ روپے

دیگر کتب - رسالہ حنیف میں ہر ماہ ایک سو صفحہ کی مکمل کتاب شائع ہوتی ہے۔ اگر آپ اس کے

مستقل خریدار بنائیں تو آپ کو ہر ایک کتاب معہ محصول ڈاک ۸ روپے میں ملے

رہے گی بصورت دیگر آپ کو فی کتاب ۱۲ روپے محصول ڈاک اور کریم پریس کے حنیف کا سالانہ چندہ ملے گا۔

رسالہ حنیف

زیر اوارت غازی محمد و صاحب مال بی۔ اے

ہر ماہ ایک دو صفحہ کی نہایت دلچسپ اور مفید کتاب کی شکل میں لودیانہ سے شائع ہوتا ہے۔ سالانہ قیمت چھ روپیہ۔ پیشہ شہابی ساڑھے تین روپیہ۔ فی پرچہ بارہ آنے۔

سوامی یانند کا اصلی ستیا رچہ پرکاش مطبوعہ بنارس ۱۸۷۵ء

(اردو کا نیا ڈولین)

سوامی یانند کا اصلی ستیا رچہ پرکاش سب سے پہلی مرتبہ ۱۸۷۵ء میں بنارس میں طبع ہوا تھا۔ ایک منظر کتاب ہندی علم ادب کے علاوہ مذہبی تحقیقات میں نادر اضافہ ہے۔ ہندو مسلم اتحاد کا بہترین نمونہ ہے۔ گوشتخوری گائے بھینسز بکری وغیرہ کی قربانی کے حق میں براہمن قاطع کا قائل بلکہ مذہب پرستی چھوٹ چھات اور ذات پات کے برخلاف پینطا حریہ جو سوامی یانند نے اس منظر کتاب میں بھیجی بہت کیا ہے کہ جنگ مہابھارت سے قبل ہندوستان کے راج درباروں میں عربی بان مروج تھی۔ خوبی کی بات یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کے برخلاف کوئی بات نہیں ہے۔ چونکہ یہ کتاب سنسکرت نام ہندی میں تھی۔ اس لئے اس کو اردو کا جامہ پہناتے ہوئے سنسکرت کے جملہ الفاظ کی ایک سٹولغات ساتھ دی گئی ہے اور کتاب جلد کر دی گئی ہے۔ قیمت فی جلد مجلد تین روپے مع محصول ڈاک +

نشریہ سوامی یانند کا یہ کتاب پانچویں مرتبہ کتاب لاہندار خیریداد سواختری سوامی یانند کتاب لاہندار خیریداد کے مختلف پہلوؤں پر نہایت دلچسپ بحث کی گئی ہے جو خیریداد ہندی

دنیا کے بعض یفا رشتہ کی سواختری کا مجموعہ ہے جو سواختری سوامی یانند اپنی قسم کی بہترین کتاب ہے جس میں سوامی یانند کی ان فتوحات کا مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ سواختری کے خلاف حاصل ہوئی۔ نہایت دلچسپ اور مفید کتاب ہے۔

۱۸۷۵ء میں سوامی یانند نے سواختری کا چار سو صفحہ قیمت تین روپے مع محصول ڈاک سوامی یانند نے سواختری کا جو ترجمہ کیا تھا اس کو پانچویں مرتبہ سوامی یانند نے سواختری کا جو ترجمہ کیا تھا اس کو پانچویں مرتبہ سوامی یانند نے سواختری کا جو ترجمہ کیا تھا اس کو پانچویں مرتبہ

مذکورہ بالا کتاب کے لئے سوامی یانند نے سواختری کا جو ترجمہ کیا تھا اس کو پانچویں مرتبہ سوامی یانند نے سواختری کا جو ترجمہ کیا تھا اس کو پانچویں مرتبہ

رسالہ حنیف

زیر اوارت غازی محمود صاحب لکھی

ہر ماہ ایک صفحہ کی نہایت دلچسپ اور مفید کتاب کی شکل میں لودیانہ سے شائع ہوتا ہے۔ سالانہ قیمت چھ روپیہ بشر شاہی ساڑھے تین روپیہ ملی پرچہ بارہ آنے

سوامی یانند کا اصلی ستیا پرکاش مطبوعہ بنارس

(اردو کا نیا ڈیشن)

سوامی یانند کا اصلی ستیا پرکاش جو پہلی مرتبہ عیسوی میں بنارس میں طبع ہوا تھا، ایک مفید کتاب ہے ہندی علم کے علاوہ مذہبی حقیقتات میں ناواقفانہ ہندو مسلم اتحاد کا بہترین نمونہ ہے گوشتخوری، گائے بچھڑا کر، وغیرہ کی قربانی کے حق میں براہمن قاطع کا قائل مذہب و بت پرستی چھوٹ چھات اور ذات پات کے برخلاف بیخدا حرمہ و سوامی یانند نے اس منظر کتاب میں بھی بہت کیا جو کہ جنگ مہا بھارت سے قبل ہندوستان کے آج درباروں میں عربی بان مروج تھی، خوبی کی بات یہ ہے کہ اس میں عیسائیوں مسلمانوں کے برخلاف کوئی بات نہیں ہے۔ چونکہ یہ کتاب سنسکرت نامہ ہندی میں لکھی، اس لئے اس کو اردو کا جامہ پہنا دینے کے جماد الفاط کی ایک بڑی بڑی کامیابی ہے اور کتاب مجلد کر دی گئی ہے۔ قیمت فی جلد تین روپے مع محصول ڈاک +

یہ کتاب یتیر حنیف کی تین کتابوں کا مجموعہ ہے یعنی کتاب الاعتذار، خبر میدا، و سواختری سوامی یانند

دنیا کے بعض افراد کی سواختری کا مجموعہ ہے سواختری سوامی یانند پرستی کی بہترین کتاب جو عیسوی سوامی یانند کی ان فتوحات کا مفصل ذکر کیا گیا ہے جو آپ کو بت پرستی کے خلاف حاصل ہوئیں۔ نہایت دلچسپ اور مفید کتاب ہے۔ مذکورہ بالا تینوں کتب کے مجلد مجموعہ کا نام ششیر پرستہ و ضخامت چار سو صفحہ قیمت تین روپے مع محصول ڈاک

یہ مجرید کا مکمل اردو ترجمہ سوامی یانند نے مجرید کا جو ترجمہ کیا تھا اس کو یتیر حنیف نہایت

کی ہے اس سے کما حقہ واقف ہونیکے لئے سوامی یانند کے ترجمہ کا مطالعہ کرنا از بس مفید و قیمتی ہے

مذکورہ بالا جلد کتب کے لئے کا پتہ شیخ حنیف حلقہ لاہور صبا نگر - پنجاب